



مَثَلُ نَوَالِكُمْ شَكْوَى فِيهَا مَصْرُوحَاتُهَا

بدریکہ نگاہ اور اضافہ کے ساتھ طلبہ شکوہ و دورہ حدیث کیلئے کیسے استعمال فرماتے

# تحفۃ الملائک

## دروس اللہ شکوہ



مقدمہ مبارک و علمی و حدیث، کوائف و مشکوٰۃ المصابیح

مؤلف: حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدظلہ العالی

استاذ الحدیث مولانا خورشید احمد بہاولوی  
مدرسہ جامعہ تہذیب السنتہ ارسن ملتان

مکتبہ عمر بن الخطاب

پتہ: شاہراہ قائد، ملتان۔ فون: 0300-7345151



طابعہ یونیورسٹی کے علوم کا پاسان  
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل

## حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان

درس نکاح کیلئے ایک مفید ترین  
ٹیلیگرام چینل

واپس آئیڈیو  
کافی روڈ کوئٹہ  
Mob:  
0321-8110082  
0333-0870072

مِثْلُ نُورٍ فِي كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

یہ کتاب جدید کمپوزنگ اور اضافہ کے ساتھ طلبہ شیکوہ و دورہ حدیث  
کیلئے یکساں مفید ہے

# مِثْلُ نُورٍ فِي كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ

## دروس فی المشکوٰۃ

معہ مقدمہ مبادی علم حدیث، کوائف مشکوٰۃ المصابیح

مصنفہ، حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی صاحب مدینہ منورہ

اضافہ از استاد الحدیث مولانا بنوری شیدائے احمد سہاروالوی

مدرسہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

مکتبہ عسرین خطاب

ٹی پوکن شاہ ذکون عالم کالونی بلتان موہال: 0300-7345151

جملہ ترتیب و کمپوزنگ کے حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

کتاب کا نام..... تحفۃ المرأة فی دروس المشکلات

مؤلفہ..... قاری محمد طاہر رحیمی

افادات جدیدہ..... مولانا خورشید احمد صاحب (مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان)

سن اشاعت..... ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء

تعداد صفحات..... ۳۹۷

ناشر..... مکتبہ عمر بن خطاب، ملتان

فون نمبر..... 03017437794

کمپوزر..... ماجد رشید رحیم یار خان (03346988639)

ملنے کے پتے.....

مکتبہ امدادیہ، ملتان

مکتبہ حقانیہ، ملتان

مکتبہ عثمانیہ، ساہیوال

مکتبہ مجیدیہ، ملتان

جامعہ خورشید اسلام، بہاروالی

مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی

نوٹ..... اور تمام مشہور کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

## فہرست مضامین

### تحفة المرأة فی درس المشکوٰۃ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۷	عہد رسالت میں کتابت حدیث کے چند شواہد	۴۲	تقدم عرض مؤلف
	شہ نمبر ۳..... کہ قرآن کے ہوتے ہوئے اور	۴۷	مقدمہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح
۵۸	کسی چیز کی ضرورت نہیں اور اس کا جواب، شہ نمبر ۴..... کہ اکثر حدیثیں خبر واحد ظنی ہیں اور	۴۷	شروع فی المقصد سے پہلے اٹھارہ ابتدائی
	اس کا جواب، حجیت خبر واحد کے دلائل	۴۷	مباحث کی اجمالی فہرست و ترتیب
۵۹	شہ نمبر ۵..... اکثر حدیثیں روایت بالمعنی ہیں اور	۴۷	بحث اول حدیث کے معنی
	اس کا جواب	۴۸	وجہ تسمیہ
۶۰	شہ نمبر ۶..... قرآن کریم میں حضور کے بعض	۴۸	علم حدیث کی تعریف
	افعال پر تسمیہ کی گئی ہے۔	۴۸	موضوع غرض رعایت اور فائدہ
۶۰	جواب سے قبل عصمت انبیاء کے متعلق چند	۴۹	بحث ثانی نسبت حدیث و خبر
	دلائل کا بیان بطور تمہید کے	۴۹	بحث ثالث فضیلت علم حدیث
۶۱	شہ بالا کا اصل جواب	۵۰	بحث رابع در بیان حجیت حدیث حکمت کی
	شہ نمبر ۷..... احادیث میں تعارض ہے اور		تعریف و مصداق
۶۲	اس کا جواب	۵۳	بحث خامس در بیان ضرورت حدیث و دلیل نمبر
	بحث سابع در بیان تاریخ تدوین	۵۳	از اعتدالی
۶۳	حدیث مطلق، کتابت حدیث ابتداء مختلف فیہ	۵۳	دلیل نمبر ۲:۔ غرضی
	تھی کتابت بصورت تصنیف کے پانچ طبقات	۵۴	دلیل نمبر ۳:۔ مراجعت صحابہ کرام
۶۳	طبقہ اولیٰ طبقہ تابعین	۵۵	بحث سادس در بیان ازالہ شہات مکرین
	طبقہ ثانیہ، طبقہ تابع تابعین، طبقہ ثالثہ	۵۵	حدیث۔ شہ نمبر (۱) اما علی الرسول الا
۶۳			البلغ مع جواب
		۵۶	شہ نمبر ۲ کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث کے
		۵۶	لکھنے سے منع فرمایا ہے اور شہ کے متن جوابات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۳	بالحدیث طالب الحدیث محدث	۶۵	طبقة مسانید، طبقة رابعة طبقة صحاح ستہ، طبقة
-	حافظ الحدیث حجیت فی الحدیث	-	خامسہ، طبقة متاخرین
۷۴	حاکم فی الحدیث بحث ثالث عشر در بیان	-	بحث ثامن در ذکر آداب طالب الحدیث
-	تعارف کتاب المصاحیح مع وجہ تصنیف و	۶۷	بحث ناسخ در بیان اقسام حدیث خبر واحد کی
-	خصوصیات و کوائف	-	مختلف حیثیات سے پانچ تقسیمات
-	بحث رابع عشر در بیان تعارف کتاب مشکوٰۃ	-	تقسیم اول کی تین قسمیں: مرفوع،
-	سبب تصنیف مشکوٰۃ۔	-	موقوف، مقطوع
-	ایک سوال اور اس کا جواب	۶۸	تقسیم ثانی کی تین قسمیں مشہور عزیز غریب
۷۵	وجہ تسمیہ مشکوٰۃ المصابیح، عدد احادیث مشکوٰۃ	-	تقسیم ثالث کی سولہ قسمیں: صحیح لذاتہ، حسن
-	شروح و حواشی مشکوٰۃ	-	لذاتہ، ضعیف، صحیح لغیرہ، حسن لغیرہ، موضوع
۷۶	بحث خامس عشر در بیان وجوہ الفرق بین	۶۹	متردک، شاذ، محفوظ، منکر، معروف، معلل یا
-	المشکوٰۃ و المصاحیح جوکل چودہ ہیں۔	-	معلول مضرب، مقلوب، مصحف، مدرج
-	صحابی، ماخذ، عنوان، فصل ثالث، حدیث	-	تقسیم رابع کی سات اقسام کی تعریفات
۷۷	مرفوع، حذف تکرار، اختصار حدیث، تکمیل	۷۰	متصل، منقطع، معلق، معطل، ہرسل
-	حدیث	-	مدلس
-	تبدیلی حوالہ، اختلاف متن، عدم وجدان فی	۷۱	تقسیم خامس کی دو قسموں کی توضیح، حدیث
۷۸	کتب الاصول وجہ نکارت بیان ضعف	-	معنعن، حدیث مسلسل۔ بحث عاشور در بیان
-	ونکارت بیاض	-	اقسام تواتر
-	بحث سادس عشر در بیان حالات صاحب	-	تواتر اسناد یا تواتر حدیث،
-	مصاحیح محی السنہ فراء بغوی متینوں کی تشریح، محی	-	تواتر طبقة یا تواتر قرآن تواتر تعال یا تواتر
-	السنہ کے خاص حالات	-	تواتر
-	تصنیفات	۷۲	تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی
۷۹	بحث سابع عشر در ذکر احوال مؤلف مشکوٰۃ	-	بحث حاوی عشر در بیان اقسام کتب الحدیث
-	العمری الخطیب الترمیزی کی توضیح	۷۳	جامع، سنن، مسند، مجمل، جزء، مفرد
-	خاص حالات	-	غریب، مستخرج، مستدرک رسالہ اربعین
-		-	بحث ثانی عشر در بیان اقسام مشتعلین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۶	عمل اور فعل میں دو جوہ فرق بالیات میں حرف با اور نیات کی تحقیق نیت و ارادہ میں وجہ فرق	۷۹	بحث ثامن عشر رد کر سند مشکوٰۃ از احقر العبادات مؤلف مشکوٰۃ آغاز تقاریر اصل کتاب مشکوٰۃ المصابیح
۸۷	وانما لامری ما نوی کی تحقیق، دونوں جملوں میں تین و جوہ فرق ہجرت کی معنوی تحقیق اور ہجرت کے دو اقسام، الی اللہ ورسولہ کی تحقیق	۸۰	کتاب کو بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع کرنے کی وجہ قول الحمد للہ نحمدہ پر ایک سوال اور اس کے دو جوابات قولہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا کی تحقیق من یدہ اللہ اشہد کی تحقیق
۸۸	ہجرت الی اللہ ورسولہ میں اتحاد شرط و جزاء کا اشکال اور اس کے دو جوابات لفظ دنیا کی اشتقاقی تحقیق اور امرأۃ بتزوجھا کی تخصیص کا اشکال اور اس کے دو جوابات فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ کے اجمال پر اشکال اور اس کا جواب	۸۱	قولہ اضبط لشوارذ الاحادیث و اوابدھا..... کے تحت شوارذ اور اوابد کی تحقیق قولہ وابی عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ کی تحقیق و توضیح حدیث عمر بن الخطاب انما الاعمال بالیات کے متعلق دس مباحث کی اجمالی فہرست و ترتیب
۸۹	البحث السابع بیان اقسام اعمال معاصی ، طاعات، مباحات البحث الثامن وضوء میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ بیان مذاہب، دلیل ائمہ علیہ السلام احناف مع جواب حدیث باب اس جواب کے دو قرآن ایک اعتراض اور اس کے دو جوابات	۸۲	البحث التاسع حملہ اولی میں اختلاف روایات، البحث العاشر نوعیت حدیث انما الاعمال بالنیات
۹۰		۸۳	البحث الثالث وجہ تقدیم حدیث ہذا البحث الرابع فضیلت حدیث ہذا البحث الخامس شان ورود حدیث ہذا ایک اشکال اور اس کا جواب
۹۱		۸۴	البحث السادس الفاظ حدیث کی لفظی و معنوی تحقیق لفظ انما کی تحقیق
		۸۵	
		۸۶	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۹۹	البحث الثانی فی ذکر شان الورد ولہذا الحدیث یروا کہ کب پیش آیا؟ (قولہ بینما نحن الخ) کی ترکیب نحوی قولہ شدید بیاض الشیاب کی تحقیق	۹۲	کتاب الایمان کا آغاز اس عنوان کے ذیل میں آٹھ مباحث قابل ذکر ہیں، البحث الاول فی ذکر تعاریف الکتاب والباب والفصل
۱۰۰	قولہ 'علیٰ فخذیا کی تحقیق اور اسکی تین توجیہات، قولہ 'یا محمد اس پر ایک شہ اور اس کے تین جوابات	۹۳	البحث الثانی کتب و ابواب مشکوٰۃ کی ترتیب ذکر، البحث الثالث فی ذکر تعریف الایمان ایک شہ، اس شہ کے تین جوابات
۱۰۱	قولہ اخبرنی عن الاسلام اسکی وجہ تقدیم قولہ ان استطعت الیہ سبیلا اس پر ایک سوال اور اس کا جواب	۹۴	البحث الرابع حقیقت ایمان میں اختلاف المذاهب مذہب اول، مذہب دوم، مذہب سوم مذہب چہارم، مذہب پنجم، مذہب ششم ائمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین کا
۱۰۲	قولہ 'فعبنا لہ کے تحت تعجب کی توجیہ قولہ ان تؤمن باللہ اس پر ایک سوال صح جواب دلائل وجود باری تعالیٰ	۹۵	البحث الخامس فی ذکر اولیٰ الحق علی خلاف المعتز لہ والخواارج والمرجیۃ والکرامیۃ
۱۰۳	دلائل توحید باری تعالیٰ قولہ و ملئکنہ کے تحت ملک کی اشتقاقی تحقیق ملائکہ کی معنوی تحقیق، ایمان بالملئکۃ کی حقیقت	۹۶	البحث السادس فی بیان زیادۃ الایمان و نقصانہ
۱۰۴	قولہ و کتبہ کی تحقیق، قولہ و رسلی کی تحقیق، رسول اور نبی میں وجہ فرق	۹۷	البحث السابع اسلام و ایمان کے مابین نسبت کے بیان میں، البحث الثامن فی ذکر قول الرجل انا مؤمن ان شاء اللہ تعالیٰ الفصل الاول
۱۰۵	قولہ 'فاخبرنی عن الاحسان کی تحقیق قولہ ان تعبد اللہ کانک نراہ کے تحت مقام مشاہدہ کی تحقیق	۹۸	حدیث جبرئیل اسکی تشریح سے قبل دو مباحث کا بیان البحث الاول فی ذکر فضیلتہ ہذا الحدیث
		۹۹	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۰	کنیت کی وجہ	۱۰۶	قولہ ' فان لم تکن تراہ فانہ' یراک
-	لفظ ابو ہریرۃ کی نحوی تحقیق	-	کے تحت مقام مراتب کی تحقیق
-	قولہ 'الایمان بضع و سبعون شعبۃ' کی	۱۰۷	قولہ ' فاخبرنی عن الساعة کے تحت
-	تحقیق	-	ساعت کی چار وجوہ تسمیہ کا ذکر
-	اس پر ایک سوال اور اسکے چار جوابات	-	قولہ ماالمستول عنہا باعلم من السائل
۱۱۱	قولہ 'والحیاء شعبۃ من الایمان کی	-	کی تحقیق
-	تحقیق	-	ایک سوال اور اس کے دو جواب
-	اس پر ایک سوال اور اس کا جواب	-	قولہ ان تلد الامۃ ربنا کی تحقیق اس کی
-	جس کے تحت حیاء کی دو قسمیں حیاء نفسانی	-	تین توجیہات
-	طبیعی اور حیاء ایمانی حقیقی مذکور ہیں	۱۰۸	قولہ وان تری الحفاة الخ کی تحقیق
-	<b>حدیث عبد اللہ بن عمرؓ</b>	-	قولہ فلیست ملیاً پر شبہ اور اس کا جواب
-	المسلم من سلم المسلمون	-	قولہ اللہ ورسولہ اعلم پر شبہ اور اس شبہ
-	حالات عبداللہ بن عمرو بن عاص	-	کا جواب
-	قولہ من سلم المسلمون کی تحقیق	۱۰۹	قولہ ' یعلمکم دینکم کی تحقیق
۱۱۲	قولہ من لسانہ ویدہ کی توجیہ و توضیح	-	حدیث ابن عمرؓ
-	قولہ 'والمہاجر من ہجر الخ کی تحقیق	-	بنی الاسلام علی خمس
-	<b>حدیث انسؓ</b>	-	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حالات
-	لا یؤمن احدکم الخ	-	قولہ 'بنی الاسلام علی خمس کی تحقیق
-	حالات حضرت انسؓ	-	قولہ واقام الصلوٰۃ کی تحقیق
-	قولہ 'احب اس کے تحت محبت کی دو قسموں	-	<b>حدیث ابی ہریرۃؓ</b>
-	طبیعی غیر اختیاری، عقلی اختیاری کا بیان	-	الایمان بضع و سبعون شعبۃ
-		-	حالات حضرت ابو ہریرۃؓ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۱۶	قبولہ، حتیٰ يشهدوا ان لا اله الا الله	۱۱۳	قبولہ من والده وولده والناس اجمعين
-	پرایک شب اور اس کا جواب، قبولہ و یقیموا	-	کی تحقیق
-	الصلوة و یؤتوا الزکوة، دو شبہات اور	-	<b>حدیث انس</b>
-	ہر شبہ کے دو جوابات	-	ثلث من کن فیہ الخ
-	<b>حدیث انس، من صلی</b>	-	قبولہ حلاوة الايمان کی توجیہ
-	صلوتنا	-	قبولہ، مما سواهما پرایک شبہ اور اس کے تین
-	قبولہ، من صلی صلوتنا کی تحقیق	-	جوابات، قبولہ، ومن یکره ان یعود فی
۱۱۷	قبولہ واستقبل قبلتنا کی تحقیق	-	الکفر پرایک شبہ اور اس کے تین جوابات
-	قبولہ واکل ذبیحتنا کی تحقیق	۱۱۴	حالات حضرت عباس بن عبدالمطلب
-	قبولہ، فلا تخفر والله فی ذمتہ کے دو	-	<b>حدیث ابی ہریرہ</b> ، والذي
-	معنی، <b>حدیث ابی ہریرہ</b> ، اتی	-	نفس محمد بیدہ، قبولہ، بیدہ کے تحت
-	اعرابی النبی ﷺ، قبولہ، وتصوم	-	تحقیق مشابہات سے متعلق دو مذاہب کا
-	رمضان پرایک سوال مع جواب	-	بیان
-	قبولہ، لا ازید علیٰ هذا شیاً ولا	-	قبولہ لا یسمع بی احد الخ کی تحقیق و توضیح
-	انقص کی دو توجیہات	۱۱۵	حدیث ابوموسیٰ اشعری
-	قبولہ، ان ینظر الی رجل من اهل	-	ثلاثة لهم اجران
-	الجنة پرایک سوال اور اس کا جواب	-	حالات ابوموسیٰ الاشعری
۱۱۸	<b>حدیث سفیان بن عبدالمطلب</b>	-	ثلثہ پرایک سوال اور اس کے دو جوابات
-	قل امنت بالله ثم استقم	-	فلہ اجران کی توجیہ میں تین اقوال
-	حالات سفیان، قبولہ، قل امنت بالله	۱۱۶	<b>حدیث ابن عمر</b>
-	ثم استقم کی تحقیق	-	امرت ان اقاتل الناس
-	<b>حدیث طلحہ بن عبید اللہ</b>	-	اس حدیث کا اور آئندہ حدیث کا حاصل
-	قال جاء رجل الی رسول الله ﷺ	-	مقرر

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۲	حالات حضرت عبادۃؓ، عصابہ اور بلیعونی	۱۱۸	حالات حضرت طلحہؓ، قولہ 'من اهل نجد
۱۲۳	کی تحقیق، فائدہ بیعت کی چار قسموں میں	-	اور ثائر الراس کی تحقیق
-	قولہ 'بہتان اور تفترو نہ بین ایدیکم	۱۱۹	قولہ 'حوی صوتہ کمی تحقیق، قولہ لا الا ان
-	و ارجلکم کی تحقیق	-	تطوع پر ایک سوال اور اس کے تین جوابات
-	قولہ فو قب بہ فی النبی فہو کفارۃ لہ	-	اس حدیث میں شہادتین اور حج کے عدم ذکر کا
-	کے تحت ایک مسئلہ خلافیہ کا بیان کہ حدود	-	سوال صحیح جواب
-	کفارات ہیں یا نہیں؟ ماہنامہ کے چار دلائل	-	قولہ 'افلح الرجل ان صدق پر ایک
-	دلیل فریق ثانی اور اس کے دو جوابات	-	سوال اور اس کے تین جوابات
۱۲۴	حدیث ابی سعید خدریؓ، کفران العشیر	۱۲۰	<b>حدیث وفد عبدالقیس</b>
-	حالات ابی سعید خدریؓ	-	حالات حضرت عبداللہ بن عباسؓ
-	قولہ اری تکن کی تحقیق، اللعن کے لغوی اور	-	قولہ 'وفد عبد القیس کی تحقیق
-	شرعی تحقیق، قولہ و تکفرون العشیر کی	-	قولہ 'لما اتوا النبی ﷺ کے تحت اس
-	تحقیق، باقی الفاظ کی تحقیق و ترکیب، لب و	-	وفد کے آنے کا قصہ
-	عقل میں فرق	-	افراد وفد کی تحقیق، مرحباً، خزایا اور
۱۲۵	قولہ و ما نقصان دیننا و عقلمنا کی تحقیق	۱۲۱	ندامی کی تحقیق، فی الشهر الحرام
-	<b>حدیث قدسی</b> کذبی ابن آدم	-	بما مر فصل، عن الاشریۃ کی تحقیق
-	قولہ 'قال اللہ تعالیٰ کے تحت حدیث قدسی	-	فامروہم باریع پر اس سوال اور اس کے پانچ
-	قرآن مجید اور حدیث نبویؐ میں وجہ	۱۲۲	جوابات، حکم ہونا، نقیر ہزنت چاروں کے معنی
-	فرق، قولہ فاما تکذیبہ ایامی فقولہ لن	-	فائدہ ان ظروف ارجحہ کے استعمال سے
-	یعدنی کما بدالی کی دو توجیہات	-	ممانعت کی تین وجوہ
۱۲۶	قولہ، اما شتمہ 'فقوله اتخذ اللہ	-	<b>حدیث عبادۃ بن الصامت</b>
-	ولدا کی تقریر	-	بابیعونی (بیعت لیلۃ الاحیۃ)

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۸	حالات حضرت ابی ذر غفاریؓ	۱۲۶	قولہ انا الاحد الصمد کے تحت احدیت اور
۱۲۹	قولہ قال لا اله الا الله پر دو شبہات	-	صحبت سے عدم اتحاؤد کے ثبوت کی تقریر
-	شبہ اولیٰ اور اس کا جواب، شبہ ثانیہ اور اس	-	<b>حدیث ابی ہریرہؓ وانا الدهر</b>
-	کے چار جوابات، وان زنی وان سرق	-	وعن ابی ہریرہؓ کے بجائے وعنه نہ
-	اور ان رغم انف ابی ذر کی تحقیق	-	کہنے کی وجہ، قولہ، یوذینی ابن آدم کی تحقیق
-	<b>حدیث عبادہ بن صامت</b>	-	قولہ وانا الدهر کی دو توجیہات
-	من شهد ان لا اله الا الله الخ	۱۲۷	<b>حدیث ابی موسیٰؓ</b>
-	حدیث ہذا کے متعلق ایک تمہید	-	ما احذ اصبر الخ
-	قولہ، وان عسیٰ عبد الله ورسوله	-	صبر کے معنی اور علی اذی اور تم یعافیہم
۱۳۰	الخ کی تحقیق، وکلمتہ وروح منہ کی	-	ویوزقہم کی تحقیق و توضیح
-	تحقیق، <b>حدیث عمرو بن عاصؓ</b>	-	حدیث معاذؓ
-	قال اتبت النبی ﷺ الخ	-	فقولہ کنت ردف النبی ﷺ
-	حالات عمرو بن عاصؓ، قولہ ان الاسلام	-	حالات حضرت معاذ بن جبلؓ
-	یہدم ما کان قبلہ کی تحقیق	-	قولہ وما حق العباد علی اللہ کی تین
-	وان الهجرة تہدم ما کان قبلہا کی	-	توجیہات
-	تحقیق، <b>الفصل الثانی</b>	-	قولہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ
-	حدیث معاذؓ، قال قلت یا رسول اللہ	-	شینا پر ایک سوال اور اس کے دو جوابات
-	قولہ، الا ادلک علی ابواب الخیر	۱۲۸	قولہ لا تبشرہم فبتکلوا پر ایک سوال اور
۱۳۱	الصوم جنۃ، اس الامر الاسلام	-	اس کے تین جوابات، <b>حدیث انفؓ</b>
-	تینوں کی تحقیق و توجیہ	-	لبیک و سعدیک وغیرہ کی تحقیق،
-	قولہ وعمودہ الصلوٰۃ و ذرۃ سنامہ	-	الا حرمہ اللہ علی النار کی توجیہ
-	الجہاد بملاک ذلک کلہ کی تحقیق	-	<b>حدیث ابی ذرؓ</b>
-	قولہ، الا حصانہ السنتم کی توضیح	-	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۲	قولہ ' فقال ارجع يا ابا هريرة پر سوال مع جواب	۱۳۱	<b>حدیث ابی امامہ</b> ، من احب لله حالات حضرت ابوامامہ
-		-	
-	<b>حدیث معاذ بن جبل</b>	۱۳۲	قولہ من احب لله الخ کی تحقیق و تشریح
-	مفاتیح الجنة الخ	-	<b>حدیث ابی ذر</b>
-	حدیث ہذا پر ایک سوال اور اس کا جواب	-	افضل الاعمال الحب في الله، ایک سوال اور اس کے تین جوابات
-	<b>حدیث عثمان</b>	-	حدیث انس، قلما خطبنا رسول ﷺ
-	ان رجلا من اصحاب النبي ﷺ	-	قولہ ' لا ايمان لمن لا امانة له الخ پر
-	يوسوس، عن نجاة هذا الامر اور من	-	ایک سوال اور اس کے تین جوابات
-	قبل مني الكلمة التي عرضتها علي	-	<b>الفصل الثالث</b>
-	عني الخ ان تينوں کی تحقیق و توجیہ	-	<b>حدیث عثمان</b>
-	<b>حدیث مقداد</b>	-	من مات و هو يعلم الخ
-	لا يبقى علي ظهر الارض	-	حالات حضرت عثمان
-	حالات حضرت مقداد	-	<b>حدیث جابر</b>
۳۵	علي ظهر الارض بيت مدر ولا وبر کی تحقیق	۱۳۳	نتنان موجبتان
-		-	حالات حضرت جابر
-	حالات حضرت دهب بن منبه	-	<b>حدیث ابی هريرة</b>
-	اذا احساك في نفسك شي فدعه كي تحقیق، حالات حضرت عمرو بن عاصم	-	قال كنا قعودا حول رسول الله ﷺ
-	حادثہ کی تحقیق	-	قولہ اذهب بنعلی ہاتین کی تحقیق اور تخصیص پاپوش کی تین توجیہات
-	وأهريق دمه کی توجیہ	-	قولہ ' فضر ب عمر بين ثديي فخررت
۱۳۶	<b>باب الكبائر و علامات النفاق</b>	-	لاستی پر ایک سوال اور اس کا جواب
-	اس عنوان کے تحت پانچ مباحث کا تذکرہ	-	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۱	<b>الفصل الثانی، عن صفوان</b>	۱۳۶	البحث الاول تقسیم الذنوب بیان الحمد اہم مع
-	<b>بن عسال</b> حالات	۱۳۷	الدلائل، البحث الثانی تعریف صغیرہ و کبیرہ
-	قولہ، لکان لہ اربع اعین کی توجیہ	-	قول اول، قول دوم، قول سوم، قول چہارم
-	قولہ، فسالہ عن تسع آیات بینات	-	البحث الثالث عدد کبار
-	اس کی تفسیر کے بارے میں قول اول، قول	۱۳۸	البحث الرابع تعریف و تقسیم نفاق،
-	ثانی، اس قول پر اشکال مع دو جوابات، قولہ	-	نفاق اعتقادی حقیقی، نفاق عملی
-	فالا ان داؤد عاربه ان یزال من ذریئہ	-	البحث الخامس، علامات نفاق کا بیان
-	نبی کی تحقیق	-	<b>الفصل الاول، عن عبد اللہ بن</b>
۱۳۲	وعن انس، قولہ الی ان یقاتل آخر	-	مسعود، حالات
-	ہذہ الامۃ الدجال کی تحقیق	-	قولہ، ان تقتل ولدک خشیۃ ان یطعم
-	قولہ، لا یبطلہ، جور جاتر و لاعدل	۱۳۹	معک، قولہ، ان تزنی حلیلۃ جارک
-	عادل کے دو مطلب	-	وعن عبد اللہ بن عمرو، قولہ
-	وعن ابی ہریرۃ، قولہ اذا زنی العبد	-	وعقروک الوالدین، فائدہ (۱) اور
-	خرج منہ الایمان پر ایک سوال اور اس	-	فائدہ (۲)، قولہ، والیمن الغموس
-	کے تین جوابات	-	وعن ابی ہریرۃ، قولہ والسحر، قولہ
۱۳۳	<b>والفصل الثالث، وعن معاذ</b>	۱۴۰	بالتولی یوم الزحف، قولہ وقذف
-	اس حدیث کے وہ چار احکام جو عزیمت و	-	المحصنات
-	اولویت پر مبنی ہیں، قولہ فقد ہرنت من	-	وعنہ قولہ لا یزنی الزانی حین الزانی
-	ذمۃ اللہ، وعن حلیفہ، حالات	-	وہو مؤمن پر سوال اور اس کے چہ جوابات
-	قولہ، انما النفاق کان علی عہد	-	وعن ابی ہریرۃ، قولہ، آیۃ المنافق
-	رسول اللہ ﷺ کی تحقیق	-	ثلاث، سوال اور اس کے تین جوابات
-	آنحضرت کے زمانہ میں نفاق کے معبر	۱۴۱	وعن ابن عمر، قولہ کالشاة العائرة
-	ہونے کی تین حکمتیں	-	بین الغنمین کی تحقیق

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۷	وعن ابی ہریرۃؓ، قوله الا یمسہ الشیطان، قوله غیر مریم وابنہا پر شہ اور اس کے تین جوابات	۱۳۳	<b>باب فی الوسوسۃ</b> اس عنوان کے ذیل میں تین مباحث کا تذکرہ
-	وعن جابرؓ، ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء کی دو توجیہات، نعم انت کی تحقیق	۱۳۴	البحث الاول فی ذکر التعریف و حکم الوسوسۃ الہام کا حکم، البحث الثانی در ذکر اقسام خیالات
۱۳۸	ان الشیطان قد ایس من ان یعدہ المصلون پر ایک شبہ اور اس کے تین جوابات	-	قلیہ مع بیان الحکم، حاحس، خاطر، حدیث انفس، ہم کی حقیقت، عزم بالجزم کی حقیقت
-	جزیرہ عرب کی تحقیق، مرد امسرہ کی دو توجیہات، فقولوا اللہ احد کی تحقیق	۱۳۵	عزم سیمہ پر مواخذہ ہونے کے متعلق دلیل جمہور دلیل فریق ثانی، جمہور کی طرف سے دو
۱۳۹	صفت نمبر ۱، احد کے ذریعہ فمن خلق اللہ پر صفت نمبر ۲، الصمد کے ذریعہ رد صفت نمبر ۳، لم یلد، صفت نمبر ۴، لم یولد صفت نمبر ۵، ولم یکن له کفوًا	-	جوابات، البحث الثالث، ذکر طریق و علاج لرفع الوسوسہ طریق: نمبر ۱۔ عدم التفات طریق: نمبر ۲۔ مراقبہ عدم مواخذہ و امید اجر
-	احد کے فریضہ فمن خلق اللہ پر ردثم لیثقل کی تحقیق	-	الفصل الاول، عن ابی ہریرۃؓ، قوله ما لم تعمل بہ او تتکلم
۱۵۰	عن یسارہ کی توجیہ عثمان ابی العاص کے حالات خنزب کی تحقیق، قاسم بن محمد کے مختصر حالات امض فی صلوتک کی تحقیق	۱۳۶	وعنه، قوله، ما یتعظم احلنا ان یتکلم بہ کی تحقیق، قولہ ذلک صریح الایمان وعنه، قوله، اذا بلغہ فیستعد باللہ ولینتہ قوله فلیقل امنت باللہ ورسله
-	<b>باب الایمان بالقدر</b> اس عنوان کے تحت سات مباحث، بالبحث الاول فی ذکر معنی القدر و القضاء	-	وعن ابن مسعودؓ: قوله، ولكن اللہ اعانتی علیہ، فاسلم اس کے متعلق روایات کا بیان، قول ثانی پر شبہ اور اس کے دو جوابات
-		۱۳۷	وعن انسؓ، قوله، ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم کی دو توجیہات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۵۵	مقادیر الخلاق اور بنخمسین الف سنہ کی تحقیق، حتی العجز و الكبس کی ذمہ توجیہات، حدیث مکالمہ آدم و موسیٰ علیہما السلام مقام مکالمہ دو احتمالات بنخطبتک	۱۵۱	ایمان با تقدیر کا مطلب، بیان تمثیل مثال نمبر ۱۲۰ پنہانی، مثال نمبر ۲ علم مظہر الحجۃ الثانی فی ذکر ازلۃ المشہات
۱۵۶	السلام مقام مکالمہ دو احتمالات بنخطبتک پر شبہ اور اس کا جامع جواب، خطا اجتہادی کی دو وجوہ، خطا اجتہادی پر عتاب کی دو وجوہ	۱۵۲	شبہ اول مع جواب، شبہ دوم مع جواب، شبہ سوم مع جواب، الحجۃ الثالث ثبوت تقدیر از قرآن، دس آیات متعلقہ تقدیر الحجۃ الرابع تاریخ انکار تقدیر
۱۵۷	فحج آدم موسیٰ پر شبہ اور اس کا جواب مضغہ والے تیسرے حلے کی تحقیق تدریج پیدائش پر سوال مع جواب	۱۵۳	الحجۃ الخامس عقیدہ تقدیر اور مسئلہ افعال عباد کے متعلق بیان مذاہب مذہب اول جبریہ، مذہب دوم معتزلہ مذہب سوم اہل السنۃ جبریہ کی تردید اور اختیار عبد کے دلائل دلیل نمبر ۱: آیات قرآنیہ، دلیل نمبر ۲: ہدایت دلیل نمبر ۳: وجدان، دلیل نمبر ۴: نظرت معتزلہ کی تردید اور خلق ہاری کے دلائل قرآنیہ، الحجۃ السادس فی ذکر فوائد عقیدہ تقدیر پہلا فائدہ: زیادتی اعتقاد، دوسرا فائدہ معرفت مرتبہ تیسرا فائدہ صبر، چوتھا فائدہ شکر، پانچواں فائدہ شجاعت، چھٹا فائدہ تدبیر
۱۵۸	ثم یبعث اللہ الیہ ملکاً پر سوال اور جواب، فی کتب عملہ و اجلہ الخ پر سوال اور اس کے دو جوابات	۱۵۴	دلیل نمبر ۱: آیات قرآنیہ، دلیل نمبر ۲: ہدایت دلیل نمبر ۳: وجدان، دلیل نمبر ۴: نظرت معتزلہ کی تردید اور خلق ہاری کے دلائل قرآنیہ، الحجۃ السادس فی ذکر فوائد عقیدہ تقدیر پہلا فائدہ: زیادتی اعتقاد، دوسرا فائدہ معرفت مرتبہ تیسرا فائدہ صبر، چوتھا فائدہ شکر، پانچواں فائدہ شجاعت، چھٹا فائدہ تدبیر
۱۵۹	اما الاعمال بالخواتیم سے مسائل مستحبہ عصفور کی توجیہ شبہ اور اس کے دو جوابات اطفال المسلمین کے دخول جنت کے متعلق تحقیق، بیان مذاہب، حدیث باب کے دو جوابات ما عملوا فکل میسر لما خلق لہ کی تحقیق، ان اللہ کتب کی توجیہ والفرج یرصدق ذلک و یکنبہ کی تحقیق، اور لیما یرقبولون کی تحقیق	۱۵۵	الحجۃ السابع بیان اقسام تقدیر فائدہ حضرت علیؑ کے تین جوابات متعلقہ سوال تقدیر
۱۵۹	فألهمها فجورها و تقواها کی توجیہ	-	-



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۴	ویؤمن بالموت کی تحقیق	۱۵۹	جف القلم بما انت لاق، بین اصعبین
۱۶۵	مرجنہ اور قلدریہ کی وجہ تسمیہ، فائدہ تکفیر و تفسیق اہل بدعت، جمہور کی طرف سے	-	کقلب واحد کی تحقیق
-	حدیث باب کے چار جوابات، القلدریہ	-	علی الفطرة کے معنی اور اس کی تحقیق و تفسیر
-	مجوس هذه الامة کی تحقیق	-	فطرت کی تفسیر راجح کی تین وجوہ ترجیح
-	ولا تفتاحوہم کی تین توجیہات	۱۶۰	ایک شبہ اور اس کا جواب
-	الرائد فی کتاب اللہ کی تشریح اور زیادتی	-	یسخوض القسط و یرفعہ، حجاجہ النور
-	کتاب کی تین صورتیں والمستحل من عترتی ما حرم اللہ کے دو مطلب	-	اور لاحرققت سبحات وجہہ کی تحقیق
۱۶۶	والواندة و المؤودة فی النار پر ایک شبہ	-	اولاد شریکین کے اخروی حکم میں مشہور چار اقوال
-	اور اس کے دو جوابات، مسئلہ امکان کذب کا	-	قول جمہور کے برخلاف دو احادیث مع
۱۶۷	حاصل، داؤد علیہ السلام کی عمر میں زیادتی کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب	۱۶۱	جوابات، مزید غیر مشہور چار اقوال کا بیان
-	جبل گردو جبلت نہ گردو کے متعلق ایک شبہ	-	ان اول ما خلق اللہ القلم کی تحقیق
۱۶۸	اور اس کا جواب <b>باب اثبات عذاب القبر</b> ، اس عنوان کے تحت پانچ مباحث	-	اولین مخلوق کے بارے میں اختلاف روایات
-	البحث الاول عنوان باب پر ایک شبہ اور اس کے چار جوابات، البحث الثانی، اثبات عذاب قبر مع دلائل اہل سنت	-	مع وجہ تطبیق، فکتب ما کان پر سوال مع جواب، وما هو کائن الی الابد پر سوال
-	آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ	۱۶۲	مع جواب حدیث، یثاق وعہد النسوة، مقام عہد کے متعلق دو احتمالات، دو شبہات
-	البحث الثالث کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب	-	مع جوابات، یوفی یدہ کتبان کی دو توجیہات
۱۶۹	البحث الاول عنوان باب پر ایک شبہ اور اس کے چار جوابات، البحث الثانی، اثبات عذاب قبر مع دلائل اہل سنت	۱۶۳	سندوا و قاربوا کی تحقیق، رقیہ کی تحقیق
-	آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ	-	<b>عمر بن شعیب عن ابيه</b>
-	البحث الثالث کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب	-	<b>عن جده</b> کی سند کی تحقیق، حدیث ابی سوئی کا حاصل مطلب، ان اللہ خلق خلقہ فی ظلمة پر سوال مع جواب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۷۶	سبعون والی روایت پر شبہ در تین جوابات	۱۷۰	البحث الرابع از لہ شبہات متعلقہ عذاب قبر
-	تحریک لہ العرش کی تین توجیہات	-	شبہ اولیٰ مع جواب، شبہ ثانیہ مع جواب، شبہ
۱۷۷	مشکت لہ الشمس، ندغرو بہا کی تین توجیہات	۱۷۱	ثالث مع جواب، البحث الخامس مسئلہ سماع
-	<b>باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ</b>	-	سوقی، اس کے متعلق تین مذاہب، مذہب
-	سنت کے لغوی معنی اور اصطلاحی حقیقت	۱۷۲	اول، مذہب دوم، مذہب سوم، قائلین سماع
-	سنت کی ضد بدعت ہے	-	کے دلائل، مگرین سماع کے دلائل مع جواب
-	بدعت کے لغوی معنی اور اصطلاحی حقیقت	-	اذا سنل فی القبر پر ایک شریع مع جواب
۱۷۸	بدعت کی چار بنیادی وجوہ مذمت	۱۷۳	نزولت فی عذاب القبر پر ایک شریع مع جواب
-	بدعت لغویہ کی پانچ قسمیں، واجب، حرام	-	و یحییٰ محمد پر ایک شریع مع جواب
-	مستحب، مکروہ، مباح اور انکی تفصیل مع بیان	-	اتاہا مکان پر دو شبہات مع جوابات
-	امثلہ، ابغض الناس کی تحقیق، توجیہ	-	فی ہذا الرجل ل محمد پر ایک سوال اور اسکے تین
-	ابن نحن من النبی ﷺ کا مطلب	۱۷۴	جوابات، جواب نمبر ۳ کے تحت اسم اشارہ
۱۷۹	من ذنبہ کی چار توجیہات	-	قریب برائے معہود دہنی کے چار نظائر کا ذکر
-	تاہیر نخل کی تحقیق، فانما انا بشر کی تین	-	غیر الثقلین کے تحت ثقلین کی دو توجیہات
-	انی انا النذیر العریان کی توجیہ	-	فائدہ قبر میں مؤمن فاسق کے حکم میں
-	<b>حدیث ابی ہریرۃ</b> کی تشبیہ کا حاصل	۱۷۵	الاتعود باللہ من عذاب القبر پر ایک
۱۸۰	<b>حدیث ابی موسیٰ</b> کی تشبیہ کی تحقیق	-	شبہ اور اس کا جواب، مگر تکبیر کی وجہ تشبیہ
-	مشبہ بہ یعنی زمین کی تین قسمیں	-	سبعون ذراعا کی دو توجیہات
-	مشبہ یعنی انسانوں کی تین قسمیں	-	وتبکی من ہذا پر ایک شبہ اور اس کے تین
-	مشبہ اور مشبہ بہ میں عدم مطابقت کا سوال	۱۷۶	جوابات
-	اور اس کے دو جوابات	-	تسعتو سبعون تینا کی دو توجیہات
۱۸۱	<b>وعن عائشہ</b> قولہ آیات محکمات	-	نہیں ولدغ کی تحقیق لغوی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۳	قرلہ کما بتجارئى الكلب بصاحبه کی	۱۸۱	وعن عبد الله بن عمرو، قوله باختلافهم
۱۸۳	تحقیق و توجیہ، وعن ابن عمر، قوله، ان	-	فى الكتاب کے تحت مذموم و مجرور اختلاف کی
۱۸۳	الله لا يجمع امتى على ضلالة	-	تفصیل، وعن سعد بن ابى وقاص
-	وعنه، قوله، اتبعوا السواد الاعظم	-	قوله من سال عن شئ الخ کی توضیح
-	کی صحیح اور محققانہ توجیہ، وعن جابر، قوله،	-	وعنه قوله، ان يحدث بكل ما سمع
-	امتھو كون انتم الخ، قوله ببضاء نقيه	-	وعن ابن مسعود، قوله حواريون
-	<b>وعن ابى سعيد الخدرى، قوله</b>	۱۸۲	وعن ابى هريرة، قوله ومن دعا الى
-	وسيكون فى قرن بعدى	-	ضلالة الخ، وعنه قوله، بدا الاسلام غريباً
۱۸۵	<b>وعن ابى هريرة،</b> قوله من عمل	-	وعنه قوله، ان الايمان ليارز الى المدينة
۱۸۵	منھم بعشر ما امر به نجا کی صحیح توجیہ	-	اشغل لثانى، عن ربيعة الجرشى، قوله
-	<b>وعن ابى امامة،</b> قوله الا اوتوا الجدل	-	لتنم عينك کی توجیہ
-	<b>وعن انس،</b> قوله لا تشددوا على	-	قوله والدار الاسلام پر شبہ اور اس کا جواب
-	انفسكم، وعن ابن عباس، قوله امر	-	وعن ابى رافع، حدیث ہذا کے بعض الفاظ
-	اختلف فيه کی توجیہ و تحقیق	-	کی تحقیق، وعن المقدم بن معد يكرت
-	<b>الفصل الثالث، وعن معاذ بن</b>	۱۸۳	قوله ومثله معه، قوله فعليهم ان يقروه
۱۸۶	<b>جبل، الشاذة و القاصية و الناحية</b>	-	کے تحت ضیافت کے حکم کے متعلق مسئلہ خلافیہ
۱۸۶	تینوں کے معنی میں فرق، وعن ابى ذر	-	کا بیان، دلیل، جمہور، دلیل حنا بلہ اور اس کے
-	قوله شراً اور ربيعة الاسلام دونوں کی	-	تین جرات بوعسہ، قوله كان هذا موعظة
-	توضیح و تحقیق، وعن ابن مسعود، اس	-	مردع، قوله وان كان عبداً حبشياً
-	حدیث کی تشبیہ کا حاصل مطلب، وعن ابن	-	وعن عبد الله بن عمرو، قوله لا يؤمن
-	مسعود، قوله كانوا افضل هذه الامة	-	احدکم حتى يكون هواه تبعاً الخ
-	قوله واعمقها علماً و افلها تكلفاً	-	<b>وعن عبد الله بن عمرو</b>
-	اختارهم، الله لصحبة نبيه و لاقامة	-	تفترق متى على ثلث و سبعين ملة
-	دید کی تحقیق	-	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۹۰	<b>الفصل الاول</b> ، عن عبد الله بن عمرو، قوله، بلغوا عني ولو آية، پر شہاد اور اس کے دو جوابات	۱۸۷	<b>عنه</b> ، قولہ کلامی لا ینسخ کلام اللہ اس کے ذیل میں پانچ مباحث کا بیان
-	قولہ، وحدثنا عن بنی اسرائیل ولا حرج پر ایک شہاد اور اس کا جواب	-	البحث الاول تعریف و تمثیل نسخ
۱۹۱	<b>وعن ابی ہریرۃ</b> ، قوله، الناس معادن	-	البحث الثانی اقسام نسخ، نسخ قرآن بالقرآن، نسخ حدیث بالحدیث، نسخ حدیث بالقرآن، اس کے برعکس نسخ قرآن بالحدیث
-	قولہ، خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقیہوا، وعن ابن مسعود	-	البحث الثالث احکام و مذاہب دربارہ نسخ مع
-	قولہ، لاحسد الا فی اثنتین پر شہاد اور اس کے دو جوابات، وعن ابی ہریرۃ	۱۸۸	بیان امثلہ، پہلی مثال کی صورت، دوسری مثال کی صورت، تیسری مثال کی صورت، چوتھی مثال کی صورت، البحث الرابع دلائل احناف
-	قولہ، الا عن ثلثۃ پر ایک شہاد جمع جواب	-	نسخ حدیث بالقرآن کے دو دلائل، نسخ قرآن بالحدیث کے تین دلائل، دلیل نمبر ۱ پر
-	<b>وعنه</b> ، قوله، ومن بطابه عملہ لم یسرح به نسبہ کی تحقیق و توجیہ	۱۸۹	شہاد جمع جواب، البحث الخامس دلیل شواہد اور اس کے چار جوابات، کتاب العلم
۱۹۲	<b>وعن شقیق</b> ، چند کلمات کی تحقیق	-	اس عنوان کے ذیل میں چار مباحث کا بیان
-	وعن ابی مسعود الانصاری، قوله ابداع بی	-	البحث الاول حقیقت علم، البحث الثانی اقسام علم
-	وعن جریر، قوله، عراة مجتابی	-	دینی و دنیوی تشریحی، کموینی، علوم عالیہ مقصودہ
-	النمار، الفصل الثلثی، عن کثیر بن قیس	-	نہدیہ علوم عالیہ مقصودہ عقلیہ، علوم آلیہ غیر مقصودہ نقلیہ، علوم آلیہ غیر مقصودہ عقلیہ
-	قولہ، لحدیث بلغنی الخ کی دو توجیہات اور حدیث مطلوب میں دو احتمالات	۱۹۰	عقلیہ، البحث الثالث حکم تحصیل علم، البحث الرابع طریقہ حصول علم، اول کسی، دوم وہی، ہذریۃ و وحی، ہذریۃ الہام، فراست، بصیرت
-	قولہ، ان الملائکۃ لتضع اجنحتہا	-	
-	اسکی تفسیر میں چار اقوال	-	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۹۲	قوله ولكل حد مطلع، وعن عبد	۱۹۲	قول اول، قول ثانی، قول ثالث، قول رابع
-	الله بن عمرو، قوله العلم، قوله، او	۱۹۳	قوله، وان الایماء لم یورثوا دیناراً ولا
-	سنة قائمة اور فریضة عادلة	-	درهماً، وعن ابی ہریرة، قوله،
-	<b>وعن معاویة</b> ، عن الاغلو طات	-	الكلمة الحکمة ضالة الحکیم کے دو
۱۹۷	وعن ابی ہریرة، قوله، ان یصرب	-	مطالب، وعن ابی ہریرة، قوله، لم یجد
-	الناس اکباد الابل، قوله قال ابن عینة انه	-	عرف الجنة يوم القيمة پر شہادہ کے تین
-	مالک <b>بن انس</b> ، اس کلام کے حاصل	-	جوابات، وعن ابن مسعود، قوله، قرب
-	مطلب میں سفیان بن عیینہ کے دو اقوال	-	حامل فقہ الخ کی تحقیق، قوله، لا یغل کی دو
-	مصداق عالم مدینہ میں، وعنہ، من	-	توجیہات، اس جملے کے قبل کے جملہ سے دو
-	یجدو لها دینہا کی تحقیق و توجیہ	۱۹۴	ربط، وعنہ، قوله، من قال فی القرآن برأیہ
-	وعن ابراہیم، قوله اختال المطلبین	-	، تفسیر بالرائی کی حقیقت، وعن حنبل
-	<b>الفصل الثالث</b> ، عن الحسن، قوله،	-	قوله فاصاب فقد اخطاء کی تحقیق
۱۹۸	درحة واحدة فی الجنة، وعن عکرمہ	-	وعن ابی ہریرة، قوله، المرء فی القرآن
-	قوله وانظر السجع من الدعاء فاجتبه	-	کفر، وعن عمرو بن شعیب عن ابی الخ
-	پر شہرہء جواب، وعن ابی ہریرة، قوله،	-	قوله، یتدارءون فی القرآن، ضربوا
-	تلحقہ من بعد موثہ پر شہادہ اور اس کا جواب	-	کتاب اللہ بعضہ ببعض ان تین جملوں
-	وعن ابی الدرداء، قوله کان فقیہاً،	۱۹۵	کے مطلب میں دو اقوال، قول اول، قول ثانی
-	قوله، من حفظ علی امتی الخمسین	-	وعن ابی مسعود، انزل القرآن
-	وعن انس بن مالک، قوله امرأ	-	قوله سبعة احرف اس کے تحت دو مباحث
-	وحده، وعن الاعمش، قوله آفة العلم	-	ابحث الاول تشریح سبعة احرف، قول اول،
-	النسیان، وعن الاحوص بن حکیم	-	قول ثانی، قول ثالث، قول رابع، قول خامس
-	قوله، لا تمسلوننی عن الشر، قوله، ان	۱۹۶	ابحث الثانی حکمت سبعة احرف، قوله، لكل
-	شر الشر شرار العلماء	-	آیة منها ظهر و بطن کے تین مطالب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۱	وعن عثمانؓ، قوله خرجت خطاياہ	۱۹۹	وعن ابی ہریرہؓ، قوله وعائین اس
۲۰۱	من جسدہ کی تحقیق اسپر ایک شبہ اور اسکے	-	سے مراد علم کی دو قسمیں ہیں علم ظاہر، علم باطن
-	تین جوابات، وعن ابی ہریرہؓ، قوله	-	وعن عبد اللہؓ، قوله، فان من العلم
۲۰۲	نظر الید بعینہ پر شہیح جواب	-	ان تقول الخ، وعن ابن سیرینؒ اس نام
-	وعن عثمانؓ، قوله و رکوعہا کی تحقیق	-	کی تحقیق، وعن حذیفہؓ، قوله بامعشر
-	قوله، ما لم یؤت کبیرۃ پر شبہ اور اس کا	-	القرء، قوله، قد سبقتم سقا بعدا
-	جواب، قوله، وذلك الدهر کلہ	-	وعن ابی ہریرہؓ، قوله یعود منہ
-	وعنہ، قوله لا یحدث نفسہ فیہا	-	جہنم، قوله یعنی الجورۃ
-	بشیء کی تقریر	۲۰۰	<b>کتاب الطہارۃ</b>
-	اس پر ایک شبہ اور اس کے دو جوابات	۲۰۰	اس عنوان کے ذیل میں دو مباحث کا تذکرہ
۲۰۳	<b>وعن ابی ہریرہؓ</b>	-	البحث الاول ما قبل سے ربط
-	قوله، عوام محجلین کی اشتقاقی و معنوی	-	البحث الثانی معنی طہارت اور اسکی لغوی تحقیق
-	تحقیق، الفصل الثانی	-	الفصل الاول، عن بی مالک الاشعریؒ
-	عن ثوبانؓ، قوله استقیموا ولن	-	قوله الطہور شرط الایمان کی تین
-	تحصوا کے دو مطلب، الفصل الثالث	-	توجیہات، قوله، والحمد لله تملاء
-	وعن جابرؓ، قوله مفتاح الجنۃ الصلوٰۃ	-	المیزان پر شبہ اور اس کے تین جوابات
-	اس پر شہیح جواب، وعن رجل من بنی	۲۰	قوله، والصدقۃ برہان کے دو مطلب
-	سلیمؓ، قوله والصوم نصف الصبر کے	۲۰۱	قوله کل الناس یغدو الخ کی تحقیق
-	دو مطلب، وعن عبد اللہ الصنابحیؒ	-	قوله لم اجد ہذہ الروایۃ فی
-	قوله من تحت اشفار عینہ، قوله ناظلہ	-	الصحیحین اس سے مؤلف کا مقصد
۲۰۴	وعن اسی ہریرہؓ، قوله وانا ان شاء اللہ	-	اعتراض ہے، تقدیر اعتراض
-	بکم لاحقون اس پر شبہ اور اس کے دو جوابات	-	اس اعتراض کا جواب بعض عمال کبیر سے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۷	جمہور کی طرف سے اسکے چار جوابات	۲۰۴	<b>وعن ابی الدرداء</b>
-	وعن ابی ہریرہؓ، قولہ توضوا معا	-	قولہ، فیما بین نوح الیٰ امتک
-	مست النار اس پر شبہ اور اسکے تین جوابات	-	قولہ، واعرفہم انہم یؤتون کتبہم
-	جواب نمبر ۲ میں استحباب کی دلیل	-	بایمانہم پر شبہ اس کے دو جوابات
۲۰۸	وعن جابر بن سمرہؓ، قولہ، انتوضا من	-	<b>باب ما یوجب الوضوء</b>
-	لحوم الابل قال نعم، مسئلہ اختلافی	-	تقض وضوء کا سبب قریب، سبب بعید
-	دلیل جمہور، دلیل حنا بلہ، اس کے تین	-	نواقض وضوء کے تین درجات
-	جوابات، دوسرے اور تیسرے جواب پر شبہ	۲۰۵	<b>الفصل الاول، عن ابن عمرؓ</b>
-	مع جواب، اسکے ضمن میں اونٹ اور بکری	-	قولہ، لا تقبل صلوٰۃ بغير طہور پر شبہ مع
-	کے گوشت میں تین وجوہ فرق	-	جواب، قبولیت کی دو قسمیں: قبولیت صحت،
-	قولہ، اصلی فی سراض الغنم	-	قبولیت ثواب، فائدہ مسئلہ فاقد الطہورین
-	مریض اور مہرک کی تحقیق	-	اس میں پانچ مذاہب، مذہب اول، مذہب
۲۰۹	حاصل مسئلہ، شبہ مع جواب اور اس کے ضمن	۲۰۶	دوم، مذہب سوم، مذہب چہارم، مذہب پنجم
-	میں تین وجوہ فرق کا بیان و عن ابی ہریرہؓ	-	دلائل صاحبین، دلیل نمبر، قیاس علیٰ صوم
-	قولہ، فلا یخرجن من المسجد حتی	-	رمضان
-	یسمع صوتا او یجد ریحا کی تحقیق	-	دلیل نمبر ۲، قیاس علیٰ الحج، قولہ ولا صدقۃ
-	وعن عبداللہ بن عباسؓ حدیث ہذا پر شبہ اور	-	من غلول کی تحقیق، شبہ، اس شبہ کا جواب
-	اس کا جواب، و عن بسریدۃ ان النبی	-	وعن علیؓ، قولہ فامرنا المقداد
-	صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصلوٰات یوم الفتح	-	اس پر ایک شبہ اور اس کے دو جوابات
-	بوضوء واحد، مسئلہ اختلافی، مذاہب	۲۰۷	قولہ، یفعل ذکرہ ویتوصا اس کے تحت
-	دلیل جمہور، دلیل داؤد ظاہری، جمہور کی	-	آیہ مسئلہ خلافیہ
-	طرف سے اسکے تین جوابات، فائدہ	-	مذاہب، دلیل جمہور، دلیل حنا بلہ،

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۳	دلائل احناف، دلائل ائمہ ثلاثہ جو ابیات احادیث بسرۃ " و ابی ہریرۃ " جو کل سات -	۲۱۰	الفصل الثانی، عن ابی ہریرۃ، قوله لا وضوء الا من صوت او ریح، ایک شیعہ -
۲۱۴	جو ابیات ہیں، دلیل احناف یعنی حدیث طلق بن علیؑ پر صاحب مصریح کا اعتراض، قال - الشیخ الامام محی السنۃ ہذا منسوخ لان ابی ہریرۃ ، اسلم بعد قدوم طلق، تقریر اعتراض -		جواب، و عنہ قوله، تحريمها التكبير، اس کے ذیل میں دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولیٰ حکم تکبیر - تخریم، مسئلہ ثانیۃ الفاظ تکبیر تخریم، بیان مذاہب - دلیل مالک و احمد، دلیل امام شافعی، دلیل امام -
۲۱۵	جواب اعتراض، وجوہ ترجیح حدیث طلق بن علیؑ علی حدیث بسرۃ بنت صفوان جو کل چار ہیں - وعن عائشہ قالت کان النبی ﷺ يقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا يتوضأ - مسئلہ خلافیہ نقض الوضوء بمس المرأة مذاہب - دلائل احناف، دلیل ائمہ ثلاثہ، جواب -	۲۱۱	ابو یوسف، دلیل طرفین، جواب حدیث باب قوله وتحليلها التسليم، مسئلہ خلافیہ - مذاہب، عدم فرضیت سلام کے دلائل - دلیل ائمہ ثلاثہ اور اس کے دو جوابات - وعن طلق بن علی، قوله لا تاتوا
۲۱۶	ملا مسہ بمعنی جماع کی تین وجوہ ترجیح، وجہ اول، وجہ ثانی، وجہ ثالث، ایک شبہ، اس شبہ کے دو جوابات، دلیل احناف یعنی حدیث باب پر صاحب مشکوٰۃ کے دو اعتراضات - وقال الترمذی لا یصح عند اصحابنا بحال اسناد عروۃ عن عائشہ، یہ پہلا اعتراض ہے، حاصل اعتراض، جواب - اعتراض مسامحہ صاحب مشکوٰۃ، اصل اعتراض ترمذی کی تقریر مع جواب -	۲۱۲	النساء فی اعجازهن، وعن معاوية بن ابی سفیان، قوله: وكاء السه کی تحقیق - وعن علیؑ و قال الشیخ الامام محی السنة هذا فی غیر القاعد، - مسئلہ خلافیہ نقض الوضوء بالنوم، مذاہب - احناف کے یہاں نقض وضوء بالنوم کی چار صورتیں، اول اضطجاع، دوم تورک، سوم - استنار، چہارم استلقاء، دلائل احناف، وجہ - ترجیح مذاہب حنفی
۲۱۷	قوله ایضا اسناد ابراہیم التیمی عنہا	۲۱۳	وعن بسرۃ، مسئلہ خلافیہ نقض الوضوء بمس الذکر بیان المذاہب -



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۹	مسئلہ استقبالیہ دستہ ہار قبلہ ائمہ اربعہ کے تین مذاہب، دلائل احناف - شوافع اور مالکیہ کی دلیل اول اور اس کے - سات جوابات، دلیل ثانی اور اس کے دو - جوابات، دلیل ثالث مع جواب	۲۱۷	وقال ابو داؤد هذا مرسل یہ روایت عائشہ کی ایک اور سند پر دوسرا - اعتراض ہے، تقریر اعتراض اور اس کے دو - جوابات، وجہ ترجیح مذہب حنفی، الفصل الثالث - وعن عمرو بن عبد العزیز عن تمیم الداری قال قال رسول اللہ ﷺ - الموضوع من كل ماثل، مسئلہ خلافیہ، نقض - الموضوع بدم غیر المسلمین، مذاہب، دلائل - احناف، دلیل شوافع اور اس کے تین جوابات
۲۲۰	دلیل حنابلہ اور اس کے تین جوابات - وعن سلمان، قوله او ان نستنجی - باقل من ثلثة احجار - مسئلہ تثلیث احجار، مذاہب، دلائل احناف - ، دلائل شوافع اور اس کے دو جوابات - وعن ابن عباس، قوله، وما يعذبان - فی کبیر، شبہ اور اس کے تین جوابات	۲۱۸	الدار قطنی ..... عمرو بن عبد العزیز - لم يسمع من تمیم الداری ولا راه - - یہ پہلا اعتراض ہے اس کے دو جوابات - قوله، ویرید بن خالد و یرید بن - محمد مجهولان - یہ دوسرا اعتراض ہے - حاصل اعتراض اسکے پانچ جوابات - جواب کے ضمن میں مجہول کی دو قسموں، مجہول - الذات، مجہول الوصف کا بیان
۲۲۱	قولہ لعلہ ان تخفف عنہا لم یسأ کے ذیل - میں تخفیف عذاب کی وجوہ کا بیان - فائدہ رد بدعت میں، الفصل الثانی - <b>وعن ابن مسعود</b> - اس حدیث کے چند کلمات کی تحقیق - وعن رافع بن ثابت - قوله، من عقد لحبته، قوله، او تقلد وترا		<b>باب آداب الخلاء</b> - ادب کے معنی، آداب خلاء کا حاصل - الفصل الاول، عن ایوب الانصاری
۲۲۲	دلائل جمہور، دلیل حنابلہ اور اس کے چھ جوابات - بعض کلمات حدیث کی تحقیق	۲۱۹	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۵	مسئلہ خلافیہ فصل و وصل فی المضمضہ	۲۲۲	افضل الثالث، عن عائشة، قوله 'ما كان
-	دلائل استسقاء، بیان مذاہب، دلائل احناف	-	یوں الا فاعذا شرب اور اس کے تین جوابات
-	شواہح کی دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی	-	<b>باب السواک</b>
۲۲۶	اور اس کے تین جوابات	۲۲۳	فضل کل سواک، آداب سواک
-	قولہ 'ثم مسح راسه بیدیه	-	فوائد سواک، مقامات سواک
-	مسئلہ خلافیہ عدد مسح رأس، مذاہب	-	معن امی هريرة، قوله بالسواک عند
-	دلائل جمہور، شواہح کی دلیل اول اور اسکے دو	-	کل صلوة
-	جوابات، دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات	-	مسئلہ خلافیہ، مذاہب، دلائل احناف، دلیل
-	وجہ ترجیح مذاہب حنفی	-	شواہح اور اس کے دو جوابات جن میں سے
-	قولہ 'ثم غسل رجله الى الكعبين	-	جواب نمبر ۲ کے تین قرآن ہیں
-	مسئلہ غسل رجلین، مذاہب، دلائل اہل سنت	۲۲۳	وعن عائشة، قوله من الفطرة
-	، روافض کی دلیل اول، اور اس کے تین	-	قولہ 'قص الشارب، قوله 'واعفاء اللحية
۲۲۷	جوابات، دلیل ثانی مع جواب، دلیل ثالث	-	قوله 'وقص الاظفار
-	اور اس کے دو جوابات، فائدہ	-	قولہ 'و غسل الراجم
۲۲۸	وعن المغيرة بن شعبه	-	<b>باب سنن الوضوء</b>
-	قولہ 'تمسح بناصبتہ و علی العمامة	-	انقضائے تین کی تحقیق، انقضائے الاول
-	مسئلہ خلافیہ، بیان مذاہب، دلیل جمہور	-	عن ابی هريرة، قوله حتى بفلسها ثلاثا
-	دلیل حنابلہ اور اس کا جواب جس کے ضمن	-	مسئلہ خلافیہ، بیان مذاہب، دلیل جمہور، دلیل
-	میں دو تاویلیں مذکور ہیں	۲۲۵	حنابلہ اور اس کے دو جوابات
-	افضل الثانی، و عن سعيد بن زيد	-	وعنه 'قوله 'فان الشيطان يبیت علی
-	قولہ لا وضوء لمن لم يذكر اسم	-	خبر شومہ کی، تو جہات
-	اللہ علیہ، مسئلہ خلافیہ	-	قولہ ثم مضمض و استنثر ثلاثا

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۱	دلیل ثانی اور اس کا جواب	۲۲۸	تیسری فیوض، بیان اہمذہب، دلائل جمہور
۲۳۲	وعن ام سلمة، قوله ان تحشی علی	-	دلیل اہل ظاہر اور اسکے دو جوابات
-	راسک ثلاث حثیات	۲۲۹	وعن عبد اللہ بن زید، قوله انه مسح
-	مسئله خلافیہ	-	رأسه بماء غیر فضل یدبہ مسئلہ خلافیہ
-	بیان اہمذہب، دلیل احناف	-	مسح رأس بالماء الجدید، مذاہب دلائل احناف
-	وعن انس، قوله، ویغتسل بالصاع	-	دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات
-	صاع کی مقدار حنفی وشافعی دونوں مذاہب پر	-	وعن ابی امامة، قوله، وقال الاذنان
-	مسئلہ خلافیہ، مقدار مد بیان اہمذہب، دلیل	-	من الرأس، مسئلہ خلافیہ مسح اذنین مذاہب
۲۳۳	احناف، دلیل شوافع اور اس کے تین جوابات	-	دلائل احناف، دلیل اول پر شبہ اور اس کے
-	وعن معاذة، قوله، كنت اغتسل انا	-	تین جوابات
-	و رسول الله ﷺ من اناء واحد	۲۳۰	شوافع کی دلیل، اول، اس دلیل کا جواب
-	مسئلہ خلافیہ وضوء الرجل بفصل طہور المرأة	-	دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات
-	چار اتفاقی جائز صورتیں، اختلافی صورت	-	وعن معاذ بن جبل، قوله، اذا توضأ مسح
-	اور مذاہب، دلیل جمہور، دلیل حنبلیہ اور اس	-	وجہہ بطرف ثوبہ، مسئلہ خلافیہ مسح
-	کے پانچ جوابات	-	بالمسح، مذاہب دلائل احناف، دلیل ثانی
-	الفصل الثالث	-	پر اعتراض مع جواب، شوافع کی دلیل اول اور
-	عن علی، قوله، لو كنت مسحت	-	اس کے دو جوابات، دلیل ثانی مع جواب
-	علیہ بیدک اجزاک کی تحقیق	۲۳۱	<b>باب الغسل</b> ، الفصل الاول، عن ابی
۲۳۳	باب مخالطة الجنب وما یباح له	-	ہریرة، مسئلہ خلافیہ، وجوب الغسل بالانزال
-	الفصل الاول، عن ابن عمر، قوله،	-	بیان اہمذہب، دلائل جمہور
-	توضا و اغسل ذکرک ثم، مسئلہ	-	اہل ظاہر کی دلیل اول اور اس کے تین
-	خلافیہ وضوء جب بیان اہمذہب	-	جوابات، تیسرے جواب پر شبہ مع جواب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۹	دلائل احناف	۲۳۳	دلائل جمہور، دلائل اہل ظاہر مع جواب
-	دلیل اول پر دو اعتراضات، اعتراض اور	-	الفصل الثانی
-	اس کا جواب	-	وعن ابن عمر، قوله، لا تقرأ الحائض
۲۴۰	اعتراض نمبر ۲ مع دو جوابات، دلیل جمہور اور	-	ولا الجنب سبثا من القرآن، مسئلہ خلاfiہ
-	اس کا جواب مسئلہ خلاfiہ سورہ ہرہ	-	مذہب، دلیل احناف، شیعہ مع جواب، دلیل
-	بیان مذاہب، دلائل احناف	-	حنا بلہ مع جواب، وعن عائشہ، قوله، فانی
۲۴۱	دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات	-	لا اهل المسجد لحائض ولا جنب
-	مسئلہ خلاfiہ، سورہ ہمار و بغل	۲۳۵	مسئلہ خلاfiہ، بیان مذاہب، دلیل جمہور
-	بیان مذاہب، مسئلہ خلاfiہ، سورہ سباع	-	شیعہ مع جواب، دلیل شوافع مع جواب، وجہ ترجیح
-	مذہب دلائل احناف، دلیل جمہور مع	-	تفسیر حنفیہ، دلیل حنا بلہ اور اس کے دو جوابات
-	جواب	-	<b>باب احکام المیاء</b>
-	<b>باب تطہیر النجاسات</b>	-	پانی کی دو قسمیں، دو مسائل خلاfiہ
۲۴۲	مسئلہ خلاfiہ، سورہ کلب والے برتن کا طریقہ	-	مسئلہ اولیٰ نجاست وعدم نجاست ماء
-	تطہیر بیان مذاہب	۲۳۶	بیان مذاہب، دلائل جمہور، دلیل عائشہ
-	دلائل احناف، دلیل جمہور اور اس کے تین	-	مالکیہ ظاہریہ اور اسکے تین جوابات
-	جوابات، تہریب کا حکم، مسئلہ خلاfiہ	۲۳۷	مسئلہ ثانیہ تحدید ماء قلیل و کثیر بیان مذاہب
-	طہارۃ الارض مع بیان مذاہب	-	دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس کے دو
۲۴۳	دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ	-	جوابات، فائدہ قلعہ کی مقدار میں مسئلہ خلاfiہ
-	خلاfiہ، نجاست و طہارۃ منی، بیان مذاہب	۲۳۸	بحری حیوانات، بیان مذاہب، دلائل احناف
-	نجاست منی کے پانچ دلائل	-	دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات
-	طہارت منی کی دلیل اول مع جواب	۲۳۹	مسئلہ غبذہ، مذہب امام صاحب کی مشہور
-	دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات	-	ردایت کی بناء پر علمی بحث

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۳۸	رقیق جو ایسی نہ ہوں پھر ایک کی تین تین	۲۳۴	دلیل ثالث اور اس کے تین جوابات
-	تسمیں مجلد، منعل، مجرود، تفصیل احکام	-	مسئلہ خلافیہ بول اطفال سے طریقہ
-	جورین مع مذاہب دلیل صاحبین، دلیل	-	تظہیر بیان مذاہب، دلائل احناف، دلائل
۲۳۹	امام اعظم صاحبین کی طرف سے جواب دلیل	۲۳۵	شوافع مع جواب، وجوہ فرق بین بول الصبی و
-	مالکیہ مع جواب	-	بول الصبیہ، مسئلہ خلافیہ دباغت احاب
-	<b>باب التیمم</b>	-	مذاہب
-	تیمم کے لغوی و شرعی معنی، مسئلہ خلافیہ	-	دلائل جمہور، دلیل مالکیہ مع جواب
-	شیخ متیمم یہ مذاہب دلائل احناف، دلیل	-	تحقیق حدیث اذا طسی احدکم بنعلہ
-	شوافع مع جواب	-	الاذی فسان التراب لہ ظہور، مسئلہ
-	دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولیٰ عدد ضربات	۲۳۶	خلافیہ، بول ما کول اللحم، مذاہب دلیل جمہور
-	تیمم، مذاہب مسئلہ ثانیہ مقدار مسح یدین	-	حنابلہ کی دلیل اول اور اس کے دو جوابات
-	مذاہب	-	دلیل ثانی اور اس کے چار جوابات
-	مسئلین میں دلائل احناف	-	<b>باب المسح علی الخفین</b>
۲۵۰	مسئلین میں فریق ثانی کی دلیل مع جواب	-	روافض کاشبہ اور اس کے دو جوابات
-	مسئلہ ثانیہ میں زہری کی دلیل اور اس کے دو	۲۳۷	مسئلہ خلافیہ، توقيت مسح، مذاہب دلائل جمہور
-	جوابات، مسئلہ خلافیہ اعادۃ	-	مالکیہ کی دلیل اول اور اس کے دو جوابات
-	صلوٰۃ بوضو بعد التیمم، مذاہب، دلیل احناف	-	دلیل ثانی اور اس کے تین جوابات
-	<b>باب الغسل المسنون</b>	۲۳۸	مسئلہ خلافیہ مسح علی الخفین
۲۵۱	مسئلہ خلافیہ غسل جمع، مذاہب، دلائل جمہور	-	مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع و مالکیہ
-	دلیل اہل ظاہر، اس دلیل کے دو جوابات	-	اور اس کے تین جوابات، مسئلہ خلافیہ مسح علی
-	تفصیل میت سے غسل اور حمل میت میں وضو	-	الجورین، جرابوں کی ابتدائی دو تسمیں متطہنین
-	دلائل جمہور، جوابات حدیث باب	-	جس میں چار شرائط ہوں۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۵۵	<b>باب المواقیت</b>	۲۵۱۱	<b>باب الحيض</b>
-	در مسائل خلافیہ مسئلہ ادنیٰ اشتراک وقت	-	حيض کے لغوی و شرعی معنی، مسئلہ نفاذیہ
۲۵۶	بین الظہر و العصر، مذاہب دلیل، جمہور، دلیل	-	مباشرت و استمتاع بالجماع اسکی تین صورتیں
-	مالکیہ، اس دلیل کے دو جوابات، مسئلہ ثانیہ	-	جن میں سے ایک صورت بالاتفاق حرام ہے
-	انتہائے وقت ظہر، مذاہب، دلائل احناف	-	اور ایک بالاتفاق جائز ہے اور ایک اختلافی
-	دلائل جمہور اور ان کے تین جوابات	۲۵۲	ہے۔ مذاہب، دلائل جمہور
۲۵۷	مسئلہ خلافیہ انتہائے وقت عصر مذاہب	-	دلیل حنا بلہ اور اس کے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ
-	دلائل جمہور، دلائل شوافع	-	صحبت حائض کی صورت میں تصدق مذاہب
-	ان دلائل کے دو جوابات، دو مسائل خلافیہ	-	دلائل جمہور، دلیل حنا بلہ مع دو جوابات
-	مسئلہ ادنیٰ توسیع وقت مغرب مذاہب دلائل	-	<b>باب المستحاضة</b>
-	جمہور، دلیل شوافع و مالکیہ اور اس کے تین	-	استحاضة کی تعریف، اقسام و احکام مستحاضة
-	جوابات، مسئلہ ثانیہ انتہائے وقت مغرب	۲۵۳	، مبتدء، معادہ، متخیر و یا مہملہ
۲۵۸	مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور مع	-	صورت خلافیہ متمیزہ بالالوان، مذاہب، دلائل
-	جواب، فائدہ، مسئلہ خلافیہ، انتہائے وقت	-	احناف، دلیل فریق ثانی مع جواب
-	عشاء، مذاہب دلائل احناف ثلث دلیل کی	۲۵۴	مسئلہ خلافیہ غسل مستحاضہ للصلوة دلائل جمہور
-	دلیل نصف دلیل کے دلائل، جواب مسئلہ	-	دلیل فریق ثانی اور اس کے پانچ جوابات
-	خلافیہ	-	انما ہلہ و کضة من رکضات الشيطان
۲۵۹	انتہائے وقت فجر، مذاہب دلائل احناف	-	لصحیسی ستة ایام او سبعة ایام فی علم
-	دلیل شوافع و مالکیہ اور اس کے تین جوابات	-	اللہ، و هذا اعجب الامور الیٰ کی تحقیق
-	وعن ابن مسعود، قولہ لیس	۲۵۵	کتاب الصلوة، ربط، صلوة کی لغوی تحقیق
-	الصیف ثلثة اقدام الی خمسة اقدام	-	اس کے بارہ اختلافات میں تین اقوال کا بیان
-	کی تحقیق و توجیہ	-	صلوة کی شرعی تعریف، ابتدائے فریضت صلوة

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۶۰	اس کے تین جوابات	۲۵۹	<b>باب تعجیل الصلوٰۃ</b>
-	خلاءۃ مستعملین، مسئلہ ثالثہ در کلمات	-	مسئلہ خلافیہ ظہر کا مستحب وقت، مذاہب
-	اقامت	-	دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول، دلیل
-	مذاہب، دلائل احناف	-	ثانی
۲۶۵	دلیل شوافع و حنابلہ، دلیل مالکیہ، ان کے	۲۶۰	جواب ہر دو دلائل، دلیل ثالثہ مع جواب
-	چار جوابات	-	مسئلہ خلافیہ عصر کا وقت مستحب، مذاہب
-	مسئلہ خلافیہ تحریب اور اعلام بعد اعلام	-	دلائل احناف، دلائل جمہور، جواب
-	مذاہب مختلفہ اور مذہب راجح کی دلیل	-	مسئلہ خلافیہ فجر کا وقت مستحب مذاہب، دلائل
-	مسئلہ خلافیہ ومن اذن فهو بقیم مذاہب	-	احناف، شوافع کی دلیل اول
۲۶۶	دلیل احناف، دلیل شوافع و حنابلہ مع جواب	۲۶۱	جواب، دلیل ثانی اور اس کے چار جوابات
-	دلیل مالکیہ مع جواب	-	مسئلہ خلافیہ طلوع و غروب شمس فی اثناء الصلوٰۃ
-	<b>باب فیہ فصلان</b>	۲۶۲	مذاہب، دلائل احناف، جمہور کی دلیل اول،
-	مسئلہ خلافیہ اذان فجر قبل طلوع فجر	-	جواب نمبر ۱
-	مذاہب دلائل احناف، دلیل جمہور مع	-	جواب نمبر ۲، ۳، دلیل ثانی مع جواب
-	جواب	۲۶۳	<b>باب الاذان</b>
-	مسئلہ خلافیہ قضائے صلوٰۃ فی الاوقات	-	اذان کے لغوی و شرعی معنی
-	المکتروہہ، مذاہب، دلائل احناف، دلیل	-	ابتدائے اذان کی تاریخ
-	جمہور مع جواب	-	تین مسائل خلافیہ، مسئلہ اولیٰ عدد تکبیر اولیٰ،
۲۶۷	<b>باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ</b>	-	مذاہب، دلائل جمہور، دلیل مالکیہ مع جواب
-	دو مسائل خلافیہ مسئلہ اولیٰ صلوٰۃ فی داخل بیت	-	مسئلہ ثانیہ ترمیم شہادتین، مذاہب،
-	اللہ، مذاہب، دلائل احناف	۲۶۴	دلائل احناف و حنابلہ
-		-	دلیل شوافع و مالکیہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۷۰	مذہب ائمہ اربعہ، دلیل جمہور دلیل حنابلہ اور اس کے دو جوابات، فائدہ باندری کا ستر، جرہ کا ستر، چھٹی کے لئے اور عورت کے لئے اور محرم کے لئے	۲۶۷	دلیل مالکیہ و حنابلہ اور اس کا جواب مسئلہ ثانیہ صلوٰۃ فوق ظہر بیت اللہ، مذاہب دلیل شوافع کا احناف کی طرف سے جواب مسئلہ خلافیہ شد الرحال الی الروضة الشریفیہ الخ، مذاہب، دلائل جمہور، دلیل
۲۷۱	<b>باب السترة</b> تعریف سترہ، مقدار سترہ، سترہ کی دو حکمتیں سترہ کے پانچ احکام، قولہ 'فان ابی فلیقتله' کی تحقیق، مذاہب مختلفہ، دلیل احناف حدیث باب کا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲ مسئلہ خلافیہ قطع الصلوٰۃ بالمرأۃ و الحمار الکلب	۲۶۸	ابن تیمیہ مع جواب، قولہ 'ما بین بیتی و منبری و روضة من ریاض الجنة کی تین توجیہات، قولہ 'ومنبری علی حوضی کی دو توجیہات مسئلہ خلافیہ حکم تحیۃ المسجد، مذاہب، دلیل جمہور دلیل اہل ظاہر مع جواب
۲۷۲	مذہب، دلائل جمہور، دلیل اہل ظاہر اور اس کے دو جوابات مسئلہ خلافیہ لیل یخطط خطاً، مذاہب، خط ہلالی کی کیفیت راجح ہے، دلیل جمہور، دلیل حنابلہ اور اس کے دو جوابات <b>باب صفة الصلوٰۃ</b> صفت کے بغوی و شرعی معنی، مسئلہ خلافیہ تعدیل ارکان صلوٰۃ، مذاہب، دلیل طرفین دلیل جمہور مع جواب، مسئلہ خلافیہ حکم تسمیہ	۲۶۹	قولہ 'ولیسق عن یسارہ او تحت قدمہ کی تحقیق، قولہ فعلت ما فی السنوات و الارض پر ایک سوال اور اس کے پار جوابات، قولہ 'ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ ﷺ مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق مذاہب قولہ فنجلی لی کل شی کی تین توجیہات، قولہ و صلوٰۃ فی مسجدی
۲۷۳	مذہب، اس اختلاف کا معنی و منشاء، دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول اور اس کے دو جوابات، دلیل ثانی اور اس کے پانچ جوابات دلیل مالکیہ مع جواب، مسئلہ خلافیہ کیفیت تعددہ	۲۷۰	بخمین الف صلوٰۃ، ایک سوال اور اس کے دو جوابات، قولہ کم بینہما قال اربعون عاماً، ایک سوال اور اس کے دو جوابات۔ <b>باب السترة</b> ران ستر میں شامل ہے یا نہیں؟



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۷۹	مذہب، دلائل جمہور، دلیل مالکیہ اور اس کا جواب، مسئلہ ثانیہ محل رفع یدین، مذاہب،	۲۷۴	مذہب، حاصل مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع، اس دلیل کے دو جوابات، دلیل مالکیہ مع جواب، مسئلہ خلافیہ کیفیت رفع یدین
۲۸۰	دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس کے دو جوابات، جن میں سے جواب نمبر ۲ کے ضمن میں تحت السرہ والی روایت کی چھ وجوہ ترجیح مذکور ہیں۔ وجہ اول، وجہ ثانی، وجہ ثالث، وجہ رابع، وجہ خامس	۲۷۵	مذہب، دلائل احناف، دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ محل رفع یدین، اس کے ذیل میں پانچ مباحث کا تذکرہ
	وجہ سادس، مسئلہ خلافیہ الصلوٰۃ مثنی مثنی، مذاہب دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول اور اسکے تین جوابات، دلیل ثانی مع جواب ۲۸۱، دلیل صاحبین مع جواب، فائدہ	۲۷۶	<b>البحث الاول</b> ، بیان المذہب <b>البحث الثانی</b> دلائل احناف <b>البحث الثالث</b>
	<b>باب القراءة فی الصلوٰۃ</b> دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولی حیثیت فاتحہ و ضم سورت		حدیث ابن مسعودؓ پر شبہ اور اس کے تین جوابات، حدیث جابر بن سمرہؓ پر شبہ اور اسکے دو جوابات حدیث براء بن عازبؓ پر شبہ مع جواب، حدیث ابن عباسؓ پر شبہ مع جواب
	مذہب، دلائل احناف، احناف کی دلیل ثانی پر دو شبہات، شبہ اولی مع جواب، شبہ ثانیہ اور اسکے دو جوابات، دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات، دلیل مالکیہ مع جوابات، مسئلہ ثانیہ، قراءۃ فاتحہ خلف الامام، اسکے ذیل میں پانچ مباحث کا تذکرہ	۲۷۷	البحث الرابع دلائل شوافع جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲۔ اس جواب پر شبہ اور اس کا جواب
۲۸۲	ثانیہ اور اسکے دو جوابات، دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات، دلیل مالکیہ مع جوابات، مسئلہ ثانیہ، قراءۃ فاتحہ خلف الامام، اسکے ذیل میں پانچ مباحث کا تذکرہ	۲۷۸	جواب نمبر ۲۔ اس جواب پر شبہ اور اس کا جواب
	البحث الاول، بیان مذاہب	۲۷۹	البحث الخامس وجوہ ترجیح مذہب حنفیہ، مسئلہ خلافیہ جلسہ استراحت، مذاہب، دلائل جمہور، دلیل شوافع اور اس کے دو جوابات، دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولی رفع یدین وار سال یدین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۸۸	دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولی تائین امام	۲۸۲	البحث الثانی، دلائل احناف
-	مذہب	۲۸۳	البحث الثالث، دلیل اول آیت قرآنیہ پر شبہ
-	دلائل جمہور، دلیل مالکیہ	-	اور اسکے تین جوابات، دلیل ثانی حدیث جابرؓ
-	دلیل مالکیہ کا جوابات، مسئلہ ثانیہ جہر و	-	پر تین شبہات، شبہ نمبر ۱ مع جواب
-	افتخائے آئین مذہب، دلائل احناف	-	شبہ نمبر ۲ مع جواب، شبہ مع جواب
۲۸۹	شواہح کی دلیل اول اور اس کے جوابات	۲۸۵	البحث الرابع، شواہح کی دلیل اول مع جواب
-	دلیل ثانی و دلیل ثالث مع جوابات و وجہ	-	جس کے ضمن میں حدیث لا صلوة لمن
-	ترجیح مذہب احناف	-	لم یقراء بفتح الکتاب کے امام منفرد
۲۹۰	<b>باب السجود و فضله</b>	-	کے ساتھ خاص ہونے پر تین قرآن مذکور ہیں
-	مسئلہ خلافیہ کیفیت سجدہ، بیان مذہب دلائل	-	قرینہ اولی، قرینہ ثانیہ، قرینہ ثالثہ، قرینہ ثالثہ
-	جمہور دلیل مالکیہ مع جوابات، احناف مع وجہ ترجیح	-	پر ایک شبہ اور اسکے دو جوابات، دلیل ثانی مع
۲۹۱	<b>باب الدعاء فی التشهد</b>	۲۸۶	جواب، دلیل ثالث اور اسکے دو جوابات جن
۲۹۲	مسئلہ خلافیہ کیفیت سلام بیان مذہب، دلائل	-	میں سے جواب نمبر ۲ میں اس روایت کی تین
-	جمہور، دلیل مالکیہ، جوابات حدیث	-	وجود و غلطی مذکور ہیں۔ وجہ اول، وجہ ثانی، وجہ
-	<b>باب</b>	-	ثالث
-	باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ	-	البحث الخامس وجہ ترجیح مذہب احناف، وجہ
-	مسئلہ خلافیہ کلام فی الصلوٰۃ بیان مذہب	۲۸۷	اول، وجہ ثانی، وجہ ثالث، وجہ رابع
۲۹۳	دلائل احناف	-	مسئلہ خلافیہ اقتداء المفتروض خلف
-	دلیل شواہح و مالکیہ اور اس کے پانچ جوابات	-	المتنفل مذہب دلائل احناف، دلیل شواہح
۲۹۴	پر شواہح کی طرف سے شبہ	-	اور اسکے تین جوابات، تیسرے جواب پر شبہ
-		-	اور اس کے تین جوابات

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹۹	مکہ معظمہ میں اوقات خمسہ ممنوعہ میں نماز کا حکم ، مذاہب ، دلائل احناف ، شوافع کی دلیل اول مع جواب ، دلیل ثانی اور اسکے دو جوابات ، مسئلہ خلاfiہ جمعہ کے روز استواء کے وقت میں نماز پڑھنا ، مذاہب ، دلیل احناف ، شوافع کی دلیل اول مع جواب ، دلیل ثانی مع جواب ، <b>باب الجماعة و فضلها</b> جماعت صلوٰۃ کے بارے میں مختلف مذاہب ، مسئلہ خلاfiہ اقامت صلوٰۃ کے وقت سنت فجر کا حکم ، مذاہب ، دلائل احناف ، دلیل شوافع و مالکیہ اور اس کے تین جوابات	۲۹۲	اس شبہ کا جواب ، <b>باب السهو</b> مسئلہ خلاfiہ کیفیت سجدہ سہو مذاہب دلائل احناف دلائل شوافع مالکیہ مع جواب
۲۹۹	معجم جواب ، <b>باب الجماعة و فضلها</b> جماعت صلوٰۃ کے بارے میں مختلف مذاہب ، مسئلہ خلاfiہ اقامت صلوٰۃ کے وقت سنت فجر کا حکم ، مذاہب ، دلائل احناف ، دلیل شوافع و مالکیہ اور اس کے تین جوابات	۲۹۵	<b>باب سجود القرآن</b> دو مسائل خلاfiہ ، مسئلہ اولیٰ حکم سجدہ تلاوت ، مذاہب ، دلائل احناف ، دلائل جمہور اور اس کے جوابات مسئلہ ثانیہ عدد سجدات تلاوت ، مذاہب
۳۰۰	مذاہب ، مسئلہ خلاfiہ اقامت صلوٰۃ کے وقت سنت فجر کا حکم ، مذاہب ، دلائل احناف ، دلیل شوافع و مالکیہ اور اس کے تین جوابات	۲۹۶	بحث سجدہ ثانیہ ، سورہ حج ، مذاہب ، دلائل احناف ، جمہور کی دلیل اول مع جواب ، دلیل ثانی مع جواب ، بحث سجدہ سورہ صاد ، مذاہب ، دلیل احناف ، دلیل شوافع مع جواب ، بحث سجدات سورہ مفصل ، مذاہب ، دلائل جمہور ، مالکیہ کی دلیل مع جواب ، دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات
۳۰۱	جمہور ، دلیل شوافع اور اس کا جواب نمبر ۱ ، جواب نمبر ۲ ، جواب نمبر ۳ ، ذمہ صبی کی امامت نوافل کا حکم	۲۹۷	بحث سجدات سورہ مفصل ، مذاہب ، دلائل جمہور ، مالکیہ کی دلیل مع جواب ، دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات
۳۰۱	جمہور ، دلیل شوافع اور اس کا جواب نمبر ۱ ، جواب نمبر ۲ ، جواب نمبر ۳ ، ذمہ صبی کی امامت نوافل کا حکم	۲۹۸	<b>باب اوقات النہی</b> مسئلہ خلاfiہ قضائے سنت اور بعد العصر ، مذاہب ، دلیل جمہور ، دلیل شوافع مع جواب ، مسئلہ خلاfiہ قضائے سنت فجر ، مذاہب ، دلائل شیخین ، دلیل امام محمد مع جواب
۳۰۲	مذاہب ، مسئلہ خلاfiہ اقامت صلوٰۃ کے وقت سنت فجر کا حکم ، مذاہب ، دلیل شوافع اور اس کے دو جوابات	۲۹۹	دلیل شوافع اور اس کے تین جوابات ، مسئلہ خلاfiہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰۶	<b>باب القنوت</b> چار مسائل خلافیہ کا تذکرہ، مسئلہ اولیٰ زمان	۳۰۲	دراںل جمہور، دلیل حنبلیہ اور اسکے دو جوابات، فائدہ مسجد طریق کا حکم
۳۰۷	قنوت وتر مذاہب، مسئلہ ثانیہ مکان قنوت وتر مذاہب، مسئلین میں دلائل احناف، شوافع	-	<b>باب السنن و فضائلها</b> مسئلہ خلافیہ سنت مؤکدہ قبل الظہر کی تعداد
-	کی دلیل اول اس دلیل کے دو جوابات	۳۰۳	رکعات، مذاہب، دلائل جمہور، دلیل شوافع اور اس کے تین جوابات، مسئلہ خلافیہ سنت
-	دلیل ثانی مع جوابات، مسئلہ ثالثہ قنوت فی صلوٰۃ الصبح، مذاہب، دلائل احناف، دلیل	-	مؤکدہ بعد اجماع کی تعداد رکعات، مذاہب، دلیل طرفین
-	شوافع اور اسکے تین جوابات	-	دلیل شوافع اور اس کے دو جوابات، دلائل ابی یوسف، فائدہ، فائدہ
۳۰۸	مسئلہ رابعہ الفاظ قنوت وتر، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب	-	<b>باب الوتر</b> تین مسائل خلافیہ کا بیان، مسئلہ اولیٰ حیثیت و
-	<b>باب قیام شہر رمضان</b> نفس تراویح سنت نبویہ، عدد رکعات تراویح، جماعت تراویح وغیرہ، خلافت عمرؓ میں	-	تقسیم وتر، مذاہب، دلائل احناف جمہور کی دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی، اس دلیل کا
-	شروع ہوئیں، رکعات تراویح کے بارے میں مذاہب	۳۰۴	جواب، مسئلہ ثانیہ عدد رکعات وتر، مذاہب، دلائل احناف، فریق ثانی کی دلیل اول،
۳۰۹	بیس رکعات کے دلائل، آٹھ رکعت تراویح کی دلیل مع جواب	-	دلیل ثانی، جو ہر دو دلائل، دلیل ثالث اور اس کے دو جوابات، دلیل رابع مع
-	<b>باب صلوٰۃ السفر</b> چار مسائل خلافیہ کا تذکرہ، مسئلہ اولیٰ حکم قصر و اتمام صلوٰۃ فی السفر، مذاہب	۳۰۵	جواب، دلیل خامس مع جواب، دلیل سادس مع جواب
-	دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول مع جواب	-	مسئلہ ثالثہ نقص وتر، دلیل جمہور۔ دلیل فریق ثانی مع جواب
۳۱۰	-	-	-

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱۵	دلیل ابی یوسف و مزنی مع جواب، مسئلہ ثانیہ در ایقہ سلوۃ الخوف، مذاہب، دلیل احناف دلیل شوافع مع جواب جس کے ذیل میں پانچ وجوہ تہجیح مذہب فقہی مذکور ہیں وجہ اول وجہ ثانی، وجہ ثالث، وجہ رابع، وجہ خامس	۳۱۰	دلیل ثانی اور اسکے تین جوابات، دلیل ثالث اور اس کے پانچ جوابات، دلیل رابع اور اس کے تین جوابات
	<b>باب صلوة العیدین</b> دو مسائل خلافہ کا تذکرہ، مسئلہ اولی حکم سلوۃ العیدین، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس کے چار جوابات، مسئلہ ثانیہ عدد تکبیرات عیدین، مذاہب، دلیل احناف دلیل ائمہ ثلاثہ مع جواب	۳۱۱	مسئلہ ثانیہ مدت اقامت، فر، مذاہب دلیل احناف، دلیل شوافع مع جواب، دلیل ابن عباس مع جواب، مسئلہ ثالثہ مع بین
	<b>باب فی الاضحیۃ</b> مسئلہ خلافہ حکم قربانی، مذاہب، دلائل احناف جمہور کی دلیل اول اس دلیل کا جواب، دلیل ثانی مع جواب	۳۱۲	الصلوۃ تین، مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور اور اس کا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲، مسئلہ رابع مقدار مسافت سفر شرعی، مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات
	<b>باب صلوة الخسوف</b> مسئلہ خلافہ عدد رکوع فی صلوة الکسوف، مذاہب، دلائل احناف، دلائل جمہور اور ان کے چار جوابات		<b>باب وجوب الجمعة</b> مسئلہ خلافہ جمعہ فی القری، مذاہب، دلائل احناف، فریق ثانی کی دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی مع جواب، دلیل ثالث اور اسکے دو جوابات
	<b>باب الاستسقاء</b> مسئلہ خلافہ استسقاء میں نماز کا حکم، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب	۳۱۳	<b>باب الخطبة و الصلوة</b> مسئلہ خلافہ حیۃ المسجد فی اثنا، الخطبة، مذاہب، دلائل جمہور، دلیل شوافع اور اسکے تین جوابات
۳۱۸		۳۱۴	<b>باب صلوة الخوف</b> دو مسائل خلافہ کا بیان، مسئلہ اولی حکم سلوۃ الخوف، مذاہب، دلیل جمہور

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۲۱	دلیل احناف، دلیل شوافع مع جواب	۳۱۸	<b>باب غسل المیت و تکفینہ</b>
-	مسئلہ خلافیہ جنازہ کے پیچھے چننا، مذاہب -	-	مسئلہ خلافیہ تصفیر شعر النساء، مذاہب
-	دلائل احناف، دلیل ائمہ ثلاثہ مع جواب، -	-	دلیل احناف، دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ
۳۲۲	مسئلہ خلافیہ جنازہ سقط، مذاہب دلائل جمہور، -	-	خلافیہ۔ مرد کے لئے کفن کے کپڑوں کی
-	دلیل حنبلیہ اور اس کے تین جوابات، مسئلہ -	-	تعمیت مذاہب، دلائل احناف
-	خلافیہ جنازہ کے چار پائے اٹھانا، مذاہب -	۳۱۹	دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ
-	دلیل احناف، دلیل شوافع اور اسکے تین -	-	محرم میت کا سر ڈھانکنا، مذاہب، دلائل
۳۲۳	جوابات، مسئلہ دعاء بعد الجنازہ کا چاروں -	-	احناف، دلیل شوافع مع جواب
-	فقیہوں میں مکروہ ہونا، اہل بدعت کی دلیل -	۳۲۰	مسئلہ خلافیہ عدد تکبیرات نماز جنازہ، مذاہب
-	اور مع جواب، دلیل ثانی اور اسکے تین -	-	دلیل جمہور، دلیل فریق ثانی مع جواب، مسئلہ
-	جوابات، دلیل ثالث اور اسکے دو جوابات، -	-	خلافیہ نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا، مذاہب،
-	دلیل رابع مع جواب	-	دلیل احناف، شوافع کی دلیل اور مع جواب،
-	<b>باب دفن المیت</b>	-	دلیل ثانی مع جواب
-	قبر میں کفن کے علاوہ اور کپڑا بچھنا، حدیث -	-	مسئلہ خلافیہ مسجد میں نماز جنازہ، مذاہب،
۳۲۴	باب کا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲، جواب نمبر ۳ -	-	دلائل احناف
-	جواب نمبر ۴، مسئلہ خلافیہ قبر کا مسلم یا مسطح ہونا، -	-	دلیل شوافع مع جواب
-	مذاہب، دلائل جمہور، دلیل شوافع مع جواب -	۳۲۱	مسئلہ خلافیہ نکل قیام امام جنازہ، مذاہب،
-	مسئلہ خلافیہ میت کا قبلہ کی جانب سے اتارنا، -	-	دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول مع جواب
-	مذاہب، دلائل احناف،	-	دلیل ثانی مع جواب
-	شوافع کی دلیل اول اور اس کے دو جواب -	-	مسئلہ خلافیہ شہید کی نماز جنازہ
۳۲۵	<b>کتاب الزکوٰۃ</b>	-	مذاہب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۲۹	قولہ 'ولا یفرق بین مجتمع خشية الصدقة کی تحقیق، قولہ 'وما کان من حلویطین فانہما بتراجعاں بینہما	۳۲۵	بقرہ سے ربہ، زکوٰۃ کے مادہ اشتقاق میں دو اقوال، زکوٰۃ کی شرعی تعریف، قولہ 'تاس
۳۳۰	مالسویۃ کی تحقیق، مسئلہ خلافیہ خمس معدنیات، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ خلافیہ حکم خمس و تخمینہ نخل و عنب		انھیں، ارفی قولہ ہلا جلس فی بیت امہ او ابہ الخ کی تحقیق کی حدیث سے مستنبط شدہ دو اصولوں میں سے اصل اول
۳۳۱	مذاہب، دلیل احناف، دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ، تخفیف عشر، مذاہب، دلیل امام احمد اور اسکے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ حکم زکوٰۃ العسل، مذاہب، دلائل احناف، دلیل مالکیہ مع جواب، مسئلہ خلافیہ، حکم زکوٰۃ الحلی		تثبتی ہے اور اصل ثانی مختلف فیہ ہے۔ دلیل احناف، مسئلہ خلافیہ خمس میں مستند مذاہب، دلیل احناف، دلیل شوافع اور اس کا جواب
۳۳۲	مذاہب، دلائل احناف، دلیل نمبر ۴ پر شبہ مع جواب، جمہور کی دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی مع جواب، قولہ 'فلک المعادن لا تؤخذ منها الا الزکوٰۃ الی الیوم پر ایک سوال اور اس کا جواب نمبر ۴، جواب نمبر ۴، مسئلہ خلافیہ لیس فی الشخصروا	۳۲۶	نمبر ۱، جواب نمبر ۲، جواب نمبر ۳، مسئلہ خلافیہ، زکوٰۃ مال یتیم، مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور اور اسکے تین جوابات، مسئلہ خلافیہ
۳۳۳	صدقہ، مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور اس کے دو جوابات، باب صدقۃ الفطر اس کے ضمن میں چار مسائل خلافیہ، مسئلہ اولیٰ حکم صدقہ فطر، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب	۳۲۷	تعلق الزکوٰۃ بالعیین، مذاہب احناف، دلیل شوافع مع جواب
			<b>باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ</b>
			مسئلہ خلافیہ، نصب عشرانہج و پھل، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ خلافیہ خمس زکوٰۃ فرس، مذاہب، دلائل احناف، دلیل جمہور مع جواب، فائدہ نمبر ۱، فائدہ نمبر ۲، قولہ 'ومن سئل فوقھا فلا یعطیھا پر ایک شبہ اور اس کے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ ریادۃ الابل علی عشرين و مائة، مذاہب دلائل احناف مع جواب، قولہ 'ولا یجمع بین متفرق کی تحقیق

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۳۷	مسئلہ خلافیہ حکم سواک صائم، مذاہب، دلائل	۳۳۳	مسئلہ ثانیہ علی من یجب، مذاہب، دلیل
۳۳۸	احناف، دلیل شوافع اور اس کے دو	-	احناف، دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات
-	جوابات، مسئلہ خلافیہ فساد صوم حاجم مجوم	۳۳۴	مسئلہ ثالثہ ممن تحب، مذاہب، دلائل
-	مذاہب، دلائل جمہور، دلیل حنابلہ اور اس	-	احناف، دلیل جمہور اور اسکے دو جوابات
-	کے دو جوابات	-	مسئلہ رابعہ کہ تجب، مذاہب، دلائل
۳۳۹	<b>باب</b> مسئلہ خلافیہ نضائے صوم نفل، مذاہب	-	احناف، دلیل جمہور مع جواب
-	دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول اور اس کے	۳۳۵	<b>باب من لا یعود فی الصدقة</b>
-	دو جوابات، دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات	-	مسئلہ خلافیہ صوم عن اغیر، مذاہب دلائل جمہور
-	<b>باب الاعتکاف</b>	-	دلیل حنبلہ اور اسکے دو جوابات
-	دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولی نذر کافر کا ایفاء	-	<b>کتاب الصوم</b> ، صوم کے لغوی معنی و
-	بعد الاسلام، مذاہب، دلیل احناف، دلیل	-	شرعی معنی، فرضیت صوم رمضان
۳۴۰	شوافع مع جواب، مسئلہ ثانیہ اعتکاف	-	باب، دو مسائل خلافیہ، مسئلہ اولی نیت صوم نفل
-	مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس	۳۳۶	مذاہب، دلیل جمہور، دلیل مالکیہ اور اسکے
-	کے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ ولا اعتکاف الا	-	تین جوابات، مسئلہ ثالثہ نیت صوم معین،
-	مسجد جامع، مذاہب، دلائل احناف، دلیل	-	مذاہب، دلیل احناف، دلیل جمہور اور اسکے دو
-	شوافع مع جواب	-	جوابات، قولہ 'اذا سمع النداء احدکم
-	<b>کتاب المناسک</b>	-	والاناء فی یدہ فلا یضعہ کی تین توجیہات
-	مناسک کی تحقیق، حج کے لغوی و شرعی معنی	-	باب تنزیہ الصوم، دو مسائل خلافیہ،
-	حج کی فرضیت، مسئلہ خلافیہ، حکم حج شیخ فانی	-	مسئلہ اولی وجوب کفارہ من الاکل والشرب،
-	مذاہب	۳۳۷	مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اسکے
۳۴۱	دلیل احناف، دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ	-	دو جوابات، مسئلہ ثانیہ، سقوط کفارہ از
-	خلافیہ، حکم حج شیخ فانی مذاہب، دلیل احناف	-	متکدرست، مذاہب، دلیل جمہور، دلیل حنابلہ
-	دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ خلافیہ حکم احرام	-	اور اس کے تین جوابات، مسئلہ خلافیہ فساد
-	آقائی، مذاہب، دلیل احناف، دلیل شوافع	-	الصوم بالعمی، مذاہب، دلیل جمہور، دلیل بعض
-	مع جواب	-	ائمہ اور اسکا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۳۵	دلیل ثانی و ثالث اور ان کے دو جوابات جن میں سے جواب نمبر ۲ میں حدیث ابن عباسؓ کی تین وجوہ ترجیح مذکور ہیں وجہ اول، وجہ ثانی، وجہ ثالث، صاحب مصابیح کی طرف سے حدیث ابن عباسؓ کی توجیہ مع جواب	۳۳۱	<b>باب الاحرام و التلبیة</b> مسئلہ خلاfiہ حج کی کوئی قسم افضل ہے؟ مذاہب، روایات حج قرآن، روایات حج افراد و جمیع کے جوابات، جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲، جواب نمبر ۳، وجوہ ترجیح مذہب احناف، وجہ اول، وجہ ثانی، وجہ ثالث، باب قصۃ حجۃ الوداع
	<b>باب المحرم یجتنب الصيد</b> مسئلہ خلاfiہ محرم کے شکار کا حکم، مذاہب دلیل	۳۳۲	مسئلہ خلاfiہ حکم فسخ الحج بالعمرة، مذاہب، دلیل جمہور، دلیل حنابلہ مع جواب، مسئلہ خلاfiہ کیفیت جمع تاخیر، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس کا جواب نمبر ۱، جواب
۳۳۶	احناف، دلیل ائمہ ثلاثہ اور اس کے دو جوابات، دلیل بعض اسلاف اور اس کے دو جوابات، مسئلہ خلاfiہ حلت و حرمت اکل شیع، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اسکے دو جوابات <b>باب الاحصار و نوت الحج</b>	۳۳۳	مسئلہ خلاfiہ عدد طواف قارن، مذاہب، دلائل احناف، دلیل آئمہ ثلاثہ اور اس کے تین جوابات
۳۳۷	مسئلہ خلاfiہ احصار بالمرض، مذاہب، دلائل احناف، دلیل ائمہ ثلاثہ مع جواب		<b>باب دخول مکة و الطواف</b> مسئلہ خلاfiہ رفع یدین عند نظر البیت، مذاہب، دلیل جمہور، دلیل مالکیہ اور اسکے تین جوابات، باب، مسئلہ خلاfiہ ترتیب افعال یوم النحر، مذاہب، دلیل احناف، دلیل شوافع اور اس کے دو جوابات، جواب اول کے دو قرآن
۳۳۸	کتاب البیوع باب الکسب و طلب الحلال، مسئلہ خلاfiہ ثمن الثکلب، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اسکے تین جوابات، باب الخیار	۳۳۴	مسئلہ خلاfiہ نکاح المحرم، مذاہب، دلائل احناف، جمہور کی دلیل اول مع جواب
	مسئلہ خلاfiہ خیاری مجلس		<b>باب ما یجتنبہ المحرم</b> مسئلہ خلاfiہ نکاح المحرم، مذاہب، دلائل احناف، جمہور کی دلیل اول مع جواب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۵۲	مسئلہ خلائیہ شفعہ جوار، مذاہب، دلائل	۳۳۸	مذہب، دلائل احناف، دلیل شوائع اور اس کے دو جوابات، <b>باب الربوا</b>
-	احناف، دلیل جمہور مع جواب، مسئلہ خلائیہ	۳۳۹	مسئلہ خرفیہ بیع الحیوان یا حیوان، مذاہب
-	شفعہ، شی غیر منقول، مذاہب، دلیل احناف،	-	دلیل احناف شوائع کی دلیل اول مع جواب
۳۵۳	دلیل شوائع اور اس کے دو جوابات	-	دلیل ثانی اور اس کے دو جوابات، مسئلہ
-	<b>باب المساقاة و المزارعة</b>	-	خرفیہ بیع تمر یا رصب، مذاہب، دلیل
-	مسئلہ خلائیہ حکم مساقات و مزارعت، مذاہب	۳۵۰	حناف، دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات،
-	دلائل احناف، دلیل شوائع مع جواب	-	مسئلہ خرفیہ بیع بکرم یا حیوان، مذاہب، دلیل
-	دلیل حنابلہ مع جواب، احادیث نبی مبارکہ	-	حناف، دلیل شوائع مع جواب
۳۵۳	کے تین جوابات، مسئلہ خلائیہ من زرع فی	-	<b>باب المنہی عنہا من البیوع</b>
-	ارض قوم بغیر اذنیہم الخ، مذاہب، دلیل	-	مسئلہ خرفیہ بیع مسرا، مذاہب، دلائل
-	احناف، دلیل حنابلہ اور اس کے تین جوابات	۳۵۱	حناف، دلیل جمہور اور اس کے دو جوابات
-	<b>باب الاجارة</b>	-	باب مسئلہ خرفیہ بیع الحیوان بشرط انوکب،
-	مسئلہ خلائیہ نکاح علی الخدمۃ، مذاہب، دلائل	-	مذہب، دلیل احناف، دلیل حنابلہ اور اس کے تین جوابات
-	حناف، دلیل شوائع اور اس کے تین جوابات	-	<b>باب السلم والرهن</b>
۳۵۵	<b>باب احياء الموات و الشرب</b>	-	مسئلہ خرفیہ رقبہ شمس مومن، مذاہب، دلیل
-	مسئلہ خلائیہ احياء الموات باذن الامام، مذاہب	-	دلیل احناف، دلیل حنابلہ مع جواب
-	دلائل احناف، دلیل شوائع مع جواب	-	<b>باب الغصب والعارية</b>
-	<b>باب العطایا</b>	۳۵۲	مسئلہ خرفیہ غنم یا غنم، مذاہب، دلائل
-	مسئلہ خلائیہ غنم یا غنم، مذاہب، دلائل	-	حناف، دلیل شوائع اور اس کے تین جوابات
-	جمہور، دلیل مالکیہ مع جواب، مسئلہ خلائیہ	-	<b>باب الشفعة</b>
۳۵۶	رجوع فی المہبت، مذاہب، دلائل احناف،	-	
-	دلیل شوائع مع جواب	-	

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۵۸	الحجث السادس مقاصد نکاح، الحجث السابع	۳۵۶	<b>باب اللقطة</b>
۳۵۹	مستحبات نکاح، الحجث الثامن فوائده ومصالح	-	پہر مسائل خلافیہ کا بیان، مسئلہ اولیٰ، مدت
-	نکاح، الحجث التاسع اوصاف منکوحہ، الحجث	-	تعریف لقطہ، مذاہب، دلیل احناف، دلیل
-	العاشر مسئلہ خلافیہ حالت اعتدال میں نکاح کا	-	جمہور مع جواب، مسئلہ ثانیہ حکم استعمال لقطہ
-	حکم، مذاہب، دلائل احناف، دلیل شوافع	-	مذاہب، دلیل احناف، دلیل شوافع مع
-	اور اس کے دو جوابات	-	جواب، مسئلہ ثالثہ ضلالتہ الدلیل، مذاہب
-	<b>باب الولی فی النکاح و</b>	۳۵۷	دلیل احناف، دلیل جمہور مع جواب، مسئلہ
-	<b>استیذان المرأة</b>	-	رابعہ لقطہ حرم، مذاہب، دلیل احناف، دلیل
-	دو مسائل خلافیہ کا بیان، مسئلہ اولیٰ و اہیت	-	شوافع مع جواب
-	اجبار جس کے ذیل میں عورتوں کی چار	-	<b>باب الفرائض</b>
۳۶۰	صورتیں مذکور ہیں، باکرہ صغیرہ، شیبہ بالغہ،	-	مسئلہ خدیفہ لایتوارث اہل ملتین
-	شیبہ صغیرہ، باکرہ بالغہ، مذاہب، دلائل	-	اشتی، مذاہب، دلیل احناف، دلیل جمہور مع
-	احناف، دلائل شوافع، دلائل شلیہ کا مشترکہ	-	جواب، مسئلہ خلافیہ وراثت ذوی الارحام
-	جواب، مسئلہ ثانیہ نکاح امرأۃ بغیر اذن ولی	-	مذہب، دلائل احناف، دلیل شوافع اور اس
۳۶۱	مذاہب دلائل احناف، شوافع کی دلیل اول	-	کے دو جوابات
-	مع جواب، دلیل ثانی مع جواب، دلیل	-	<b>تم الجلد الاول</b>
-	ثالث مع جواب	۳۵۸	<b>کتاب النکاح</b>
-	<b>باب اعلان النکاح والخطبة</b>	-	ان منہاج کے ذیل میں اس بحث کا تذکرہ
-	<b>والشرط</b>	-	احیث اول معنی النکاح، احیث الثانی حکم
-	مسئلہ شغار، مذاہب، دلائل احناف، دلیل	-	النکاح، احیث الثالث رکن النکاح، احیث
-	شوافع، اور اس کے دو جوابات، تشبیہ و ثنی	-	المراجع لقطہ النکاح، احیث الخامس شرائط
-	سے کا حکم	-	النکاح،

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۶۷	مذہب، دلیل شواہد اور اس کے دو جوابات باب القسم مسئلہ خلافیہ اذا تزوج المکره علی الشیب اقام عندها سبعا و قسم الخ، مذاہب، دلائل احناف، دلیل آئمہ ثلاثہ اور اسکے دو جوابات <b>باب الخلع و الطلاق</b>	۳۶۲	مسئلہ نکاح متعہ، رد انقض کا مہمل نظریہ دلائل اہل سنت، رد انقض کی دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی مع جواب، دلیل ثالث اور اس کے دو جوابات، دلیل رابع اور اس کے چار جوابات، دلیل خامس، اس دلیل کے دو جوابات
۳۶۸	مسئلہ خلافیہ طلاق المکره، مذاہب، دلیل احناف، دلیل شواہد اور اسکے تین جوابات <b>باب المطلقہ</b> طلقات ثلاثہ فی مجلس واحد، مذاہب، دلائل جمہور، دلیل اہل ظاہر مع جواب، مسئلہ خلافیہ ایقاع الطلاق بعد الاربعۃ الاشر، مذاہب، دلیل احناف، دلیل شواہد مع جواب <b>باب العدة</b> مسئلہ خلافیہ معتدہ بانسہ غیر حاملہ کے لئے نفقہ و سکنی، مذاہب، دلائل احناف، دلیل حنابلہ اور اس کا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲، دلیل مالکیہ و شوافع مع جواب، باب بلوغ الصغیر و حصانہ، مسئلہ خلافیہ حق تربیت طفل صغیر، مذہب، دلیل احناف، دلیل شواہد اور اس کا جواب نمبر ۱، جواب نمبر ۲، جواب نمبر ۳ خاتمة الكتاب	۳۶۳	<b>باب المحرمات</b> مسئلہ خلافیہ التحرم ارضۃ او الرضعتان مذہب، دلائل احناف، دلیل اہل ظاہر اور اس کے دو جوابات، دلیل شواہد مع جواب، مسئلہ خلافیہ اسکد اربعہ، فرق لساڑہن مذہب دلیل شیعین، دلیل جمہور اور اسکے دو جوابات، مسئلہ خلافیہ اختلاف دارین کا باب فرقت بین مذاہب، دلائل احناف، جمہور، دلیل اول مع جواب، دلیل ثانی اور اس کے تین جوابات باب مسئلہ خلافیہ خیار حق معتدہ، مذاہب، دلائل احناف، دلیل آئمہ ثلاثہ اور اس کے دو جوابات، فائدہ، باب الصداق مسئلہ خلافیہ اقل مہر، مذاہب، دلیل احناف، ح دلیل شوافع مع جواب، مسئلہ خلافیہ تزویج بقرآن
۳۶۹		۳۶۵	
۳۷۰		۳۶۶	
۳۷۱			

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۸۷	باب قطع السرقة		<b>افادات</b>
۳۸۹	باب حد الخمر	۳۷۵	<b>كتاب العتق</b>
۳۹۰	باب بيان الخمر و وعيد شاربها	-	باب اعتناق العبد المشترك
-	<b>كتاب الجهاد</b>	-	حدیث عمران بن حصینؓ
۳۹۱	باب قسمة العنانم و الغلول فيها	۳۷۶	حدیث جابرؓ، قوله فاشتره نعيم بن النحام
۳۹۲	<b>باب اخراج اليهود من</b>	-	حدیث جابرؓ، بعنا امهات الاولاد
-	<b>جزيرة العرب</b>	۳۷۷	باب الايمان و النذور
۳۹۳	<b>كتاب الصيد و الذبائح</b>	-	حدیث ثابت بن ضحاک
-	<b>باب ما يحل اكله و ما يحرم</b>	-	حدیث ابی موسیٰؓ، كفوت عن يميني
۳۹۵	<b>باب العقبة</b>	۳۷۸	حدیث عائشةؓ، قالت انزلت هذه الاية
۳۹۶	<b>كتاب اللباس</b>	-	بيمين كي اقسام مع احكام
۳۹۶	<b>باب الترجل</b>	۳۷۹	باب في النذور
		-	<b>كتاب القصاص</b>
		۳۸۰	حدیث ابی جحيفةؓ، قوله عليه السلام لا
		-	يقتل مسلم بكافر
		۳۸۱	حدیث طاؤسؓ، قوله من قتل في عمية
		-	قتل كي پانچ قسمیں مع احكام
		۳۸۲	باب الديات
		۳۸۳	باب ما لا يضمن من الجنایات
		۳۸۵	باب اهل الردة و السعة بالفساد
		۳۸۶	<b>كتاب الحدود</b>

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## تقدمہ عرض مؤلف

الحمد لله رب العلمين الذي انزل خاتم كتبه علي نبيه خاتم النبيين، و صلى الله علي رسوله محمدا القائل ان العلماء ورثة الانبياء والذي جعل سنته تبيينا للكتاب وسلم و شرف و كرم، و علي اله و اصحابه الذين كانوا افضل هذه الامة و علي جميع اخوانه من النبيين اما بعد. الحمد لله علي احسانه و انعامه كمنه تاجير محمد طاهر رحيمي كوقا كملت، بجد و سياست، فقيه اجل، محدث اتم، حضرت مولانا مفتي محمود صاحب "كے دور اہتمام میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں عرصہ سات سال تک مسلسل علم حدیث کی شہرہ آفاق کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی تدریس کا اعزاز و شرف حاصل ہوا، اس دوران جو مختصر و اجمالی تقاریر و دروس طلباء کرام کو املاء کرائے گئے وہ بفضلہ سبحانہ کافی حد تک پسند کئے گئے ان تقاریر کی طباعت و اشاعت کے متعلق عرصہ سے شائقین و احباب کا اصرار و تقاضا اور شدید انتظار و اشتیاق تھا۔ اسی امر کے پیش نظر مشکوٰۃ شریف کی یہ درسی اُردو تقریر طاہری اب خیر المصابیح لمشکوٰۃ المصابیح المعروف بہ تختہ المراجعة فی دروس المشکوٰۃ کے نام سے بعونہ عزوجل حلقہ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ فبیلہ الحمد اولا و آخرا۔

تقریر ہذا کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) اُردو عبارت کو سہل، سادہ عام فہم اور سلیس بنانے کی پوری کوشش کی گئی کیونکہ فاضلانہ تقاریر تو بڑے حضرات کو زیب دیتی ہیں۔ یہ تو محض چند اہمائی و منتخب مباحث اپنے جیسے قلیل الا تعداد عزیز طلبہ کے لئے جمع اور مرتب کئے گئے ہیں۔

(۲) ... اس تقریر کی ترتیب میں خیر الکلام ماقبل و دکن کے زریں اصول کو مد نظر رکھا گیا ہے اور بہت ہی مختصر اور جامع انداز میں تقاریر مشکوٰۃ کا مرثعہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

(۳) اس کا ماخذ مختلف تقاریر و شروح مرقات، اشعۃ المصباح، التعلیق ایضاً، بطل الجہود، فیض الباری، معارف السنن وغیرہ ذلک ہیں اور گو ہر مسئلہ میں مراجعت کا بخوبی موقع نہیں ملا مگر تاہم اس کو لائق استناد اور قابل اعتماد قرار دینے میں چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ اس کے مباحث و مندرجات معتبر و مستند ماخذ

سے، خود ہیں اگر اہل علم حضرات کسی جگہ فرو گذاشت۔ اس نام میں تو اوجہ العبادت سے آبی نشیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس فرو گذاشت کی اصلاح اتالی کر دی جائے فلله درہم و علی اللہ اجرہم

(۳) ابتداء میں علم حدیث کے مبدی اور مشکوٰۃ شریف کے فوائد و متعلقات پر مشتمل ایک مقدمہ شامل

تقاریر کیا گیا ہے جس سے ان تقاریر کی افادیت کو چار چاند لگ کر یہ مجموعہ بعونہ تعالیٰ نور علی نور کا صدق بن گیا ہے۔

(۵) زیادہ تر مباحث مشکوٰۃ جلد اول سے متعلق ہیں حالات و تعارف رجال کا سلسلہ بنظر اختصار صرف باب

الوسوسہ تک باقی رکھا گیا ہے اس سے آگے اعتقاد علی الاکمال فی اسما الرجال یہ سلسلہ جاری نہیں رکھا گیا ہے۔

(۶) کتاب الطہارۃ سے اخیر کتاب تک اکثر بیشتر مسائل خلافیہ کی تفصیل پر انحصار کیا گیا ہے ورنہ

تحقیقات و متعلقات احادیث کو درنہ نہیں کیا گیا ہے۔

(۷) نقل مذاہب ائمہ اربعہ میں مختلف و متعدد روایات کے مواقع پر صرف اجماع و مشہور روایت پر اعتماد

کیا گیا ہے اور اختصار و سہولت کے پیش نظر دیگر روایات ترک کر دی گئی۔

(۸) بیان دلائل میں بھی اختصار و انتخاب سے کام لے کر صرف مولیٰ مولیٰ ایک دو لیسیں ذکر کی گئی ہیں

اور دیگر مفصل دلائل کو آئندہ سال کے درود حدیث کے درودس پر اعتماد کرتے ہوئے ترک کر دیا گیا ہے کیونکہ

درجہ ساقی علیہ درحقیقت درود صغریٰ ہے اور اختصار ہی اس سے منسب والا حق تر ہے۔

(۹) جلد ثانی مشکوٰۃ کے مباحث صرف باب بلوغ الصغیر و حضانتہ فی الصغر جلد ۲ صفحہ ۲۹۳ تک درج کئے

گئے ہیں اس سے آگے والے مباحث و تحقیقات ان شاء اللہ العزیز دوسرے ایڈیشن میں شامل کئے جائیں گے

ذکر امر بوقتہ رہیں۔

(۱۰) طویل مضامین کو بنظر سہولت قطعہ قطعہ کر کے مباحث و شکل میں ذکر کیا گیا ہے قتلک عشرۃ ناقصہ

ومن اللہ لہد ادبہ التوفیق والاعانتہ۔ ناظرین باعفا سے توقع ہے کہ وہ اس مختصر مجموعہ کا بنظر استحسن ملاحظہ فرما

نرا آئندہ لئے مرتب و مؤلف کے لئے موصد انزائی و دل بستگی کا سامان مہیا فرمائیں گے اور مایوس و در

شمتہ نہ فرمائیں گے یہ سچ ہے کہ مجموعہ ہذا بمقابلہ دریا صرف ایک قطرہ کی اور بہت بلند دکان چنری فقط ہدی

کی ایک روٹی نشیبت رکھتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ

فطر علی فطر ادا اتقفت بہرہ و بہرہ علی بہرہ ادا احنمت سحر

اور علامہ شہلی نے ایسا خوب ارشاد فرمایا ہے۔ لا تسودن لروز الا تویری عوراً (تو کمر درود)

والے جانور کو ہرگز مقبرہ نہ بنے یہاں تک کہ تو زیادہ دیر والے جانور کو دلید لے (اس مختصر مجموعہ کے شائع

کرنے میں حضرت تھانوی کا یہ ارشاد بھی مد نظر ہے انا متساہ شوم (انتہاء پسندی باعث بے برکتی ہے) نیز  
مماورہ مشہور ہے مالا یندرک کلمہ لا ینترک کلمہ اعتمد اور مناجات بزبان امام شاطبی رحمہ اللہ

عربیۃ مالہا مرآۃ منہۃ      فلا یلمن ناظر من مذرہا سورۃ

یہ کتاب انجیلی (مسافر) ہے اس لئے کوئی ایسا آئینہ نہیں ہے جو مضامین کے یاد کرانے (اور انہیں پورے  
طور پر متخیر کرانے) کا ذریعہ ہو تو اس کتاب کے کامل پائند (مضمون) میں نہائیں دیکھتے والا ملامت نہ  
کرے۔

فقیرۃ حین لم تعنی مطالعۃ      الی طلائع بلاغضاء فاعتدوا

یہ کتاب چشم پوشی کے لشکروں کی طرف متعلق ہے جبکہ وہ کتاب کتب فن کے مطالعہ کے ذریعہ بے نیاز نہیں کی گئی  
ہے حالانکہ وہ چشم پوشی عذر قبول کرنے والی ہو۔

کالو ضل بین صلوات المحسنین بہا      ظنا و کالہجر بین المفجورین سری

یہ کتاب ان لوگوں کے اسانات کے درمیان توہم (عمدہ کام) کی طرح ہے جو اس سے حسن ظن رکھنے  
والے ہیں اور ان لوگوں کے درمیان بدائی (بے ہودہ کام) کی طرح ہے جو جاری ہونے کے اعتبار سے (یعنی  
حتمی طور پر) فضول کوئی کرانے والے ہیں۔

من عاب غیبا لد؛ عذر و فلا وزرا      ینجیہ من غومات اللوم متتوا

بس نے اس شخص پر اعتراض کیا ہے جس کے لئے کوئی عذر (مجبوری) ہو تو کوئی ایسا ٹھکانہ (اور مددگار) نہیں ہے  
بس اس معترض کو ملامت کی تکلیفوں سے بچالے۔ حالانکہ وہ مددگار ملامت گروں سے اس معترض کا بدلہ لینے والا  
اور اس کی ہریت کرنے والا ہو (یعنی معذور آدمی پر اعتراض کرنے والے کی کوئی مدد نہیں کرتا)

وانما ہنی اغضالی لہا بینتہا      حذ ما صفا و احتمل بالغفو ما کذرا

اور یہ مجموعہ تو سرف ایسے اعمال ہیں جو اپنی نیت کے موافق ہیں پس جو مضمون صاف (صحیح) ہو اس کو تالے لے  
اور جو گدالا (غلط) ہو اس کو معافی کے باعث برداشت کر لے۔

ان لا تقذی فلا تقذی مشاربہا      لا تنزورن نزورا او تروی غزرا

اور اگر تو اس کے مفردین سے بیکار نہیں نکالتا تو اس کے گمانوں (مضامین) میں بیکار ڈال بھی مت تو کم دودھ والے



جانور کو ہرگز فقیر نہ سمجھ یہاں تک کہ تو زیادہ دودھ والے جانوروں کو دیکھ لے۔

وَاللّٰهُ اَكْرَمُ مَأْمُوْلٍ وَّ مُعْتَمِدٍ      وَ مُسْتَعْتَابٍ بِهٖ فِی كُلِّ مَا حَذِرَا

اور اللہ ان سب سے بہتر ہے جو امید اور اعتماد کے لائق ہیں اور اسی سے ان تمام چیزوں میں فریاد چاہی جاتی ہے جو دہشت والی ہیں۔

يَا مَلْجَا الْفُقَرَا وَّ الْاَغْنِيَاءِ وَّمَنْ      اَلطَّالِهٖ تَكْشِفُ الْاَسْوَاءَ وَّ الضَّرْرَا

اے وہ ذات جو محتاجوں اور دولت مندوں کا ٹھکانہ ہے اور اے وہ ذات جس کی مہربانیاں تکلیفوں اور نقصانوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اَنْتَ الْكَرِيْمُ وَّ عَفَاؤُ الدُّنُوْبِ وَّمَنْ      يَرْخُو سِوَاكَ فَقَدْ اَرْدَى وَّ قَدْ حَسِرَا

آپ ہی احسان کرنے والے اور گناہوں کے بہت بخشنے والے ہیں اور جو آپ کے سوا کسی اور سے امید رکھے وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے اور بلاشبہ ٹوٹنے والا بن جاتا ہے۔

هَبْ لِيْ بِجُودِكَ مَا يَرْضِيْكَ مُتَّبِعٌ      اَوْ مِنْكَ مُتَّبِعًا وَّلِيْكَ مُضْطَرًا

اپنی بخشش کا صدقہ مجھے وہ چیز عطا فرمائیے جو آپ کو مجھ سے خوش کر دے حالانکہ میں آپ کے حکموں پر چنے والا اور آپ ہی سے طلب کرنے والا اور آپ ہی کی رضا کے بارہ میں صبر کرنے والا ہوں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَتَشْوَرًا بِشَانِهٖ      مُنَازِحًا اَوْ لَا وَّ ذَانِمًا اٰحْرًا

اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں حالانکہ اس تعریف کی خوشخبریاں پھیلی ہوئی ہیں نیز اس حالت میں کہ وہ

تعریف اول (دنیا) میں بھی برست والی ہے ورنہ انجاموں (آخرت) میں بھی ہمیشہ رہنے والی ہے

ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلٰی الْمُنْحَارِ سَيِّدَا      مُحَمَّدٍ عَلِمَ الْهَادِيْنَ وَالسُّفْرَا

پھر پسندیدہ ذات یعنی نماز سے سردار محمد ﷺ پر رحمت کاملہ نازل ہو جو ہدایت کرنے والوں اور رسولوں کے پیشوا ہیں۔

تَنْدِيْ عِيْرًا وَّمَسْكًا سَخَّهَا دِيْمًا      تُمْنِيْ بِهَا لِلْسُّنِيْ عَانِيَتَهَا شُكْرًا

اس درود کی بدیاں حالانکہ وہ ہمیشہ آہستہ آہستہ سے برنے والی ہوں نبی علیہ السلام کی مقدس ذات پر غمزدگی

بے ماتی رہیں اور اس سلوۃ کے ذریعہ امیدوں والوں کے لئے ان امیدوں کی انتہائیں تک بھی پوری کر دی

جائیں حالانکہ وہ امیدوار شکر ادا کرنے والے ہوں۔

وَتَنشِي فَتَعْمُ الْاَل ر الشَّيخ ال مُهَاجِرِيْنَ وَ مَنْ اَوْى وَ مَنْ نَصَرَ

اور وہ بدلیاں لوٹیں اور آپ کی آل اور آپ کی پیروی کرنے والوں یعنی مہاجرین کو بھی شامل ہو جائیں اور ان حضرات کو بھی جنہوں نے آپ کو مدینہ میں جگہ دی اور ان کو بھی جنہوں نے آپ کی مدد کی۔

تَضَاجَكَ الزَّهْرُ مَسْرُورًا اَبْسَرْتُهُمَا مَعْرُوفًا عَرَفْتُهَا الْاَصَالُ وَالْبُكَرَا

نیز وہ صلوة پھول کی کھلی کو ہنسائے۔ حالانکہ اس صلوة کی چوتھیں (ہنسی کے نطوط اور اس کی لکیریں) خوش کی ہوئی (رواق دار) ہوں نیز اس حال میں کہ اس صلوة کی پاکیزہ ہوا شام اور صبح کے وقتوں میں (یعنی ہمیشہ) خوشبودیے والی ہو۔ آمین۔ اے

اللہ رب العزت اس عجلہ مختصرہ کو ناظرین کے لئے نافع اور احقر کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے

امین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسليم فقط

ناچیز یہ کارنامہ طاہر ربی دعا اللہ

حال مقیم مدیر جامعہ رحیمیہ اشامہ القراءات مسجد باب رحمت نقل آباد ملتان پاکستان

۸ شعبان ۱۴۰۲ھ - نظم ۱۴۰۲ھ

مطابق ۱۰ مئی 1984ء بروز پینشنہ بوقت اشرفی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مقدمہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح

شروع فی مقدمہ اسے پتے انفرادی مباحث ابتدائیہ کا بیان لینا نہ ورنہ سے (۱) حدیث سے  
معنی حدیث و بہ تسمیہ علم حدیث کی تعریف، موضوع، غرض و نیت، فائدہ (۲) حدیث اور تہم کے درمیان  
نسبت (۳) فضیلت علم حدیث (۴) نیت حدیث (۵) نہ اورت حدیث (۶) ازلیہ شبہات منکرین  
حدیث (۷) تاریخ تدوین حدیث (۸) آداب صاحب حدیث (۹) بیان اقسام حدیث (۱۰) بیان اقسام  
تواتر (۱۱) بیان اقسام کتاب حدیث (۱۲) بیان اقسام مشتغبین بالحدیث (۱۳) کتاب المصابیح  
تعارف (۱۴) مشکوٰۃ کا تعارف، سبب تالیف، وجہ تسمیہ، مدعا، احادیث مشکوٰۃ، مشکوٰۃ (۱۵)، جو بفرق بین  
اشعۃ و المصابیح (۱۶) احادیث صاحب مصابیح (۱۷) احادیث مؤلف مشکوٰۃ (۱۸) سند مشکوٰۃ۔

## البحث الاول

حدیث کے معنی ... حدیث کے لغوی معنی بہید اور نخبہ سے ہیں اور جمہور محدثین کی اصطلاح میں  
حدیث کا لغوی امام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل و تقریر پر ہوا جاتا ہے۔ الحدیث اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افعاله  
و تقریراتہ۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی صحابی نے انصوبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی اور آپ  
نے باوجود علم بہ ہونے کے تکیہ نہ فرمائی ہو مگر سکوت فرما کر اس و برہہ اور نہ ہو اور بعض محدثین حدیث کے معنی  
میں توسع فرماتے ہوئے صحابی اور تابعی کے قول و فعل اور تقریر و بھی حدیث میں داخل کرتے ہیں و اس صورت  
میں حدیث کی تین قسمیں ہوں گی۔

(۱) مرفوع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل اور تقریر۔

(۲) موقوف یعنی صحابی کا قول و فعل اور تابعی و سنی موقوف لاند و نفع علی الصحابة و لہ

سبحان ربہ الی الی۔

(۳) مقولون یعنی تابعی کا قول و فعل اور تابعی و سنی مقطوعاً لاندہ قطع عن الصحابی

ابسا۔ بیان مطلق حدیث سے مرفوع ہی مراد ہوتی ہے اور موقوف پہ حدیث کا اطلاق کسی قرینے سے ہوتا ہے۔

حدیث کی وجہ تسمیہ اور مناسبت معنی میں۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔

(۱) ماہظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اور علامہ سخاوی "فتح المغیث" میں و نیز علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حدیث بمعنی حادث و جدید ہے چونکہ قرآن کریم قدیم ہے اس لئے اس کے مقابلے میں سنت پر لفظ حدیث بولا گیا ہے لیکن یہ وجہ تسمیہ بہت بعید ہے۔

(۲) علامہ شبیر احمد عثمانی مقدمہ فتح الملہم شرح صحیح مسلم صفحہ ۱ میں فرماتے ہیں کہ حدیث بمعنی خبر ہے اور یہ لفظ باری تعالیٰ کے ارشاد و اما بنعمۃ ربک فحدث سے ماخوذ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ واثقنی میں حضور ﷺ پر تین نعمتیں ذکر فرمائی ہیں (۱) الہم یجدک یتیمًا فاوی (۲) ووجدک صلا فیہدی (۳) ووجدک عانلاً فاغنی یعنی ایواہ ہدایت اغناء۔ اس کے بعد لفظ وشر غیر مرتب کے طور پر ادائے شکر نعمت کے لئے تین احکام دیئے ہیں۔ نعمت ایواہ کے مقابلے میں فاما التیم ولا نقہور اور تیسری نعمت اغناء کے مقابلے میں واما السائل فلا تنہور اور دوسری نعمت ہدایت کے مقابلے میں واما نعمۃ ربک فحدث۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول ﷺ! ہم نے آپ کو علوم نبوت کی ہدایت عطاء کی ہے اس لئے آپ اس نعمت کو بیان کیجئے تو حدیث نبوی ہدایت ربانیہ کا تذکرہ، بیان اور اخبار ہے اور تحدیث سے معنی اخبار و تذکرہ ہی کے آتے ہیں۔

علم حدیث کی تعریف ... ہو علم یشتمل علی نقل ما اذیف الی النبی ﷺ قولاً او

فعلاً او تقریراً او صفۃ او حالاً و علی ضبطہ و تحویر لفظہ پھر صفات نبویہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) جسمانیہ ... مثلاً زمان و مکان و ادت۔ عید مبارک و قامت شکل و صورت کیفیت قعود و قیام و

اکل و شرب (۲) روحانیہ ... مثلاً سخاوت شجاعت و رحمت و شفقت و صبر و غیر ذلک۔

سوال ... یہ تعریف آثار سماویہ کو شامل نہیں۔ لہذا ناقص و غیر جامع ہے۔ جواب ... آثار سماویہ

انوال رسول میں بالفتح داخل ہیں کیونکہ ان آثار کی قدر و قیمت سماوی رسول ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔

موضوع علم حدیث ... اقوال النبی ﷺ و افعاله و تقریراتہ "یا" ذات الرسول ﷺ

من حسنت انہ نبی و رسول لا من حیث انہ بشر و حسبہ اس لئے کہ اصل مقصود آنحضرت ﷺ کی

حدیث لغت سے اعتبار سے ہے قسم کے کاہم لہذا ہاتھ اور اصباح میں آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال کے لئے لفظ

حدیث مخصوص لینا متعارف احادیث میں سے قبیل سے ہے اور اس اعتبار سے کہ حدیث رسول کریم ﷺ کے بعض ارشادات میں جن

میں آپ نے خود لفظ حدیث استعمال فرمایا ہے مثلاً حدیثی و امری اور میں نے لفظی اتی از میں حدیثی ماخوذ ہے

نبوت کے بعد ہی تیس (۲۳) سالہ زندگی ہے اور بچپن کی زندگی کے احوال اس میں باقی داخل ہیں۔  
 غرض و غایت علم حدیث .....: هو الفوز بسعادة الدارين بعد العمل على مرضياته  
 والكف عن غير مرضياته - فائدة : علم حدیث ہی معرفۃ الاحکام الشرعیۃ و دلالتہا  
 و تفسیر القرآن الحکیم و العصمة عن الخطا ، فی نقل الروایات

## البحث الثانی فی بیان النسبة بین الحدیث والخبر

یہاں پار لفظ میں حدیث، سنت، خبر، اثر۔ ان میں سے اول کے دو لفظ اور آخری دو لفظ باہم مترادف ہیں باقی حدیث اور خبر کے درمیان نسبت کے متعلق علماء کے تین اقوال ہیں اول جمہور محدثین کے نزدیک عموم و خصوص مطلق ہے یعنی حدیث خاص اور خبر عام ہے کیونکہ اس قول کی رو سے حدیث کا اطلاق صرف مرفوع پر ہوتا ہے اور خبر کا اطلاق مرفوع، موقوف، مقطوع تینوں پر بہتہ ہر تاریخی خبر اور عام واقعہ و خبر پر بھی ہوتا ہے لکن حدیث خبر و لیس کل خبر بحدیث۔ دوم بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور خبر مترادف اور مساوی ہیں یعنی دونوں کا اطلاق مرفوع، موقوف، مقطوع تینوں پر ہوتا ہے علامہ نووی شرح صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۳ پر فرماتے ہیں کہ جمہور خلف و سلف کے نزدیک حدیث و خبر میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ہی کا اطلاق احادیث مرفوعہ، موقوفہ، مقطوعہ سب پر ہوتا ہے۔ علامہ لکھنوی نے بھی ظفر الہانی صفحہ ۵، ۴ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ سوم بعض علماء کے نزدیک بتاین ہے کہ حدیث کا اطلاق صرف مرفوع پر اور خبر کا اطلاق صرف موقوف اور مقطوع پر ہوتا ہے و ہذا مسلک فقہاء خراسان۔

## البحث الثالث فی بیان فضل علم الحدیث

علم حدیث کے اہم فضائل پانچ ہیں (۱) قرآن کے بعد علم حدیث تمام علوم سے من کل الوجوه یعنی موضوع نایت ثمرہ تاثیر معلومات ان سب ہی وجوہ سے اشرف و افضل ہے حتیٰ کہ جمہور محدثین و متکلمین کے نزدیک علم حدیث سے بھی افضل ہے کیونکہ علم تفسیر کا موضوع کلام لفظی ہے جو حرف و اصوات سے مرکب ہونے کی بنا پر نودت ہے اور علم حدیث کا موضوع ذات رسالت ہے جو اتفاق بسج العلماء، تمام حوادث و مخلوقات حتیٰ کہ عرش و کرسی بیت اللہ سے بھی افضل ہے اور شرافت علم شریف سے موضوع ہی سے ہوتی ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے والوں اور اس کی تبلیغ کرنے والوں کے لئے

بہت سی دعا میں فرمائی ہیں۔ جو سعادت نعلی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے نصیر اللہ

عند اسع مقالتي وحفظتها ووعاها وادها قرب حامل فقد غير فقيه و رب حامل فقه الي  
من هو الفقه مه رواه الشافعي و البيهقي في المدخل مشكوة صفحة ۳۵.

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے قال قال رسول اللہ ﷺ اللهم ارحم حلفائي

قلنا ومن خلفنا يا رسول الله قال الدين يحفظون احاديثي و يبلغونها الي الناس رواه

في مسند الزرار، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث کی نشرو شاعت اور تبلیغ و تعلیم آنحضرت ﷺ کی خلافت

ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد تبلیغ اسلام ہے اور تعلیم حدیث بھی تبلیغ اسلام ہی کا ایک اہم شعبہ ہے۔

(۴) حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے قال قال رسول اللہ ﷺ ان اولي الناس بي يوم

القيامة اكثرهم علي صلوة. رواه الترمذي و ابن حبان مشكوة صفحہ ۸۶۔ اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ جس قدر کوئی آنحضرت ﷺ پر نثرات سے زور دے گا اس قدر اس کو قیامت کے روز آپ کا قرب زیادہ

حاصل ہوگا اور کثرت اور ذوق توفیق جتنی حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو میسر آتی ہے اتنی دوسروں کو نہیں آتی

کیونکہ وہ ہر حدیث کے ساتھ حضور ﷺ کہتے ہیں۔

(۵) امام ابو حنیفہ کا قول ہے لولا السئلة فهم القرآن احد منا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ جميع

ما تقولونه الانمة شرح للسئلة و جميع ما تقولونه السنه شرح للقرآن۔ داؤد ابن علی طبری کہتے ہیں

من لم يعرف حديث رسول الله ﷺ ولم يميز بين صحيحه و مقيمه فليس بعالم حضرت

عبد اللہ ابن مبارک کا قول ہے کہ الاسناد من الدين و لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء

## الحجۃ الرابع فی بیان حجیۃ الحدیث

قرآن کی بہت سی آیات ہر اہل اس بات پر دال ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ شرماحت ہے اور اس کی

اتباع بھی نہ ورگی ہے یہاں بطور نمونہ دس آیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحبكم الله ويغفر لكم ذنوبكم (پارہ ۳ سورہ آل

عمران رکوہ ۳۱) اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ منسوبہ ﷺ کا مطلق اتباع مجبوریت الہی اور مغفرت ذنوب کا ذمہ

ذریعہ ہے۔

(۲) قل اطعوا الله و اطعوا الرسول فان تنولوا فان الله لا يحب الكافرين (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوہ ۳۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت الہی و اطاعت نبوی بھی واجب ہے اور اس سے روگردانی کفر ہے۔

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (پارہ ۵، سورۃ النساء، رکوع ۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اطاعت الہی کی طرح اطاعت نبوی بھی ایک مستقل چیز ہے کیونکہ اللہ اور رسول کے لئے ایک انگ اطیعوا کا صیغہ آیا گیا ہے۔ بخلاف اولی الامر کے کہ ان کی اطاعت مستقل چیز نہیں بلکہ وہ خدا اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے کیونکہ اولی الامر کے لئے مستقل صیغہ نہیں آیا گیا۔ اس سے منکرین حدیث کا یہ قول غلط ثابت ہو گیا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کی سیرت کا اتباع امیر ہونے کی وجہ سے واجب تھا دوسری بات فرودہ الی اللہ و الرسول سے معلوم ہوئی کہ اختلاف کی صورت میں خدا اور رسول کی طرف مراجعت واجب ہے اور ظاہر ہے کہ رد الی اللہ سے مراد قرآن کی طرف رجوع ہے تو رد الی الرسول سے مراد آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حدیث کی طرف مراجعت کے بغیر اور کیا ہو سکتا ہے جبکہ یہ حکم باقی متواتر ہے۔

(۴) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا بِمَا نَزَّلْنَا فِي شَأْنِهِمْ (پارہ ۵، سورۃ النساء، رکوع ۹) اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اپنے اختلافات میں آنحضرت ﷺ سے فیصلہ لینا اور پھر دل و جان سے اس کو تسلیم کرنا ایمان کی شرط اذیتن ہے۔

(۵) مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ (پارہ ۵، سورۃ النساء، رکوع ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ رسول خدا کی اطاعت بعینہ خدا کی اطاعت ہے۔

(۶) وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَّلَ إِلَيْهِمْ (پارہ ۱۴، سورۃ النحل، رکوع ۶) اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے مطالب کی تشریح حضور ﷺ کا فرض منصبی ہے لہذا حدیث نبوی متن قرآن کی تفسیر اور شرح ٹھہری اور اس کے خلاف قرآن کی تشریح کرنا باطل ہو گیا۔

(۷) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (پارہ ۲۱، سورۃ احزاب، رکوع ۳) اس سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی کا نقشہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطابق بنائیں لیکن اس کا احساس وہ شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف اور آخرت کا فکر باقی ہو اور وہ خدا کی یاد سے غافل نہ ہو۔

(۸) وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قصی اللہ ورسولہ امر ان ینکون لہم الخیرۃ من امرہم ومن یعص اللہ ورسولہ وقد ضل ضلالاً مبیناً (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، رکوع ۵) اس آیت سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد ایماندار کے لئے بجز اس فیصلے کے قبول کر لینے کے اور کوئی راستہ نہیں اس کا اپنا اختیار تم ہو جاتا ہے۔ اور اس فیصلے سے انکار کھلی گمراہی ہے۔

(۹) وما اتکم الرسول فحدوہ وما نہکم عنہ فانتهوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب (پارہ ۲۸، سورۃ العنکب، رکوع ۱) اس عام عنوان سے یہ پتہ چلا کہ رسول خدا اپنے قول یا فعل یا تقریر سے جو چیز امت کو دین اس پر عمل کرنا اور جس چیز سے روک دین اس سے باز رہنا واجب ہے۔ اور خلاف درزی کرنے والے کے لئے شدت عذاب کی وعید ہے۔

(۱۰) لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم و یعلمہم الکتب و الحکمۃ (پارہ ۴، سورۃ آل عمران، رکوع ۱۷) اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کتاب کے ساتھ حکمت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ اور حکمت کا مصداق آپ ﷺ کی سنت ہے۔ چنانچہ امام شافعی اپنی کتاب الرسالت صفحہ ۲۳ میں فرماتے ہیں و سمعت من ارضی من اهل العلم بالقرآن بقول الحکمۃ سنہ رسول اللہ ﷺ اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ پر و یعلمہم الکتب و الحکمۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یعنی السنۃ فالہ الحسن و قتادۃ و مقاتل بن حیان ابو مالک و غیرہم و قیل الفہم فی الدین و لامنافات۔ مطلب یہ ہے کہ حکمت نبویہ کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض مفسرین نے اس کی تفسیر سنت نبویہ سے کی ہے اور بعض نے فہم دین سے۔ لیکن ان دونوں اقوال کا مآل اور مقصود ایک ہی ہے۔ کیونکہ درحقیقت حکمت نام ہے دانائی اور عقل و فہم کے اس کامل ترین فرد کا جس سے صحیح و غلط اور حق و باطل میں آسانی سے تمیز ہو جائے۔ پھر جس طرح اس نورانی عقل اور باطنی فہم پر حکمت کا اطلاق ہوتا ہے اس طرح اس کے آثار و نتائج پر بھی کبھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت لقمان کے متعلق فرمایا و لقد آتینا لقمان الحکمۃ (پارہ ۲۱، رکوع ۱۱) اس کے بعد حکمت لقمان کی تشریح ان اشیاء سے فرمائی :- شکر الہی، مما نعت شرک، خدمت والدین، اتباع الصالحین، نماز اور سیر کی تاکید، غرور کی مذمت، میانہ روی، آہستہ گفتار: تو بعض مفسرین نے حکمت کے پہلے معنی کی طرف توجہ کی یعنی فہم دین، نور نبوت اور معرفت الہیہ۔ اور بعض نے ثانوی معنی کو بیان کیا ہے یعنی سنت



وحدیث۔ بہر حال آنحضرت ﷺ کتاب اللہ کے ساتھ جس حکمت کی تعلیم دیتے تھے اس کا مصداق آپ ﷺ کی سنت ہے اور قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے و انزل اللہ علیک الکتب و الحکمۃ (پارہ ۵، سورۃ النساء، رکوع ۷۱) میں اس آیت سے واضح ہوا کہ کتاب الہی کی طرح حکمت و سنت بھی منزل من اللہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کتاب کے الفاظ و معانی دونوں منزل من اللہ ہیں اور حکمت اور سنت کے صرف معانی منزل من اللہ ہیں اور الفاظ حضور ﷺ کے ہیں پس جب سنت رسول ﷺ بھی منزل من اللہ ہے تو نہ صرف اس کا اتباع لازم ہے بلکہ اس پر ایمان انہما بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن کا مطالبہ ہے و آمنوا بما انزلت (پارہ ۵، رکوع ۵)۔

### البحث الخامس فی بیان ضرورت الحدیث

اس کے بنیادی دلائل تین ہیں۔ دلیل نمبر (۱)..... اعتدالی یعنی انسان میں فطرۃ تین قوتیں عاقلہ، شہویہ، غصبیہ موجود ہیں۔ قوت عاقلہ قدرت نے اس کو اس لئے عطا کی کہ اس کے ذریعے منافع اور مضار کی معرفت حاصل ہو اور شہویہ اس لئے کہ اس کے ذریعے اپنے فوائد اکل و شرب لباس و مکان وغیرہ کے لئے جدوجہد کرے اور غصبیہ اس لئے کہ اگر دوسری طاقت اس کے ساتھ ان فوائد کے حصول میں مزاحمت کرے تو اس کے ذریعے مدافعت اور مقابلہ کرے۔ پھر ان تینوں قوتوں میں سے ہر ایک کے تین درجات ہیں۔ مفراطہ، مفرطہ، متوسطہ۔ پس قوت عاقلہ کے لئے جبروتہ (مکاری، حیلہ، تجویز) مفرطہ ہے۔ مثلاً ذات باری تعالیٰ کی مکانیت و ماہیت اور حقیقت صفات سے بحث کرنا اور بلادت اور غیبات مفرطہ ہے یہ دونوں درجات ناقص ہیں اور حکمت درجہ متوسطہ ہے جو محمود ہے و علیٰ ہذا شہویہ کے لئے وقاحت و فجور (بے شرمی و برکاری) مفرطہ ہے اور خفاش و خمول (بجھنا) مفرطہ ہے اور عنف معتدلہ ہے۔ اسی طرح غصبیہ کے لئے تموز (تخریب و ہدم) مفرطہ اور جنون مفرطہ اور شجاعت متوسطہ ہے پھر حکمت و عنف و شجاعت۔ ان تینوں اوصاف متوسطہ کے مجموعے کا نام عدالت ہے جو خلق حسن کے لئے اصل الاصول ہے پھر ہمارے لئے ہر قوت کے تین درجات میں تمیز کرنا نہایت دشوار ہے لہذا ایک ایسے معلم کا ہونا ضروری ہے جو محمود مذموم میں خط فاصل کھینچ دے۔ یہ معلم بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں ہو سکتا لیکن ظاہر ہے کہ خود ذات باری کا براہ راست ہم پر افانہ کرنا ممکن نہیں لہذا ایک ایسے برگزیدہ شخص کی ضرورت ہوئی جو ذات حق سے حصول فیوض کے قابل ہو اور وہ نبی مرسل ہے پس نبی کی اسی تعلیم و تبلیغ کا نام حدیث ہے جو حق و باطل کمال و نقص محمود مذموم میں تمیز و فارق ہے۔

(۲)۔ عنصری یعنی جسم انسانی عناصر ربوہ آگ، ہوا، پانی، مٹی سے مرکب ہے چنانچہ تصادم عضویں کے

وقت صدور حرارت آثار آگ میں سے ہے اور بدن کا تڑپنا، دوا کا اور پسینہ پانی کا اثر ہے وہی ہذا جسم کے  
 ہیکل نے اور رکڑنے سے اجزائے ارضیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر ان چاروں میں سے ہر عنصر سے بطور شروع  
 نتیجہ چند ذمائل رذیلہ پیدا ہوتے ہیں مثلاً عنصر آتش سے ترشح اور اشتعال اور عنصر ہوا سے شہوت و ریا اور عنصر  
 آب سے تمذیب اور تلون مزاجی اور عنصر مٹی سے نقل و حرص کیونکہ زمین ہر ناجنس کو اس میں بنا دیتی ہے تو ان  
 ذمائل مذمومہ کا علاج اور ازالہ ضروری ہوا۔ اس بناء پر ازالہ تعفی کے لئے نماز اور ازالہ شہوت و جاہ کے لئے  
 حج اور حصول استتعال و چنگلی کے لئے روزہ اور ازالہ بخل و طمع کے لئے زکوٰۃ مقرر کی گئی۔ لیکن پھر ظاہر ہے کہ  
 قرآن مجید میں ان عبادات اربعہ کے صرف قواعد و اصول بیان کئے گئے ہیں اور ان اصول کی پوری جزئیات و  
 فریعات سے وہ خاموش ہے مثلاً ہر نماز کی تعداد و رکعت نماز کے شرائط و قرائن و واجبات نماز کی پوری  
 کیفیت، زکوٰۃ کا نصاب و زکوٰۃ کی مقدار وغیر ذلک اس لئے حدیث نبوی کی ضرورت ہے جس میں ان اصول  
 کی پوری تفصیل و تشریحات مذکور ہیں تو قرآن متن اور حدیث اس کی شرح ہے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن  
 نے اشارہ کیا کہ و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم (پارہ ۱۳، رکوع ۱۲)۔

دلیل (۳)۔ مرا جمعیت صحابہ کرام یعنی صحابہ کرام قرآن مجید کے اقوی مفہوم سے بخوبی واقف تھے  
 لیکن اس کے باوجود انہوں نے قرآن قہمی اور دیگر مسائل زندگی میں بار بار حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا،  
 یہاں اس کی صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) جب یہ آیت نازل ہوئی کہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن و  
 ہم مہتدون (پارہ ۱، رکوع ۱۵) تو صحابہ کرام نے خبر لے ہوئے حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور کہا یا رسول  
 اللہ! اینا لم یظلم نفس یعنی ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جس نے اپنی زندگی میں کوئی گنہ اور ظلم نہ کیا ہو۔ تو  
 آنحضرت ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے ان الشرک لظلم  
 عظیم (پارہ ۲، رکوع ۱۱)

(۲) جب یہ آیت نازل ہوئی و کلبوا و اشربوا حتی یتبین لکم الحیط الابيض من الحیط  
 الاسود (پارہ ۲، رکوع ۱) تو حضرت عدی ابن حاتم نے دو دھاگے سفید اور سیاہ لے لئے اور ان کے امتیاز کو  
 آیت کا صداق ٹھہرایا تو آنحضرت ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی کہ حیط ابیض اور حیط اسود سے مراد صبح صادق  
 کا نور اور رات کی ظلمت ہے۔ کہ دھاگے اور پھر اس کی توضیح کے لئے من الفجر کالظلمی اتر۔ حافظ ابن قیم

نے عام الموقعین صفحہ ۲۳۰ تا صفحہ ۲۳۱، ج ۴ میں تقریباً ۱۱۰ صفحات میں دین کے باب میں صحابہؓ کے سینکڑوں سوالات اور آغوشِ نبویؐ کے جوابات نقل کیے ہیں۔ جب صحابہؓ پر اہم قرآن مجید کے لفظی ترجمے سے بخوبی واقف ہوتے ہوئے حدیث کے محتاج تھے تو امت بطریق اولیٰ حدیث کی محتاج ہے۔ سچ فرمایا امام اعظم ابو حنیفہ نے کہ لولا السنة لما فهم القرآن احد مند۔

## البحث السادس فی بیان ازالۃ شبہات منکری الحدیث

اس زمانے میں ایک گروہ فرقہ اہل قرآن کے نام سے پیدا ہوا ہے جس نے حجیت حدیث کا انکار کیا ہے۔ اس فرقے کا بانی سبانی عبداللہ چکڑالوی ہے جو پہلے حنفی تھا پھر غیر مقلد بن گیا۔ اس کے بعد حدیث کی کتب میں سے صرف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو ماننا تھا باقی احادیث کا منکر ہو گیا۔ پھر اس نے ان دو کتب کی صحت کا بھی انکار کر دیا اور ان کتب حدیث کی توہین کی وجہ سے مرتد ہو گیا۔ اس زمانے میں جس قدر منکرین حدیث موجود ہیں وہ سب اسی کی معنوی اولاد ہیں۔ اس زمانے میں دو بڑے منکرین حدیث ہیں (۱) اسلم جیران پوری جو ہندوستان میں مقیم ہے (۲) غلام احمد پرویز جو پاکستان کی پیداوار ہے۔

ان منکرین حدیث کے چند شبہات مع جوابات یہ ہیں۔

شبہ نمبر (۱) قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کا کام صرف قرآن پہنچانا ہے باقی رہی تشریح و تفسیر تو وہ امت اور مرکز ملت کے سپرد ہے جیسا کہ ارشاد ہے ماعلیٰ الرسول الا ابلیغ (پارہ ۷، رکوع ۳)

جواب۔ دراصل امت دو قسم پر ہے امت دعوت یعنی کفار اور امت اجابت یعنی اہل اسلام تو کفار کے مقابلے میں آپ کی حیثیت صرف پیغام رسانی کی ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا مضمون کی آیات کے سیاق و سباق میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں ایک طرف تو کفار کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ ہمارے رسول کا کام صرف تبلیغ احکام کا تھا جو کر چکے اور منوانا آپ کے ذمے نہیں۔ لہذا اگر تم نہیں مانو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے کہ پیغمبر کا، اور دوسری طرف ان آیات میں حضور ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ﷺ کا فریضہ محض تبلیغ تھا جو آپ ﷺ نے ادا کر دیا اور آپ سرخرو ہو گئے اور اس سوال نہ ہو گا کہ کفار نے کیوں نہ مانا۔ باقی امت اجابت یعنی اہل اسلام کے لئے آپ ﷺ تبلیغ ہونے کے ساتھ مرئی بھی ہیں اور معلم کتاب بھی۔ مفسر قرآن بھی ہیں اور شارح بھی، مطاع مطلق بھی ہیں اور خصوصیات میں قاضی بھی اسوہ حسنہ بھی ہیں اور نور ہدایت

بھی، راوی الی اللہ بھی ہیں اور سراج منیر بھی۔ چنانچہ قرآن پاک میں حضور ﷺ کی یہ دسوں مختلف شانیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ ویزکیہم و یعلمہم الکتب و الحکمة۔ (پارہ ۴) لبین للناس ما نزل الیہم (پارہ ۱۴) اور و یحلل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث (پارہ ۹) من یطع الرسول لقد اطاع اللہ (پارہ ۵) اور حتی یحکمواک فیما شجر بینہم (پارہ ۵) اور لقد کان لکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (پارہ ۲۱) فد جاءکم من اللہ (نور پارہ ۶) و اعیالی اللہ سادہ و سراجا منیرا (پارہ ۲۲)

شبیہ نمبر (۲)۔ اگر حدیث نبوی شرعی حجت ہوتی تو آنحضرت قرآن کی طرح حدیث کے لکھوانے کا بھی اہتمام فرماتے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے صحابہ کو حدیث کی کتابت سے منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۴ میں بروایت ابی سعید خدری آپ کا یہ ارشاد مروی ہے لا تکتبوا عنی و من کتب غیر القرآن فلیمحه۔ جواب.....۔ یہ شبہ تین وجوہ سے باطل ہے۔

(۱) اس لئے کہ شرما کسی منقول چیز کے حجت اور سند بننے کے لئے اس کا لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اس کا محفوظ ہونا ضروری ہے خواہ حفاظت زبانی ہو یا تحریری ہو بشرطیکہ اس کا ناقل ثقہ اور قابل اعتماد ہو۔ چنانچہ قرآن کریم نے کفار سے شرک کے بارے میں دلیل کا مطالبہ ان الفاظ میں کیا ہے ایسوسی بکتاب من قبل هذا او اثرۃ من علم ان کنتم صدقین (پارہ ۲۶) یعنی تم میرے پاس لاؤ کوئی تحریری کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا اور کوئی زبانی نقل لاؤ جو ملی ہو اگر تم سچے ہو۔ اس آیت نے معلوم ہوا کہ جس طرح کتاب حجت ہے اسی طرح زبانی نقل بھی حجت ہے جبکہ وہ مستند طریقہ سے ثابت ہو اس معیار و اصول کے مطابق احادیث نبویہ حضور ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر زبانی اور ضبط صدر کے طور پر محفوظ کی گئی تھیں لہذا وہ حجت ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے و اذکون ما بتلی فی بیوتکم من ابیت اللہ و الحکمة (پارہ ۲۲) جب امہات المؤمنین کو حکمت و حدیث کے یاد کرنے کا حکم تھا تو دوسرے صحابہ کرام کو بطریق اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں انما کننا نحفظ الحدیث (صحیح المسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰۱ سنن ابن ماجہ صفحہ ۴) اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے احادیث سنتے رہتے اور جب آپ ﷺ مجلس سے اٹھ جاتے تو ہم آپس میں ان احادیث کا دور کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

(۲) اس لئے کہ یہ میں جس حدیث کا ہوالہ دیا گیا ہے اس سے عدم بحیثیت حدیث پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے خیر میں یہ اثر بھی ہے کہ وحدهنوا عسی ولا حرج اگر حدیث بحیثیت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اس کی روایت کرنے سے بھی منع فرمادیتے۔ حاصل یہ کہ اس حدیث سے صرف کتابت حدیث کی ممانعت معلوم ہوتی ہے نہ کہ بحیثیت حدیث کی ممانعت بھی۔

(۳) اس لئے کہ کتابت حدیث کی ممانعت صرف ابتدائی زمانے میں تھی بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ زندگی کے آخری ایام میں آپ نے خود حدیث لکھوائی تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں عمال صدقات کے لئے جانوروں کی زکوٰۃ کے مسائل ”کتاب الصدقہ“ کے نام سے لکھوائے تھے، لیکن پھر اس کے بھیجنے سے پہلے آپ کا انتقال ہو گیا۔ بعد میں جب ابو بکر صدیق خلیفہ بنے تو انہوں نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔ (سنن ابی داؤد جلد ۱، صفحہ ۱۵۶، جامع الترمذی جلد ۱، صفحہ ۷۹) اب رہی یہ بات کہ ابتدائے اسلام میں کتابت حدیث سے کیوں منع کیا گیا تھا تو اس کی ایک خاص وجہ تھی وہ یہ کہ قرآن مجید کے نہ صرف معانی بلکہ الفاظ بھی وحی اور منزل من اللہ تھے ان کا محفوظ رکھنا بھی مطلوب تھا۔ کیونکہ الفاظ قرآنیہ کے ساتھ بھی بہت سے احکام شرعیہ متعلق تھے۔ مثلاً نماز میں فریضہ قرآۃ ادا کرنا اور انکی تلاوت پر اجر و ثواب کا حصول وغیر ذلک۔ بخلاف حدیث کے کہ اس کے صرف مضامین کا محفوظ رکھنا ضروری تھا نہ کہ الفاظ کا بھی۔ اس لئے ابتدائے اسلام میں صرف الفاظ قرآنیہ کی کتابت پر پوری توجہ مرکوز کر دی گئی اور ان کے ساتھ حدیث کی کتابت سے ممانعت فرمادی گئی تاکہ حدیث کا قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے۔ بعد میں جب قرآن کی نغظی حفاظت کا اطمینان ہو گیا تو اس وقت آپ نے تحریر حدیث کی نہ صرف اجازت مرحمت فرمائی بلکہ حسب ضرورت آپ نے اس کا علم بھی فرمایا۔ اس کے متعلق چند مستند ثبوت یہ ہیں۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث کے چند شواہد۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاص کے اور کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں تھیں اور حضرت عبداللہ کے پاس زیادہ احادیث اس وجہ سے تھیں کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ (صحیح البخاری جلد ۱، صفحہ ۲۳)

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی سب باتیں لکھ لیتا تھا۔ صحابہ کرام نے مجھے منع کیا اور کہا کہ آپ بشر ہیں بہت سی باتیں آپ غصے میں بھی فرما جاتے ہوں گے، اس پر میں

نے مدیث للھنی یہودی اور آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دامن مبارک کی طرف اشارہ کے کہ فرمایا اکتب فوالذی نفسی بیدہ لا یخرج منه الا حق (سنن ابوداؤد جلد ۲، صفحہ ۵۱۳، ۵۱۴، کتاب العم، سند داری وغیرہ۔)

(۳) حضرت رافع بن خدیج کا بیان ہے فلنابا رسول اللہ انا نسمع منك اشياء افکتبها قال اکتبوا ذلك ولا حرج۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۵۱)

(۴) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک اہم خطبہ دیا۔ ابوشامہ یمنی نے اس کے لکھوانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اکتبوا لابی فلان (صحیح البخاری جلد ۱، صفحہ ۲۳)

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں دیت، قصاص، زکوٰۃ، حرم مدینہ اور دیگر مسائل کی بہت سی احادیث درج تھیں (صحیح البخاری، صحیح المسلم، مسند احمد) الغرض آنحضرت ﷺ کی احادیث عہد نبوی اور عہد صحابہ میں زبانی یاد بھی کی جاتی تھیں اور لکھی بھی جاتی تھیں ہر طرح انہیں محفوظ کیا گیا ہے لہذا وہ باشبہ حجت ہیں۔

شعبہ نمبر (۳)..... قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ونزلنا علیک الکتب تنبیانا لکل شیء (پارہ ۱۳) لہذا اس کے ہوتے ہوئے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

جواب :- قرآن میں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے لیکن یہ وضاحت قرآن میں کہیں بھی نہیں کہ نمازوں کی کل تعداد کتنی ہے ہر نماز کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے۔ ہر نماز کی تعداد رکعت کتنی ہے۔ نماز کی پوری کیفیت کیا ہے۔ نماز کے شرائط، فرائض، واجبات کیا ہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا حال ہے کہ زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، کن اموال میں ہے اور کن میں نہیں۔ ماہوار ہے یا سالانہ، مال کی ہر جنس میں اس کی مقدار کیا ہے۔ زکوٰۃ کے شرائط و مصارف کیا ہیں ان سب امور کی تشریح سے قرآن مجید خاموش ہے اور ان امور کی تفصیل حدیث و فقہ میں ملتی ہے علی حد اروزے اور حج اور دیگر احکام کا بھی یہی حال ہے اسلئے تنبیانا لکل شیء کا مطلب یہ ہے کہ فلاح دارین کے تمام اصول و قواعد و کلیات قرآن میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ تمام فروعات و جزئیات بھی قرآن میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں کیونکہ یہ تو خلاف واقعہ ہے اور ظاہر ہے کہ اصول تشریح کے محتاج ہوتے ہیں اور وہ تشریح خود قرآن کریم کے بیان کے مطابق جناب رسالت

ما سبب تہیۃ کا حجت بنے بغیر اس کے خود قرآن کریم میں ارشاد اوندی ہے وما انزلنا علیک الکتب الا لیسب لہم الذی احتفلوا فیہ (پارہ ۱۲) تو نو قرآن کریم نے حدیث کی بیعت اور ضروت بیان کر دی لہذا یہ بھی نیساں لکل شیء سے مسداق میں داخل ہے اس سے خارج نہیں۔

شبیہ نمبر ۴: - اکثر حدیثیں خبر واحد میں اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور شریعت میں ظن کا اعتبار نہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے ان الظن لا یغنی عن الحق شیئا (پارہ ۲)

جواب - ظن کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی بنیاد کسی صحیح دلیل و علم پر نہ ہو یعنی ظن معنی تخمینہ اور انکل اس کا اعتبار تو بجا نہیں قرآن پاک میں جہاں بھی اتیان ظن کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد یہی ہے چنانچہ شریعت میں پیش کردہ آیت کا مقول یہ ہے وما لہم بعد من العلم ان یتعنوا الا الظن - ظاہر ہے کہ اس میں ظن علم کے مقابلے میں ہے معلوم ہوا کہ یہاں ظن سے مراد وہ مان ہے جس کی بنیاد علم پر نہیں بلکہ جہل پر ہو۔ دوسری قسم ظن کی وہ ہے جس کی بنیاد کسی صحیح دلیل و علم پر ہو جس کو جانب راجح اور ظن غالب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ شرعی ظنی مسائل میں ایسا ظن قابل استناد اور لائق حجت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے حضرت عائشہؓ کے واقعہ الفک کے موطن پر ایسے ظن کا حکم دیا ہے، لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم غیورا (پارہ ۱۸) تو خبر واحد سے حاصل شدہ ظن بھی اسی نوع کا ہوتا ہے لہذا خبر واحد بھی معتبر اور حجت ہے۔

حجیت خبر واحد کے دلائل: (۱) شرعاً، قانوناً، عرفاً ہر لحاظ سے خبر واحد وسند مانا گیا ہے چنانچہ حدیث کے علاوہ تمام حد و قصاص اور مایات وغیرہ کے بارے میں قرآن نے دو عاں گواہوں کی شہادت معتبر قرار دی ہے مثلاً دین کے بارے میں فرمایا واستشہدوا شہیدین من رجالکم (پارہ ۳) اور دنیا کی تمام عدالتوں میں دو معتبر گواہوں کی گواہی پر دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات میں فیصلے دیئے جاتے ہیں اور دنیا کا نانو سے فیصد کاروبار خبر واحد پر چل رہا ہے۔ اگر خبر واحد حجت نہ ہو تو ایک منٹ میں دنیا کا تمام نکل مودہم نہ سم ہو جائے۔

(۲) مضمونہ سے دوسرے ممالک کے مسالطین کے ہام جو دعوت نامے بھیجے تھے وہ بھی خبر واحد ہی کی شکل میں تھے۔

(۳) قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین آمنوا ان حانکم فاسق بنیائے فینوا (پارہ ۲۶) اس سے

معلوم ہوا کہ اگر ایک فاسق خبر دے تو باوجود فسق کے وہ خبر واحد قابل رد نہیں بلکہ تحقیق کرنی چاہیے اگر خبر واحد بہت نہ ہوتی تو رد کرنے کا حکم ہوتا و نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک ثقہ اور عادل آدمی کوئی خبر دے تو اس کو باور لیج قبول کر لینا چاہیے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کرتے ہوئے مہاجرت فرمائی تھی چنانچہ قرآن میں ہے  
وجاء رجل من اقصى المدينة يسمي (پارہ ۲۰) الغرض خبر واحد بشرطیکہ اس کا ناقل ثقہ ہو، اتفاق معتبر ہے اور قرآن و عقل کی رو سے حجت ہے۔ البتہ عقائد کے بارے میں حجت نہیں کیونکہ انکی بنیاد قطعیات اور یقین پر ہوتی ہے لہذا ان کے سلسلے میں قطعی دلائل ہی معتبر ہیں لیکن عملی زندگی میں ہر انسان مکلف ہی اس بات کا ہے کہ ظن غالب پر عمل کرے کیونکہ یقینی علم کا حصول ہر جگہ اور ہر مسئلے میں اس کے لئے ممکن نہیں۔

شبیہ نمبر (۵)۔ اکثر حدیثیں روایت بالمعنی ہیں جب حضور ﷺ کے الفاظ بعینہ محفوظ نہیں تو ممکن ہے کہ معانی تبدیل ہو گئے ہوں لہذا احادیث کی صحت کا یقین نہیں ہو سکتا۔

جواب :- یہ ہم تمنا یہی نہیں کرتے کہ اکثر احادیث روایت بالمعنی ہیں کیونکہ حدیث نام ہے حضور ﷺ کے قوس و فعل اور تقریر کا۔ ظاہر ہے کہ فعل و تقریر میں روایت باللفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہاں سرے سے الفاظ نبویہ ہی نہیں باقی رہ گئے۔ احادیث قولیہ تو ان میں سے اذان، اقامت، تشہد، اذکار و ادعیہ کی احادیث، نیز احادیث قدسیہ، احادیث اخلاق، احادیث جوامع انکام یہ تمام روایت باللفظ ہیں علیٰ ہذا احکام کا یہ کی اکثر احادیث بھی روایت باللفظ ہیں..... روایت بالمعنی کا حصہ بہت قلیل ہے۔ بہر حال اکثر احادیث بالفاظ مرویہ ہیں پھر یہ عجیب منطوق ہے کہ قلیل کی وجہ سے کثیر کو بھی ترک کر دیا جائے کیونکہ یہ بات تمام عقلاء اور حکماء کے قاعدہ مسلمہ لدا کثر حکم الكل کے خلاف ہے پھر جو قلیل حصہ بالمعنی مروی ہے اس کے راوی بھی صحابہ کرام ہیں جو عربی میں مہارت کے علاوہ نبوت کے میزان شناس اور احادیث کے ماحول سے پورے واقف تھے اور مترادف الفاظ و خصلتوں کو خوب جانتے تھے ظاہر ہے کہ اس صورت میں روایت بالمعنی میں کوئی خدشہ باقی نہیں رہتا البتہ ایہ شخص کی روایت بالمعنی حدیثین کے نزدیک مقبول و معتبر نہیں جو اس کی ان شرائط سے آگاہ نہ ہو۔

شبیہ نمبر (۶)۔ اگر رسول خدا ﷺ کا ہر قوس و فعل شرعی بہت ہوتا تو قرآن کریم میں آپ ﷺ کے جنس افعال پر تنبیہ کی جاتی حالانکہ پانچ افعال پر تنبیہ کی گئی ہے اور وہ یہ ہیں۔



(۱) غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے بارے میں فرمایا کہ ما كان لنبي ان يكون له اسرى حتى يشحن في الارض (پارہ ۱۰، رکوع ۵۴)

(۲) غزوہ تبوک میں آنحضرت نے بعض منافقین کے اجازت طلب کرنے پر ان کو اجازت مرحمت فرمادی حق تعالیٰ نے اس پر تنبیہ فرمائی عفا الله عنك لم اذنت لهم (پارہ ۱۰، رکوع ۱۳۴)

(۳) آپ ﷺ نے عبد اللہ ابن ابی اسلمہ کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی ولا تصل على احد منهم مات ادا (پارہ ۱۰، رکوع ۱۷۱)

(۴) آپ ﷺ نے بعض زواج کی دل جوئی کے لئے شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دیا تو یہ متاب نازل ہوا يا ايها السى لم تحرم ما احل الله لك تستعي مرصات ازواجك (پارہ ۲۸، رکوع ۱۹۴)

(۵) ایک موقع پر آپ ﷺ رؤسائے مکہ کو تبلیغ فرما رہے تھے اس دوران میں حضرت عبد اللہ ابن اسلمہ کو نامینا صحابی شریف لائے اور کوئی مسئلہ دریافت کیا تو آپ ﷺ نے انکی طرف التفات نہ فرمایا اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ عس و تولي ان جاءه الا عصى (پارہ ۳۰، رکوع ۵۴)

جواب قرآن پاک سے پوری صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً امام الانبیاء جنسوا بدينہم معصوم ہیں اور ہر قسم کے گناہ سے پاک ہیں البتہ بعض اوقات بیخبران اجتہاد میں خلاف اولیٰ کے ارتکاب کی معمولی سی لغزش ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ تنبیہ فرمادیتے ہیں اور اس کی بھی اصلاح کر دیتے ہیں۔

## عصمت انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند دلائل

وہ یہ ہیں۔ نمبر (۱) نبوت اور رسالت انتخاب الہی ہوتا ہے کہ جو ہستی حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدیم میں علم و عمل دونوں کے اعتبار سے کامل اور اس عہد سے کے الکتی ہوتی ہے اسی کو اس عہد سے پرفائز فرماتے ہیں کمال علم یہ ہے کہ نبی کے علم اور معلومات میں کوئی غلطی نہیں ہوتی اور کمال عمل یہ ہے کہ نبی ﷺ کا عمل ہر قسم کے گناہ سے پاک اور محفوظ ہوتا ہے اب نبی کے علم یا عمل میں کوئی غلطی پیدا ہو جائے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے انتخاب اور ان کے علم محیط میں نقص اڑتا ہے جو عقلاً محال ہے لہذا عقلی طور پر ثابت ہوا کہ نبی کے علم و عمل دونوں کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اسی تفسیر کی طرف قرآن نے اشارہ کیا اللہ اعلم حیث يجعل رسلہ (پارہ ۸)

نمبر (۲) سورہ حج روع ۱۰ میں فرمایا کہ اللہ یصطفى من الملکة رسلاً ومن الناس (پارہ ۱۱) اور سورہ نہی رکوع ۱۰ میں انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں واجتیبہم وهدینہم الی

اصراط مستقیم (پارہ ۱) اسطفا کے معنی میں چین کر پسند کرنا اور اقباء کے معنی میں پسند کرنا۔ تو ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ جس ہستی کو چین کر پسند کر لیں اس میں کسی قسم کا نقص اور عیب پیدا ہو۔ ورنہ انتخاب باری اور علم باری غلط نمبر ۷ کے (والعیاذ باللہ)

نمبر (۳) . . . امام الانبیاء ﷺ کے متعلق ارشاد خداوندی ہے انک لعلیٰ ہدی مستقیم (پارہ ۱) دوسری جگہ فرمایا انک لمن المرسلین علیٰ صراط مستقیم (پارہ ۲۲) تیسری جگہ فرمایا والنجم اذا هوی۔ ما ضل صاحبکم وما غوی (پارہ ۲۷) مطلب یہ ہے کہ جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک ایک خاص رفتار کے ساتھ اپنے مقرر شدہ راستہ پر ٹھیک چلتا رہتا ہے ایک منٹ اور ایک انچ بھی اوہرا ہٹ نہیں ہوتا ٹھیک اسطرح آفتاب رسالت یعنی حق تعالیٰ شانہ کے مقرر کردہ راستہ پر چلتا رہتا ہے اس سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔ اس آیت میں منالآت سے علمی غلطی اور غوایت سے علمی غلطی مراد ہے۔ تو آپ ﷺ ہر قسم کی غلطی سے محفوظ اور پاک ہیں۔ حاصل یہ کہ قرآن و عقل دونوں کی رو سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم اور بے گناہ ہونا ضروری ہے اب رہ گئے وہ پانچ واقعات جو شبہ میں پیش کئے گئے تو ان کا جواب یہ ہے کہ یہ پیغمبری معصیت کی دلیل نہیں بلکہ اہل عصمت کی دلیل ہیں کیونکہ پورے قرآن میں تلاش کرنے سے صرف یہی پانچ آیات ایسی ملتی ہیں جن میں آپ ﷺ کے بعض افعال پر تنبیہ کی گئی ہے

اس سے ایک بات تو یہ نکلتی ہے کہ حق تعالیٰ کی دائمی منت یہ ہے کہ اگر خدا کا پیغمبر اپنے اجتہاد میں کہیں معمولی سی لغزش بھی کھا جاتا ہے تو حق تعالیٰ خاموش نہیں رہتے بلکہ فوراً وحی بھی کہہ دیتے۔ ایسے اس کی اصلاح فرمادیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تیس (۳۳) سالہ نبوی زندگی میں آپ ﷺ سے جو بڑا بڑا افعال و اقوال سرزد ہوئے ان پانچ امور کے سوا باقی سب اللہ کی نگاہ میں صحیح اور پسندیدہ تھے۔ کیونکہ اگر ان میں سے کوئی اور فعل بھی خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا تو ضرور اس پر بھی آپ ﷺ کو قرآن مجید میں تنبیہ کی جاتی۔

دوسری بات ان پانچ امور میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ کہنہ تو چوبہو کا خلاف اولیٰ کا بھی پیغمبر سے سادہ ہونا حق تعالیٰ کو راضی نہیں کیونکہ جن امور پر تنبیہ کی گئی ہے غور سے دیکھ جائے تو ان میں کتناہ کی اولیٰ بات نہیں زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہہ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء بر عمل میں اسن و اولیٰ پہلو کو اختیار کرتے ہیں ان پانچ امور میں حضور ﷺ نے اپنے اجتہاد سے جس پہلو کو اسن سمجھ لیا وہ غیر اسن اور خلاف اولیٰ تھا۔ نہ یہ کہ کہنہ تھا اس لئے تنبیہ کی گئی۔ مثلاً سورہ ہش میں جس واقعہ پر تنبیہ کی گئی ہے

اس میں آپ ﷺ کا نامین سحابی کی طرف توجہ نہ فرمانا اس خیال سے تھا کہ ان کا مسئلہ اتنا اہم نہیں تھا جتنا توحید کا مسئلہ اہم ہے۔ کیونکہ وہ سحابی شرف باسلام تھے وہ کوئی جزئی اور فرعی مسئلہ پوچھتے ہوئے جبکہ ایمان اور توحید کا مسئلہ اصل اصول ہے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا یہ اجتہاد اس حیثیت سے سراپا حکمت اور صواب تھا لیکن علامہ الغیوب کے علم غیب میں دوسرا پہلا اہم تھا کیونکہ متیقن شی کو مہ ہوم شی پر ترجیح ہوا کرتی ہے تو سحابی کے جواب دینے کا فائدہ متیقن تھا لیکن روسائے مکہ کو تبلیغ کا فائدہ متیقن نہ تھا۔ اس لئے آپ کو سحابی کی طرف التفات فرمانا چاہیے تھا بہر کیف یہاں دو پہلو تھے اور دونوں اپنی اپنی جگہ بر ٹھیک تھے مخیرانہ اجتہاد میں ایک پسند بہترین تھا اسے اختیار فرمایا گیا لیکن حق تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ جو پہلو آپ نے چھوڑ دیا ہے وہ اس سے بہتر تھا۔ نور کہنے کے اس میں کون سے گناہ تھا جس کا آپ ﷺ نے ارتکاب کیا۔ یہ تو محض خلاف ولی کے ارتکاب اور ترک اولیٰ پر تنبیہ تھی نہ یہ کہ کوئی گناہ تھا (العیاذ باللہ) دوسرے واقعات کو بھی اسی پر قیاس کر لیں مثلاً جنگ کے قیدیوں کو معاف کر دینا اور ان سے فدیہ لے کر سلامی دفاع کو مضبوط کرنا کون سا گناہ ہے یا کسی شخص کی معذرت خواہی پر اس کو معذور سمجھنا جبکہ علم غیب بھی نہ ہو اس میں کیا جرم ہے۔ علیٰ ہذا ابن سول کے بیٹے حضرت عبداللہ جو مخلص سحابی تھے ان کی دل جوئی کے لئے و نیز ابن سلول کے خاندان میں سے ایک جماعت کے متوقع اسلام کی خاطر منافق کی نماز جنازہ پڑھانا کیسے گناہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی زوجہ کی دل جوئی کے لئے کسی مباح چیز... کو ترک کر دینا کیونکر جرم ہے۔

غرضیکہ یہ تمام معاملات ایک پہلو سے صحیح تھے آپ ﷺ نے اس پہلو کو بہترین سمجھ کر اختیار فرمایا لیکن علامہ الغیوب نے تنبیہ فرمائی کہ ان معاملات کا دوسرا پہلو بہترین تھا اور یہ خلاف اولیٰ ہے۔

شبیہ نمبر (۷) :- احادیث میں تعارض ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اذا تعارضا تساقطا۔

جواب :- تمام احادیث میں تعارض نہیں ہے مثلاً احادیث فضائل و مناقب، احادیث اخلاق، احادیث احوال حشر و نشر، احادیث احوال جنت و نار، احادیث رفاق، احادیث معجزات، احادیث صفات باری تعالیٰ و غیر ذلک۔ ان میں کوئی تعارض نہیں باقی احکام و مسائل کی بعض احادیث میں محض ظاہری تعارض پایا جاتا ہے جو عدم فہم مراد کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن اگر ہر حدیث کے مصداق میں غور و خوض کیا جائے تو ان میں بھی توفیق و تطبیق یا ترجیح و تیشیح کی صورتیں ممکن ہیں تو مختلف احادیث کو اوائل مختلف حالات پر محمول کر کے تطبیق دینی چاہئے یا رواۃ کی ثقاہت و عدالت کے تفاوت سے بعض کو بعض پر ترجیح دینی چاہئے یا تاریخ کے معلوم ہونے کی صورت میں

مقدمہ کو منسوخ اور موخر کو ناسخ کہنا چاہئے اگر یہ قدم راستے مسدود ہو جائیں تو تب تساقط کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ آخر خود قرآن پاک کی بعض آیات میں بھی ظاہری تعارض پایا جاتا ہے۔ اس میں بھی مذکورہ بالا اصول اختیار کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ مطلق تعارض حجیت کے لئے مانع نہیں۔

## البحث السابع فی بیان تاریخ تدوین الحدیث

جاننا چاہئے کہ ضبط حدیث دو قسم پر ہے: (۱)..... ضبط صدر (۲)..... ضبط کتابت پہلے زمانے میں ضبط صدر زیادہ معروف اور مردج تھا کہ سینے میں یاد رکھتے تھے کیونکہ اس وقت حافظے بہت قوی تھے۔ پھر ضبط کتابت کی دو قسمیں ہیں (۱)..... مطلق کتابت (۲)..... کتابت بصورت تصنیف۔ مطلق کتابت حدیث قرون اولیٰ میں مختلف فیہ تھی ابتداء بعض حضرات فرماتے تھے کہ کتابت حدیث مکروہ ہے تاکہ الفاظ حدیث کا الفاظ قرآنیہ کے ساتھ التباس اور اختلاط نہ ہو جائے لیکن پھر اخیر زمانے میں سب کے سب حضرات اس امر پر متفق ہو گئے کہ کتابت حدیث بلاشبہ جائز بلکہ مستحسن ہے اور اب اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ کتابت حدیث بصورت تصنیف کے پانچ طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ، طبقہ تابعین..... اول صدی ہجری کے آخر میں خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز التوفیقی ۱۰۱ھ بنے امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری التوفیقی ۱۲۳ھ اور قاضی مدینہ امام ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم اندلسی التوفیقی ۱۳۰ھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی یادداشت کے مطابق ایک ایک کتاب حدیث میں تصنیف کریں چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام ابو بکر بن محمد کو یہ خط لکھا کہ انظر ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاكتبه فاسی خفت دروس العلم و ذهاب العلماء (مفتاح الایم مطبوعہ مصر ص ۲۱) مشہور قول کے مطابق امام ابن شہاب زہری نے اولین کتاب ضبط فرمائی تو آپ اول المدونین ہوئے۔ اور پھر امام ابو بکر بن محمد نے تصنیف فرمائی۔

طبقہ ثانیہ طبقہ تابع تابعین اس طبقہ میں مختلف علماء نے کتب احادیث بہ ترتیب ابواب لکھی ہیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں امام مالک نے مؤطا مالک لکھا اور مکہ مکرمہ میں ابن جریر نے اور واسط میں ہشیم نے اور یمن میں معمر بن راشد نے اور خراسان میں عبداللہ ابن مبارک نے اور کوفہ میں سفیان ثوری نے اور شام میں عبدالرحمن اوزاعی نے اور بصرہ میں ربیع بن صبیح نے اور رے میں جریر بن عبدالحمید نے ایک ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ زمانہ تقریباً ۱۵۰ھ (ذی ۷ صدی) کا تھا۔

طبقہ ثالثہ، طبقہ مسانید . مسند وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب رتبی یا ترتیب حروف، پایا ترتیب تقدم و تاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکورہوں مثلاً مسند دارمی وغیرہ اس طبقہ میں امام احمد بن حنبل نے مسند احمد اور عثمان بن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ اور ابی یوسف نے مسند اسحاق لکھی یہ زمانہ دوسری صدی کا آخر اور تیسری صدی کا اول تھا۔ ان تینوں طبقات میں کتب احادیث مخلوط تھیں یعنی حدیث مرفوع اور موقوف وغیرہ میں نیز حدیث صحیح اور حسن و ضعیف میں کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔

طبقہ رابعہ طبقہ صحاح ستہ . اس طبقہ میں مصنفین صحاح ستہ نے صحیح سند کے ساتھ صرف مرفوع احادیث لکھیں اور صحاح ستہ کو مرتب فرمایا پھر صحاح ستہ میں بھی سب سے اول امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری نے صحیح بخاری مرتب فرمائی اس کے بعد ان کی اتباع میں باقی صحاح بھی لکھی گئیں۔ امام جلال الدین سیوطی نے لغتیۃ الحدیث میں ان چاروں طبقات کو منظوم کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اول جامع الحدیث و الاثر ابن شہاب امر لہ عمر  
اول الجامع للابواب حماعة فی العصر ذواقتراب  
کابن جریج و هشیم مالک و معمر و ولد المبارک  
و اول الجامع باقتصار علی الصحیح فقط البخاری

طبقہ خامسہ طبقہ متاخرین . اس طبقہ میں متاخرین محدثین نے اپنی سندوں سے خود روایت نہیں کی بلکہ جو حنفیہ میں نے اپنی سندوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اسی کو بحذف الاسانید صحابی کے نام سے یا حضور ﷺ کی ذات گرامی سے ذکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں قال النبی ﷺ یا عن ابی ہریرۃ۔ چنانچہ علامہ محی السنہ ابو محمد حسین بن سعید فرما، بغوی نے کتاب المصابیح اور صاحب مشکوٰۃ ولی الدین ابو عبد اللہ خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح مرتب فرمائی۔

## البحث الثامن فی ذکر آداب طالب الحدیث

بنیادی آداب دس ہیں (۱) صحیح نیت و اخلاص یعنی علم حدیث میں محنت صرف اس لئے کرے کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے اور احکام اسلامیہ کا علم ہو جائے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے من تعلم علماً مما یتغی بہ وجد اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامۃ (ای ریحہا) رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۳، ۳۵)

(۲) اخلاق حمیدہ کا اہتمام کرے۔ حضرت ابو عامر ثمالی فرماتے ہیں من طلب هذا الحديث طلب

اعلیٰ امور الدین لیجب ان یکون هو خیر الناس

(۳) پوری محنت سے کام لے اور اس موقع کو قیمت سمجھے محدث یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں لا یتستطاع

العلم براحة الجسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں لا یفلح من طلب هذا العلم بالتامل (رتجیدگی

ناگواری سستی) و غنی النفس (لا پرواہی، بے نیازی) ولکن من طلبه بذلة النفس و ضیق العیش

و حدمة العلم الفلح، اور مشہور شعر ہے۔

بقدر الكد تکتسب المعالی

من طلب العلی سهر اللبالی

اور شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

کہ بے علم تو اس خدا را شناخت

پے علم چوں شرح باید گداخت

غرضیکہ اپنی تمام قوتیں تحصیل حدیث میں صرف کر دے مثلاً قوت دماغ، قوت فکر، قوت

عمل، صحت، عافیت اور فراغت۔

(۴) کلمات تعظیم یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی لفظ کہے مثلاً عَزَّ وَجَلَّ یا عَزَّ اسْمُهُ یا جَلَّ جَدُّہِ یا

سبحانہ و تعالیٰ وغیرہا اور آنحضرت ﷺ کے نام پر صلوة بھیجے اور صحابہ کے نام پر رضی اللہ عنہم اور آئمہ کا نام پر رحم

اللہ کہے۔

(۵) عبادات، اخلاق، آداب کی جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرے کیونکہ اس سے حدیث محفوظ بھی ہو

جاتی ہے اور ثواب بھی ملتا ہے۔ حضرت وکیع فرماتے ہیں اذا اردت ان تحفظ الحديث فاعمل به اور

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ما کتبت حدیثاً الا و قد عملت به حتی مری ان النبی ﷺ

احتجم و اعطی ابا طیبہ الحجام دینارا فاحتجمت و اعطیت الحجام دینارا لیکن طالب علم کو

نوافل کی اتنی کثرت نہ کرنی چاہیے کہ پڑھنے میں تکرار و مطالعے میں حرج واقع ہو۔

(۶) اپنے شیخ اور استاذ کی تعظیم کرے حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے تو اضعوا لمن تعلمون منه اور حضرت

علیؓ فرماتے ہیں انما عبد من علمنی حرفاً ان شاء باع وان شاء اعتق اور استاذ کی تعظیم کا معیار یہ ہے

کہ پس پشت بھی کوئی ایسا تول و نفل نہ ہونے دے جو استاذ تک پہنچنے کی صورت میں اس لئے باعث اذیت ہو

اور یہ بھی ادب ہے کہ طبیعت میں استاذ کی ترجیح کا مقدار کھے ورنہ علم سے انقاع نہ ہوگا۔

(۷) عدم بکل یعنی دوسرے طالب علم کو علمی فائدہ پہنچانے میں بغل نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں منخل مالمعلم انتلی ثلاث اما ان يموت فيذهب علمه او ينسى او يتبع السلطان۔ البتہ تا اہل سے کتمان علم ضروری ہے اور نا اہل وہ شخص ہے ہو جو علم کو سمجھ نہ سکے یا علم کی تحصیل دنیوی غرض کے لئے کرے یا ریاکار ہو یا بے ادب ہو۔

(۸) عدم حیا یعنی تحصیل علم میں اور سوال کرنے میں حیا اور تکبر سے قطعاً پرہیز رکھے اور عمر وغیرہ میں اپنے سے چھوٹے سے استفادہ کرنے میں عار نہ کرے۔ امام بخاریؒ حضرت مجاہد سے نقل فرماتے ہیں لا ینال العلم مستحی ولا مستکبر۔

(۹) خواندہ تعلیم کا ساتھیوں سے خوب تکرار کرے۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں ولینذاکر بمحفوظہ ولیباحث اهل المعرفة فان المذاکرة تعین علی دوامہ اور حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے مذاکرة العلم ساعة خیر من احياء ليلة۔

(۱۰) شامی وغیرہ میں ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں اور دوسری دینی کتب کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے کیونکہ یہ مکروہ ہے (پوری تقریر مقدمہ اور جزا المسالک الی شرح مؤطا مالک صفحہ ۸۲ تا ۸۳، مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث و امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے ماخوذ اور مختص ہے)

## البحث التاسع فی بیان اقسام الحدیث

جاننا چاہئے کہ حدیث اولاد دو قسم پر ہے (۱) خبر متواتر (۲) خبر واحد۔

خبر متواتر :- وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے اور انتہائی راوی اپنے امر دیدہ یا شنیدہ کو بیان کرے۔ خبر واحد .....: وہ حدیث ہے کہ جس کے راوی اس قدر کثیر نہ وہوں پھر یاد رکھو کہ خبر واحد کی پانچ مختلف حیثیات سے پانچ تقسیمات ہیں۔

تقسیم اول: خبر واحد اپنے منہ سے (۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع۔ مرفوع :- وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور موقوف :- وہ حدیث ہے جس میں صحابی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو اور مقطوع .....: وہ حدیث ہے جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

تقسیم ثانی: خبر واحد دروۃ کے اعتبار سے بھی تین قسم پر ہے۔

(۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔ پس مشہور... وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں تین سے کم کہیں نہ ہوں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں اور عزیز... وہ حدیث ہے جس کے راوی ہر زمانے میں دو سے کم کہیں نہ ہوں۔ اور غریب... وہ حدیث ہے جس کا راوی کہیں نے کہیں ایک ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں پھر غریب یا فرد کی دو قسمیں ہیں (۱) فرد مطلق (۲) فرد نسبی۔ اگر غربت اول سند یعنی صحابی کی جانب میں واقع ہو کہ صحابی سے فقط ایک راوی تابعی روایت کرے تو اس کو فرد مطلق کہتے ہیں اور اگر سند کے کسی دوسرے مقام میں غربت ہو تو اس کو فرد نسبی کہتے ہیں۔

تقسیم ثالث: خبر واحد اپنے رواۃ کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے (۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) ضعیف (۴) صحیح لغیرہ (۵) حسن لغیرہ (۶) موضوع (۷) متروک (۸) شذ (۹) محفوظ (۱۰) منکر (۱۱) معروف (۱۲) معلل (۱۳) مضطرب (۱۴) منقلب (۱۵) مصحف (۱۶) مدرج۔ ان کی تعریفات یہ ہیں (۱) صحیح لذاتہ... وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل اور کامل الفہم ہوں اور اس کی سند متصل ہو اور معلل، شذ، منکر ہونے سے محفوظ ہو اور عادل وہ ہے جو کذب، اتہام کذب، فسق، جہالت، بدعت سے پاک ہو۔ اور ضابطہ وہ ہے جو خش غلط، غفلت، وہم، مخالفت ثقات، سوائے حفظ سے محفوظ ہو۔

(۲) حسن لذاتہ... وہ حدیث ہے جس کے راوی کا صرف ضبط ناقص ہو اور باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں۔

(۳) ضعیف... وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کے شرائط نہ پائی جائیں مثلاً راوی کا ذب ہو یا فاسق ہو یا سنی الحفظ ہو یا اس کی سند منقطع ہو۔

(۴) صحیح لغیرہ... اس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جس کی سندیں متعدد ہوں۔

(۵) حسن لغیرہ... اس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں۔

(۶) موضوع... وہ مصنوعی حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

(۷) متروک... وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یعنی راوی کے متعلق حدیث کے علاوہ دوسرے معاملات میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے خلاف ہو۔

(۸) شاذ... وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے



زیادہ ثقہ ہے۔

(۹) محفوظ . . . وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو یعنی اوثق راوی کی حدیث۔

(۱۰) منکر . . . وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت

کرے اور وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی فاحش الغلط یا کثیر الغفلت یا ظاہر الفسق والبدعت ہو۔

(۱۱) معروف . . . وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو یعنی ثقہ اور قوی راوی کی حدیث۔

(۱۲) معلل یا معلول . . . وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ اور پوشیدہ خرابی ہو جو صحت

حدیث کے لئے باعث نقصان ہو۔ مثلاً حدیث کا راوی ضبط میں کمی آجانے کی وجہ سے وہ بھی ہو گیا ہو یا وہ

موقوف کو مرفوع بیان کر رہا ہو وغیرہ وغیرہ اس علت کو معلوم کرنا ماہر فن ہی کا کام ہے ہر شخص کا کام نہیں

(۱۳) مضطرب . . . وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

(۱۴) مقلوب . . . وہ حدیث ہے جس میں نسیاناً سند یا متن میں تقدیم و تاخیر واقع ہو جائے یعنی لفظ مقدم

کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے مثلاً مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرہ کہہ دیا جائے یا بھول کر ایک راوی کی

جگہ دوسرا راوی رکھ دیا جائے۔

(۱۵) مصحف . . . وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت خطی کے باقی رہنے کے نقطوں اور حرکات و سکنات

کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو گئی ہو مثلاً مراجعہ کی بجائے مزاجم اور ابی کی بجائے ابی اور اگر لفظ کے

ساتھ صورت خطی بھی بدل جائے تو وہ حدیث محرف ہے مثلاً حفص کی جگہ جعفر۔

(۱۶) مدرج . . . وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی تشریح کی غرض سے اپنا یا کسی راوی یا تابعی کا کلام درج

کرے یا دو حدیثوں کے دو متون الگ الگ اسناد سے مروی ہوں اور انہیں ایک ہی سند سے روایت کر دے۔

تقسیم رابع . . . . . : خبر واحد ستوط اور عدم ستوط راوی کے اعتبار سے سات قسم پر ہے

(۱) متصل (۲) مسند (۳) منقطع (۴) معلق (۵) معصل (۶) مرسل (۷) مدلس۔ انکی تعریفات یہ ہیں:-

(۱) متصل . . . . . : وہ حدیث ہے کہ اسکی سند میں پورے راوی مذکور ہوں کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

(۲) مسند . . . . . : وہ حدیث ہے کہ اس کی سند حضور ﷺ تک متصل ہو۔

(۳) منقطع . . . . . : وہ حدیث ہے کہ اس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔ اس کا

حکم یہ ہے کہ اگر راوی کا ستوط اختصار یا شہرت یا عدم نشاط وغیرہ کی وجہ سے ہو تو یہ مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔

(۴) معلق ..... وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں ایک یا کثیر راوی ہوئے گئے ہوں اور تعلق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سند کے تمام راوی حذف کر کے حدیث کو بلا واسطہ حضور ﷺ کی طرف یا صحابی کا نام لے کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔ جیسا کہ احادیث مشکوٰۃ میں ہے۔

(۵) معصل ..... وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گراہے ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی پے در پے یعنی علی التوالی گئے ہوں اور اگر دو راوی دو مختلف مقامات پر لاعلی التوالی گئے ہوں تو وہ حدیث منقطع ہے معصل نہیں۔

(۶) مرسل ..... وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گراہوا ہو یعنی تابعی کے بعد کوئی راوی صحابی یا تابعی ساقط ہو یا تبع تابعی کے بعد کوئی راوی تابعی ساقط ہو یہ حدیث عند الاحناف مقبول ہے کیونکہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں و نیز یہ کلام مرسل ثقہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ ثقہ آدمی اسی راوی کو ساقط کر سکتا ہے جو معتد اور ثقہ ہو کیونکہ غیر ثقہ کو ساقط کرنا شان ثقہ کے خلاف ہے۔ تو گویا تبع تابعی نے کمال وثوق و اعتماد کی وجہ سے اس تابعی کو ساقط کر دیا ہے۔

(۷) مدلس ..... وہ حدیث ہے جس کے راوی کی عادت یہ ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چمپالیتا ہو اور وہ راوی جس شخص سے روایت کرتا ہے اس سے اس نے ملاقات کی ہو یا وہ اس کا معاصر ہو مگر اس نے اس روایت کو اس سے سنا نہ ہو اور پھر بھی ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہو جن سے سماع کا ایہام ہوتا ہے مثلاً عن فلان یا قال فلان پس اگر راوی اور مروی عنہ میں سرے سے معاشرۃ اور ملاقات ہی نہیں مثلاً حضرت امام مالک حضرت عمرؓ سے روایت کریں تو ایسی حدیث باتفاق الحدیث منقطع جلی ہوگی نہ کہ مدلس کیونکہ اس صورت میں ایہام سماع نہیں پایا جاتا۔ تدلیس عیب ہے اور مدلس کی حدیث عند النجہور مقبول ہے بشرطیکہ وہ ثقہ سے تدلیس کرتا ہو والا فہرود۔ مگر یہ کہ وہ مدلس ایسے لفظ سے روایت کرے جو صراحتہ سماع پر دلالت ہو مثلاً حدیثی واخبرنی تقسیم خامس:- بزواحد صحیح ادا کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔ (معنعن) (۲) مسلسل۔

(۱) معنعن ..... وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عن ہو اس کو حدیث عنعن بھی کہا جاتا ہے۔

(۲) مسلسل ..... وہ حدیث ہے جس کی سند میں صحیح ادا یا راویوں کے اوصاف اور حالات ایک طرح کے ہوں مثلاً ہر راوی یوں کہتا ہے سمعت فلاناً یقول یا کسی سند کے تمام راوی ثقہ ہوں یا مثلاً و مشقی ہوں اور مثلاً حدیث اللہم اعنی علی ذکورک و شکرک و حسن عبادتک مسلسل باخذ الید ہے کہ اس

میں ہر راوی خذید کا ذکر کرتا ہے۔

## البحث العاشر فی بیان اقسام التواتر

تواتر کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر تعامل (۴) تواتر قدر مشترک۔ یہ تمام اقسام علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں لہذا ان کا جو ذکر ہے انکی تعریفات یہ ہیں۔

(۱) تواتر اسناد یا تواتر حدیث .....: یہ ہے کہ ابتدائے سند سے انتہائے سند تک ہر دور میں حدیث کے رواۃ اس قدر کثیر ہوں کہ عقل سلیم ان کے توافقی علی الکذب کو محال سمجھے جیسا کہ نویں بحث کی ابتداء میں گذرا۔ مثلاً حدیث من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار اس کے متعلق ابو عمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بائیس (۶۲) صحابہ کرام نے روایت کیا ہے جس میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور عشرہ مبشرہ کا اس کے ماسوا اور کسی حدیث پر روایتی و نقلی اتفاق نہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی تقریباً دو صد (۲۰۰) صحابہ کرام ہیں۔ علامہ عراقی کہتے ہیں کہ خاص اس متن کے راوی ستر (۷۰) سے کچھ اوپر صحابہ ہیں البتہ مطلق مضمون کذب والی احادیث کے کل راوی تقریباً دو صد (۲۰۰) صحابہ کرام ہیں۔ اس سے ابن صلاح اور نووی دونوں کے اقوال میں تطبیق ہوگئی۔ علیٰ ہذا ختم نبوت کی احادیث ذریعہ صد (۱۵۰) سے زائد ہیں جن میں سے تقریباً تیس (۳۰) احادیث صحاح ستہ میں ہیں۔

(۲) تواتر طبقہ یا تواتر قرآن .....: یہ کہ کوئی سند معین تو بیان نہ کی جائے مگر طبقہ بعد نمبتہ اور قرآن بعد قرآن ہر زمانے میں کسی چیز کو پورا طبقہ طبقے سے اور پوری جماعت جماعت سے اور پورا قرن قرن سے اس طرح نقل کرتا چلا آ رہا ہو کہ کوئی آدمی ان کے متعلق ذرا برابر بھی جھوٹ کا گمان نہ کرتا ہو مثلاً قرآن کریم کی روایت و نقل۔

(۳) تواتر تعامل یا تواتر توارث .....: یہ کہ حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر اب تک ہر دور میں عمل کرنے والوں کی ایک کثیر تعداد کسی چیز کو اپنے تعامل سے اس طرح محفوظ کرتی چلی آتی ہو کہ ان کو دیکھ کر طبع سلیم یہ فیصلہ کرے کہ یہ عمل اتنے کثیر لوگوں میں آنحضور ﷺ کی تعلیم ہی سے آیا ہے مثلاً صلوات خمسہ بایں بیت مخصوصہ اور سنیت مسواک اور طریقہ اذان اور فرض نمازوں کی تعداد رکعات۔

(۴) تواتر قدر مشترک یا تواتر معنوی .....: یہ کہ کسی چیز کے متعدد واقعات کو خبر واحد کے درجے میں نقل کیا جائے لیکن ان متعدد واقعات و روایات سے جو قدر مشترک سمجھ میں آتا ہو وہ متواتر دینی ہو مثلاً معجزات کی احادیث میں بہت سے واقعات مذکور ہیں جن میں سے ہر واقعہ تو حد تواتر کو پہنچا ہوا نہیں ہے لیکن

ان تمام واقعات سے بطور قدر مشترک یہ بات ضرور ثابت و معلوم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے خرق عادت کا صدور ہوا ہے تو یہ چیز متواتر و یقینی ہے تو اتر کی ان چار اقسام کو اس نہج پر سب سے پہلے حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری نے بیان فرمایا ہے۔

## البحث الحادى عشر فى بيان اقسام كتب الحديث

حدیث کی کتابیں وضع و ترتیب مسائل کے اعتبار سے گیارہ قسم پر ہیں۔  
(۱) جامع (۲) سنن (۳) مسند (۴) مجتم (۵) جزء (۶) مفرد (۷) غریب (۸) مستخرج (۹) مستدرک (۱۰) رسالہ (۱۱) ازبعین۔ ان کی تعریفات یہ ہیں۔

(۱) جامع .....: وہ کتاب ہے جو درج ذیل آٹھ قسم کی احادیث پر مشتمل ہو ...

سیرآداب و تفسیر و عقائد فتن و احکام و اشراط و مناقب مثلاً جامع البخاری، جامع الترمذی

(۲) سنن .....: وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابواب فقہیہ کی ترتیب کے مطابق بیان ہوں مثلاً سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، سنن ترمذی

(۳) مسند .....: وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام کی ترتیب شرافت اسلامی یا ترتیب حروف حجاب یا ترتیب تقدم و تاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں، مثلاً مسند احمد و مسند دارمی

(۴) مجتم .....: وہ کتاب ہے جس کے اندر وضع احادیث میں ترتیب اساتذہ کا لحاظ ہو مثلاً مجتم طبرانی

(۵) جزء .....: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی مسئلے کی احادیث یکجا جمع ہوں مثلاً جزء القرآن و جزء رفع الیدین للامام البخاری اور جزء القرآن للبیہقی

(۶) مفرد .....: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی شخص کی کل مرویات مذکور ہوں مثلاً ابو ہریرہ یا انس یا حدیفہ۔

(۷) غریب .....: وہ کتاب ہے جس میں ایک محدث کے مفردات جو اس کے شیخ سے ہوں وہ مذکور ہوں۔ مثلاً کتاب الافراد للدارقطنی

(۸) مستخرج .....: وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی ان زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جو مصنف کی ذاتی ہوں حتیٰ کہ وہ مصنف اس دوسری کتاب کے مصنف کے ساتھ اور جا کر سند میں شریک ہو جائے مثلاً مستخرج ابی عوانہ علی صحیح مسلم اس کا ناکدہ یہ ہے کہ دوسری کتاب کی روایات پر مزید وثوق اور اعتماد

حاصل ہو جاتا ہے

(۹) مستدرک . وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شرائط کے موافق اس کی رہی ہوئی احادیث کو پورا کر دیا گیا ہو۔ مثلاً مستدرک حاکم علیٰ ایشین

(۱۰) رسالہ . وہ مجموعہ ہے جس میں خاص کسی ایک مقصد کی احادیث جمع کی جائیں مثلاً کتاب الادب المفرد للبخاری

(۱۱) اربعین . وہ مجموعہ ہے جس میں صرف چالیس احادیث اس لئے جمع کی جائیں کہ درج ذیل حدیث کی فضیلت و سعادت حاصل ہو جائے۔ من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینہا بعثہ اللہ فقیہا و کنت لہ یوم القيامة شافعا و شهيدا رواہ البيهقي فی شعب الايمان مشکوٰۃ صفحہ ۳۶ مثلاً اربعین للنووی والبیہقی۔

## البحث الثانی عشر فی بیان اقسام المشتغلین بالحدیث

حدیث کے پڑھنے پڑھانے والے پانچ قسم پر ہیں (۱) طالب (۲) محدث (۳) حافظ (۴) حجت (۵) حاکم فی الحدیث۔ ان کی تعریفات یہ ہیں۔

(۱) طالب الحدیث ..... وہ مبتدی ہے جو تحصیل علم حدیث میں مشغول ہو۔

(۲) محدث ..... وہ شیخ و استاذ جو درس حدیث دیتا ہو۔

(۳) حافظ الحدیث ..... وہ محدث ہے جس کو ایک لاکھ احادیث سنداً و متناً معنی یاد اور ازبر ہوں۔ امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں.... کہ حافظ الحدیث ہر چالیس سال میں پیدا ہوتا ہے۔

(۴) حجت فی الحدیث ..... وہ محدث ہے جس کو تین لاکھ احادیث سنداً و متناً معنی یاد ہوں۔ مثلاً امام

بخاری، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، عبد اللہ ابن مبارک وغیرہم اور امام ابو یوسف کو صرف موضوع احادیث تین لاکھ یاد تھیں اس سے اندازہ لگائیے کہ ان کو صحیح احادیث کتنی یاد ہوں گی اور پھر ان کے شیخ امام اعظم کو کس قدر احادیث محفوظ ہوں گی۔

(۵) حاکم فی الحدیث . وہ محدث ہے جس کو تمام احادیث موجودہ ممکنہ الحصول سنداً و متناً معنی و جرحاً

و تعدیلاً یاد ہوں بلکہ مزید برآں یہ کہ اس کو رداۃ کی تاریخ یعنی کن ولادت و وفات اور زمان و مکان تعلیم وغیرہ بھی یاد ہو۔ مثلاً امام احمد بن حنبل کہ آپ کو سات لاکھ سے زائد احادیث یاد تھیں علیٰ عہد الامام ابو زرہ رازی کو

سات لاکھ احادیث یاد تھیں۔

## البحث الثالث عشر فی بیان تعارف کتاب المصابیح

پانچویں طبقہ میں ایک محدث محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فرماہ بغوی شافعی التونی ۵۰۶ ھ میں گذرے ہیں یہ کتاب ان کی تصنیف ہے۔ محی السنۃ نے اس کتاب سے پہلے ایک کتاب شرح السنۃ لکھی جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے خواب میں فرمایا: احياءك الله كما احييت سنتي۔ اسی وجہ سے محی السنۃ آپ کا لقب ہوا جب خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی نعمت کے تشکر میں کتاب المصابیح لکھی۔ یہ کتاب تمام کتب احادیث سے زیادہ جامع ہے جو احادیث دوسری کتب میں متفرق تھیں ان کو مصابیح میں یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ امام محی السنۃ نے راوی کو اول حدیث سے اور حوالے کو آخر حدیث سے حذف کر دیا تھا اور تصدوٰۃ اصلۃً صرف مرفوع احادیث نقل فرمائی تھیں نیز محی السنۃ نے اپنی کتاب کی احادیث کو دو اقسام پر تقسیم کیا ہے قسم اول میں بخاری اور مسلم کی احادیث کو نقل فرمایا اور اس قسم کا نام الصحاح رکھا اور قسم ثانی میں سنن خمۃ یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی کی احادیث جمع فرمائی ہیں اور اس کا نام الحسنان رکھا ہے۔ مشکوٰۃ میں جہاں بھی کتب اصول کا لفظ آیا ہے اس سے مراد یہی کتب سبعہ ہیں۔ مصابیح میں کل چار ہزار چار صد چونتیس (۴۴۳۴) احادیث ہیں جن میں سے دو ہزار چار صد چونتیس (۲۴۳۴) صحاح ہیں اور باقی دو ہزار (۲۰۰۰) حسان ہیں۔

## البحث الرابع عشر

تعارف کتاب المشکوٰۃ..... اس کے مولف ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ خطیب ہمدانی التونی ۷۳۳ ھ میں آپ نے اپنے استاذ شیخ علامہ طبری کے حکم پر کتاب المصابیح میں اضافات و تغیرات کر کے اور پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث اضافہ فرما کر مشکوٰۃ مرتب فرمائی آپ نے مشکوٰۃ کی احادیث کو تین فصلوں پر تقسیم کیا ہے۔ فصل اول میں مصابیح کی صحاح احادیث نقل فرمائی ہیں اور فصل ثانی میں اس کی حسان احادیث ذکر کی ہیں اور فصل ثالث میں وہ احادیث ہیں جو انہوں نے زائد کی ہیں آپ مشکوٰۃ کی تالیف سے ۷۳۷ ھ میں فارغ ہوئے اور پھر فراغت سے چھ سال بعد ۷۴۳ ھ میں وفات پائی۔

سبب تصنیف مشکوٰۃ..... مصابیح میں حدیث کا ماخذ اور راوی مذکور نہیں تھا اس طرز پر بعض اہل علم کلام تھا کیونکہ حوالہ کتاب نہ ہونے کی وجہ سے تلاش ماخذ میں بہت دقت ہوتی ہے اور ذکر سند کے بغیر ہی

حدیث پر پورا اعتماد بھی نہیں ہوتا اس لئے علامہ طیبی اور مولف نے اس کا احساس کر کے باہم مشورہ کیا اور بالآخر مصابیح کی تکمیل کا کام مولف کے سپرد ہوا۔ چنانچہ آپ نے راوی اور ماخذ کے ساتھ ساتھ فصل ثالث کا بھی اضافہ فرمایا اور بہت تنقیح اور تلاش کے بعد کئی سال میں نہایت محنت کے ساتھ مشکوٰۃ المصابیح مرتب فرمائی اور جن احادیث کا حوالہ نہ مل سکا وہاں بیاض چھوڑ دیا، اس کے بعد محققین اور شارحین نے اس کو پورا کیا لیکن بعض جگہ اب بھی بیاض باقی ہے۔ سوال: صاحب مصابیح پر علماء کا اعتراض بسبب ترک ذکر اسناد کے تھا وہ بات تو اب بھی باقی رہی کیونکہ صاحب مشکوٰۃ نے فقہ صحابی اور کتاب کا نام ذکر کیا ہے اور تمام سند ذکر نہیں کی۔ جواب: جب کتاب کا نام ذکر کر دیا تو گویا پوری سند حضور ﷺ تک بیان کر دی کیونکہ خود اس صاحب کتاب نے پوری سند ذکر کی ہے۔

وجہ تسمیہ مشکوٰۃ المصابیح..... مشکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں دیوار کے اندر کا وہ طاقچہ جس میں چراغ رکھا ہو تو مصنف کا مطلب یہ ہے کہ محی السنہ کی کتاب المصابیح مثل چراغ کے ہے اور میری کتاب معمولی درجے کی مثل طاقچے کے ہے جو چراغ سے کم درجہ رکھتا ہے تو اس میں مصنف نے نہایت درجے کا ادب اختیار کیا ہے یا مصابیح سے مراد احادیث رسول ہیں۔ تو احادیث رسول ہیں۔ تو احادیث رسول مطروف ہیں اور میری کتاب ظرف کے درجے میں ہے جو مطروف سے کم مرتبہ کھتی ہے۔

عدد احادیث مشکوٰۃ.....: مصابیح میں کل چار ہزار چار صد چونتیس (۴۴۲۴) احادیث تھیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے ان پر پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث کا اضافہ فرمایا تو اس طرح مشکوٰۃ میں احادیث کی کل تعداد پانچ ہزار نو صد چالیس (۵۹۴۵) ہوئی، مشکوٰۃ میں کل نصوص کی تعداد ایک ہزار اڑتیس (۱۰۲۸) ہے اور کل ابواب کی تعداد تین صد ستائیس (۳۲۷) اور کل کتب کی تعداد (۲۹) ہے۔

شروح و حواشی مشکوٰۃ.....: (۱) الکاشف عن حقائق السنن جو شرح طیبی کے نام سے معروف ہے۔ مصنف علامہ حسین بن عبد اللہ بن محمد طیبی شافعی استاذ صاحب مشکوٰۃ۔ یہ سب سے پہلی شرح ہے۔ (۲) علامہ میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ مشکوٰۃ۔ (۳) المہیتر "مصنف علامہ شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی۔ (۴) مرقاۃ الفائق شرح مشکوٰۃ المصابیح پانچ ضخیم جلدوں میں مصنف علامہ نور الدین ملا علی بن سلطان محمد قاری حنفی یہ سب سے اہم اور قابل اعتماد و مطول شرح ہے۔ (۵) اللغات باللفظ العربیۃ (۶) اللغات باللغات الفارسیہ و نول محمد شہنشاہ الہند شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیفات ہیں۔ پہلے لغات لکھی پھر حضور ﷺ نے

خواب میں فرمایا کو اس کو آسان زبان میں لکھو تو اس پر بزبان فارسی اشعۃ المذہبات لکھی۔ شیخ عبدالحق نے عربی شرح کے شروع میں اصول حدیث کے متعلق ایک مقدمہ لکھا جو بہت مختصر مگر جامع اور پر مغز ہے یہ مقدمہ مشکوٰۃ کے شروع میں مطبوع ہے۔ (۷) مظاہر حق بزبان اردو مصنف علامہ نواب قطب الدین خان صاحب شاہجہاں آبادی تلمیذ شاہ محمد اعظمی سب سے پہلے خود شاہ صاحب نے شروع فرمائی تھی پھر آپ کے ایماء پر نواب صاحب نے مکمل کی (۸) التعلیق الصیح مصنفہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی (۹) المرآت مصنفہ حضرت مولانا محمد عبداللہ (۱۰) منہاج المشکوٰۃ مصنفہ شیخ عبدالعزیز ابہری (۱۱) التعلیق الصیح علی مشکوٰۃ المصابیح مصنفہ قاضی ابوسعید اللہ شمس الدین بن شیخ شیر محمد (۱۲) مرآۃ المتابع لمشکوٰۃ المصابیح مصنفہ قاضی ابوالفضل عبداللہ ملوی خنقی اور ان کے علاوہ بہت سے حواشی و شرح ہیں۔

## البحث الخامس عشر فی بیان وجوه الفرق بین المشکوٰۃ والمصابیح

مؤلف مشکوٰۃ نے دیباچہ کتاب میں چودہ وجوہ فرق بین کئے ہیں جن کی اجمالی فہرست علی الترتیب یہ ہے (۱) صحابی (۲) ماخذ (۳) عنوان (۴) فصل ثالث (۵) حدیث مرفوع (۶) حذف تکرار (۷) اختصار حدیث (۸) تکمیل حدیث (۹) تبدیلی حوالہ (۱۰) اختلاف متن (۱۱) عدم وجدان فی کتب الاصول (۱۲) وجہ نکارت (۱۳) بیان ضعف و نکارت (۱۴) بیاض، اور ان وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) صحابی..... یعنی مصابیح میں متن حدیث سے پہلے صحابی کا نام مذکور نہیں اور مشکوٰۃ میں مذکور ہے۔

(۲) ماخذ: یعنی مصابیح میں ماخذ کا حوالہ نہیں اور مشکوٰۃ میں ہے الا نادراً

(۳) عنوان: یعنی مصابیح میں صحیحین کی احادیث کا عنوان من المصابیح ہے اور مشکوٰۃ میں الفصل الاول

کا عنوان ہے، علیٰ ہذا مصابیح میں غیر صحیحین کی احادیث کا عنوان من الحسان ہے اور مشکوٰۃ میں الفصل الثانی کا

عنوان ہے۔

(۴) فصل ثالث: یعنی مصابیح کے ہر باب میں صرف دو عنوانات ہیں لیکن مشکوٰۃ کے اکثر ابواب میں

تین فصول ہیں اور فصل ثالث میں مضمون باب کے مناسب ہر نوع کی احادیث صحیح حسن ضعیف جمع کی ہیں اور

اسی اضافے کی وجہ سے مشکوٰۃ میں پندرہ صد گیارہ (۱۵۱۱) احادیث مصابیح سے زائد ہیں۔

(۵) حدیث مرفوع..... یعنی مصابیح میں قسداً و اصلہً صرف مرفوع احادیث ہیں لیکن مشکوٰۃ کی فصل

ثالث میں موقوف اور مقطوع احادیث بھی مذکور ہیں۔



(۶) حذف تکرار..... یعنی مصابیح میں بعض احادیث مکرر مذکور تھیں لیکن مشکوٰۃ میں اس تکرار کو حذف کر دیا گیا ہے اور ان احادیث کو مشکوٰۃ کے صرف اس باب میں رکھا گیا ہے جس کے ساتھ ان احادیث کی مناسبت زیادہ تھی مثلاً کتاب الایمان میں فصل اول کا آخر صفحہ ۱۲ پر۔

(۷) اختصار حدیث: یعنی مصابیح میں بعض احادیث مفصل اور پوری مذکور تھیں اور مشکوٰۃ میں کسی مصححت کی بناء پر ان کو مختصر اذ کر کیا گیا ہے اور وہ مصلحت یہ ہے کہ متروک حصہ باب کے مناسب نہیں تھا۔

(۸) تکمیل حدیث: یعنی کہیں (نمبر ۷ کے برعکس) مصابیح میں بعض احادیث مختصر تھیں لیکن صاحب مشکوٰۃ نے بعض مصلحتوں کی وجہ سے ان کی تکمیل کر دی ہے اور وہ مصلحت یا تو یہ ہے کہ بقیہ حدیث بھی اس باب کے مناسب ہے یا یہ کہ بقیہ حدیث کے ذکر کے بغیر حدیث کے معنی میں خلل واقع ہو جاتا ہے یا یہ کہ بقیہ حصہ کثیر الفوائد ہوتا ہے۔

(۹) تبدیلی حوالہ: یعنی مشکوٰۃ میں بعض جگہ فصل اول کی احادیث میں غیر صحیحین کا حوالہ ہوتا ہے اور فصل ثانی کی احادیث میں صحیحین کا حوالہ ہوتا ہے اسکی وجہ صاحب مشکوٰۃ کی اپنی تحقیق و تفتیش ہے کہ فصل اول کی حدیث صحیحین میں نہیں ملی یا فصل ثانی کی حدیث صحیحین میں مل گئی۔

(۱۰) اختلاف متن: یعنی بعض جگہ صاحب مشکوٰۃ کو کتب اصول میں صاحب مصابیح کے نقل کردہ الفاظ نہیں ملے تو وہاں ان الفاظ کو ترک کر کے کتب اصول ہی میں اس روایت کے کسی دوسرے طریق سند میں جو الفاظ قدرے اختلاف متن کے ساتھ ملے وہ لکھ دیئے ہیں اور اس قسم کے بعض مقامات میں یہ عبارات بھی لکھ دی ہے و جدت خلاف ہذا الردیۃ فی کتب الاصول۔

(۱۱) عدم وجدان فی کتب الاصول..... یعنی مصابیح کی بعض احادیث جو صاحب مشکوٰۃ کو کتب اصول میں نہیں مل سکی ہیں لیکن بعض دوسری کتب حدیث میں مل گئی ہیں وہاں بعض مقامات میں یہ عبارات لکھ دی ہے۔ ما وجدت ہذا الردیۃ فی کتب الاصول دلانی کتاب الحمیدی صفحہ ۳۹۔

(۱۲) وجہ نکارت..... یعنی مصابیح میں بعض احادیث پر غریب یا ضعیف وغیرہ ہونے کا حکم لگایا ہے مگر وجہ ضعف اور وجہ نکارت بیان نہیں کی۔ صاحب مشکوٰۃ نے وہاں اکثر جگہ وجہ نکارت بھی بیان کر دی ہے یعنی مستند آئمہ محدثین سے اس کی تائید نقل کر دی ہے مثلاً قال الترمذی ہذا حدیث غریب یہ مطلب نہیں کہ ضعف و غرابت کی اصل علت وجہ بھی بیان کی ہے کیونکہ صاحب مشکوٰۃ نے ایسا نہیں کیا۔

(۱۳) بیان ضعف و نکارت : یعنی بعض احادیث میں ضعف و غرابت ہونے کے باوجود مصابیح میں ان کی غرابت اور ضعف بیان نہیں کیا لیکن صاحب مشکوٰۃ نے بعض مقامات میں کہ غرض کی وجہ سے احادیث کے ضعف اور غرابت وغیرہ کو بیان کر دیا اور وہ غرض مثلاً یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگوں نے ان احادیث کو موضوع سمجھ لیا تھا تو صاحب مشکوٰۃ نے ان پر ضعیف وغیرہ کا حکم لگا کر یہ بتا دیا کہ ان احادیث کو موضوع سمجھنا تو غلط ہے البتہ ان میں ضعف ضرور ہے۔ نیز محی السنہ نے یہ التزام کیا ہے کہ مصابیح میں منکر احادیث نہیں لائے اور جہاں لائے ہیں وہاں ان کی نکارت کو بیان کر دیا ہے پس جہاں صاحب مصابیح نے نکارت کی صراحت نہیں کی وہاں صاحب مشکوٰۃ نے صراحت کر دی ہے۔

(۱۴) بیاض : یعنی صاحب مشکوٰۃ کو جن احادیث کا حوالہ نہ مل سکا۔ کتب اصول میں نہ دیگر کتب حدیث میں وہاں بیاض چھوڑ دیا ہے۔

## البحث السادس عشر فی بیان حالات صاحب المصابیح

آپ ۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مرو بمہر ۸۰ سال انتقال ہوا۔ اور اپنے استاذ فقیہ خراسان قاضی حسین مروزی کے پاس دفن کئے گئے، آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب محی السنہ اور اسم گرامی حسین بن مسعود ہے۔ پورا نام و نسب یہ ہے محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود القراء البغوی الشافعی۔

محی السنہ: ان کا لقب محی السنہ اس لئے ہے کہ انہوں نے مصابیح سے پہلے ایک کتاب شرح السنہ لکھی جب اس سے فارغ ہوئے تو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے خواب میں فرمایا ایاک اللہ کما احییٰ سنتی۔ اس وجہ سے آپ کا لقب محی السنہ ہوا۔ القراء یہ آپ کی والد ماجد کی صفت ہے اور آپ کے والد ماجد کو فرما اس لئے کہتے ہیں کہ وہ فرو یعنی پوتہ بناتے تھے یا بیچتے تھے باقی یحییٰ بن زیاد فرما نوحی دوسرے عالم ہیں۔ البغوی: یہ بغ یا بغشور کی طرف نسبت ہے جو خراسان کی حدود میں ہرات اور مرو کے درمیان ایک شہر تھا۔ مرکب امتراجی میں بسا اوقات نسبت پہلے جز کی طرف ہوتی ہے مثلاً معد یکرب سے معدی اور بعلبک سے بعلی اس لیے شور کو حذف کر بغ کی طرف نسبت کی تو بغوی ہو گیا اور بغوی میں واؤ کا اضافہ اس لئے ہوا کہ

بغوی بمعنی زانیہ کے ساتھ ملہس نہ ہو یا واؤ کی زیادتی خلاف قیاس ہے (مرقات صفحہ ۱۱، جلد ۱)۔

محی السنہ کے خاص حالات ..... : آپ کو خصوصاً تین فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) نقد۔ شافعی مذہب رکھتے تھے تمام عمر تصنیف اور حدیث تفسیر فقہ کے درس میں

مشغول رہے ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد مروزی کے اور حدیث میں ابو الحسن داؤدی کے شاگرد ہیں۔ یعقوب بن احمد صیرفی اور علی بن یوسف جوینی اور دیگر محدثین سے بے شمار فوائد حاصل کئے۔ قائم اللیل اور صائم النہارتھے۔ نہایت سادہ غذا استعمال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ باسائن صرف روٹی پر گزارہ فرماتے تھے۔ بڑھاپے میں لوگوں کے کہنے پر روٹی کے ساتھ زیتون کا تیل استعمال فرمانے لگ گئے تھے (مرقات صفحہ ۱۰، طبقات الشافعیہ جلد ۲، صفحہ ۲۱۴، اشعۃ المصاحبات جلد ۱، صفحہ ۲۹)

تصنیفات: تفسیر میں معالم التنزیل اور حدیث میں شرح السنۃ اور مصابیح اور فقہ میں کتاب التہذیب لکھی۔

## البحث السابع عشر فی ذکر احوال مؤلف المشکوٰۃ

آپ کا لقب ولی الدین اور نام محمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کے والد ماجد کا مشہور نام تو عبد اللہ ہے مگر خود مؤلف نے اپنے رسالے الاکمال فی اسماء الرجال کے آخر میں اپنے والد کا نام عبید اللہ ذکر کیا ہے۔ پورا نام نسب یہ ہے ولی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبید اللہ العمری الخطیب التبریزی الشافعی العمری۔ یہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی طرف نسبت ہے اور اگر حضرت عمر بن الخطاب کی طرف نسبت کی جائے تو فاروقی کہا جاتا ہے۔ الخطیب التبریزی: آپ تبریز شہر میں خطیب تھے اس لئے آپ کو خطیب تبریزی کہتے ہیں۔ آپ آٹھویں صدی کے ممتاز اور جدید علماء میں سے تھے نہایت عابد و زاہد اور اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے۔ آپ نے اپنے استاذ و شیخ علامہ طبری کے حکم پر مصابیح میں اضافات و تغیرات کر کے اور پندرہ صد گیارہ احادیث کا اضافہ فرما کر مشکوٰۃ المصابیح مرتب فرمائی۔ استاذ کی خدمت میں پیش کی تو وہ بے حد خوش ہوئے۔ آپ مشکوٰۃ کی تالیف سے ۷۳۷ھ حج میں رمضان المبارک کے جمعہ اوداع کو عید کا چاند نظر آنے سے کچھ دیر قبل فارغ ہوئے اور پھر فراغت سے چھ سال بعد ۷۴۳ھ حج میں وفات پائی۔ پھر جن صحابہؓ تابعینؓ، محدثینؓ کا ذکر مشکوٰۃ میں آیا ان کے احوال میں ایک رسالہ الاکمال فی اسماء الرجال لکھا جو مشکوٰۃ کے آخر میں ملحق ہے۔ آپ اس رسالے کی تصنیف سے بروز جمعہ ۲۰ رجب ۷۴۰ھ حج میں فارغ ہوئے۔

## البحث الثامن عشر فی ذکر سند المشکوٰۃ از احقر العباد تا مؤلف مشکوٰۃ

میرے اور صاحب مشکوٰۃ کے درمیان بیس واسطے ہیں اور اکیسواں نام مؤلف کا ہے اور پوری سند یہ ہے قاری محمد طاہر الریسی از استاذ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب مدظلہ از شیخ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب از شیخ مولانا محمد یسین ساکن بریلی (انڈیا) از شیخ الہند، امیر مالٹا از مولانا محمود حسن دیوبندی از شیخ

مولانا محمد قاسم نانوتوی از شیخ مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی از شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی از شیخ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی از شیخ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی از شیخ ابوطاہر مدنی از شیخ محمد ابراہیم کردی مدنی از شیخ احمد قہاشی از شیخ احمد بن عبدالقدوس شادوی از سید غضنفر بن سید فخر نیروانی از شیخ محمد سعید عرف میرکاس شیخ مکہ از سید نسیم الدین میرک شاہ از سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبدالرحمن از سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحیی شیرازی حسی از شیخ شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم حمرہی الصدیقی از شیخ امام الدین علی ابن مبارک شاہ سادتی صدیقی از مؤلف مشکوٰۃ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبید اللہ العمری الخطیب البصری از الشافعی التوفی ۴۲۳ ھج۔۔۔۔۔

بحمدہ تعالیٰ و بعونہ سبحانہ یہاں مقدمہ کتاب اختتام پذیر ہوا۔ اب اصل مقصد شروع ہوتا ہے۔  
-ومن اللہ التوفیق و الاتمام و علیہ ننوکل و بہ نستعین-

## کتاب مشکوٰۃ المصابیح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف نے اپنی کتاب کو بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع کر کے اتباع کی ہے قرآن وحدیث اور احمد دین کی پھر ابتداء کے بارے میں تین طرح کی احادیث آئی ہیں (۱) خطیب بغدادی کی کتاب الجامع میں کل امر ذی بال لم یبدأ بسم اللہ فهو ابتر۔ (۲) ترمذی اور ابو داؤد میں کل کلام لم یبدأ بحمد اللہ فهو اجذم۔ (۳) ابن ماجہ میں کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فهو اقطع۔ ان احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ تمام روایات متحد ہیں اور مقصود ذکر اللہ ہے خواہ بسم اللہ سے ہو یا الحمد للہ سے ہو۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر رحادی کی اربعین میں یہ الفاظ آئے ہیں کل امر ذی بال لا یبدأ بذكر اللہ فهو اقطع پھر اس میں اختلاف ہے کسے یا تفریحی کتب اشعار و نیز کتب منطق و فلسفہ کی ابتداء میں بسم اللہ لکھنی جائز ہے یا نہیں؟ تو امام شمس اور ابن شہاب زہری نے کتب اشعار کی ابتداء میں کتابت بسم لہ ناجائز قرار دی ہے اور سعید بن مسیب نے جائز بتائی ہے لیکن اس میں یہ تفصیل عمدہ ہے کہ حشہ حسن و قبیحہ یح علی حد اگر کتب منطق و فلسفہ سے مقصود معتزنین و مصلین ہو تو کتابت بسم لہ جائز ہے اور اگر تحسین اور تشبیر کی نیت ہو تو ناجائز ہے۔

قولہ الحمد لله نعمده۔ سوال۔۔۔۔۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ مصنف اپنی کتاب کے شروع میں حمد باری کے لئے دو قسم کے جملے لائے ہیں ایک جملہ اسمیہ الحمد للہ اور دوسرا جملہ فعلیہ نعمده۔

جواب نمبر ۱.....: چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سلسلہ عمر بھر باقی رہتا ہے، اس لحاظ سے جملہ اسمیہ لائے جو دوام پر دلالت کرتا ہے اور اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں نوع نوع ہر گھڑی میں متجدد ہوتی رہتی ہیں جملہ فعلیہ لائے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۲.....: جملہ الحمد لہما اول پیدائش اور ابتداء خلق سے انتہائے خلق تک تمام حامدین کی مطلق حمد کو شامل ہے اور جملہ نحمدہ میں خاص اپنی طرف سے اظہار حمد ہے۔

قولہ نحمدہ...: اس کو صیغہ جمع سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے عظمت شان ہماری کی طرف کہ میں اکیلا ایسی بڑی ذات کی تعریف بیان نہیں کر سکتا البتہ ہم سب مل کر کچھ تعریف کر سکتے ہیں۔

قولہ و نستعینہ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا الخ.....: چونکہ نحمدہ سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ ہم خود پر قادر ہیں۔ حالانکہ اللہ کی مدد شامل حال نہ ہو تو بندہ ہیچ شخص ہے اس لئے اس وہم کے دفعیہ کے لئے و نستعینہ لائے پھر کما حقہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا اور حق تعریف ادا کرنا ناممکن ہے اس لئے و نستغفرہ فرمایا پھر آدمی میں گنہ دو قسم کے ہیں (۱) ظاہری (۲) باطنی۔ اور دونوں میں خواہش نفسانی کا دخل ہے جو طاعت و استغفار سے مانع اور ریا اور سمعہ کا باعث ہے اس لئے آگے فرمایا و نعوذ باللہ الخ پھر چونکہ انفسنا اور اعمالنا کی ضمیر متکلم سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ ہمیں کچھ اختیار و استقلال حاصل ہے اس لئے آگے فرمایا من یدہ اللہ الخ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جملہ امور اللہ کی جانب سے ہیں اور بندہ کو تو صرف کسب حاصل ہے۔

قولہ من یدہ اللہ الخ..... اس جملے میں اور علیٰ ہذا دوسرے جملہ میں من موصولہ ہے اور نحو کے قاعدے کے لحاظ سے صلہ کی ضمیر کا ذکر اور حذف دونوں امور جائز ہیں تو دونوں جملوں میں اس قاعدے کی طرف اشارہ ہے کہ اول جملے میں ضمیر مذکور ہے اور ثانی میں اکثر نسخوں کے لحاظ سے محذوف ہے۔

قولہ و اشہد..... یہاں واحد کا صیغہ اس لئے لائے کہ شہادت ایک ایسا فعل ہے جو قلب سے متعلق ہے اور اپنے ماسوا کے دل پر اطلاع پانا ممکن نہیں اس لئے واحد کا صیغہ لائے بخلاف مذکورہ بالا افعال کے کہ وہ ظاہری تھے اس لئے ان میں سب کو شامل کر لیا۔

قولہ و طرق الایمان..... اس سے مراد انبیاء اور علماء ہیں جو آنحضرت ﷺ سے قبل گذرے ہیں۔ قولہ و خبت انوارہا.....: نوار سے مراد انبیاء اور علماء کی تعلیمات و ہدایات ہیں۔

قوله و هنت ارکانها..... ارکان سے مراد وہید و رسالت اور بعثت و قیامت ہے۔

قوله و جهل مکانها... : اس سے مراد علم کے مقامات ہیں یعنی مدارس اور خانقاہیں۔

قوله من معالمها... یہ شہید کے مفعول مؤخر ما عفا کا بیان مقدم ہے۔

قوله من العلیل..... : یہ شفعی کے مفعول مؤخر من کان علی شفا کا بیان مقدم ہے اور فی تائید کافی شفعی

کے متعلق ہے اور یہ فی اجلیہ اور سببہ ہے اور پہلا شفعی ماضی اور دوسرا شفاء اسم ہے بمعنی کنارہ اور اس میں صحت

اجناس ہے کہ دو لفظ متشابہ اللفظ اور متغایر المعنی مذکور ہیں۔

قوله و اضبط لشوارد الاحادیث و او ابدھا..... : شوارد جمع ہے شاردة کی بمعنی

بھاگنے والا انٹ اور او ابد جمع ہے آبدۃ کی بمعنی وحشی چوپایہ جو انسان سے نفرت کرتا ہے۔ سید جمال الدین

فرماتے ہیں کہ شوارد سے مراد وہ احادیث ہیں جو کتب اصول حدیث میں موجود ہیں لیکن طالب حدیث کو ان

کا علم نہ تھا یعنی غیر مانوس و غیر معلوم اور متفرق و منتشر احادیث اور اابد سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی دلالت

معنی مقصودی پر طالب کے لئے مخفی تھی یعنی مشکل و دشوار حدیث۔ ان احادیث کو مخفی السنہ نے مناسب مقام

باب میں لا کر دلالت کو واضح کر دیا اور توحش کو دور فرما دیا (اشعة اللمعات) یا یہ اضافت بیان ہے کہ احادیث کو

جلدی بھول جاسکی وجہ سے وحشیات کیساتھ تشبیہ دی ہے اس وجہ سے کہا گیا ہے العلم صید و الكتابة قید۔

قوله اعلام..... : یہ علم کی جمع ہے بمعنی علامت و نشانی۔

قوله کالاعفال... : یہ غفل کی جمع ہے بمعنی بے نشان و بے عمارت زمین۔

قوله و ابی عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ..... : ابن ماجہ میں ہمزہ وصلی کو رسم خطی

میں باقی رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ یزید کی صفت نہیں بلکہ یا تو یہ ابن یزید سے بدل ہے اس صورت میں ماجہ یزید

کا لقب ہے کمانی القاسوس یا ابن ماجہ محمد کی صفت ثانیہ ہے اس صورت میں ماجہ محمد کی والدہ اور یزید کی زوجہ کا نام

ہے اور یہی احتمال راجح ہے۔ کمانی شرح الاربعین بہر حال ابن ماجہ یزید کی صفت نہیں ہے ورنہ معنی فاسد ہوگا

اور اس کے نظائر اور بھی ہیں مثلاً عبد اللہ بن عمرو ابن ام مکتوم میں ام مکتوم عبد اللہ کی والدہ اور عمرو کی بیوی ہیں اور

عبد اللہ بن مالک ابن نخسینہ میں نخسینہ عبد اللہ کی والدہ اور مالک کی بیوی ہیں اسی طرح عبد اللہ بن ابی بن

سلول اور محمد بن علی ابن الحنفیہ کو تصور کریں۔

قوله و غیرہم..... مثلاً ابن حبان، ابن عبد البر، امام نووی، علامہ بن جوزی وغیرہم۔

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات الخ  
 اس حدیث کے متعلق دس مباحث قابل ذکر ہیں۔ (۱) حدیث کی مختصر تشریح (۲) حالات حضرت  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) وجہ تقدیم حدیث ہذا (۴) فضیلت حدیث ہذا (۵) شان ورود حدیث ہذا (۶) الفاظ  
 حدیث کی لفظی و معنوی تحقیق (۷) بیان اقسام اعمال (۸) اس حدیث کے تحت ایک مسئلہ خلافیہ کا بیان  
 (۹) جملہ اولیٰ کے متعلق اختلاف روایات (۱۰) نوعیت حدیث ہذا۔

## البحث الاول فی ذکر شرح هذا الحدیث مختصراً

اللہ کے نزدیک عمل بغیر نیت و اخلاص کے معتبر اور مقبول نہیں بلکہ اعمال کی اچھائی برائی کا اعتبار اور  
 حصول ثواب کا دار نیت پر ہے مثلاً ادائے صلوٰۃ میں رضائے الہی کی نیت ہو تو ثواب ہے اور ریا کی نیت ہو تو  
 ثواب نہیں پھر ایک عمل میں جتنی نیتیں ہوں گی اتنے ہی ثواب پائے گا مثلاً محتاج قرائتی کے دینے میں اگر نیت  
 فقط لوجہ اللہ دینے کی ہو تو صرف ایک ثواب پائے گا اور اگر صلہ رحمی کی نیت بھی کرے گا تو دہرا ثواب پائے گا  
 علیٰ ہذا اگر دخول مسجد میں فقط ادائے صلوٰۃ کی نیت ہوگی تو صرف ایک ثواب پائے گا اور اگر انتظار صلوٰۃ اور  
 اعتکاف کی نیت بھی ہوگی تو تین گنا ثواب پائے گا بلکہ خواہش نفسانی کی چیزوں میں بھی اچھی نیت کرنے سے  
 ثواب ہوتا ہے مثلاً خوشبو لگانے میں اتباع سنت، تعظیم مسجد، فرحت دماغ کا قصد ہو تو ہر نیت کا جدا گانہ ثواب ہو  
 گا لیکن یاد رکھو کہ کار حرام اور معاصی میں نیت کا اثر نہیں ہوتا باقی امر مباح میں اگر عبادت کی نیت ہوگی تو یہ بھی  
 موجب ثواب ہے بہر حال اعمال کی اچھائی برائی اور حسن و قبح کا مدار دل کے اچھے برے ارادوں پر ہے حتیٰ کہ  
 ہجرت جیسی بڑی سعادت و عبادت بھی بری نیت کے سبب اکارت ہو جاتی ہے۔ مصنف مشکوٰۃ نے اس حدیث  
 کو اپنی کتاب کی ابتداء میں لاکر اس طرف اشارہ کر دیا کہ تحصیل علم سے قبل تصحیح نیت ضروری ہے۔

## البحث الثانی فی ذکر احوال عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عمر اور کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے والد کا نام خطاب ہے، فاروق مبالغہ کا صیغہ  
 ہے فرق سے جس کا معنی ہے حق و باطل میں بہت فرق کر دینے والا۔ چونکہ حضرت عمر کے اسلام لانے سے کفر و  
 شرک کے مقابلے میں اسلام کو نمایاں ظہور اور غلبہ اور اعزاز حاصل ہوا۔ اس لئے آپ کو فاروق کہا جاتا ہے  
 بعض علماء نے یہ توجیہ بتائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک منافق اور یہودی کا باہم نزاع ہو گیا اور  
 حضرت عمر نے صرف اس وجہ سے اس منافق کا سر قلم کر دیا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ماننے سے انکار

کر دیا تھا جیسا کہ اس کا واقعہ مشہور ہے۔ آپ اصحاب میل کے واقعہ سے ۱۳ سال بعد میں پیدا ہوئے۔ آپ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد نبوت کے چھٹے سال میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ تینتیس (۲۳) مردوں اور چھ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ ۱۳ھ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی، ساڑھے دس سال خلافت کی جس میں بہت سی فتوحات ہوئیں۔ تیرہ اسلامی شہروں کی بنیاد اور آبادی آپ ہی کے زمانہ خلافت میں ہوئی جن میں کوفہ اور بصرہ بھی شامل ہیں۔ آپ کی مہر پر یہ جملہ نقش تھا۔ کفی بالموت و اعظا یا عمر۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولود فیروز نے مدینہ میں ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو بروز بدھ نماز صبح میں آپ کو نیزہ مارا اور بروز اتوار یکم محرم الحرام ۲۳ھ کو آپ انتقال فرما کر مدفون ہوئے۔ صبح قول کے مطابق آپ کی کل عمر ۶۳ سال ہے آپ سے کل ۵۳۷ منوع احادیث مروی ہیں جن میں سے ۸۱ احادیث صحیحین میں موجود ہیں پھر ان ۸۱ احادیث میں سے ۳۴ احادیث بخاری میں اور ۱۲۱ احادیث مسلم میں اور باقی ۲۶ دونوں میں ہیں۔

## البحث الثالث فی ذکر وجہ تقدیم هذا الحدیث

صاحب مشکوٰۃ اور صاحب مصابیح نے اپنی اپنی کتاب کے مقاصد سے پیشتر مقدمے میں اس حدیث کو ذکر فرمایا۔ اس میں تین اشارات ہیں۔

(۱)۔۔۔ اس طرف اشارہ کر دیا کہ تعلیم و تعلم سے پہلے نیت درست کر لینی چاہیے ورنہ تمام محنت ضائع ہو جائیگی۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اس حدیث کو اپنی تصنیفات کے شروع میں لانا پسند کرتے تھے تاکہ طالب و معلم دونوں اپنی نیت صحیح کر لیں چنانچہ امام عبدالرحمن بن مہدی فرماتے ہیں من اراد ان یصنف کتابا فلیبدأ بهذا الحدیث اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کان المتقدمون من شیوخنا یستحبون تقدیم حدیث الاعمال امام کل شیء ینشاء و یبدأ من امور الدین۔

(۲) اس طرف اشارہ فرمادیا کہ طلب علم کے لئے ہجرت ظاہر یہ کرنی ہوگی اور اپنا وطن چھوڑنا ہوگا اور طلب علم میں جو تکالیف پیش آئیں گی انہیں برداشت کرنا ہوگا۔

(۳) اس طرف اشارہ ہے کہ ہجرت باطنیہ حقیقیہ یعنی ترک معاصی بھی کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے المهاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۲)

## البحث الرابع فی ذکر فضیلة هذا الحدیث



امام احمدؒ سے روایت ہے کہ یہ حدیث ٹکٹ علم ہے امام بیہقی اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اعمال تین قسم پر ہیں۔ (۱) متعلقہ بالجنان (۲) متعلقہ باللسان (۳) متعلقہ بالارکان۔ تو یہ حدیث اعمال متعلقہ بالجنان کے بارے میں ہے اس لئے ٹکٹ علم ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں انہ یدخل فیہ نصف العلم وجہ اس کی یہ ہے کہ نیت قلبی عبادت ہے اور عمل بدنی عبادت ہے۔ اگر نیت صحیح ہوگی تو اعمال بھی درست ہوں گے۔ بلکہ نیت من وجہ عمل سے زیادہ اہم ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے۔ نية المؤمن خیر من عمله۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح بلا نیت حسنہ کے مقابلے میں نیت حسنہ بلا عمل بہتر ہے یہ مطلب نہیں کہ عمل مع نیت حسنہ سے بھی نیت حسنہ بلا عمل کا درجہ زیادہ ہے مثلاً ایک آدمی نے سوتے وقت یہ نیت کی کہ تہجد کے لئے اٹھوں گا لیکن پھر آنکھ نے کھلنے کی وجہ سے تہجد نہ پڑھ سکا تو اس کو اس عمل کے بغیر ہی نیت تہجد کا ثواب مل جائے گا اور اگر تہجد والا عمل کسی نے کیا مگر رضائے الہی کی نیت نہیں کی تو یہ عمل طاعت نہیں بنے گا لیکن اگر کسی نے رضائے الہی کی نیت سے تہجد والا عمل کیا تو اس کا درجہ ان دونوں سے..... زیادہ ہے۔ الغرض اخلاص اور تصحیح نیت بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید میں بھی بہت تاکید آئی ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے قل انسی امرت ان اعبد الله مخلصا له الدين (پارہ ۲۳) اور انما یعقبل الله من المتقین (پارہ ۶) اور یہی مطلب ہے اس فارسی مصرع کا ع دل بدست آور کہ حج اکبر است

## البحث الخامس فی ذکر شان الورد لهذا الحدیث

اس حدیث کا شان ورود ایک عورت کا قصہ ہے۔ چنانچہ علامہ طبرانی نے جید سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے خطبہ کیا۔ اس عورت کی کنیت ام قیس اور نام اس کا قبیلہ تھا پھر وہ عورت مدینہ کی طرف ہجرت کر گئی اس مرد نے مدینہ میں دوبارہ پیغام نکاح بھیجا اس پر ام قیس نے ہجرت کی شرط لگائی تو اس مرد نے ہجرت کی اور نکاح کر لیا۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ اس شخص کو مہاجر ام قیس کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تاکہ نیت کی اصلاح ہو جائے اس واقعہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی شان سے اس قسم کی نیت بعید ہے تو جواب یہ ہے کہ ان کی نیت مخلوط تھی جو محض خلاف اولیٰ ہے نہ کہ حقیقی گناہ لیکن آنحضرت ﷺ نے اس پر بھی نکیر فرمائی۔ تو یہ واقعہ ان صحابہ کرامؓ کے کمال ایمان اور علو شان کی دلیل ہے کہ خلاف اولیٰ کو بھی حضور ﷺ نے ان کے حق میں برداشت نہ کیا اور اس پر تکیہ بھی نہ کیا

## البحث السادس فی ذکر تحقیق الفاظ الحلیث لفظاً ومعنی

قوله عن عمر بن الخطاب (صفحة ۱۱) ... اس سے پہلے روئی کا لفظ محذوف ہے۔

قوله انما..... جمہور اہل لغت کے نزدیک یہ کلمہ حصر کے لئے آتا ہے فارسی میں اس کا ترجمہ جزیں نیست اور اردو میں اس کا ترجمہ "سوائے اس کے نہیں" ہوتا ہے۔ مگر امام ابن عطیہؒ اس کو حصر کے لئے قرار نہیں دیتے البتہ کہیں دیگر قرآن سے حصر پیدا ہو جائے تو اور بات ہے۔

قوله الاعمال..... یہ عمل بمعنی ساختن کی جمع ہے صاحب قاموس عمل اور فعل کو مترادف قرار دیتے ہیں لیکن امام راغبؒ نے مفردات القرآن میں عمل اور فعل میں دو فرق بتائے ہیں

(۱) ... یہ کہ عمل کہتے ہیں اس اختیاری فعل کو جو مکلف اور ذی عقل سے صادر ہو اور فعل عام ہے خواہ اختیاری ہو خواہ غیر اختیاری، اسی لئے عمل البہائم نہیں کہا جاتا بلکہ فعل البہائم کہا جاتا ہے۔

(۲) ... یہ کہ عمل دوام و استمرار کا پتہ دیتا ہے لیکن فعل کا مفہوم اس سے خالی ہے اس لئے قرآن مجید میں و اعملوا صالحا اور و عملوا الصالحات آتا ہے افعلو اور فاعلو نہیں آتا۔

قوله بالنیات (صفحة ۱۱)..... اس میں باء یا تو استعانت کے لئے ہے کہ نیات کی معاونت سے ہی اعمال عند اللہ مقبول اور معتبر ہوتے ہیں یہی احتمال راجح ہے یا مصاحبت کے لئے ہے یعنی عمل کے ساتھ نیت کا ہونا

ضروری ہے پھر مصاحبت عام ہے خواہ حقیقتاً ہو خواہ حکماً ہو کہ شروع عمل میں نیت کی مصاحبت حقیقتاً ہوتی ہے اور اس کے بعد عمل کے باقی حصے میں محض حکماً نیت کی مصاحبت سمجھی جائیگی پھر حرف باء کا متعلق عند الشواہد لفظ

تصحیح ہے اور عند الاحناف لفظ معتبر و تناسب ہے یا الاعمال کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے حکم الاعمال یا ثواب الاعمال بالنیات یعنی حق تعالیٰ کے نزدیک اعمال کا اعتبار اور ان پر ثواب کا

ترتیب نیت پر موقوف ہے۔ قوله نیات..... نیت کی جمع ہے۔ نیت کے لغوی معنی قصد و ارادے کے ہیں اور شرعی معنی ہیں توجه القلب نحو الفعل ابتغاء لوجه اللہ تعالیٰ پھر نیت و ارادے میں فرق ہے

ارادے کے معنی ہیں شیء مراد کے صادر کرنے کا قصد کرنا اس میں مرید کی غرض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا بخلاف نیت کے اس میں نادی کی غرض کا یہی تصور و اعتبار ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پر نیت کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ

افعال باری تعالیٰ معلل بالاعراض نہیں۔

قوله وانما لامری مانوی..... بعض علماء نے کہا کہ یہ جملہ صرف ما قبل کی تاکید کے لئے ہے

لیکن محققین کے نزدیک پہلے جملے میں اور اس جملے میں کی تین وجوہ سے فرق ہے۔

(۱) یہ کہ علامہ ابوالحسن سندھی مدنی حنفی فرماتے ہیں کہ پہلا جملہ عرفیہ عقلیہ ہے جو بطور تمہید کے ہے اور دوسرا جملہ شرعیہ ہے جو اصل مقصود ہے یعنی پہلے جملے میں وہ بات بتائی جس کو اہل عرف بھی اپنی عقل سے جان سکتے ہیں اور دوسرے جملے میں یہ ارشاد فرمایا کہ شریعت کا بھی یہی ضابطہ ہے اس کے نظائر اور بھی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے لکل شیء زینة و زینة القرآن آخر سورة البقرة اور دوسری حدیث میں ہے لکل امة امین و امین هذه الامة ابو عبیدة ابن الجراح۔

(۲) یہ کہ جملہ اولیٰ میں ضرورت نیت کا بیان ہے اور جملہ ثانیہ میں کیفیت اور کیمت نیت کا بیان ہے۔ مقصد یہ کہ نیت میں جتنا خلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی اس پر ثواب بھی زیادہ مرتب ہوگا علیٰ ہذا ایک عمل میں جس قدر نیتیں ہوں گی اسی قدر اعمال کا ثواب ہوگا۔

(۳) میرے ناقص خیال میں پہلے جملے میں نیات کے اعتبار سے حسن و فح اعمال کا بیان ہے کہ اعمال کی اچھائی برائی کا اعتبار نیتوں کے ساتھ ہے اور دوسرے جملے میں ثواب و عقاب اخروی کا بیان ہے کہ آخرت میں اعمال پر نیتوں کے مطابق ثواب و عقاب مرتب ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ پہلا جملہ شرعیہ اور دوسرا جملہ اخرویہ ہے قولہ فمن كانت هجرته...:۔ یہ ما قبل کے اجمال کی تفصیل و تمثیل ہے۔ ہجرت کے لغوی معنی ترک کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ہجرت دو قسم پر ہے۔ (۱) باطنی (۲) ظاہری۔ ہجرت باطنیہ ترک معاصی کو کہتے ہیں کما قال علیہ السلام المهاجر من هجر ما نهى الله عنه (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۲) اس کو ہجرت حقیقیہ بھی کہتے ہیں اور ہجرت ظاہری میں یہ مجاز کی تین قسمیں ہیں (۱) انتقال من دار الکفر الی دار الاسلام مثلاً من الہند الی الباکستان (۲) انتقال من دار الفساد الی دار الامان مثلاً من الباکستان الی السعودیہ (۳) انتقال من مکہ الی مدینہ۔ یہ تیسری قسم ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو چکی ہے چنانچہ حدیث میں ہے لا ہجرۃ بعد الفتح۔ جب اس کی یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ دارالاسلام بن گیا تھا اور پہلی قسم یعنی من دار الکفر الی دار الاسلام قیامت تک جاری رہے گی جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے لا تنقطع الهجرة حتی تنقطع التوبة ہجرت کا حکم یہ ہے کہ دارالحرب میں اگر دین پر عمل کرنا دشوار ہو تو ہجرت واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

قولہ الی اللہ ورسولہ (صفحہ ۱۱).....: اس میں لفظ اللہ کے ذکر کرنے سے مقصود اخلاص کی تعلیم ہے کہ

محض لوحہ اللہ ہجرت ہو یا اس طرف اشارہ ہے کہ ہجرت الی الرسول گویا عین ہجرت الی اللہ ہے جیسا کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ میں اطاعت رسول کو عین اطاعت خداوندی قرار دیا گیا ہے۔  
**قولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ..... :-** سوال: شرط و جزا میں تغایر ضروری ہے اس جملہ شرطیہ میں شرط و جزا کا اتحاد ہے تغایر نہیں۔

**جواب نمبر (۱)۔** .. غرض کے اعتبار سے دونوں میں تغایر ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے فمن كانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ قصدا و نية فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ثمرة و نتیجہ حاصل یہ کہ قصد نیت اگر درست ہے تو آخرت میں بھی ثمرہ اور عہدہ ملے گا اور اگر نیت فاسد ہے تو ثمرہ بھی ضرور فاسد ہوگا تو یہاں تین چیزیں ہوں گی۔ (۱) عمل (۲) نیت (۳) غایت۔ پس ہجرت تو عمل ہے اور الی اللہ ورسولہ نیت ہے فہجرتہ الی اللہ ورسولہ غایت و ثمرہ ہے اور اسی قیاس پر اگلے جملے کو سمجھیں۔

**جواب نمبر ۲..... :-** جزاء میں خبر مخذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے فہجرتہ الی اللہ ورسولہ مقبولہ و صحیحہ تو معنی کے لحاظ سے دونوں میں تغایر ہوگی۔ **قولہ و من كانت ہجرتہ الی دنیا.....** یہ ذنوب سے مشتق ہے آخرت سے پہلے کل کائنات کا نام دنیا ہے چونکہ کائنات بہ نسبت آخرت کے ہمارے قریب ہے اس لئے اس کو دنیا کہتے ہیں۔

**قولہ او امرأۃ یتزوجھا..... :-** سوال عورت کو علیحدہ کیوں ذکر کیا گیا۔ حالانکہ وہ دنیا کے ضمن میں آ جاتی ہے۔ **جواب نمبر ۱۔** اس حدیث کا شان و رود ہی ایک عورت کا قصہ ہے جیسا کہ بحث خاص میں گذرا۔ **جواب نمبر ۲۔** عورت دنیا کا عظیم ترین نذرتہ اور امتحان ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے **زین للنساء حب الشہوات من النساء و البین الاية (پارہ ۳)۔** اس میں شہوتِ مناسی کی تقدیم شدتِ تفتہ پر دال ہے اور حدیث میں ہے **مانر کمت بعدی فننہ اضر علی الرجال من النساء (مشکوٰۃ صفحہ ۲۶ جلد ۲) البتہ** نیک عورت اس سے استغنیٰ ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے **الذنیاء کلھا متاع و حیر متاع الذنیاء المرءۃ الصالحة بحوالہ مذکورہ۔**

**قولہ فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ (صفحہ ۱۱)..... :-** اس پر یہ اشکال ہے کہ جملہ اولیٰ میں فہجرتہ الی اللہ ورسولہ کا اعادہ کیا گیا ہے تو اسی طرح اس جملہ ثانیہ میں فہجرتہ الی دنیا یصیبا او امرأۃ یتزوجھا ہونا چاہیے تھا۔ اس کی بجائے اجمالا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ کیوں فرمایا؟

جواب.....: دنیا اور عورت اس قابل نہیں کہ بلا ضرورت ان کا نام لیا جائے بخلاف اللہ اور رسول ﷺ کے کہ ان کا نام محبوب اور لذیذ ہے اس لئے استلذاذ کے لئے اس کا تکرار کیا گیا ہے اور دنیا اور عورت کا تکرار نہیں کیا گیا تاکہ ان کی حقارت اور مذمت ظاہر ہو۔

## البحث السابع فی ذکر اقسام الاعمال

امام غزالی احياء العلوم میں فرماتے ہیں کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں۔

نمبر (۱)..... معاصی (۲)..... طاعات (۳)..... مباحات۔ ان تینوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) معاصی.....: ان کے اندر نیت مؤثر نہیں ہوتی۔ یعنی حسن نیت سے معصیت، معصیت ہونے سے نہیں نکلتی بلکہ دھری معصیت بن جاتی ہے۔ مثلاً مال حرام سے صدقہ کرنا یا مسجد بنانا یا کسی کی دل جوئی کے لئے اس کے مخالف کی اس کے سامنے غیبت کرنا۔ یہ امور ہرگز موجب ثواب نہیں۔

(۲) طاعات.....: ان کا اصل ثواب اور ثواب کی زیادتی دونوں نیت پر موقوف ہیں۔ مثلاً نماز میں نیت صحیح نہ ہو بلکہ بطور ریاء کے ہو تو ثواب نہیں۔ علیٰ ہذا ایک عمل میں متعدد عبادتوں کی نیت سے کئی نیکیاں بن جاتی ہیں مثلاً دخول مسجد ایک عمل ہے جس میں کئی نیتیں کی جاسکتی ہیں مثلاً اللہ کے گھر کی زیارت کرنا ذکر و فکر کے لئے، تنہائی حاصل کرنا، نماز پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا، صلحاء کی زیارت کرنا، جماعت مسلمین سے ملاقات کرنا، نظلی اعتکاف کا قصد کرنا، اعضاء کو ناشائستہ حرکات و معاصی سے بچانا، علمی افادہ و استفادہ، جماعت کا انتظار کرنا وغیر ذلک ان تمام امور پر نصوص میں ثواب وارد ہوا ہے۔

(۳) مباحات.....: ان کے اندر اچھی نیت کرنے سے ثواب ملتا ہے مثلاً خوشبو لگانا فی حد ذاتہ امر مباح ہے۔ اب اگر اس میں تقاؤر دریا اور عورتوں کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہو تو معصیت ہے اور اگر اجراع سنت تعظیم مسجد فرحت دماغ اور ساتھیوں کی راحت کا قصد ہو تو عبادت ہے اور اگر محض جی خوش کرنے کے لئے ہو تو مباح محض ہے نہ ثواب ہے اور نہ عذاب ہے حتیٰ کہ حسن نیت سے طبعی امور بھی عبادت بن جاتے ہیں مثلاً کھانا، پینا تقویٰ علی العبادۃ کے لئے اور قضائے حاجت کرنا صفائی کی نیت اور اطمینان سے دینی کام کرنے کے لئے اور اپنی بیوی سے صحبت کرنا اپنی اور اس کی عزت کی حفاظت اور قلبی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے اور اولاد صالح کے حصول کے لئے یہ سب عبادت ہی عبادت ہے۔ الغرض حسن نیت سے مسلمان کا ہر مباح کام بلکہ پوری زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن سکتا ہے۔

## البحث الثامن فی ذکر مسئلہ خلافتیہ تحت هذا الحدیث

آیا وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ تو امام ابوحنیفہؒ، صاحبینؒ، زقر، سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، حسن بن زیادؒ کے نزدیک نیت وضو کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ امام مالکؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک شرط ہے۔

دلیل ائمہ ثلاثہ..... حدیث باب ہے کیونکہ وہ بالنیات کا متعلق (نصح) مقدر مانتے ہیں معلوم ہوا کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے اور وضو بھی ایک عمل ہے لہذا نیت کے بغیر وہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔

دلیل احناف..... باب صفۃ الوضوء کی وہ تمام احادیث ہیں جن میں کیفیت وضو کے ضمن میں نیت کا ذکر موجود نہیں معلوم ہوا کہ نیت وضو کے لئے شرط نہیں اور نہ اس کا بھی ذکر ہوتا۔

جواب حدیث باب.....: اس حدیث کی تقدیر عبارت یہ ہے انما الاعمال تعتبر بالنیات یا انما

الاعمال تنساب علیہا بالنیات۔ پس نیت کے بغیر اعمال عند اللہ معتبر نہیں یا نیت کے بغیر اعمال کا ثواب نہیں ہوتا تو اس حدیث میں نیت کے بغیر عمل کے ثواب کی نفی کرنا مقصود ہے۔ صحت کی نفی کرنا مطلوب نہیں ہے

اور وضو اگر بغیر نیت کے کیا جائے تو ہمارے نزدیک بھی اس کا ثواب نہیں ملتا مگر وہ وضو صحیح ضرور ہو جاتا ہے اور اس وضو سے نماز بلاشبہ پڑھی جاسکتی ہے باقی ہم نے جو صحیح کی بجائے معتبر تنساب مقدر مانتا ہے اس پر وہ

زیر دست قرآن ہیں قرینہ اولیٰ: یہ حدیث صحاح جہاد میں وارد ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے ان کی ہجرت پر بطلان اور عدم صحت کا حکم نہیں لگایا معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ثواب و عدم ثواب کا ذکر

ہے صحت و عدم صحت کا ذکر نہیں۔ قرینہ ثانیہ: دین اسلام کی ترکیب پانچ چیزوں سے ہے۔ (۱) عقائد (۲) اخلاق (۳) عبادات (۴) معاملات (۵) عقوبات۔ ان میں سے پہلی دو چیزیں تو اعمال ظاہر یہ میں

داخل ہی نہیں اور عبادات مقصود میں بالاتفاق نیت شرط صحت نہیں ہے مثلاً نماز وغیرہ باقی معاملات اور عقوبات میں کسی کے نزدیک بھی نیت شرط صحت نہیں۔ مثلاً بیع و شراء، اجراء قصاص و حد سرقہ وغیر ذلک۔ علیٰ هذا غسل

ثوب، غسل بدن، استقبال قبلہ، ستر عورت میں بھی بالاتفاق نیت شرط صحت نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بالنیات کا متعلق (نصح) نہیں اور نہ یہ حدیث تمام اعمال کو شامل نہ ہوگی اور اگر ہاں کا متعلق تنساب مقدر مانیں تو یہ

حدیث تمام اعمال شرعیہ کو شامل ہو جائے گی کہ اچھی نیت سے ہر عمل قابل ثواب بن جاتا ہے اور بری نیت سے ہر عمل قابل عذاب ہوتا ہے۔ لہذا اس کا مقدر ماننا ضروری ہے۔

سوانح کی جانب سے احناف پر ایک اعتراض تیمم میں آپ کے نزدیک بھی نیت شرط ہے تو اس فرق کی

وجہ کیا ہے؟ اس کے دو جوابات ہیں۔

جواب نمبر ۱.....: وضو اور تیمم میں وجہ فرق یہ ہے کہ آگہ وضو یعنی پانی میں تو بالذات اور خلقتہ اور فطرۃ پاک کرنے کا وصف موجود ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری ہے و انزلنا من السماء ماء طهوراً (پارہ ۱۹) لہذا اس میں تو نیت کے شرط قرار دینے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ثوب اور بدن سے ازالہ نجاست میں نیت شرط نہیں لیکن آگہ تیمم یعنی مٹی اور زمین میں یہ وصف ذاتی نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے محض امت محمدیہ کے حصول اکرام و تکریم و رفع حرج کے لئے پانی نہ ملنے کے وقت میں مٹی کو پاک کرنے کا وصف عطا فرما دیا ہے۔ لہذا اس میں نیت کی ضرورت ہوگی۔

جواب نمبر ۲.....: قصد واردہ تیمم کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہے کیونکہ لغت کے اعتبار سے تیمم کے معنی ہی قصد واردہ کے ہیں اس لئے بھی تیمم میں نیت شرط ہوگی۔

## البحث التاسع فی ذکر اختلاف الروایات فی الجملة الاولى

یہ جملہ پانچ طرح سے مروی ہے..... (۱) انما الاعمال بالنیات (۲) انما الاعمال بالنية (۳) الاعمال بالنية (۴) العمل بالنية (۵) الاعمال بالنیات۔ علامہ نووی بستان العارفین میں بحوالہ حافظ ابو موسیٰ اصنہانی اس پانچویں طریقے کے متعلق فرماتے ہیں لایصح اسنادہ لیکن صحیح ابن حبار اور ابن ماجہ اور مسند ابی حنیفہ میں یہ پانچواں طریقہ بھی مروی ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۴۲)

## البحث العاشر فی بیان نوعیة هذا الحدیث

یہ حدیث شروع کے دو، تین ادوار میں فرد رہی ہے کیونکہ اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے صرف حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ سے صرف علقمہ اور علقمہ سے صرف محمد بن ابراہیم تمیمی نے اور محمد بن ابراہیم تمیمی سے صرف یحییٰ بن سعید انصاری نے روایت کیا ہے لیکن بعد میں حدیث کو پہنچ گئی ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مشہور محدثین میں سے تین صد (۳۰۰) سے زائد محدثین اس کے راوی ہیں بعض علماء نے سات صد (۷۰۰) بتائے ہیں بہر حال جمہور محدثین کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔ (اشعۃ الممتع جلد ۱، صفحہ ۳۶)

# کتاب الایمان

اس عنوان کے ذیل میں آٹھ مباحث قابل ذکر ہیں۔ (۱) کتاب، باب، فصل کی تعریفات (۲) کتب و ابواب مشکوٰۃ کی ترتیب ذکر (۳) تعریف ایمان (۴) حقیقت ایمان میں اختلاف مذاہب (۵) دلائل اہل حق (۶) زیادہ و نقصان ایمان (۷) ایمان اور اسلام کے درمیان نسبت (۸) قول الرجل انا مؤمن انشاء اللہ

## البحث الاول فی ذکر تعاریف الكتاب و الباب و الفصل

کتاب ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو جنس میں متحد ہوں اور اس کے نیچے مختلف انواع ہوں مثلاً کتاب الصلوٰۃ اور باب ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو نوع میں متحد ہوں اور اس کے نیچے مختلف اصناف ہوں مثلاً باب مواقیح الصلوٰۃ اور فصل ان مسائل کے مجموعے کا نام ہے جو صنف میں متحد ہوں اور اس کے نیچے افراد جزئیات ہوں مثلاً فصل فی تعجیل الصلوٰۃ خلاصہ یہ کہ کتاب بمنزلہ جنس کے ہے اور باب بمنزلہ نوع کے اور فصل بمنزلہ صنف کے ہے۔

## البحث الثاني فی بیان الترتیب الذکری للکتب و ابواب المشکوٰۃ

ایمان تمام احکام شریعہ کی بنیاد ہے اس لئے اس کو سب سے مقدم کیا گیا پھر احکام تین قسم پر ہیں۔ (۱) عبادات محضہ مثلاً نماز وغیرہ (۲) معاملات محضہ مثلاً بیع و شراء وغیرہ (۳) مرکبات مثلاً نکاح۔ ان تینوں کو اسی ترتیب سے لائے ہیں اور ان کے بعد معاشرت یعنی کتاب الادب لائے ہیں اور بالکل آخر میں کتاب الفتن اور قیامت و قرب قیامت کے حالات اور مناقب پر کتاب کو ختم کیا ہے کیونکہ مناقب صحابہ اور مناقب امت تکملہ ہیں حضور ﷺ کے مناقب کا۔ اس لئے جہاں و ضمناً ابواب مناقب بھی ساتھ ذکر کئے گئے اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ کتاب الفتن باب بدء الخلق پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد ابواب متفرقہ مسائل شتی کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں پھر عبادات تین قسم پر ہیں۔ (۱) بدنیہ محضہ یعنی نماز، روزہ (۲) مالیہ محضہ یعنی زکوٰۃ (۳) مرکبہ یعنی حج۔ تو کثرت وقوع اور افضلیت کی وجہ سے نماز کو مقدم کیا پھر نماز کے لئے طہارت شرط ہے اس لئے کتاب الطہارت کو مقدم کیا گیا پھر قرآن و حدیث میں اکثر جگہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے ساتھ ہوا ہے اس لئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو لائے پھر روزہ حج سے کثیر الوقوع تھا اس لئے اس کو حج سے مقدم لائے اور قلت وقوع کی وجہ سے آخر میں حج کو لائے۔



## البحث الثالث فی ذکر تعریف الایمان

ایمان اس سے ماخوذ ہے اس کے لغوی معنی ہیں مامون ہونا، مامون کرنا اور اگر متعدی بالباء ہو تو بمعنی تصدیق ہوتا ہے مثلاً کَلَّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَنْكَنَهُ الْخِ اور جب متعدی باللام ہو تو بمعنی ازعان و انقیاد ہوتا ہے مثلاً وما است بمؤمن لنا اور انؤمن لک و اتباعک الارذلون اور شرعی معنی ہیں هو التصدیق بجمیع ما علم مجیہ عن رسول ﷺ ضرورۃ یعنی تمام ضروریات دین کو سچا جاننا اور ماننا اور ضروریات دین وہ احکام ہیں جن کا ثبوت حضور ﷺ سے قطعاً اور بداهت ہو مثلاً پنجگانہ نماز اور حرمت خمر وغیرہ لغوی معنی سے مناسبت یہ ہے کہ مومن ایمان لا کر عذاب الہی سے مامون ہو جاتا ہے اور شارع کو اپنی تکذیب سے مامون کر دیتا ہے۔

شہرہ: کئی آدمیوں کو حضور ﷺ کی تصدیق قلبی حاصل ہے حالانکہ ان کو کافر کہا جاتا ہے مثلاً ایک ابو طالب کہتا ہے

و دعوتنی وزعت انک صادق و صدقت فیہ و کنت ثم امینا  
ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریۃ دینا  
لولا الملامۃ او حذار منسبۃ لوجدتنی ممحاً بذاک مینا

اور یہود کے متعلق قرآن میں ارشاد ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناء ہم (پارہ ۷، ۷۷) اور ہرقل (شاہ روم) کہتا ہے لو کنت عنده لغسلت عن قدمیه (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۲۶) اور بعض تاریخی روایات میں آتا ہے کہ اس نے کہا واللہ لا علم انہ نبی مرسل و لکنی اخاف الروم علی نفسی لو لا ذلک لاتبعته۔

جواب نمبر ۱.....: ثبوت ایمان کے لئے تصدیق قلبی کے ساتھ ساتھ تمام غیر اسلامی ادیان اور شعائر و علامات کفر سے برائت بھی ضروری ہے مثلاً سجدہ اصنام، توہین قرآن اور زنا، ہاندھنا وغیرہ اور ان لوگوں میں یہ شرط مفقود تھی لہذا وہ کافر ہیں۔

جواب نمبر ۲.....: حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی صداقت کو جانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے حالانکہ ایمان نام ہے ماننے کا۔ جواب نمبر ۳.....: صدر الشرعیہ اور علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے اور ان لوگوں کو محض علم اضطراری حاصل تھا لہذا وہ مسلمان نہیں۔

## البحث الرابع فی ذکر اختلاف المذاهب فی حقیقۃ الایمان

حقیقت ایمان میں مشہور مذاہب چھ ہیں۔

مذہب اول..... جہمیہ کے نزدیک ایمان فقط معرفت قلب کا نام ہے۔

مذہب دوم..... معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان امور ثلاثہ کے مجموعے کا نام ہے۔ (۱) تصدیق

قلبی (۲) اقرار لسانی (۳) عمل بالجوارح۔ تو ان کے نزدیک اعمال صالحہ حقیقت ایمان کا جز ہیں اور مرتکب

کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار ہے لیکن معتزلہ اس پر کافر کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ اسکو مومن اور کافر

کے مابین ایک درجہ قرار دیتے ہیں لیکن خوارج اس کو بھی کافر کہتے ہیں یہ مذہب افراط پر مبنی ہے۔

مذہب سوم..... مرجئیہ کے نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے۔

مذہب چہارم..... کرامیہ کے نزدیک ایمان فقط اقرار ظاہری کو کہتے ہیں تو مرجئیہ اور کرامیہ دونوں اعمال

صالحہ کو قطعاً غیر ضروری اور ایمان سے بالکل خارج اور لا تعلق جانتے ہیں یہ دونوں مذاہب تفریط پر مبنی ہیں۔

مذہب پنجم..... امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء و متکلمین امام غزالی اور امام الحرمین کے

ز نزدیک ایمان فقط تصدیق قلبی کا نام ہے لیکن ترک عمل سے کمال ایمان فوت ہو کر فسق ان کے نزدیک بھی لازم

آجاتا ہے باقی اقرار لسانی اجراء احکام دنیویہ مثلاً دفن فی مقابر المسلمین، نماز جنازہ، حفاظت دم، حفاظت اموال

وغیرہ کے لئے شرط ہے لیکن نفس ایمان کی ماہیت کے لئے شرط اور جز نہیں جبکہ مطالبہ نہ ہو وگرنہ قدرت کے

باد وجود اقرار سے انکار کرنا کفر ہے فخر الاسلام فرماتے ہیں کہ فقہاء کے نزدیک اقرار رکن زائد لایمان ہے جو

بوقت اکراه و بجز ساقط ہو جاتا ہے۔ اور متکلمین ابو حنیفہ، ابو منصور، ابوالحسن اشعری کے نزدیک اقرار شرط ہے

مذہب ششم..... ائمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور عمل جوارح دونوں

کے مجموعے کا نام ہے لیکن ترک عمل سے ارتداد اور خروج عن الاسلام ان کے نزدیک بھی لازم نہیں آتا جیسا کہ

معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے اور اقرار لسانی میں تفصیل سابق ہے یہ دونوں مذاہب توسط اور اعتدال پر مبنی ہیں

حقیقت یہ ہے کہ اہل حق کا یہ اختلاف محض نزاع لفظی و تعبیری ہے کیونکہ تمام اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ

نفس ایمان کی حقیقت فقط تصدیق قلبی ہے اور اعمال صالحہ ایمان کا جزء اصلی نہیں جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کا

مذہب ہے اسی لئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی مرتکب گناہ کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار نہیں۔ علیٰ ہذا

اس پر بھی سب متفق ہیں کہ کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ از حد ضروری ہیں اور وہ ایمان کا جزء زائد ہیں جن

سے ایمان میں کمال پیدا ہو جاتا ہے غیر ضروری ہرگز نہیں جیسا کہ مرجئیہ اور کرامیہ کا مذہب ہے یہی وجہ ہے کہ

امام اعظم بھی مرتکب کبیرہ کو فاسق قرار دیتے ہیں پھر ان دو حقائق پر اہل حق کے اتفاق کے باوجود ایمان کی تعبیر و تعریف میں ان کا آپس میں اختلاف ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے ایمان کی تعریف میں اعمال کو داخل کر دیا اور امام اعظم نے اہل حق کو تعریف و تعبیر میں داخل نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ اختلاف فقط تعبیر و طرز بیان اور عنوان کا ہے نہ کہ حقیقی اختلاف۔ پھر حقیقت ایمان کی تعبیر میں اہل حق کا باہم یہ اختلاف کیوں ہوا؟ تو اس فرق تعبیر کی وجہ، اختلاف احوال زمانہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہر گروہ نے اپنے زمانے کے باطل فرقوں کے مقابلے میں دینی مصلحت کی خاطر مناسب عنوان اختیار کیا۔ امام اعظم کو زیادہ واسطہ معتزلہ اور خوارج سے پڑا۔ جن کے نزدیک اعمال صالحہ حقیقت ایمان کا جزء ہیں اور مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار ہے اس لئے امام صاحب نے ان کے افراط کے مقابلے میں مذکورہ بالا تعبیر اختیار فرمائی لیکن دوسرے ائمہ کو زیادہ واسطہ مرجہ اور کرامیہ سے پڑا۔ جو اہل صالحہ کو قطعاً غیر ضروری اور ایمان سے بالکل خارج اور لا تعلق سمجھتے تھے اس لئے ان کی تفریط کی اصلاح کے لئے انہوں نے دوسری تعبیر اختیار کی بہر حال تمام اہل سنت کے نزدیک اعمال صالحہ ایمان کا جزء ہیں۔ لیکن زائد کہ ان کے فوت ہونے سے کمال ایمان تو فوت ہو جاتا ہے لیکن نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا۔

## البحث الخامس فی ذکر ادلة اهل الحق علی خلاف المعتزلة و الخوارج و المرجئة و الکرامیة

اس بات پر کہ اعمال صالحہ ایمان کا جزء زائد ہیں نہ کہ جزء اصلی۔ جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں اور اس بات پر کہ اعمال صالحہ قطعاً غیر ضروری بھی ہرگز نہیں جیسا کہ مرجہ اور کرامیہ کا مذہب ہے۔ دلیل نمبر ۱.....: قرآن کریم میں ایمان کا کل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں صرف تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً ارشاد فرمایا و قلبہ مطمئن بالایمان (پارہ ۱۲) و لسا یدخل الایمان فی قلوبکم (پارہ ۲۶) اولئک کتب فی قلوبہم الایمان (پارہ ۲۸) أفمن شرح اللہ صدرہ للإسلام (پارہ ۲۳) دلیل نمبر ۲.....: قرآن کریم میں اکثر جگہ عمل صالح کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف مغایرہ کا قاضا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے والذین امنوا و عملوا الصلحت و غیر ذلک بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عطف مغایرت کے لئے نہیں بلکہ تخصیص بعد التعمیم کے لئے ہے لیکن یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ تخصیص بعد التعمیم..... میں معطوف

معطوف علیہ سے زیادہ مہتمم بالشان ہوتا ہے حالانکہ اعمال ایمان سے افضل نہیں بلکہ ادنیٰ ہیں۔

دلیل نمبر ۳.....:۔ قرآن مجید کی کئی آیات میں وصف ایمان کو محصیت کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے مثلاً ارشاد فرمایا کہ وان طائفن من المؤمنین الفصول (پارہ ۲۱) معلوم ہوا کہ باوجود ان کتاب کبیرہ کے بھی مؤمن رہتا ہے دلیل نمبر ۴.....:۔ قوله ومن يعمل من الصلحت و هو مؤمن (پارہ ۱۶) اس میں ایمان کو اعمال صالحہ کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے اور شرط و مشروط میں تخایر ضروری ہے۔

دلیل نمبر ۵.....:۔ کتاب الایمان کی سب سے پہلی حدیث یعنی حدیث جبرئیل میں ایمان کی تعریف صرف تصدیق قلبی کے ساتھ کی گئی ہے اس میں اعمال کا کوئی ذکر نہیں۔

دلیل نمبر ۶.....:۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۱ پر حضرت ابو ذر کی روایت ہے کہ کلمہ توحید پڑھنے والا جنت میں جائیگا حضرت ابو ذر نے پوچھا ان زنی وان مسروق۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وان زنی وان مسروق اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا اور مسروق جیسے کبائر سے بھی ایمان ختم نہیں ہوتا اگرچہ ناقص ضرور ہو جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۷.....:۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۲ پر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے الایمان بضع و سبعون شعبۃ (متفق علیہ) اس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ غیر ضروری ہرگز نہیں بلکہ وہ ایمان کا جزو زائد ہیں اس کے علاوہ کتاب الایمان کی دیگر اکثر احادیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

### البحث السادس فی بیان زیادة الایمان و نقصانه

اس میں دو مذاہب ہیں (۱) جمہور محدثین فرماتے ہیں الایمان یزید و ینقص۔ (۲) امام اعظم فرماتے ہیں کہ الایمان لا یزید و لا ینقص۔ تطبیق بین القولین در حقیقت یہ اختلاف پہلے اختلاف پر مبنی ہے چونکہ امام اعظم کے نزدیک ایمان بسیط ہے یعنی صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اس لئے اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تصدیق نام ہے جمع احکام الہیہ کے قبول کرنے اور ان پر پختہ یقین رکھنے کا اور ظاہر ہے کہ اس میں کمی زیادتی کا کوئی احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کسی نے ایک حکم بھی نہ مانا تو کفر لازم آجائے گا۔ علیٰ حدیث یقین میں ذرا بھی کمی ہوئی تو وہ ظن، وہم، یا شک ہو جائے گا اور ایمان ختم ہو جائے گا اور محدثین کے نزدیک ایمان مرکب ہے یعنی ایمان کی تعبیر میں اعمال بھی داخل ہیں اس لئے کہ اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی ہو سکتی ہے حاصل یہ کہ یہ اختلاف بھی لفظی ہے نہ کہ حقیقی پس امام اعظم نے جو فرمایا الایمان لا یزید و لا ینقص تو ان کی مراد نفس ایمان ہے اور جمہور محدثین نے جو فرمایا الایمان یزید و ینقص۔ تو ان کی مراد کمال

ایمان ہے الغرض باتفاق اہل سنت نفس ایمان بیسٹ ہے لا یزید ولا ینقص۔ اس میں عوام و خواص سب مومن شریک ہیں لیکن پھر اعمال صالحہ کے تفاوت سے مراتب کمال ایمان میں فرق ہے جیسا کہ تمام انبیاء اور رسل نفس نبوت و رسالت میں شریک ہیں لیکن پھر مراتب نبوت اور کمالات رسالت میں مختلف ہیں یا جیسے تمام انسان نفس انسانیت میں برابر ہیں مگر پھر مراتب و کمالات انسانیت میں متفاوت ہیں۔

## البحث السابع فی ذکر النسبة بین الاسلام و الایمان

اس میں چار اقوال ہیں قول اول..... ملا علی قاری کے نزدیک دونوں میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے کہ ایمان عام مطلق ہے جو تصدیق قلبی کا نام ہے خواہ اس کے ساتھ تسلیم ظاہری ہو یا نہ ہو اور اسلام خاص مطلق ہے جو تصدیق و تسلیم دونوں کے مجموعے پر بولا جاتا ہے فکل اسلام ایمان ولا عکس (مرقات جلد ۱ صفحہ ۵۱) اس قول کی دلیل یہ آیت ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام (پارہ ۳) اس آیت میں لفظ اسلام دین پر بولا گیا ہے اور دین تصدیق و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

قول دوم.....: آئمہ ثلاثہ اور اکثر محدثین نیز معتزلہ و خوارج کے نزدیک ایمان و اسلام میں تراویف و تسادی کی نسبت ہے اس قول کے دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱:۔ قوله تعالى 'و قال موسىٰ يقوم ان كنتم امتم بالله فعلیه توكلوا ان كنتم مسلمين (پارہ ۱۱)

دلیل نمبر ۲:۔ فاخر جنا من كان فيها من المؤمنين • فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين • (پارہ ۲۷) کیونکہ قوم لوط کی بستی میں بالاتفاق صرف ایک گھرانہ مسلمانوں کا تھا۔

قول سوم..... احناف اور مشكلمين کے نزدیک دونوں میں مفہومنا تغایر اور وجود اعموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ایمان نام ہے صرف تسلیم باطنی کا۔ اور اسلام نام ہے صرف تسلیم ظاہری کا تو ان دونوں چیزوں کے لحاظ سے تینوں مادے نکلیں گے تسلیم ظاہری اور باطنی کے اجتماع کی صورت میں مادہ اجتماعی اور فقط ایک ایک کے وجود کی وقت مادہ افتراقی پایا جائیگا یہی قول زیادہ مشہور ہے اور اس کے بھی دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱:۔ قوله تعالى 'قالت الاعراب امنوا ولم تؤمنوا ولكن قولوا اسلمنا (پارہ ۳۶)۔

دلیل نمبر ۲:۔ حدیث جبرئیل ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ نے ایمان کی تفسیر صرف تصدیق قلبی کے ساتھ کی ہے اور اسلام کی تفسیر ادائے شہادتین کے ساتھ اور اعمال صالحہ کے ساتھ فرمائی۔

قول چہارم.....:۔ سید مرتضیٰ زبیدی شارح احیاء العلوم کے نزدیک ایمان و اسلام میں تغایر فی المفہوم اور

تنازیم فی الوجود ہے یعنی دونوں کا مفہوم تو جدا جدا ہے جیسا کہ اوپر گذرا لیکن ان میں سے ہر ایک کا تحقق دوسرے کو مستلزم ہے کیونکہ ہر ایک دوسرے کے لئے شرط ہے تو ایمان نام ہے انقیاد باطنی بشرط تسلیم ظاہری کا اور اسلام نام ہے تسلیم ظاہری بشرط انقیاد باطنی کا پس ایمان وہ معتبر ہے جو رجحان رجحان کر ایمان بنتا چلا جائے بنتا چلا جائے۔ اور اسلام وہ معتبر ہے جو رجحان رجحان کر ایمان بنتا چلا جائے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کی رائے بھی تقریباً یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔

### البحث الثامن فی ذکر قول الرجل انا مؤمن انشاء اللہ تعالیٰ

یہ قول جائز ہے یا نہیں؟ اس میں تین مذاہب ہیں۔

مذہب اول و جوب ... اکثر متکلمین کے نزدیک بدون تعلق کے مطلقاً انا مؤمن کہنا ناجائز ہے بلکہ اس کے ساتھ انشاء اللہ کہنا واجب ہے ابن مسعودؓ، ابراہیمؓ، لثعمیؓ، علقمہؓ، سفیان ثوریؓ، امام مالکؓ، امام احمدؓ وغیر ہم کا مسک بھی یہی ہے اور شافعیہ محض استحباب کے قائل ہیں اور اس مذہب پر دو دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱.....: قوله تعالیٰ ولا تقولن لشيء انى فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله (پارہ نمبر ۱۵) اور شواہد اس آیت کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۲.....: ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ ایمان مطلق نام ہے جمیع مامورات کے فعل اور جمیع ممنوعات کے ترک کا۔ تو مطلق انا مؤمن میں تزکیہ نفس اور تقدس کا دعویٰ ہے اس لئے استثناء ضروری ہے۔

مذہب دوم ..... عدم جواز، محققین کے نزدیک بدون استثناء کے انا مؤمن کہنا ضروری ہے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ ملانا ناجائز ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور محققین علماء کا یہی مذہب ہے اور یہی مختار ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تعلق موجب شک ہے جو یقین اور تصدیق کے منافی ہے اس لئے تعلق ناجائز ہے بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ تعلق ایمان حالی میں نہیں بلکہ مانی میں ہے یا یہ استثناء تعلق کے لئے ہے ہی نہیں بلکہ محض

تبرک کے طور پر ہے مگر علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ استقبال اور تبرک دونوں مجاز ہیں اور متبادر الی الذہن حقیقی معنی یعنی تعلق حالی ہے اس لئے استثناء کا تلفظ مجاز بھی جائز نہیں کیونکہ وہ وقوع فی الوقت کا سبب بن سکتا ہے

مذہب سوم تکبیر ..... بعض حضرات امام عبدالرحمن اوزاعیؒ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ مختلف حیثیات سے اطلاق اور تعلق دونوں وجوہ جائز ہیں یعنی حل کے اعتبار سے تو مطلقاً انا مؤمن کہنا چاہیے۔ لیکن انجام اور خاتمے کے اعتبار سے انشاء اللہ ساتھ ملانا چاہیے۔

**الفصل الاول** .. عن عمر بن الخطاب قال یہ حدیث جبرئیل ہے تشریح حدیث سے قبل دو بحثوں کا جاننا ضروری ہے۔

### البحث الاول فی ذکر فضیلة هذا الحدیث

علامہ طاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عظیم الشان ہے اس کو حدیث جبرئیل اور ام الاحادیث اور ام الجوامع کہتے ہیں کیونکہ اس میں اجمالی طور پر شریعت، طریقت، حقیقت تمام مضامین کا بیان ہے۔ دین کا مدار فقہ، عقائد، تصوف پر ہے تو اس حدیث میں اسلام سے فقہ کی طرف اور ایمان سے عقائد کی طرف اور احسان سے تصوف کی طرف اشارہ ہوتا ہے کیونکہ تصوف کی حقیقت توجہ الی اللہ ہے اور باقی سب احادیث اس حدیث کی شرح ہیں تو گویا اس حدیث کا درجہ احادیث میں وہی ہے جو سورۃ فاتحہ کا قرآنی سورتوں میں ہے تو حدیث انما الاعمال بالنیات بمنزلہ تسمیہ کے اور حدیث جبرئیل بمنزلہ فاتحہ کے ہوئی اس لئے ان احادیث کو شروع کتاب میں لائے ہیں (مرقات جلد ۱، صفحہ ۶۵)

### البحث الثانی فی ذکر شان الورد لهذا الحدیث

حضور ﷺ سے لوگ کثرت سے سوال کرتے تھے صحابہ کرامؓ تو اصلاح کے لئے سوالات کرتے تھے لیکن منافقین تصبیح اوقات کے لئے استفسارات کرتے تھے اس رویے سے قرآن نے منع کیا چنانچہ ارشاد ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم نسؤکم (پارہ ۷) یعنی غیر ضروری لا حاصل سوالات مت کیا کرو اس کے بعد صحابہ کرامؓ غایت درجہ احتیاط کی وجہ سے دین کی ضروری باتیں بھی نہ پوچھتے تھے اور دل میں یہ خواہش ہوتی کہ کاش کوئی دیہاتی اکھڑ مزاج آ کر سوال کرے اور آپ بیان فرمائیں اور ہمیں سننا نصیب ہو جائے تو صحابہ کرامؓ کی اسی خواہش کی تکمیل کے لئے اس وقت جبرئیل علیہ السلام ایسی صورت میں آئے جس میں اس سے قبل کبھی نہ آئے تھے کیونکہ اس سے پہلے حضرت وحید بن خلیفہ کلبیؓ کی صورت میں آتے تھے باقی یہ واقعہ کب ہوا؟ تو اس کے متعلق مشکوٰۃ کے شارح علامہ تورپشتی لکھتے ہیں کہ حج میں حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یہ قصہ پیش آیا اور اس کے بعد الحج میں آپ کا وصال ہو گیا۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ فی آخر عمرہ (مرقاۃ جلد ۱، صفحہ ۴۹) اب حدیث کی شرح شروع ہوتی ہے۔

قولہ بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ ذات یوم اذ طلع..... اس کا ترجمہ یہ ہے کہ دوران اس زمانے کے کہ ہم حاضر تھے رسول خدا کے پاس ایک روز کہ ناگاہ رونما اور ظاہر ہوا۔ الخ اس

عبارت کی ترکیب نحوی یہ ہے کہ بین ظرف زمان ہے اور مازائدہ ہے اور اس ظرف کا عامل مناجات کا معنی ہے جو اذطلع کے اذ مناجاتیہ سے مفہوم ہوتا ہے پھر بین مضاف ہے جملہ نحن عند رسول اللہ الخ کی طرف اور اس جملے کی ترکیب یہ ہے کہ نحن مبتدا ہے اور عند رسول اللہ ﷺ ظرف مکان ہے حاضرین مقدر کا جو نحن کی خبر ہے اور ذات یوم اسی حاضرین مقدر کا ظرف زمان ہے اور لفظ ذات وہم مجاز کے دفعیے کے لئے ہے کہ یوم سے حقیقی معنی دن کے مراد ہیں مجازی معنی مطلق وقت مراد نہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ذات کا لفظ زائد ہے جو تسمین کلام کے لئے لایا جاتا ہے اس پورے جملے کی تقدیر عبارت یہ ہے

فَاجْتَانَا وَقْتَ طُلُوعِ رَجُلٍ وَقْتُ حَضُورِ نَافِي مَجْلِسِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ذَاتِ يَوْمٍ ... قَوْلُهُ طَلَعَ ..... چونکہ ملائکہ نورانی جسم رکھتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہ فرموی ہے خلقت الملائكة من نور۔ اس لئے جبرئیل کی آمد کو طلوع سے تعبیر فرمایا (التعلیق الصیح)

قوله رجل ..... : ای ملک فی صورة رجل۔ قوله شدید بیاض الشباب۔ یعنی کپڑوں کی تہائی سفیدی والا آدمی۔ اس عبارت میں شدید بیاض صفت کی اضافت اس کے معمول کی طرف ہے لہذا یہ صفت لفظی ہے جو تعریف کا نائدہ نہیں دیتی اس لئے اس کا رجل کی صفت واقع ہونا درست ہے و ہکذا

سابعده شدید سواد الشعر پھر الشباب کا الف لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور اصل عبارت یہ ہے نذیر بیاض شباب اس سے معلوم ہوا کہ کپڑوں کا سفید اور صاف ہونا مستحب ہے خصوصاً بزرگوں کی مجلس میں۔

قوله شدید سواد الشعر (صفحہ ۱۱) ..... یعنی بالوں کی سخت سیاہی والا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تحصیل علم اصل زمانہ جوانی کا زمانہ ہے تاکہ محنت خوب ہو سکے اور تکالیف برداشت ہو سکیں۔

قوله فاسند و کتیبہ الی و کتیبہ (صفحہ ۱۱) ..... یعنی اس نے نکارے، لگادے، ملا دیئے اپنے ذوں زانو حضرت کے دوزانو مبارک کی طرف یعنی نہایت قریب بیٹھا۔ دوزانو بیٹھنا ادب اور تواضع سے زیادہ بے ادبی ہے اور قریب بیٹھنا انیسیت و الفت اور سرعت جواب اور مسئول کی خاص توجہ کا موجب ہے۔

لہ و وضع کفہ علی فخذیہ ..... : نسائی وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فخذین کی برکامرجح نبی کریم ﷺ ہیں اور وہ روایت یہ ہے شم وضع بیدہ علی رکتی النبی ﷺ اور فرشتے نے بیت تین رجوہ سے اختیار کی اول ..... : کمال توجہ کے لئے تاکہ حضور ﷺ بھی خوب متوجہ ہوں اور حاضرین۔ دوم ..... لوگوں سے اپنی حالت کا اظہار کرنے کے لئے تاکہ وہ یہ سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی آدمی ہے جو



آداب رسالت سے بھی واقف نہیں۔ سوم تعلیم تحمل کے لئے کہ اگر مسائل سے خلاف ادب کوئی امر صادر ہو جائے تو مسئول کو تحمل اور تسامح سے کام لینا چاہئے یہاں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس آدمی نے اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوں جیسا کہ معلم کے لئے یہی مناسب ہے لیکن یہ احتمال نسائی وغیرہ کی مذکورہ روایت کے خلاف ہے۔ دونوں احتمالات میں تطبیق یہ ہے کہ اولاً اس نے اپنی رانوں پر اور پھر آنحضرت ﷺ کی رانوں پر ہاتھ رکھے جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں بروایت سلیمان مروی ہے فتخطی حتی برک بین یدی ... النبی ﷺ کما یجلس احدنا فی الصلوٰۃ ثم وضع یدہ علی رکتی النبی ﷺ۔

قولہ فقال یا محمد۔ شہ۔.....: آنحضرت ﷺ کو نام سے پکارنا منع ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (پارہ ۱۸) لہذا فرشتے کو یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارنا چاہئے تھا۔

جواب نمبر ۱.....: یہ حکم مذکورہ امت محمدیہ کے جن وانس کے لئے ہے ملائکہ اس میں داخل نہیں جب تک کہ کوئی مستقل دلیل اس پر قائم نہ ہو کیونکہ ملائکہ مکلف نہیں۔

جواب نمبر ۲.....: زیادہ انحاء کے لئے نام سے پکارا کیونکہ یہ طریقہ گنواروں کا تھا۔

جواب نمبر ۳.....: فرشتے نے نئے انداز سے کلام کیا تاکہ وہ موجب تعجب ہو اور تعجب سے توجہ تام ہوتی ہے تو اس سے صحابہ کرام کو علم مفید حاصل ہوا باقی بعض روایات میں جو صحابہ کرام سے یا محمد کہنا مروی ہے وہ تحریم اور ممانعت سے قبل کا واقعہ ہے۔

قولہ اخبرنی عن الاسلام..... مصابیح میں ایمان کا ذکر پہلے ہے لیکن صحیح مسلم و جامع الاصول اور کتاب الحمیدی وغیرہ میں مشکوٰۃ کے مطابق اسلام کا ذکر پہلے ہے البتہ صحیح بخاری میں مصابیح کے مطابق ایمان کا ذکر مقدم ہے لیکن وہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے اور یہ حضرت عمر کی روایت سے ہے تو صاحب مشکوٰۃ نے صاحب مصابیح پر عملی اعتراض کیا کہ انہوں نے حضرت عمر کی روایت میں بھی ایمان کو مقدم کر دیا جو صحیح نہیں۔

قولہ ان استطعت الیہ سبیلاً..... سوال: استطاعت تو تمام احکام میں شرط ہے تو پھر حج کی تخصیص کیوں ہے؟ جواب: یہاں مطلق استطاعت مراد نہیں جو ہر حکم کے لئے ضروری ہے بلکہ خاص استطاعت مراد ہے جو صرف حج کے لئے ضروری ہے اور اس کی تفسیر حدیث صحیح میں زاد و راحلہ کے ساتھ آئی

ہے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۵۳)

قوله صدقت فعجبنا له يسأله و يصدقہ .....: تعجب کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ سوال کرنا جہل کی اور تصدیق کرنا علم کی علامت ہے دوسرے یہ مسائل بجز آنحضرت ﷺ کے واسطے کے معلوم نہیں ہو سکتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے اس آدی کی ملاقات ہی معلوم نہیں تھی چہ جائیکہ ادا کام کا سماع (مرقات جلد ۱، صفحہ ۵۵)

قوله ان تؤمن بالله (صفحہ ۱۱) ..... سوال: یہ تعریف اشیٰ بنفسہ ہے جو صحیح نہیں۔

جواب .....: علامہ کرمائی فرماتے ہیں کہ معترف میں ایمان شرعی اور تعریف میں ایمان لغوی مراد ہے ای معتقد و تصدق فلا دور پھر ایمان باللہ سے مراد توحید ہے یعنی حق تعالیٰ شانہ کے وجود کو تسلیم کرنا اور پھر اس کو اپنی ذات و صفات مخصوصہ میں وحدہ لا شریک کہ تسلیم کرنا اور ان تمام صفات بیوحدہ و سلیمیہ کا اعتقاد رکھنا اور ان پر پختہ یقین کرنا جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دلایل وجود باری تعالیٰ .....: دلیل نمبر ۱: وہ صانع جس نے بحیر المعقول کا رخا بنا یا اور ان

گنت کمالات انسان کو دیئے وہ کون ہے؟ طحہ اور دھریہ کہتا ہے کہ وہ بیوٹی و مادے کی استعداد اور صورت تو عیو و

طبیعت کا اقتضاء ہے لیکن ظاہر ہے کہ وہ مادہ خود اندھا بہرہ گونگا اور تمام کمالات سے عاری اور قصد و علم، شعور و

ارادہ اور حیات سے خالی ہے تو وہ دوسرے کو کمالات کیسے دے سکتا ہے۔ لہذا الاحالہ موجود میں دائمی حیات اور

غایت درجے کی قوت و علم، ارادہ، شعور اور دیگر کمالات تسلیم کرنا پڑیں گے تو انہی کمالات و صفات کے موصوف

کو اہل اسلام خدا کہتے ہیں قرآن کی متعدد آیات میں بھی مصنوعات سے صانع پر استدلال کو دہرایا گیا ہے مثلاً

ارشاد ہے ان فی خلق السموت و الارض و اختلاف اللیل و النهار لایت لا ولی

الالیاب (پارہ ۲) ومن ایتہ اللیل و النهار و الشمس و القمر (پارہ ۲۲) اور فی الارض آیات

للموقین (پارہ ۲۶) ومن ایتہ ان حلقکم من تراب الآیات (پارہ ۲۱)۔ دلیل نمبر ۲: ایک اعرابی نے

وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بیان کی ان البعر لیبدل علی البعیر وان اثار الاقدام لتدل علی المسیر

فسماء ذات ابراج و ارض ذات فجاج و بحار ذات امواج الابدل ذلک علی وجود

اللطف الخبیر (رح اللہ علیہم جلد ۱، صفحہ ۱۶۳)

دلایل توحید باری تعالیٰ .....: دلیل نمبر ۱: اگر معاذ اللہ متعدد مثلاً دو خدا فرض کر لئے جائیں تو ان

میں سے کسی کا عاجز ہونا ممکن ہے یا دونوں کا قادر ہونا ضروری ہے شق اول تو محال ہے کیونکہ عجز منافی ہے



خلقت الجنان من نار اور قرآن مجید میں ہے فتمثل لها بشرا سويا (پارہ ۱۶) ایمان بالملئکہ کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی ان تمام صفات پر ایمان لائے جو قرآن اور صحیح احادیث سے ثابت ہیں مثلاً یہ کہ ان کا خارجی وجود ثابت ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے کرم و فرمانبردار بندے ہیں اور معصیت سے پاک ہیں اور وہ خدا تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے بل عباد مکرمون (پارہ ۱۷) لا یعصون اللہ ما امرهم و يفعلون ما یؤمرون (پارہ ۲۸) اللہ یصطفیٰ من الملئکہ رسلا ومن الناس (پارہ ۱۷)

قولہ و کتبہ (صفحہ ۱۱) ... ایمان بالکتب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو جو کتابیں اور صحف عطا فرمائے ہیں وہ سب برحق ہیں اور ان کے مضامین بھی برحق ہیں قرآن مجید میں جن کتب کا نام ذکر کیا گیا ہے ان پر تفصیلاً اور جن کا نام ذکر نہیں کیا گیا ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے تفصیل کے ساتھ چار کتب کا ذکر ہے قرآن، زبور، تورات، انجیل اور باقی ایک سو صحیفے ہیں جن میں سے دس حضرت آدم علیہ السلام پر اور پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس حضرت ادریس علیہ السلام اور دس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے اور ان سب کا نزول رمضان المبارک میں ہوا۔

قولہ و رسالہ ..... ایمان بالرسل کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا پختہ یقین رکھا جائے کہ تمام انبیاء اور رسل خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور موصوم ہیں اور انہوں نے اپنا فرض منہی پورا کیا ہے اور جو کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کو دیا ہے وہ سب برحق ہے اور ہر نبی کی امت پر اس کی اطاعت غیر شرط طور پر واجب تھی مشہور یہ ہے کہ انبیاء اور رسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) یا کم و بیش ہے ان میں سے رسول تین سو پندرہ (۳۱۵) ہیں حوالے کے لئے دیکھو حدیث بلبی ذر مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۱۱ پر) پھر رسول اور نبی میں فرق یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو مخاطبین کو جدید شریعت پہنچائے خواہ وہ اس کے اعتبار سے جدید ہو خواہ رسل الہم کے اعتبار سے جدید ہو اور نبی وہ ہے جو صاحب وحی ہو شریعت جدیدہ ہو خواہ قدیم ہو تو ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے فنکل رسول نبی دلائل کے۔ مگر اس وجہ فرق پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے لیکن اس کے باوجود قرآن میں ان کے بارے میں و کسان رسولاً نبیاً وارد ہوا ہے اس لئے بہترین فرق وہ ہے جو علامہ حافظ ابن تیمیہ نے کتاب الملہوات میں ذکر کیا ہے کہ نبی وہ ہے جس کو اصلاح ناس کے لئے بھیجا گیا ہو اور رسول وہ ہے (جو بالذات مخاطبین کی اصلاح کے

ئے بھیجا گیا ہو) اور جس کو دشمنوں کے ساتھ مقابلے کا حکم بھی ہو خواہ صاحب کتاب ہو یا نہ ہو کذافی ارشاد  
 اری صفحہ ۶۶) قوله والیوم الآخر ..... روز قیامت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وقوع پر  
 اس میں واقع ہونے والے امور پر پختہ یقین رکھا جائے مثلاً عالم برزخ قبر کی زندگی اور بعث جسمانی  
 صاحب کتاب اور جنت و نار وغیرہ پھر ان پانچ ایمانیات یعنی ایمان کے مذکورہ بالا ارکان خمسہ کا ذکر قرآن میں  
 درجگیا آیا ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے ولکن البر من امن بالله والیوم الآخر و الملئکة و الکتب  
 بین (پارہ ۲) اور من ینکفر بالله و ملئکته و کتبه و رساله و الیوم الآخر فقد ضل ضللاً بعیداً (پارہ ۵)  
 له و تو من بالقدر خیرہ و شرہ ..... ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ راحت و نعمت اور  
 مصیبت میں سے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے حق میں مقدر ہے اس کے برحق ہونے  
 بان لائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ قل لن یصیننا الا ما کتب اللہ لنا (پارہ ۱۰) اور یہ اعتقاد رکھا  
 ئے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خیر ہو یا شر یہ سب حق تعالیٰ کے علم محیط اور قدرت کاملہ کے تحت ہے تو تقدیر  
 رہے محرم نہیں اور اس مسئلے کی پوری تفصیل باب الایمان بالقدر میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ل ..... تو تو من بالقدر میں دوسری ایمانیات کے برخلاف عامل اور متعلق کا اعادہ کیوں کیا گیا۔  
 ب نمبر ۱ ..... چونکہ یہ مسئلہ محیر العقول تھا اس لئے اہتمام شان کے لئے ایسا کیا گیا ہے کذافی و تعلق الصبح  
 ب نمبر ۲ ..... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ فرق اس طرف اشارہ ہے کہ پہلی چیزوں میں سے کسی چیز کا  
 لیا کفر کو مستلزم ہے لیکن تقدیر کا انکار کفر کو مستلزم نہیں۔

لہ فاخبرنی عن الاحسان ..... احسان کے لغوی معنی ..... اخلاص اور عمل کی مضبوطی اور  
 طریقے سے عبادت دینی کرنے کے ہیں اور شرعی معنی ..... ہیں مرتبہ حال میں صدق توجہ الی اللہ خواہ  
 ت مشاہدہ ہو خواہ بصورت مراقبہ ہو جیسا کہ آگے جواب میں مذکور ہے۔

ہ ان تعبد اللہ کانک تراہ ..... اس عبارت میں کانک تراہ مفعول مطلق محذوف کی  
 ہے اور اصل عبارت یوں ہے ان تعبد اللہ عبادۃ شبیہۃ بعبادک حین تراہ مطلب یہ ہے کہ  
 لام آقا کے سامنے کھڑا ہو اور آقا کو دیکھ رہا ہو تو وہ پوری توجہ اور اخلاص سے کام کرتا ہے اسی کیفیت سے  
 خشوع و خضوع کمال ہیبت و تعظیم اور ذوق و محبت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہئے اس کو  
 ح صورت میں مقام مشاہدہ کہتے ہیں اور یہ کوئی تصور نہیں بلکہ ایک ایسا مقام ہے جس میں سالک و متصوف

کا قلب اور روح بجلی اور مصفی ہو جاتے ہیں اور اسے ایسا انکشاف حاصل ہو جاتا ہے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔  
 ہے الغرض یہاں روئیہ حقیقیہ مراد نہیں کیونکہ حدیث میں ہے واعلموا انکم لن ترورا ربکم حتی نموتوا  
 رواہ مسلم عن ابی امامہ بلکہ مقصد یہ ہے کہ کثرت عبادت سے جب قلب بجلی اور مصفی ہو جاتا ہے تو  
 ایک خاص تجلی اور ایسے انوار محسوس کرتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اسی وجہ سے حدیث میں کانک تراوا  
 فرمایا وانت تراہ نہیں فرمایا۔

قوله فان لم تکن تراہ فانہ یراک (صفحہ ۱۱)..... اس کی تقدیر عبارت یوں ہے فان لم  
 تعامل معاملتک حین تراہ لعامل معاملتک حین یراک فانہ یراک مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی  
 کیفیت یعنی مقام مشاہدہ واستغراق تمہیں حاصل نہیں تو پھر دوسری کیفیت یعنی مقام مراقبہ و استحضار حاصل کرو  
 اور یہ تصور کرو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور وہ حاضر و ناظر ہے اس کیفیت سے بھی خوف و خشیت پیدا ہوگی اور  
 حرکات و سکنات میں احتیاط حاصل ہوگی کیونکہ اگر غلام خود آقا کو نہ دیکھے لیکن اسے یہ معلوم ہو کہ آقا مجھے دیکھ  
 رہے ہیں تب بھی وہ پوری توجہ سے ٹھیک ٹھیک کام کرتا ہے اس کیفیت کو اصطلاح صوفیہ میں مقام مراقبہ کہتے  
 ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا ایسا استحضار کہ وہ علم کے درجے سے متجاوز ہو کر حال بن جائے اور اسی استحضار  
 نسبت کو صوفیہ کرام نسبت کی تحصیل کہتے ہیں جو بیعت سے مقصود ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ فانہ  
 یراک شرط مذکور کی جزا نہیں بلکہ جزاء مقدر فعال کی علت ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی رویت تو دائمی ہے بندے کا  
 عدم رویت کے ساتھ معلق نہیں پھر بہت سی روایات میں یہاں بھی حضرت جبرئیل کا صدفقت فرمانا مذکور ہے  
 لیکن بعض راویوں نے نسیان یا اختصار یا اعتماد علی المذکور کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

قوله فاخبرنی عن الساعة..... یہ قیامت کے وقت معین کا سوال تھا نہ کہ مطلق وقوع کا کیونکہ  
 تو قطعی ہے ساعتہ کے لغوی معنی ایک گھڑی کے ہیں اور قیامت کو ساعتہ چار وجوہ سے کہتے ہیں۔

(۱)..... اس لئے کہ قیامت کا وقوع صرف ایک گھڑی میں اچانک ہو جائیگا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے  
 لا تاخبرکم الا بغتۃ (پارہ ۹)

نمبر ۲..... سرعت حساب کی وجہ سے چنانچہ حضرت علیؑ سے یہی معنی منقول ہیں۔

نمبر ۳..... اس وجہ سے کہ قیامت کا پورا زمانہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ مخلوق کے نزدیک ایک  
 گھڑی ہے۔

نمبر ۴.....: نیک فالی کی وجہ سے کہ قیامت کا دن ایک گھڑی میں گزر جائیگا (مرقات جلد ۱، صفحہ ۶۱)

قوله ما المسئول عنها باعلم من السائل .....: مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہیں تعین قیامت کا علم نہیں اسی طرح مجھے بھی قیامت کے وقت مخصوص کا علم نہیں غرضیکہ سائل و مسئول دونوں قیامت کا وقت مخصوص نہ جاننے میں برابر ہیں چنانچہ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں۔

قوله ما المسئول عنها باعلم من السائل .....: كناية عن تساويهما في عدم العلم لا عن تساويهما مطلقا (بحوالہ تعلق الصبح جلد ۱، صفحہ ۲) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں یعنی من سوپر دو برابریم در نادانستن آن بلکه ہر سائل و مسئول ہمیں حال دار دو آن اجز خدا تعالیٰ کس نہ داند و رب تعالیٰ ہیچ کس را از ملائکہ و رسل بر آن اطلاع دادہ (اشعۃ المصابیح جلد ۱، صفحہ ۴۰) آنحضرت ﷺ کے اس جواب سے مبتدعین کا رد ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو جملہ ماکان و مایکون کا علم دیا گیا ہے کیونکہ علم قیامت بھی ایک علم ہے تو اس کی نفی سے علم کلی تفصیلی کی نفی ہو گئی بہر حال علم عیب کلی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے مخلوق کو صرف قدر ما یعطی حاصل ہوا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا علم عطائی پوری مخلوق کے علم عطائی سے زیادہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے علمت علم داولین و الاخرین۔ یہی اہل حق کا مسلک ہے اور حدیث منسوخ بھی نہیں ہے کیونکہ علامہ تورپشتی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ قرب وفات کا ہے جو الحج میں حج الوداع سے کچھ پہلے پیش آیا اور اس کے بعد الحج میں آپ ﷺ کا وصال ہو گیا جیسا کہ بحث ثانی کے آخر میں گذرا۔

حوالہ.....: جبرئیل علیہ السلام کو جب معلوم تھا کہ قیامت کے وقت خاص کا علم آنحضرت ﷺ کو نہیں تو پھر دال کیوں کیا؟ جواب نمبر ۱.....: اس لئے پوچھا کہ لوگوں کے سامنے یہ مسئلہ ظاہر ہو جائے اور آئندہ کے لئے سوال کا دروازہ بند ہو جائے۔

دب نمبر ۲.....: اس بات پر تنبیہ کی کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق لا ادری کہنے میں عار نہ کرنی چاہئے۔  
وله فاخبرني عن اماراتها ..... اس سے مراد علامات صغریٰ ہیں جو علامات کبریٰ مثلاً نزول عیسیٰ روح دجال وغیرہ سے قبل ہوں گی۔

وله ان تلد الامة ربتها ربة ..... بمعنی آقا سردار مالک ہے اور اس کو نفس اور رسمہ یعنی ذی روح کی تادیل سے مؤنث لائے ہیں تو یہ مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے یا اس میں مؤنث کے نقصان عقل کی

طرف اشارہ ہے اس جملے کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے تین یہ ہیں۔

- (۱).....عقوق الامم یعنی اخیر زمانے میں والدہ کی نافرمانی ایسی کثرت سے ہوگی کہ اولاد اپنی والدہ کے ساتھ اس قسم کا معاملہ کرے گی جیسا کہ آقا و مالک اپنی مملوکہ باندی سے کرتا ہے یہی مطلب راجح و اولیٰ ہے۔
- (۲).....کثرت فتوحات: یعنی قرب قیامت میں مسلمانوں کو فتوحات بہت ہوگی اور کثرت سے لوٹیاں ہاتھ آئیں گی پھر ان باندیوں کی اولاد ہوگی جو بمنزلہ ان کے آقا کے ہوگی کیونکہ ملک اب ملک اولاد بھی جانتی گی۔ (۳).....فساد احوال: یعنی اخیر زمانے میں فساد اس قدر پھیل جائے گا کہ امہات الاولاد کو کثرت سے بیجا جائے گا حالانکہ شرعاً ان کی بیع حرام ہے اور پھر بسا اوقات بے خبری کی حالت میں ان کی اولاد ہی ان کو فرہ کر حق ملک بنائے گی۔

قولہ وان تری الحفافة: یہ حاف کی جمع ہے بمعنی ننگے۔ قولہ العراة یہ عار کی جمع ہے بمعنی ننگے بدن۔ قولہ العالة.....: یہ عائل کی جمع ہے بمعنی تنگ دست، مفلس، فقیر محتاج۔ قولہ له رعاء.....: یہ عار کی جمع ہے بمعنی جرواہا۔ قولہ الشاء: یہ شاة کی جمع ہے بمعنی بکری اور اظہر یہ ہے کہ یہ اسم جنس..... اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کے حالات بدل جائیں گے اور رذیل لوگ معزز بن جائیں گے اور معزز شرفاء باکمال لوگ رذیل ہو جائیں گے اور نامل لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آجائے گا اور بھوکے ننگے تنگ دست دیہاتی جاہل لوگ دولت کی کثرت کے سبب شہروں میں آکر آباد ہونگے اور اونچے اونچے بھلائی بنا کر باہم کریں گے۔ قولہ قلبت ملیا: اس پر یہ شبہ ہے کہ ملیا کے معنی زمانہ دراز کے ہیں: اس سے معلوم کہ کچھ عرصے کے بعد آپ نے بتایا جس کی مدت تین دن بتائی گئی ہے۔ چنانچہ ابو داؤد، نسائی اور ترمذی ایک روایت میں قلبت ثلاثا اور بعض روایات میں بعد ثلاثة ایام ہے حالانکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسی وقت بتا دیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذکرہ فی المجلس تو یہ تعارض ہوا۔ جواب.....: علامہ نووی نے یہ تطبیق دی ہے کہ فرشتے کے چلے جانے کے بعد بعض صحابہ کرام کسی ضرورت کے سبب نوزاکھڑے ہو گئے انہیں میں حضرت فاروق اعظم بھی شامل تھے اور بعض دوسرے صحابہ کرام بیٹھے رہے تو حضور ﷺ نے حاضرین مجلس کو تو اسی وقت بتلادیا تھا اور جواباً گئے تھے ان کو بعد میں بتایا فلا تعارض۔

قولہ الله ورسوله اعلم.....: اس پر یہ شبہ ہے کہ حضرت عمر کے جواب سے معلوم ہوا کہ علم نبوی



اور علم رسول دونوں مساوی ہیں تو اس سے آنحضرت ﷺ کا علم غیب کلی ثابت ہوا جو اہل بدعت کا عقیدہ ہے۔  
 - جواب: آنحضرت کا استفسار حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معرفت کے متعلق تھا فابنہذا حضرت عمر کا جواب  
 بھی جبرئیل علیہ السلام کی معرفت ہی کے متعلق ہے تو اس سے حضور ﷺ کے لئے علم جزئی ثابت ہوا نہ کہ علم کلی۔  
 قوله يعلمکم دینکم ..... اس سے دین کے قواعد کلیہ مراد ہیں پھر چونکہ جبرئیل علیہ السلام کا سوال  
 تعلیم نبوی کا سبب تھا اس لئے مجازاً تعلیم کی نسبت سبب کی طرف کر دی ہے و نیز حسن سوال نصف علم اور نصف  
 تعلیم ہے جیسا کہ مشہور ہے السؤال نصف العلم۔ قوله فی خمس ..... اس کا مبتدأ محذوف ہے  
 اور تقدیر عبارت یہ ہے علم قیام الساعة داخل فی خمس الخ۔

وعن ابن عمر - حالات عبد اللہ بن عمر ... آپ آنحضرت کی نبوت سے ایک سال قبل پیدا  
 ہوئے اور ۳۷ھ میں ہجر ۸۴ سال وفات پائی۔ آپ نے بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا  
 جنگ بدر میں صغریٰ کی وجہ سے شریک نہ ہوئے اور جنگ احد کی شرکت میں اختلاف ہے باقی غزوہ خندق اور  
 اس کے بعد کے تمام غزوات میں بالاتفاق شریک ہوئے نہایت متقی عالم زاہد تھے چنانچہ آپ نے ایک  
 ہزار لونٹریاں اور غلام آزاد کئے اور آپ کو آنحضرت ﷺ کی سنت کے ساتھ درجہ عشق میں محبت حاصل تھی ابن  
 عمر سے کل ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث مروی ہیں۔ آپ سے بے شمار مخلوق نے روایت حدیث کی  
 ہے مثلاً آپ کے صاحبزادے حضرت سالم اور آپ کے آزاد کردہ غلام نافع وغیرہ۔

نولہ بنی الاسلام علی خمس ای خمس خصال او دعائم اس حدیث میں  
 سلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا درمیانی ستون ادائے شہادتین ہے کہ اس کے بدوں خیمہ قائم  
 نہیں رہ سکتا اور باقی چار اصول اعمال بمنزلہ چار پٹائیوں اور رسیوں کے ہیں جن کے بغیر خیمہ کھڑا تو ہو سکتا ہے مگر  
 نقص اور آئندہ حدیث میں جو ایمان کے شعبے مذکور ہیں وہ بمنزلہ میٹھوں کے ہیں۔

ولہ و اقام الصلوٰۃ :- اقام باب افعال کا مصدر ہے اس میں وا محذوف کے عوض آخر میں تاء لائی  
 اتی ہے مگر یہاں طول عبارت کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا کیونکہ مضاف الیہ وا محذوف کے عوض بننے کے  
 لئے کافی ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تاء کا حذف تخفیف کی بنا پر ہو۔

عن ابی ہریرۃ - حالات حضرت ابو ہریرہؓ ..... آپ نبوت سے گیارہ سال قبل پیدا  
 ہوئے سن ۷ھ میں فتح خیبر کے سال میں اسلام لائے۔ سن ۵۷ھ میں ہجر ۸ سال وفات پائی آپ نے

حضور ﷺ کے ساتھ صرف چار سال صحبت اٹھالی لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام میں کثیر الروایہ ہیں چنانچہ آپ کی کل مرویات پانچ ہزار تین سو چوبیس (۵۳۷۴) ہیں امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ سے آٹھ سے زائد صحابہ اور تابعین روایت حدیث کرتے ہیں قبیلے کے لحاظ سے دوسری ہیں۔ آپ کے نام میں ابو احوال ہیں۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس قول یہ ہے کہ آپ کا اسلامی نام عبدالرحمن بن صخر ہے لیکن ہریرہ کی کنیت کے نام پر غالب آگئی اور جاہلی نام عبد شمس یا عبد عمرو تھا کنیت کی وجہ علامہ ابن عبدالبر نقل کرتے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے خود فرمایا ما کننت احمل یوما ہریرۃ فی کمی فوانی رسول اللہ ﷺ ما هذه فقلت ہریرۃ فقال یا ابا ہریرہ ..... بعض علماء نے کہا کہ آپ یحییٰ بن یسعیٰ سے کہلایا کرتے اور بعض نے کہا کہ آپ یسعیٰ کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے تھے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۶۹)

لفظ ابو ہریرہ کی نحوی تحقیق .....: قیاس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہریرہ کی "تاء" پر اضافت کی وجہ سے پڑھا جائے چنانچہ ایک جماعت نے اسی کو صواب (درست) بتایا ہے لیکن جمہور محدثین وغیرہم کے نزدیک مشہور مذہب منع صرف کا ہے کیونکہ اس میں علیت اور ترکیب ہے اور اب یہ بمنزلہ کلمہ واحدہ کے ہے ہریرہ "ابو ہریرہ" میں دو مختلف حیثیات سے اصل حالت اور موجودہ حالت دونوں کی رعایت ہے کہ اصل حالت اعتبار سے "ابو" کا اعراب بدلتا رہتا ہے اور موجودہ حالت کے لحاظ سے "ہریرہ" کی تاء پر "جر" نہیں آتا۔ قولہ الایمان بضع و سبعون شعبۃ .....: بضع کے اصلی معنی ٹکڑے کے ہیں ہریرہ اطلاق تین سے نو تک کے عدد پر کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی عدد کا ایک ٹکڑا ہے۔ شعبہ کے اصلی معنی شانہ کے ہیں۔ اور یہاں اس سے مراد عمدہ خصلت ہے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ کمال ایمان کے کچھ ٹکڑے (۷۰) شعبے ہیں۔ مثلاً اعمال قلب میں ایمانیات ستہ اور اعمال لسان میں تلاوت ذکر و دعا اور ظاہریہ اعمال ارکان اربعہ صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور اصلاح بین الناس اور صلہ رحمی وغیر ذلک۔

سوال .....: بخاری کی ایک روایت میں بضع دستون آیا ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱ .....: آنحضرت ﷺ کو پہلے اقل اور پھر اکثر کا علم دیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۲ .....: یہاں عدد سے مراد تجدید نہیں بلکہ تکثیر ہے جو ساٹھ اور ستر دونوں کو شامل ہے۔

جواب نمبر ۳ .....: ایمان کے بعض اعمال بعض کے ساتھ مشابہ ہیں تو جن کو صحابہ نے مشابہات کو الگ شمار کیا۔ انہوں نے زیادہ شمار بتایا اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا انہوں نے کم تعداد بتائی۔

جواب نمبر ۴..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ عدد قلیل عدد کثیر کے منافی نہیں کیونکہ وہ کثیر کے ضمن میں آجاتا ہے پھر قلیل کی خصوصیت ذکر کی مقتضی حال کی وجہ سے ہے۔

قوله فافضلها : یہاں تفریغیہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اذا كان كمال الایمان فاخصال  
معددة فافضلها الخ۔

قوله اماطة الاذى ... : اماطہ کے معنی ازالہ کے ہیں اور ازی یا تو مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یا مبلغہ  
وصف مصدر کا ذات پر حمل کیا گیا ہے اور اس سے مراد موذی چیز ہے مثلاً کانٹا، پتھر، نجاست، چھلکا وغیرہ۔

قوله والحياء شعبة من الایمان ..... : حیا کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام اخلاق حسنہ  
اور کل شعبہ ایمانیہ کے لئے باعث محرک اور داعی وضع ہے کیونکہ حیا دار آدمی دنیا اور آخرت کی رسوائی سے  
بچنے کے لئے تمام معاصی سے اجتناب کرتا ہے اور تمام نیکیوں کو بجالاتا ہے۔

سوال ..... : بعض اوقات کافر میں بھی حیا ہوتی ہے۔ جواب ..... : حیا دو قسم پر ہے۔ (۱) حیا نفسانی  
یعنی طبعی (۲) حیا ایمانی یعنی حقیقی۔ تو حیا نفسانی طبعی وہ احساس ندامت ہے جو کسی قابل ملامت یا قابل عیب  
چیز کے اندیشہ سے پیدا ہو مثلاً کشف عورت اور جماع بین الناس سے حیا ہو تو غیو یعرض الانسان من  
خوف ما یلام عليه او یعاب به اور حیا ایمانی حقیقی کی تعریف یہ ہے هو ملكة تمنع الانسان من  
ترك الطاعات و ارتكاب المعاصی و الفواحش بسبب الایمان تو یہاں حیا ایمانی حقیقی مراد  
ہے جو صرف مؤمن میں پائی جاتی ہے۔ نہ کہ کافر میں بھی۔

وعن عبد الله بن عمرو . حالات عبد اللہ بن عمرو بن عاص . : آپ اپنے والد  
عمرو بن العاص سے پہلے اسام لائے اور آپ کے والد ۸ حج میں مشرف باسلام ہوئے آپ اپنے والد سے  
صرف بارہ سال عمر میں چھوٹے تھے یہ دونوں حضرات بہت بہادر اور اسلام کے قابل فخر جنرل تھے آپ نے مکہ  
یا طائف یا مصر میں ۶۵ حج یا ۷۳ حج میں وفات پائی۔ آپ رات کو چراغ بجھا کر قیام لیل کرتے اور بہت زیادہ  
روتے تھے حتیٰ کہ آخر عمر میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی چونکہ آپ احادیث کو لکھ لیتے تھے اس لئے آپ کے  
پاس احادیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی زیادہ تھیں لیکن کتب احادیث میں صرف سات سو (۷۰۰) مذکور ہیں۔

قوله المسلم ..... : یہاں کامل مسلمان مراد ہے اسکی نظیر الناس العرب، المال الاہل ہے۔

قوله من سلم المسلمون (صفحہ ۱۲) مسلمات کا بھی یہی حکم ہے اور دوسری نصوص کی وجہ سے اہل

ذمہ کے بھی یہی احکام ہیں اور مسلمین کی تخصیص بطور تغلیب کے ہے چنانچہ ابن حبان کی روایت میں من مسلم الناس آیا ہے۔

قوله من لسانہ . . . مثلاً سب و شتم، بغیبت، بہتان، استہزاء، چغل خوری، جھوٹی گواہی، لعن طعن وغیرہ۔  
 قوله و یدہ . . . . . مثلاً ضرب ناحق، قتل ناحق، غلط تحریر، دھکا دینا، زخمی کرنا، گرانہ، لوٹ مار کرنا۔ غرضیکہ کسی طرح بھی تکلیف نہ پہنچائی جائے لیکن حدود، قصاص، تعزیر، تادیب اطفال، دفاع وغیرہ شرعاً اس سے مستثنیٰ ہیں پھر زبان اور ہاتھ کے ذکر سے مراد پوری ذات انسان ہے باقی ان دو کی تخصیص اس لئے ہے کہ غالب و اکثر ایذا رسانی انہی دو چیزوں سے ہوتی ہے یا اس لئے یہ کہ ایذا دو قسم پر ہے۔ (۱) قولی (۲) فعلی تو حدیث میں ان دو اقسام کی نفی مراد ہے۔ قوله و المہاجر من ہجر الخ . . . اس کا ما قبل سے ربط یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں ہجرت مدینہ کمال ایمان کی علامت تھی پھر اس حدیث میں حقوق العباد کی خصوصیت کی وجہ اہتمام شان ہے کیونکہ حقوق العباد قابل غنوں نہیں۔

و عن انسؓ . . . . . : حالات حضرت انسؓ . . . : آپؓ کی کنیت ابو حمزہ اور والد کا نام مالک بن نضر ہے۔ قبیلے کے لحاظ سے خزرجی ہیں آپؓ کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان ہے۔ حضور ﷺ کے خادم خاص تھے جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اسی وقت سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور دس سال تک خدمت کی۔ آپؓ ہمیشہ مدینہ طیبہ میں رہے۔ لیکن خلافت عمرؓ فریق میں تعلیم فقہ کے لئے بصرہ میں منتقل ہو گئے اور وہیں ۹۱ھ کو ہجرت کو ۹۹ سال وفات پائی۔ آپؓ کثیر الاولاد تھے حتیٰ کہ عند البعض پوری سوا اور عند البعض ۸۰ اولاد تھی جن میں سے ۷۸ ذکور اور صرف دو اثنا تھیں آپؓ سے بہت سی مخلوق نے روایت کی ہے آپؓ کی کل مرویات ۱۲۸۶ ہیں۔

قوله لا یؤمن . . . . . : اس میں ایمان کمال کی نفی مراد ہے۔ قوله احب : محبت دو قسم پر ہے۔ (۱) طبعی غیر اختیاری جیسا کہ طبعاً اپنی اولاد اور بیوی سے محبت ہوتی ہے۔ (۲) عقلی اختیاری اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے عقلی عطفی کو طبعی خواہشات پر ترجیح دے جیسا کہ مریض کو کڑوی دوا باوجود خلاف طبیعت ہونے کے عطا پسند ہوتی ہے تو یہاں حب عقلی اختیاری مراد ہے کیونکہ طبعی غیر اختیاری محبت تو اکثر اولاد وغیرہ سے زیادہ ہوتی ہے یا یہاں حب ایمانی مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ محبوب کی خواہش کو تمام ماسوا کی خواہشات و اغراض پر ترجیح دے اور اس کا اندازہ بوقت مقابلہ ہو سکتا ہے مثلاً جب قول والدین، قول رسول کے مقابل ہو



جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں نو مسلم مراد ہے لیکن یہاں سے پیداہی مسلمان کا حکم بطریق قیاس یا بطریق اولیٰ سمجھا جائیگا۔

جواب نمبر ۳۔۔۔۔۔ کفر دو قسم پر ہے (۱) بالفعل (۲) بالقوة اور یہاں عام معنی مراد ہے کیونکہ ہر انسان میں کفر و شرک کی استعداد تو موجود ہے اور یہی کفر بالقوة ہے۔

وعن العباس بن عبد المطلب..... حالات حضرت عباسؓ:۔ آپ حضور ﷺ کے چچا ہیں واقعہ قبل سے ایک سال قبل پیدا ہوئے آپ آنحضرت ﷺ سے دو سال بڑے تھے حضرت عباسؓ سے کسی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا حضور ﷺ؟ تو حضرت عباسؓ نے جواب دیا نا اکیبر و هو اعظم آپ نے ۱۲ رجب المرجب ۳۲ حج میں ہمر ۸۸ برس وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے آپ کی کل مرویات ۳۵ ہیں آپ سے آپ کے صاحبزادوں حضرت عبد اللہ اور کثیر اور عبید اللہ نیز عامر بن سعد نے روایت کی ہے۔

وعن ابی ہریرہ..... اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ قوله والذی نفس محمد بیدہ..... اس سے بخار کل کے معروف مسئلے کی تردید ہو گئی اور اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ ثابت کرنا یہ تشابہات میں سے ہے اور تشابہات کے بارے میں علماء کے دو مسلک ہیں (۱) متقدمین کے نزدیک تفویض الی اللہ یعنی ان کی حقیقت و کیفیت کو علم الہی کے حوالے کرنا چاہئے کہ لہ ید علی ما یلیق بشانہ لا کید المخلوفین۔ (۲) متاخرین کے نزدیک مناسب تاویل کرنی چاہئے مثلاً یہ سے مراد قدرت ہے کیونکہ اکثر قدرت کا مظہر اور ظاہری سبب ہاتھ ہوتے ہیں تو یہاں ذکر سبب... اور ارادہ مسبب ہے۔ متقدمین کا مذہب غلطی ہے اسلم (زیادہ سالم) ہے اور متاخرین کا مسلک ضعفاء العقول کے لئے زیادہ محکم ہے دراصل یہ اختلاف زمانے کے اختلاف کی وجہ سے ہے کیونکہ متقدمین کے زمانے میں لوگ سلیم الطبع تھے اور بدعت سے دور تھے اور وہ ان الفاظ سے غلط مطلب نہیں لیتے تھے اس لئے تاویل کی ضرورت نہ پڑی لیکن متاخرین کے زمانے میں اہل اہل ہو پیدا ہوئے جنہوں نے ان الفاظ سے اللہ کی جسمانی وغیرہ ثابت کی اس لئے ضعفاء العقول کے تحمل و دفع تشویش کے لئے مناسب تاویل کی ضرورت ہوئی تاکہ ان کی تردید ہو جائے۔

قوله لا یسمع بی احد..... اصل عبارت یوں ہے لبس احد یسمع بخبر رسالتی ثم یموت الخ

قولہ یہودی ولا نصرانی ..... : یہود و نصاریٰ کی تخصیص مزید تفسیح کے لئے ہے کہ باوجود علم کے انکار کرنا نہایت برا ہے یا اس طرف اشارہ ہے کہ جب اہل کتاب مکلف ہیں تو غیر اہل کتاب بطریق اولیٰ مکلف ہیں۔

وعن ابی موسیٰ الاشعریؓ ..... : حالات ابی موسیٰؓ ..... : آپ کا نام عبداللہ بن قیس اشعری ہے اور اشعری بنو اشعر قبیلہ کی طرف منسوب ہے آپ مکہ میں ایمان لائے اور پھر ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ۵۰ھ میں حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کو بصرہ کا والی و حاکم بنایا۔ آپ نے ”امواز“ فتح کیا۔ ۵۲ھ میں وفات پائی۔

قولہ، ثلاثة ..... : ای ثلاثة اشخاص۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ازواج مطہرات کا بھی یہی مذکور حکم ہے چنانچہ ارشاد ہے ومن یقنت منکن للہ ورسولہ و تعمل صالحا نوئھا اجرھا مرتین (پارہ ۲۲) تو یہ کل چار اشخاص ہو گئے اور بعض علماء نے استقراء سے چار سے بھی زائد نقل کئے ہیں پھر اس حدیث میں تین کی تخصیص کیوں ہے؟ جواب نمبر ۱ ..... : یہاں تحدید مقصود نہیں بلکہ مخاطبین کے خصوصیت اور مقتضی حال کے مناسب تین کے عدد کو ذکر کیا۔ جواب نمبر ۲ ..... : چونکہ یہ تین قسم کے لوگ تقریباً ہر زمانے میں پائے گئے ہیں۔ بخلاف ازواج مطہرات وغیرہن کے اس لئے ان تین کو خاص کیا ہے قولہ والعبد المملوک ..... : مملوک کی قید اس لئے لگائی کہ آزاد نکل جائے ورنہ عبد اللہ میں تو وہ بھی داخل ہے۔ قولہ وحق موالیہ ..... : جمع کا صیغہ اس لئے لائے کہ العبد پر الفلام جنس کا ہے تو ہر عبد کے لئے ایک مولیٰ ہو گا یا اس لئے کہ ایک غلام عادیہ مختلف ہاتھوں میں فروخت ہوتا رہتا ہے۔ یا اس لئے کہ یہاں عبد مشترک مراد ہے۔ قولہ فادبھا ..... : اس سے آداب خدمت، آداب نشست و برخاست اور حسن اخلاق کی تادیب مراد ہے۔ قولہ فاحسن تادیبھا ..... : یعنی کما حقہ اور بغیر ناحق سختی کے تادیب کی۔ قولہ و علمھا اس سے احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کی تعلیم مراد ہے۔

قولہ فله اجران ..... : اجرین کی توجیہ میں تین اقول ہیں۔ قول اول ... یہ کہ کتابی عبد مولیٰ ان تین میں سے ہر ایک کے دو دو عمل ہیں لہذا ثواب بھی دو دو ملیں گے اس قول پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہر دو عمل کر نیوالے شخص کو دو ثواب ہوتے ہیں مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا۔ تو پھر ان تین کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تین کی تخصیص مزید ترغیب اور اہتمام شان کے لئے ہے نیز اس وہم کے دفعیہ

کے لئے ہے کہ شاید اس وجہ سے ان کے لئے دو ثواب نہ ہوں کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد پہلا ایمان غیر معتبر ہو اور مولیٰ کا حق ادا کرنا تو غلام کی اپنی ذیوثی ہے اور لونڈی سے نکاح کرنا تو مولیٰ کی ذاتی منفعت ہے لہذا اس وہم کو رفع کر دیا۔ قول ثانی..... یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ان تین کے دو مذکورہ اعمال میں سے ہر عمل پر دو ثواب دیتے ہیں یہی قول راجح ہے۔ قول ثالث..... یہ ہے کہ ان تین اشخاص کے لئے ہر عمل میں مطلقاً دو ثواب ہوتے ہیں۔

وعن ابن عمر..... اس حدیث کا اور آئندہ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اجراء احکام اسلامیہ اور حفاظت مسلم کے لئے صرف اقرار لسانی اور اسلام کی ظاہری علامات مثلاً اقامت صلوٰۃ وغیرہ کافی ہیں باقی دل کا معاملہ اللہ کے پردے۔ قولہ حتی یشہد و ان لا الہ الا اللہ الخ..... اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہاں قبول جزید وغیرہ کی صورتیں مذکور نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حتی یشہد واسے مراد اعلیٰ کلمۃ اللہ ہے جس کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً قبول جزید، اقرار توحید و رسالت، طلب امن، طلب صلح، ذمیت وغیرہ تو یہاں اعلیٰ کلمۃ اللہ کی ایک بڑی صورت اور فرد کامل ذکر کر کے مطلق اعلیٰ مراد ہے یعنی ذکر خاص اور ارادۃ عام ہے قولہ و یقوموا الصلوٰۃ و یؤتوا الزکوٰۃ.....: یہاں دو شبہات ہیں۔

شبہ اولی..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امور اربعہ مذکورہ یعنی توحید، رسالت، نماز، زکوٰۃ کا عامل ٹھونک دم ہے اگرچہ باقی احکام کا مگر ہو۔

جواب نمبر ۱.....: شہادت بالرسالت مستلزم ہے تصدیق بجمیع ما جاء به النبی ﷺ کو چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں حتی یشہدوا و یؤمنوا بی و بما جئت بہ۔

جواب نمبر ۲.....: الا بحق الاسلام باقی تمام احکام کو شامل ہے۔

شبہ ثانیہ.....: اس حدیث میں صوم و حج کا ذکر نہیں۔

جواب نمبر ۱.....: اس وقت تک یہ دونوں فرض نہیں ہوئے تھے۔

جواب نمبر ۲.....: نماز بدنی عبادت کی اور زکوٰۃ مالی عبادت کی اصل ہے اس لئے ان دونوں کو خاص کیا ہے۔

وعن انس..... قولہ من صلی صلوٰۃنا (صفیہ ۱۲)..... مطلب یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کے

موافق نماز پڑھے یعنی رکوع بھی کرے کیونکہ یہود کی نماز میں رکوع نہیں تھا اور بیخ وقتہ نماز پڑھے کیونکہ پہلی امتوں میں صرف دو یا ایک نماز تھی اور ایسی نماز اقرار توحید اور اعتراف نبوت پر موقوف ہے اور اعتراف نبوت



تمام احکام شرعیہ کو سترم ہے اس لئے نماز اسلام کی علامت ہے۔

قولہ واستقبل قبلتنا..... یعنی اہل کتاب والا قبلہ نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے قبلے کی طرف متوجہ ہو اور اگرچہ نماز کا ذکر استقبال قبلہ کو سترم ہے مگر چونکہ نماز کے بعض افعال مثلاً قیام وغیرہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھے اور قبلہ بیت اللہ امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص تھا اس لئے اس کو علیحدہ ذکر کیا گیا۔

قولہ واکل ذبیحتنا..... اکل ذبیحہ عبادت اور عادت دونوں کو شامل ہے تو آپ نے ایسا تمیز ذکر فرمایا جو عادت میں بھی تمیز کر دے کہ وہ مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتا ہو کیونکہ بعض کفار اہل اسلام کا ذبیحہ نہ کھاتے تھے اور اس سے پہلے دو تمیزات صرف عبادتی ہیں بہر حال یہاں حصر مقصود نہیں بلکہ علامات کفر کا فقدان اور علامات اسلام کا وجود مراد ہے اور ان میں علامات کی خصوصیت تقضائے زمانہ کی وجہ سے ہے۔

قولہ فلا تخفر و اللہ فی ذمتہ..... یعنی تم خیانت کرو اللہ سے اللہ کے عہد امان میں یا تم مت عہد شکنی کرو اللہ سے اسکے اہل ذمہ کے حق میں۔

و عن ابی ہریرۃ..... قولہ اتی اعرابی..... اس اعرابی کا نام لقیط بن صبرہ ہے۔

قولہ دخلت الجنة..... یہاں جنت کا دخول اولی مراد ہے جو بغیر عذاب کے ہو۔

قولہ تعبد اللہ..... یہ خبر بحتی امر ہے ای اعبد اللہ یا لفظ ان مقدر ہے جس کی وجہ سے بتاویل مصدر مبتداء محذوف کی خبر ہے اسی ہو ان تعبد اللہ۔

قولہ و تصوم رمضان..... سوال..... اس حدیث میں حج کا ذکر نہیں؟

جواب..... یہ واقعہ ۸ ہجری کا ہے اور حج کی فرضیت مشہور قول کے مطابق ۹ ہجری میں ہوئی۔

قولہ لا ازید علی هذا شیئا ولا انقص..... اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ میں اپنی طرف سے ان احکام میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل نہیں کروں گا مثلاً نماز چار رکعت کی بجائے پانچ یا تین نہ پڑھوں گا یہ مطلب نہیں کہ باقی احکام کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی ان پر عمل نہیں کروں گا دوم یہ شخص اپنی قوم کا نمائندہ تھا تو مطلب یہ ہے کہ ان احکام کی تبلیغ میں کمی بیشی نہیں کروں گا یہی مطلب راجح تر ہے۔

قولہ ان ینظر الی رجل من اهل الجنة..... سوال..... جنت کے دخول اولی کے لئے تمام واجبات کی پابندی اور تمام محرمات سے اجتناب ضروری ہے حالانکہ یہاں ان کا ذکر نہیں۔

جواب..... عبادت کا مفہوم سب واجبات کو شامل ہے اور نماز کی صفت قرآن کریم میں یہ آئی ہے ان

الصلوة تنهى عن الفحشاء و المنکر (پارہ ۲۱) لہذا نماز اور عبادت کے ہوتے ہوئے دیگر محرمات اور واجبات کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

و عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی ..... حالات :- آپ کی کنیت ابو عمرو ثقفی ہے ان کا شمار اہل طائف میں ہوتا ہے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں آپ طائف کے عامل رہے۔ آپ کی محبت بھی آنحضرتؐ سے ثابت ہے آپ کی کل مرویات صرف پانچ احادیث ہیں۔

قوله لا استل عنہ احد ا بعدک ..... یعنی ایسا جامع اور مفید کلام ارشاد فرمادیتے کہ آپ کے سوا کسی سے ایسے جامع کلام کے مزید سوال کی ضرورت نہ رہے۔

قوله قل امنة باللہ ثم استقم (صفحہ ۱۱۲) ..... یہ حدیث جوامع الکفر میں سے ہے کیونکہ یہ تمام ایمانیات اور تمام طاعات کو شامل ہے ایمانیات کا ذکر امنة باللہ میں ہے اور طاعات کا ذکر ثم استقم میں ہے کیونکہ استقامت نام ہے ہر مامور کی ادائیگی اور ہر منکر سے پرہیز کرنے کا تو دین کے کسی حکم سے ادنیٰ انحراف اور معمولی کج بھی استقامت کی ضد ہے لہذا استقامت مراد ہے شریعت کی پوری پابندی سے اور یہ بہت بڑی چیز ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (پارہ ۲۶) اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا کیونکہ اس میں یہ حکم ہے فاستقم کما امرت۔ اور حضرات موفیائے کرام فرماتے ہیں الاستقامة خیر من الف کرامة (مرقات جلد ۱، صفحہ ۸۲)

و عن طلحة بن عبید اللہ ..... حالات :- آپ کی کنیت ابو محمد قرظی ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے جنگ احد میں چوبیس زخم نیزوں اور تلواریں کے آنحضرت ﷺ کی حفاظت میں اپنے جسم پر برداشت کئے جنگ جمل میں بروز جمعرات ۲۰ جمادی الاخریٰ ۳۶ حج میں ۶۳ برس شہید ہوئے۔

قوله جاء رجل ..... یہ شخص ضمام بن ثعلبہ تھا جو قبیلہ بنی سعد بن بکر کا نواسہ بن کر آیا تھا۔ اور اہل نجد میں سے تھا۔ قوله من اهل نجد ..... ملک عرب کے دو حصے ہیں ایک ہستی والا جس کو تہامہ کہتے ہیں اور دوسرا باندی والا جس کو نجد کہتے ہیں اور تہامہ مکہ اور عراق کے مابین ہے۔

قوله ناطر الراس ..... یعنی سر کے پراگندہ اور نکمرے ہوئے بالوں والا اور یہ یا تو مرفوع ہے اور راجل

کی صفت ہے اور یا منصوب ہے اور راجل سے حال ہے پھر اس سے مراد مجازاً ہاں ہیں تو ذکر نکل کا ارادہ حال کا ہے یا مضاف محذوف ہے ای ٹائر شعر الراس۔

قولہ دوی صوتہ (صفحہ ۱۲)۔ یعنی گنگنی آواز۔ دراصل دوی شہد کی مکھی کی بھینٹناہٹ کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ پوشیدہ اور گنگنی آواز ہے جس کا مطلب نہ سمجھا جائے۔ اس سے اس شخص کی رغبت فی الطلب معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب آدمی دوڑتا ہے تو اس کے منہ سے ایک آواز مسومع ہوتی ہے یا مقصد یہ ہے کہ وہ شخص جو پیغام اپنی قوم کی طرف سے لایا تھا اس کو دہرا ہاتھا۔

قولہ فاذا ہو یسنل عن الاسلام .....: ای عن فرائض الاسلام و احکامہ چنانچہ صحیح بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے اخبرنی ماذا فرض اللہ علی (مرقات جلد ۱، صفحہ ۸۶)

قولہ فقال لا الا ان تطوع ..... سوال .....: اس حدیث میں آپ نے وتر کا ذکر نہیں کیا۔ جن سے شوافع کا مذہب ثابت ہوا۔ کہ وتر واجب نہیں بلکہ نفل ہیں۔ جواب نمبر ۱۔ یہاں فرض نماز مراد ہے۔ اور وتر واجب ہے نہ کہ فرض۔ جواب نمبر ۲۔ وتر عشاء کے تابع ہے۔ جواب نمبر ۳۔ یہ وتر کے وجوب سے پہلے کا واقعہ ہے قولہ قال و ذکر لہ رسول اللہ ﷺ الخ ..... قال کا قائل طلحہ ہے۔ طلحہ راوی کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ بھول گئے اس لئے لفظ ذکر بولا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت باللفظ اصل ہے اور اگر لفظ بھول جائیں تو ان کی طرف اجمالی اشارہ کر دیا جائے۔

سوال .....: اس حدیث میں شہادتین اور حج کا ذکر نہیں؟ جواب یہ ہے کہ سائل مسلمان تھا اور سوال بھی فرائض اسلام کا تھا نہ کہ حقیقت اسلام کا۔ اس لئے شہادتین کے ذکر کی تو حاجت نہیں تھی اور حج ابھی تک فرض نہیں کیا گیا تھا۔

قولہ افلح الرجل ان صدق (صفحہ ۱۳)۔ سوال .....: اس حدیث میں اور اوپر والی حدیث ابی ہریرہ میں ایک ہی شخص کا واقعہ مذکور ہے حالانکہ وہاں خوشخبری مطلق تھی اور یہاں مقید ہے جواب نمبر ۱۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ دونوں احادیث کا سیاق اور طرز بیان مختلف ہے لہذا اتحاد واقعہ کا دعویٰ درست نہیں۔ جواب نمبر ۲۔ بصورت تسلیم اتحاد واقعہ اس سائل کے سامنے مقید اور اس کے چلے جانے کے بعد مطلق خوشخبری دی تاکہ سائل مغرور نہ ہو۔

جواب نمبر ۳۔ ...: فلاح سے مراد جنت کا دخول ثوابی ہے جو مقید ہے اور نفس دخول جنت مطلق و عام ہے۔

حدیث وفد عبد القیس۔ وعن ابن عباسؓ..... حالات عبد اللہ بن عباسؓ.....

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے جب حضور ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر ۱۳ سال تھی حضور ﷺ نے ان کے لئے حکمت و فقہ اور تفسیر قرآن کی دعا فرمائی تھی اسی لئے ان کو رئیس المفسرین کہا جاتا ہے۔ آپؓ نے حضرت جبرئیل علیہم السلام کو دو دفعہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے اسی لئے آخر عمر میں آپؓ نایاب ہو گئے تھے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں بمقام طائف ۶۸ حج میں ہمارے سال وفات پائی۔

قوله ان وفد عبد القیس.....: وفد جمع ہے وفد کی یعنی وہ منتخب جماعت جو کسی مشترک اور اہم غرض کے لئے بادشاہ یا حاکم کے پاس جائے اور عبد القیس قبیلے کے باپ کا نام ہے جو ربیعہ بن زرارہ پر نشئی ہوتا ہے۔ قوله لما اتوا النبی ﷺ: اس وفد کے آنے کا قصہ یہ ہے کہ قبیلہ عبد القیس کا ایک شخص مسند ابن حبان بحرین سے مدینہ طیبہ بغرض تجارت آیا۔ وہ بازار میں بیٹھا تھا کہ وہاں سے حضور ﷺ کا گزر ہوا وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ اس کا اور اس کی قوم کا حال پوچھا اور فرمایا "امنقذ انت" وہ شخص آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اقرأ سکھائی اور اس کے قبیلے کے رئیس کے نام ایک والا نامہ بغرض دعوت اسلام لکھوایا۔ اس وقت قبیلہ عبد القیس کے رئیس منذر بن عانذ تھے جن کا لقب آپؓ نے بعد میں شیخ رکھا کیونکہ ان کے چہرے پر زخم کے کچھ نشان وغیرہ تھے منذر نے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور حضور ﷺ کا کتب گرامی پڑھ کر سنایا۔ ساری قوم اسی وقت مسلمان ہو گئی اور پھر ایک وفد تیار کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا یہ وہی وفد ہے جس کا ذکر حدیث ہذا میں ہے اس وفد کے افراد کی تعداد بعض روایات میں چودہ اور بعض روایات میں چالیس آئی ہے۔ علماء نے دو طرح تطبیق دی ہے (۱) بعض علماء نے کہا کہ وفد عبد القیس دو مرتباً آیا ہے ایک مرتبہ چودہ آدمی تھے سن ۵ حج میں اور دوسری بار میں چالیس آدمی تھے سن ۸ حج میں (۲) بعض نے فرمایا کہ کل چالیس تھے جن میں سے چودہ شرفاء اور معززین تھے۔

قوله او من الوفد.....: او شک راوی کے لئے ہے اور ایسے مقامات میں لفظ او کے بعد قال پڑھنا چاہئے۔

قوله مرحبا بالقوم.....: ای اتی القوم موضعاً واسعاً او زماناً واسعاً یعنی کشادہ مکانی اور خوش وقتی میں آئی ہمارے محارے میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ قوله غیر خزیایا.....: یہ خزیان کی تھی

ہے بمعنی رسوا۔ قولہ ولاندامی : یہ یا تو ندامت کی جمع ہے یا علیٰ خلاف القیاس نام کی جمع ہے بمعنی شرمسار و پشیمان مطلب یہ ہے کہ تم لوگ رغبت و خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور ضرب و حرب، قید و بند کی ذلت و رسوائی اور ندامت تمہیں نہیں اٹھانی پڑی۔

قولہ الا فی الشهر الحرام..... : یا تو جنس مراد ہے تو چاروں مہینوں کو شامل ہے یعنی رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام یا اس سے مراد جنس نہیں بلکہ صرف رجب کا مہینہ ہے کیونکہ کفار مضر ماہ رجب کا زیادہ احترام کرتے تھے اسی لئے رجب کو رجب مضر کہا جاتا ہے۔

قولہ بامر فصل : یہ یا تو بمعنی فاصل ہے ای فاصل بین الحق والباطل یعنی اہل اور فیصلہ کن بات یا یہ بمعنی مفصول ہے یعنی ظاہر اور واضح امر۔ قولہ و سألوه عن الا شربة..... وقد عبد القیس کو خمر کی حرمت تو پہلے سے معلوم تھی اس لئے یہاں ظروف اثر بہ مراد ہیں اور انہیں کے متعلق سوال تھا۔

قولہ فامرہم باربع..... : سوال..... آگے تفصیلات میں پانچ مامورات کا ذکر ہے۔ (۱) ایمان باللہ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) روزہ (۵) خمس غنیمت۔ تو اجمال اور تفصیل میں مطابقت نہیں؟

جواب نمبر ۱..... : علامہ قرطبی اور علامہ طبری فرماتے ہیں چونکہ وہ لوگ مسلمان تھے نیز ایمان تمام اعمال کی اساس و بنیاد بھی ہے اس لئے بطور جملہ معترضہ تبرک و تمہید کے لئے اولاً ایمان اور شہادتین کا ذکر فرمایا اس کے بعد اصل مقصود یعنی مامورات اربعہ کا ذکر ہے۔ اس توجیہ کی تائید مزید صحیح بخاری جلد ۲، صفحہ ۹۱۲ کی روایت سے ہوتی ہے فامرہم باربع و نہاہم عن اربع اقبوا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و صوموا رمضان و اعطوا خمس ما غنمتم۔

جواب نمبر ۲..... : ابن بطال اور قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اصل مقصود پہلے چار احکام ہیں۔ باقی خمس غنیمت کا ذکر علیٰ اسلوب الحکیم خاص ان کی ضرورت کے لئے زائد فرمایا ہے کیونکہ ان کو کفار مضر سے جہاد کرنا پڑتا تھا اور وہاں سے غنائم حاصل ہوتے تھے۔

جواب نمبر ۳..... : علامہ ابو عمرو بن صلاح فرماتے ہیں کہ وان تعطوا کا عطف فامرہم باربع کے اربع پر ہے تو یہ مامورات اربعہ کے علاوہ ایک مستقل مامور بہ ہے اربع میں داخل نہیں ولا مخالف۔

جواب نمبر ۴..... : قاضی ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ دونوں ایک چیز کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کو قرآن کریم میں اکٹھا اور متصل ذکر کیا گیا ہے۔

جواب نمبر ۵.....: ابن العربی ہی کہتے ہیں کہ ادائے خمس زکوٰۃ کے حکم میں ہے کیوں کہ دونوں کا تعلق مال سے ہے لہذا چار میں چیزیں مذکور ہوئیں نہ کہ پانچ۔ قوله عن الحنتم.....: سبز رنگ کا روغن کیا گیا ہے چھوٹا گھڑا ہر تان، صراحی، قوله الدباء.....: خشک کدو کا برتن۔ قوله والنقیور.....: بھجور کے تانے کو یا اور کسی لکڑی کو کرید کر بنایا ہوا برتن، پیالہ۔ قوله و المزفت.....: تار کول اور رال سے بنا ہوا شدہ سیاہ برتن۔ قائدہ۔ ظرف اربعہ کے استعمال سے ممانعت کی وجوہ.....: دراصل لوگ ان برتنوں میں نبیز رکھتے تھے تو اس کی ممانعت مقصود تھی اور مطلقاً ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت مقصود نہیں تھی پھر نبیز رکھنے کی ممانعت منسوخ ہو گئی جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے كنت نهيتكم عن الانتباذ الا في الاسفنا فانبذوا في كل وعاء ولا تشربوا مسكرا پھر ابتداءً ان برتنوں میں نبیز رکھنے کی ممانعت کی وجوہ تین ہیں۔

(۱) تشدید.....: یعنی لوگ ان برتنوں کو خمر میں استعمال کرتے تھے جب خمر حرام ہوئی تو ان برتنوں سے کی مکمل انقطاع اور ممانعت ہوئی تاکہ خمر سے بالکلہ امتناع ہو جائے پھر جب خمر سے لوگ بالکل متنفر اور دور گئے تو یہ تشدید بھی اٹھادی گئی۔

(۲) تہہ.....: بشرط الخمر یعنی ان برتنوں کے استعمال سے اور ان کے ذریعے نبیز پینے میں شرب خمر سے بچ رہتا تھا۔ (۳) بقائے اثر.....: یعنی ابتداءً ان برتنوں میں شراب کا اثر موجود تھا کچھ مدت کے بعد وہ زائل ہو گیا تو اجازت دے دی گئی۔

وعن عبادة بن الصامت<sup>(ص ۱۳)</sup>... حالات.....: آپ کی کنیت ابو الولید ہے اور الحجرة مدینہ منورہ سے دو دفعہ بیعت کے لئے حاضر خدمت ہوئے ایک دفعہ عقبہ لولوی میں جس میں بارہ آدمی شریک ہوئے اور دوسری دفعہ عقبہ ثانیہ میں جس میں ستر آدمی شریک تھے۔ آپ جنگ بدر وغیرہ میں بھی حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں حمص کے قاضی مقرر ہوئے۔ حضور ﷺ نے آپ کو مدینہ منورہ کا سردار بنا کر بھیجا عقبہ اولیٰ کے بارہ فقہاء میں سے ایک نقیب آپ بھی ہیں ۳۲ ہجری میں عمر ۷۲ سال وفات پائی آپ کی کل مرویات ۸۱ ہیں۔

قوله عصابة.....: ای جماعة۔ یہ یکسر العین اسم جمع ہے جو دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتا جاتا ہے۔ قوله بايعوني.....: بیعت کے معنی معاہدہ طاعت کے ہیں۔ بیعت میں کلمہ کے ساتھ بیعت

ہے کیونکہ بیعت میں شمس بیعت کا عوض ہوتا ہے اور بیعت میں ثواب و طاعت کا عوض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے  
 ن اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة (پارہ ۱۱)۔

فائدہ.....: **بیعت چار قسم پر ہے**۔ (۱) بیعت اسلام (۲) بیعت جہاد (۳) بیعت  
 خلافت (۴) بیعت طریقت۔ تو بیعت اسلام تمام صحابہ کرامؓ نے کی اور بیعت جہاد حدیبیہ کے موقع پر ڈیڑھ  
 ہزار (۱۵۰۰) صحابہ کرامؓ نے کی اور بیعت خلافت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر صحابہؓ نے کی اور بیعت طریقت  
 حدیث باب سے نیز اس آیت قرآنیہ سے ثابت ہے یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنت یبایعنک  
 علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرفن ولا یزنین (۱۱۱، پارہ ۲۸) بیعت طریقت دراصل نام ہے  
 کسی بزرگ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرنا اور پابندی شریعت کا معاہدہ کرنے کا تو ظاہر ہے کہ اس کے  
 احتسان میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا لہذا غیر مقلدین کا اس کو بدعت کہنا غلط ہے البتہ بیعت بمعنی دوگانہ داری بلا  
 شبہ بدعت ہے۔

قوله ولا تاتوا ببہتان : بہتان وہ جھوٹ ہے جس کو سن کر سامع مبہوت اور حیران ہو جائے۔

قوله تفترو نہ بین ایدیکم وارجلکم .....: ان سے مراد من عند انفسکم ہے اور ذات  
 کی تعبیر یاد اور رجل سے اس لئے کی جاتی ہے کہ اکثر افعال انہی سے صادر ہوتے ہیں یا اس سے مراد دل ہے یا  
 مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے پر اس کے سامنے بالخصوص بہتان مت لگاؤ۔ کیونکہ اس سے زیادہ اشتعال پیدا  
 ہوتا ہے اور زیادہ فساد کا باعث ہوتا ہے۔

قوله فعوقب بہ فی الدنیا فهو کفارة له .....: مسئلہ خلاقیہ.....: احناف کے نزدیک  
 حدود مکفرات ذنوب نہیں بلکہ فقط زواجر ہیں۔ اور مکفر توبہ ہے نہ کہ حد۔ لہذا توبہ کے بغیر اگر صرف حد ہوگی تو  
 آخرت میں سزائے گی لیکن دوسرے اکثر ائمہ کے نزدیک حدود کفارہ ذنوب اور سوا تر ذنوب ہیں۔

دلائل احناف.....: دلیل نمبر ۱۔ قطع طریق کی حد بیان کرنے کے بعد قرآن میں فرمایا ذلک لہم  
 خسر فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب عظیم الا اللدین تابوا (پارہ ۶) اس سے معلوم ہوا کہ حد  
 کفارہ نہیں بلکہ توبہ کفارہ ہے۔

دلیل نمبر ۲۔ حد تذف کے بارے میں فرمایا فاجلدوہم ثمنین جلدہ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابداء و  
 اولئک ہم الفسقون الا اللدین تابوا من بعد ذلک الخ (پارہ ۱۸) اس سے معلوم ہوا کہ اجراء

حدیث ذنوب کے بارے میں قاضی ناسخ ہے۔

دلیل نمبر ۳ ..... حدیث میں بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ من بعد ظلمہ و اصلاح فان اللہ یعوب علیہ ان اللہ غفور رحیم (پارہ ۶) اس سے معلوم ہوا کہ حدیثی نفسہ مکفر نہیں بلکہ توبہ کی حاجت ہے۔ دلیل نمبر ۴۔ کافر ذمی پر بھی حد جاری کی جاتی ہے حالانکہ اس میں کفارہ ذنوب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دلیل فریق ثانی ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... مذکورہ بالا قطعیات کے مقابلے میں یہ حدیث خبر واحد ظنی ہے اور مؤول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حد بشرط توبہ ہو تو توبہ کفارہ ہے اور توبہ کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اکثر سزا ہونے کے بعد توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تو حد سبب بعید بنی کفارے کا اور سبب قریب توبہ ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... فوق بہ سے مراد حد و نہیں بلکہ مصائب و آفات ہیں اور مصائب کے کفارہ ذنوب ہونے کے ہم بھی قائل ہیں اس کا قرینہ یہ ہے کہ واقعہ قبل الحجرتہ کا ہے حالانکہ حد و کی فرضیت بعد الحجرتہ مدینہ میں ہوئی ہے۔

وعن ابی سعید الخدریؓ (صفحہ ۱۳) ..... حالات ..... آپ کا نام سعد بن مالک بن سنان خدری انصاری ہے کثیر الروایۃ صحابی ہیں حفاظ حدیث علماء، فضلاء و عظامہ صحابہ میں سے ہیں آپ کثرت سے زیادہ مشہور ہیں آپ سے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے ۴ حج میں ہجر ۸۴ سال وفات پائی اور حجتہ البقیع میں مدفون ہوئے۔

قوله أُرِيْتُكَنَّ ..... یہ اراءت شب معراج میں ہوئی یا کسی دوسرے موقع پر خواب میں ہوئی اور ممکن ہے کہ یہ کشف یا وحی پر محمول ہو۔ قوله تكفرون اللعن لعن کے لغوی معنی ہیں رحمت سے دور کرنا اور انسان کی طرف سے لعن کے معنی ہیں رحمت الہیہ ہے دوری اور غضب کی بددعا کرنا چونکہ حق تعالیٰ کی رحمت غضب سے بہت وسیع ہے اس لئے کسی پر بھی لعن کرنا درست نہیں۔ الا وہ کافر جس کی موت کفر پر یقینی ہو اور وحی سے معلوم ہو مثلاً ابلیس اور ابوجہل وغیرہ ورنہ کافر پر بھی جائز نہیں نہ زندہ پر نہ مردہ پر کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا ہو یا اچھا ہوا ہو یا بطور برے وصف کے غیر معین آدمی پر اور قاعدہ کلیہ کے طور پر لعن کرنا درست ہے مثلاً لعنة الله على الكافرين يا على الكاذبين اور حدیث میں ہے لعن الله الواصلة والمستوصلة الخ مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۸۱) قوله و تكفرون العشير ..... کفر کے لغوی معنی



ہیں شریعت نبوت و وحدانیت اور دین کا انکار کرنا یہ بڑا کفر ہے اور کفران نعمت نام ہے ناشکری کا یہ چھوٹا کفر ہے اور یہاں یہی مراد ہے اور اسی سے مناسبت سے حدیث ہذا کو کتاب الایمان میں لایا گیا ہے اشیر یہ بمعنی معاشرہ و رفیق زندگی ہے یعنی زوج۔ قولہ ما رأیت ..... ای احدا۔ قولہ من ناقصات عقل و دین ..... یہ من احدا کن کے کن کا بیان مقدم ہے۔ قولہ لللب ..... پہلا لام جارہ ہے اور دوسرا نفس کلمے کا ہے اور لب نام ہے شائبہ ہوا سے خالص عقل کا اور عقل اس قوت کو کہتے ہیں جس سے معانی کا ادراک ہوا اور وہ برے کاموں سے روکے تو لب خاص ہے اور عقل عام ہے۔ قولہ ما نقصان دیننا و عقلنا ..... :- اس سے معلوم ہوا کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو محکم دوبارہ استاذ سے پوچھ لے اور ان عورتوں نے ترتیب بدل دی کہ دین کو عقل پر مقدم کر دیا یا تو دین کی اہمیت کی وجہ سے یا پھر یہ نقصان عقلی کا ثبوت ہے۔ قولہ فذلک من نقصان دینہا ..... اگرچہ اس نقصان دین کا سبب یعنی حیض غیر اختیاری ہے اسی لئے اس پر الزام نہیں دیا گیا مگر اس کے باوجود فرق مراتب اجز ضرور پیدا ہو گیا۔

۱۔ عن ابی ہریرۃ . . . قولہ قال اللہ تعالیٰ (صفحہ ۱۳) . . . یہ حدیث قدسی ہے اس میں دو قرآن و حدیث نبوی میں فرق یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ و معانی دونوں بواسطہ جبرئیل منزل من اللہ ہیں اور حدیث نبوی میں صرف مضمون الہام یا منام کے ذریعے من جانب اللہ ہوتا ہے۔ باقی عبارات و الفاظ حضور ﷺ کے ہوتے ہیں اور حدیث قدسی وہ ہے جو بواسطہ جبرئیل بالمعنی نازل ہوئی ہو نیز اس کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں لیکن وہ الفاظ معین قطعی معجز متواتر اور متکون نہیں ہوتے بلکہ ان میں تبدیلی کا احتمال بھی ہوتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ وہ جبرئیل کے واسطے سے معین و قطعی الفاظ کے ساتھ نازل ہوا ہے نیز قرآن کے الفاظ متواتر معجز متکون بھی ہیں جن کی تلاوت پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔

حدیث قدسی کے احکام دو ہیں۔

(۱) یہ کہ اس کے الفاظ میں تبدیلی اور روایت بالمعنی جائز نہیں۔ بخلاف حدیث نبوی کے۔

(۲) یہ کہ حدیث قدسی کے الفاظ کا انکار موجب کفر نہیں بخلاف الفاظ قرآن کے۔

ولہ فاما تکذیبہ ایای فقوله لن یعیلنی کما بدانی ..... :- انکار حشر سے تکذیب الہی دو جہ سے لازم آتی ہے۔ (۱)۔ . . . یہ کہ قرآن میں کئی جگہ حشر اور بعث کا ذکر و ثبوت موجود ہے اور قرآن کلام الہی ہے جو صفت الہیہ ہے تو صفت الہیہ کی تکذیب خود ذات باری کی تکذیب ہے۔

(۲)۔ یہ کہ حشر نہ ہو تو یہ سب کا رخا نہ ہستی عبث اور بے حکمت ہو۔ ہاں یہ حالانکہ قرآن میں عبث اور لعب کی نفی کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے وما خلقنا السماء و الارض وما بينهما الا عبثاً (پارہ ۷۱) تو منکر حشر کو یا اللہ کے اس قول کی تکذیب کرتا ہے۔ قوله اما شتمہ ایسی فقرہ اتخذ اللہ ولدا:..... احمقاؤ ولد کی نسبت اس لئے شتم باری ہے کہ شتم کے معنی میں کسی چیز کی موجب تحقیر اور موجب نقص وصف وغیب بیان کرنا اگر اللہ کے لئے ولد ہو تو وہ اس کا مماثل ہوگا۔ نہیں اگر نہ ہو تو اولاد کا ناسخ ہونا عیب ہے۔ تو یہ شتم ہو اور اگر مماثل ہو تو ولد حادث و ممکن ہے لہذا اس سے ذات واجب میں بھی حادث و امکان لازم آئے گا جو واجب کے لئے عیب ہے تو یہ بھی شتم ہو اور سبب یہ ہے کہ عموماً اولاد کی ضرورت تعاون یا بقائے نسل کے لئے ہوتی ہے۔ اگر اللہ کا ولد ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ محتاج ہو اور فانی ہو جس کا عیب ہونا ظاہر ہے۔

قوله وانا الاحد الصمد.....: احد اس کو کہتے ہیں جو ذات و صفات میں یکتا ہو اگر اللہ کے لئے ولد ہو تو والد کے ساتھ صفات میں شریک ہوگا حالانکہ ذات باری احد ہے لہذا حدیث سے والدیت کی نفی ہوگئی اور صمد وہ ذات ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور باقی سب اس کے محتاج ہوں اور والد تعاون یا بقائے نسل کے لئے اولاد کا محتاج ہوتا ہے حالانکہ ذات باری صمد ہے لہذا صمدیت سے بھی والدیت کی نفی ہوگئی۔

وعن ابی ہریرۃ..... اگرچہ پہلی حدیث کا عنوان بھی یہی تھا اس بنا پر وعنه کہنا چاہیے تھا لیکن فی روایت ابن عباس کی وجہ سے احتمال تھا کہ قرب کی وجہ سے ضمیر کا مرجع ابن عباس کو بنا لیا جائے اس لئے اسم ظاہر لانے کے لئے قولہ یؤذینی ابن آدم..... بعض علماء نے کہا کہ یہ متشابہات میں سے ہے کیونکہ ایذاء کے متعارف معنی اللہ کی ذات میں ممکن نہیں اور بعض نے کہا کہ ایذاء کے اصل معنی ہیں اپنے قول و فعل سے کسی دوسرے کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جو اس کو ناپسند ہو خواہ وہ اس معاملہ سے متاثر ہو خواہ نہ ہو اور یہ معنی شان الہی سے بعید نہیں تو ایذاء الہی کے معنی ہیں کوئی ایسی حرکت کرنا جو خدا کو ناپسند ہو۔

قوله وانا الدھر..... مضاف محذوف ہے ای مقلب الدھر قرینہ اگا جمعہ ہے القلب الدہل والنہار یا دھر کے مجازی معنی متصرف کے مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ لوگ ناگوار امور میں زمانے کو متصرف سمجھ کر گالی دیتے ہیں تو گویا ان کے نزدیک زمانہ نام ہے متصرف کا اور فی الواقع متصرف تو میں ہوں لہذا وہ گالی میری طرف لڑتی ہے اور میری طرف منسوب ہوتی ہے۔

و عن ابی موسیٰ الاشعریؓ . : قوله اصبر :- صبر کے معنی ہیں جس النفس علی ما  
تکسرہ یعنی نفس کو ناگوار چیز پر روکنا اور پابند کرنا اور ذات باری کی صفت میں اس سے مراد ہے مستحق عذاب سے  
عذاب کو مؤخر کرنا قوله علی اذی ..... :- یہ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے ای  
علی کلام مؤذ۔

قوله ثم یعافیہم و یرزقہم ..... : اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ بندے کو بھی تحمل اور ترک انتقام کی  
صفت پیدا کرنی چاہئے۔

و عن معاذؓ (صفحہ ۱۱۳) .. حالات ..... آپ کی کنیت ابو عبد اللہ انصاری خزرجی ہے۔ مدینہ طیبہ کے  
باشندے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ چنانچہ آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے جبکہ آپ کی عمر ۱۸ سال تھی  
۔ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے حضور ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی و معلم بنا کر بھیجا تھا۔ پھر حضرت عمر  
فاروقؓ کے زمانے میں حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے بعد ملک شام کے عامل بنائے گئے۔ ۱۸ حج میں طاعون  
عمواس کے زمانے میں بھر ۳۸ سال وفات پائی۔ آپ سے حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور بہت سی مخلوق  
نے روایت حدیث کی ہے۔ قوله ردف النبی ﷺ ..... :- یعنی پیچھے سوار ہونا والا۔ قوله علی  
حمار : چونکہ ہمارے عرف میں حمار کی سواری میعوب ہے اس لئے حمار کا ترجمہ دراز گوش سے کرنا چاہئے۔  
قوله الا مؤخرۃ الرحل ..... :- یعنی کجاوے کی اور زین کی کچھلی لکڑی اس سے کمال قرب کی طرف  
اشارہ ہے کہ یہ حدیث میں نے بہت قریب سے سنی ہے۔

قوله وما حق العباد علی اللہ ..... :- حق بمعنی واجب لازم ثابت، لائق وغیرہ کے آتا ہے لیکن  
اہل سنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جیسا کہ ارشاد ہے لا یسئل عما یفعل اور ان اللہ  
یفعل ما یشاء (پارہ ۱۷) اور معتزلہ کے نزدیک اصل للعباد یعنی مطیع کو جنت میں اور عاصی کو جہنم میں داخل کرنا  
اللہ تعالیٰ پر واجب ہے تو اہل سنت کے نزدیک حدیث باب کی تین توجیہات ہیں۔

(۱) . حق بمعنی لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق و مناسب ہے کہ موحد کو عذاب نہ دیا جائے اور  
نوازا جائے۔ (۲) . علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حق کا اطلاق مشاکلتہ کیا گیا ہے۔

(۳) حق سے مراد حق تفصیلی و احسانی ہے نہ کہ کماستحقاقی۔

قوله ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئا ..... سوال :- دوسری متواتر روایات نے

ثابت ہوتا ہے کہ فساق کی ایک جماعت جہنم میں جائے گی اور سزا بھگتے گی تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱.....: یہاں عذاب مخلد و مؤبد کی نفی مراد ہے نہ کہ عذاب موقت کی بھی۔

جواب نمبر ۲.....: فساق کو روزخ میں داخل کرنا بغرض تطہیر ہو گا نہ کہ بغرض تعذیب۔

قولہ لا تبشروہم فیتکلو..... سوال:- حضرت معاذ نے نبی کے باوجود یہ حدیث کیوں بتائی؟

جواب نمبر ۱.....: آپؐ یہ سمجھے کہ یہ ممانعت خاص حالات کی وجہ سے ہے کہ لوگ نو مسلم ہیں اور ابھی دین

میں رسوخ حاصل نہیں ہوا تو اس وقت بتادینے سے لوگ ظاہری معنی کے اعتبار سے اعمال چھوڑ دیں گے جیسا

کہ فیتکلو سے معلوم ہوتا ہے پھر جب لوگوں کو عملی استقامت نصیب ہو گئی اور امکان کا اندیشہ دور ہو گیا تو

آپؐ نے یہ حدیث بتادی۔ جواب نمبر ۲..... اس ممانعت کے بعد جب وجوب تبلیغ اور حرمت کتمان علم کا حکم

نازل ہوا تو حضرت معاذ نے موت کے وقت کے قریب گناہ سے بچنے کے لئے یہ حدیث بتادی جیسا کہ اگلی

حدیث میں آرہا ہے۔ فاخبر بها معاذ عند موته فانما (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲)

جواب نمبر ۳..... حضور علیہ السلام نے لوگوں کو بعد میں خود یہ تبشیر فرمادی تھی لہذا بعد میں حضرت معاذ کا

بتانا اخبار تھانہ کہ تبشیر، حالانکہ ممانعت تبشیر سے تھی۔

قولہ وعن انس قولہ لبیک.....: یہ تثنیہ مضاف ہے اور لب بمعنی اجاب سے ہے ای

اجبت لك اجابة بعد اجابة۔ قولہ و سعدیک.....: اس کی تقدیر عبارت یہ ہے مساعدت

طاعتك مساعدة بعد مساعدة۔ قولہ ثلثا.....: ای وقع هذا النداء والجواب ثلاث

مرات۔ قولہ صدقا من قلبہ.....: یہ یا تو بيشہد کی ضمیر سے تیز ہے یا مفعول مطلق محذوف کی

مفت ہے ای شهادة صادقة من قلبہ۔ قولہ الا حرمہ اللہ علی النار.....: ملا علی قاری

فرماتے ہیں کہ اصل کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کے لئے خلود نار حرام ہے نہ کہ مطلقا دخول نار بھی۔

وعن ابی ذر..... حالات:- آپؐ کا نام جندب بن جنادہ غفاری ہے جو بنو غفار قبیلے کی طرف منسوب

ہے آپؐ قدیم الاسلام ہیں پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ تارک الدنیا تھے کہ دوسرے دن کا سامان رکھنا جائز نہ

سمجھتے تھے۔ ۳۲ھ میں بزمانہ خلافت عثمان مقام ربذہ میں وفات پائی۔ آپؐ سے صحابہ کرام اور تابعین کی ایک

جماعت کثیر نے روایت کی ہے۔

قولہ و علیہ ثوب ابیض.....: اس سے اشارہ ہے کہ اس وقت کی پوری کیفیت میرے ذہن میں



قولہ و کلمتہ.....: یہ اضافت بھی تشریحی ہے مطلب یہ ہے کہ آپ بلا واسطہ مادہ معادہ کے اور بلا واسطہ اب کے محض اللہ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس میں بھی دونوں فرقوں پر تعریض ہے۔

قولہ و روح منہ.....: اس کا مضاف محذوف ہے اسی ذوروح کا ثن منہ یا آپ کو روح اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کی کا پھونک سے مردہ آدمی زندہ ہو جاتا تھا جیسا کہ روح سے زندگی آ جاتی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے و احی الموتی باذن اللہ (پارہ ۳) اور منہ سے آپ کے مخلوق اور مقرب ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی دونوں فرقوں پر رد ہے بہر حال من تبعیضہ نہیں کہ جزویت باری کا شہ ہو جیسا کہ و سخر لکم ما فی السموت و ما فی الارض جمیعاً منہ (پارہ ۲۵) میں من تبعیضہ نہیں۔

و عن عمرو بن العاص... حالات.....: عاص میں یاء کا حذف اسح ہے جو تخفیف کی بنا پر ہے آپ ۵ حج یا ۸ حج میں مشرف باسلام ہوئے آنحضرت ﷺ نے آپ کو عمان کا والی بنایا پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں آپ کو اکثر لشکروں کے افرامی رہے۔ مصر آپ کی جرنیلی میں فتح ہوا اسلئے ان کو قاتل مصر کہتے ہیں۔ ۳۳ حج کو بصرہ ۹۰ سال وفات پائی۔ آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ نے نیز ابن عمرؓ اور قیس بن ابی حازمؓ وغیرہم نے روایت کی ہے۔ قولہ ان الاسلام یهدم ما کان قبلہ..... :- صفائر و کبارت جو زمانہ کفر میں کیے ہیں نیز حقوق العباد غیر مالیہ مثلاً غیبت بھتان وغیرہ یہ سب اسلام لانے سے منہدم ہو جاتے ہیں لیکن حقوق العباد مالیہ جو دین اور شراہ وغیرہ سے واجب ہوئے ہو وہ باقی رہتے ہیں اور اگر ذمی مسلمان ہو تو حقوق العباد مطلقاً نہیں گرتے خواہ مالیہ ہوں یا غیر مالیہ۔

قولہ وان الهجرة تہدم ما کان قبلہا..... :- ماقبل سے اس کی مناسبت یہ ہے کہ اسلام تو کجا اس کے تو بعض اعمال بھی حادہم اور مستطذ ذنوب ہیں پھر جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ حج اور ہجرت سے صرف صفائر معاف ہوتے ہیں۔ نہ کہ کبارت اور حقوق العباد بھی بلکہ کبارت تو بہ سے اور حقوق العباد تو بہ اور ادائے حقوق یا غفور حقوق سے معاف ہوتے ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ کبارت بھی معاف ہو جاتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ کہ حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

الفصل الثانی..... عن معاذ۔ قولہ الا ادلک علی ابواب الخیر..... :- خیر کو ایک مکان کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے لئے دروازے کو ثابت کیا ہے تو یہ استعارہ مکیہ اور تخیلیہ ہوا۔ پھر ابواب خیر سے مراد لوافل ہیں جن سے فرائض کی تکمیل اور اعمال خیر کی تکمیل ہو جاتی ہے اس پر قرآن

و صلوة الرجل فی جوف اللیل ہے نیز یہ کہ فرائض کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

قوله الصوم جنة ..... : روزہ دنیا میں غلبہ شہوت سے اور آخرت میں دوزخ سے وقایہ اور ڈھال ہے نیز روزہ گناہ سے بھی ڈھال ہے کیونکہ بھوک سے قلت شہوت کی وجہ سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں۔ لہذا عصیان اور گناہ سے بھی بچاؤ ہو جاتا ہے۔ قوله راس الامر الاسلام (صفحہ ۱۲)۔ اسلام سے مراد شہادتین ہیں اور ان کے بدوں اعمال کا اعتبار و بقاء نہیں ہوتا جیسا کہ سر کے بغیر دوسرے اعضاء کا بقاء نہیں ہوتا۔ قوله وعموده الصلوة : عمود بفتح الهمین بمعنی ستون اور کھمبہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح مکان کی مضبوطی ستون سے ہے اس طرح دین کی مضبوطی نماز سے ہے۔

قوله وذروة سنامه الجهاد (صفحہ ۱۲)۔ ذروة بکسر الذال مشہور ہے ویسے ضمہ اور فتح بھی درست ہے اس کے معنی ہیں چیز کی بلندی اور بلند جگہ اور تمام فتح اسمین بمعنی کوہان شتر ہے مطلب یہ ہے کہ نماز سے دین کی مضبوطی تو حاصل ہو جاتی ہے لیکن دین کی بلندی و سرفرازی جہاد پر موقوف ہے۔

قوله بملاک ..... : یہ میم کے کسرے یا فتح سے ہے لیکن روایت میں کسرہ ہی ہے اس کے معنی ہیں سہارا، ذریعہ، بقاء، استحکام۔ قوله ذلک کله ..... : یہ تمام مذکورہ بالا عبارات کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ مندرجہ بالا تمام امور و عبادات کی پختگی کا ذریعہ زبان کو لا یعنی امور سے بچانا ہے کیونکہ کفر و شرک، غیبت، بہتان، سب و شتم، کذب، شہادت الزور وغیرہ اکثر گناہ زبان سے ہی صادر ہوتے ہیں لہذا زبان کو لا یعنی باتوں سے بچانا تمام عبادات کی جڑ ہے اور سینٹ ہے۔ قوله فاخذ بلسانه ..... : زبان کو پکڑ کر سمجھانا اہتمام کے لئے تھا اور مراد یہ ہے کہ لا یعنی بات نہ ہو۔ قوله ثکلتک امک ..... : اس سے مقصود بددعا نہیں بلکہ تنبیہ، عتاب اور تعجب مراد ہے۔ قوله او علیٰ فناخرهم ..... : یہ منخرک جمع ہے جو میم کے فتح اور خاء کے کسرہ یا فتح سے ہے بمعنی نقتلہم مراد ناک ہے۔

قوله الا حصائد السننہم ..... : حصائد جمع ہے صیدۃ کی بمعنی کٹی ہوئی کھیتی اس میں تشبیہ ہے کہ زبان کہ بمنزلہ درانقی کے ہے تو یہ استعارہ مکنیہ ہے اور کلام بمنزلہ کھیتی کے ہے تو یہ استعارہ تصریحیہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح درانقی رطب و یابس کا فرق نہیں کرتی اس طرح اکثر زبان بھی صحیح و غلط کا امتیاز نہیں کرتی لہذا لا یعنی باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے۔

وعن ابی امامہ ..... : حالات ..... : آپ کا نام صدی بن عجلان باہلی ہے آپ کثیت سے مشہور ہیں پہلے مصر میں مقیم تھے پھر حمص چلے گئے اور وہیں ۸۶ھ میں کوہنہ ۹۱ سال وقات پائی آپ کثیر الرویۃ

صحابی ہیں آپ کی اکثر احادیث اہل شام کے پاس تھیں آپ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے شام میں سب سے آخری فوت ہونے والے صحابی آپ ہی ہیں۔

قولہ من احب لله الخ :- اس سے مراد تمام اعمال میں اخلاص پیدا کرنا ہے اور ان چار اعمال کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ یہ حظوظ نفسانیہ ہیں جن میں اخلاص پیدا کرنا بہت مشکل ہے پس جب ان چار اعمال میں اخلاص ہوگا تو باقی اعمال میں بطریق اولیٰ اخلاص ہوگا۔

وعن ابی ذرؓ ..... قوله افضل الاعمال الحب فی الله الخ.....

سوال ..... :- آنحضرت ﷺ نے مختلف اعمال کے متعلق افضل ہونا ارشاد فرمایا ہے مثلاً ایمان باللہ، اطعام الطعام، نماز، الحب فی اللہ وغیر ذلک تو یہ تعارض ہوا۔

جواب نمبر ۱..... :- حضور ﷺ نے اپنے ارشادات میں مخاطبین کے احوال کی رعایت فرمائی ہے کیوں کہ آپ طیب روحانی تھے تو جیسا مریض دیکھتے ویسا ہی نسخہ تجویز فرمادیتے تھے۔

جواب نمبر ۲..... :- افضل اعمال ایک نوع ہے جس کے بہت سے افراد ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمام اعمال اس نوع کے تحت داخل ہیں۔ جواب نمبر ۳..... :- اعمال کی افضلیت کی حیثیات مختلف ہیں مثلاً ایمان باللہ اس حیثیت سے افضل ہے کہ وہ تمام اعمال کی بنیاد ہے اور اطعام الطعام اس حیثیت سے کہ اس کو مومن و کافر، نیک و بد سب ہی پسند کرتے ہیں۔ اور نماز اس حیثیت سے کہ اس میں معبود برحق کے سامنے عایت درجے کا انکسار اور تدلل پایا جاتا ہے اور الحب فی اللہ اس حیثیت سے کہ وہ اعمال باطنیہ میں سے ہے۔

وعن انسؓ. قوله قلما..... :- یہ مانا فیہ کے معنی میں ہے کیونکہ غایت قلت کا حاصل عدم اونسی ہے۔

قوله لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له..... :-

سوال ..... :- اس حدیث سے معجز لہ کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ اعمال صالحہ حقیقت ایمان میں داخل ہیں۔

جواب نمبر ۱..... :- اس حدیث میں لافنی کمال کے لئے ہے جیسا کہ لاصلوٰۃ لجدار المسجد الافی

المسجد اور لا عیش الا عیش الاخرۃ میں ہے اور اسپر قرینہ حضرت ابو ذرؓ کی یہ حدیث ہے وان زنی وان سرق اور احادیث میں نفی کمال والا "ل" اٹھائیں (۲۸) جگہ مذکور ہے۔

جواب نمبر ۲..... :- اس حدیث سے زجر و وعید اور تشدید و تغلیظ مقصود ہے اور حقیقی معنی مراد نہیں۔ جواب

نمبر ۳..... :- اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خیانت اور نقض عہد یہ دونوں انجام کار کے طور پر کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

الفصل الثالث..... وعن عثمانؓ حالات حضرت عثمانؓ..... :- آپ کی کنیت ابو



عبداللہ یا ابو عمرو ہے واقعہ اصحاب نبل سے چھ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ شروع زمانے ہی میں اسلام لے آئے تھے۔ ذوالحجرتین ہیں۔ اولاد جس کی طرف ثانیامینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ حکمابدری ہیں کیونکہ غزوة بدر کے وقت آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ جو حضرت عثمان کے عقد نکاح میں تھیں وہ بیمار تھیں تو حضور ﷺ نے حکم آپ کو بیمار داری کے لئے چھوڑ دیا اور پھر آپ کو ثواب سے نیز مال نعمت سے حصہ ملا۔ ذوالنورین آپ کا لقب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ و ام کلثوم یکے بعد دیگرے آپ کے حق زوجیت میں آئیں اور آنحضرت ﷺ نے دوسری صاحبزادی کی وفات کے بعد فرمایا کہ اگر میری تیسری لڑکی ہوتی تو میں وہ بھی عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ آپ صائم الدھر، قائم اللیل تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ محرم ۲۳ ہجری میں خلیفہ بنے اور ۱۸ یا ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ میں بروز جمعہ المبارک ہجر ۸۲ سال شہید ہوئے اور ہفتہ کی رات کو حنظلہ البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت جبیر بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی کل مدت خلافت ۱۲ دن ۱۳ کم ۱۳ سال ہے۔ آپ سے کل ۱۱۳۶ احادیث مروی ہیں۔

و عن جابرؓ - حالات :- آپ کی کنیت ابو عبد اللہ انصاری ہے والد کا نام بھی عبد اللہ ہے۔ مدینہ طیبہ کے باشندے ہیں مشاہیر صحابہ اور کثیر الروایۃ صحابہ میں سے ہیں۔ غزوة بدر وغیرہ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے اخیر عمر میں نابینا ہو گئے۔ ۴۷ھ ہجری میں بزمانہ عبد الملک بن مروان ہجر ۹۴ سال وفات پائی۔ آپ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے۔

و عن ابی ہریرۃؓ ..... قوله فی نفر :- ای مع جماعۃ - قوله من بین اظہرنا ..... :- اظہر کا لفظ زائد ہے جس سے مقصود تحسین کلام ہے اور مراد من بیننا ہے۔

قوله حائطا ..... :- اصل میں حائط دیوار کو کہتے ہیں اور یہاں وہ باغ مراد ہے جس کے گرد دیوار ہو۔

قوله فاحتفت ..... :- یعنی میں سٹ گیا، سٹکڑ گیا۔ قوله اذهب بنعلی ہاتین :- حضور علیہ

السلام کا پاپوش مبارک دینا بطور نشانی کے تھا تاکہ صحابہ کو خوب یقین حاصل ہو جائے کہ ابو ہریرہ حضور ﷺ ہی

کے پاس سے آرہے ہیں پھر پاپوش کی تخصیص کی وجوہ تین ہیں۔ (۱) کوئی اور نشانی آپ کے پاس

نہیں ہوگی۔ (۲) اس طرف اشارہ تھا کہ دخول جنت کے لئے میرے نقش قدم پر چلو۔ (۳) اس طرف اشارہ

تھا کہ دین کے بارے میں ثابت قدم رہنا۔ قوله فبشرہ بالجنة ..... :- آپ کا خوشخبری دے کر ابو

ہریرہ کو روانہ فرمانا اس بنا پر تھا کہ صحابہ کے غم کا تذکرہ ہو جائے جو نہایت رحمت و عنایت اور شفقت پر مبنی ہے۔

قوله لضرب عمر بین ثلثینی فخررت لاستی ....

سوال..... حضرت عمرؓ نے اتنا زور سے کیوں مارا کہ ابو ہریرہؓ گر گئے؟ جواب..... :- ان کا مقصود یہ تھا کہ واپس جاؤ اور انہوں نے آہستگی سے واپس کیا تھا۔ یہاں آپؐ نہایت قوی اور زور آور تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ نہایت کمزور تھے اس لئے وہ گر گئے مگر گرانا مقصود نہیں تھا بلکہ واپس کرنا مقصود تھا لیکن وہ اتفاقاً گر گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قصہ موسیٰؑ میں ہے۔ فلو کزہ موسیٰ ففطنی علیہ (پارہ ۲۰)

قولہ فقال ارجع یا ابا ہریرہ..... سوال..... :- حضرت ابو ہریرہؓ، تو آنحضرت ﷺ کے قاصد تھے اور قاصد کا قول اصل کا قول ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ کی مخالفت کی۔

جواب..... :- یہ امر وجوب کے لئے نہیں تھا بلکہ محض صحابہ کرامؓ کی خوشنودی کے لئے تھا اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کی حدیث میں حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے لا تبشروہم فیتکلوا لیکن یہاں غلبہ شفقت و رحمت نیز غلبہ استغراق کی وجہ سے ادھر توجہ نہ رہی۔ حضرت عمرؓ کے یاد دلانے سے آپؐ کو وہ مصلحت مستحضر ہو گئی اور آپؐ کو حضرت عمرؓ کی رائے پسند آ گئی۔ اس لئے رجوع فرمایا اور نہ اگر امر وجوب کے لئے ہوتا تو کیا مجال تھی کہ حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ کو واپس کرتے یا آنحضرت ﷺ حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرماتے۔

وعن معاذ بن جبل قوله مفاتيح الجنة شهادة ان لا اله الا الله (صفحہ ۱۵)

..... سوال :- یہاں مبتداء اور خبر میں جمع اور افراد کا اختلاف ہے۔ جواب..... :- ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ شہادت سے جنس شہادت مراد ہے جو قلیل اور کثیر دونوں کو شامل ہے تو ہر شخص کی شہادت ایک مفتاح ہے۔

وعن عثمان..... قوله يوسوس (صفحہ ۱۶)۔۔۔۔۔۔ یہ فعل لازمی ہے یعنی دوسو سے میں پڑنا اور مراد

دین اسلام کے مننے کا دوسو ہے۔ قوله عن نجات هذا الامر امر سے مراد دین اسلام ہے یا

اسباب گمراہی مراد ہیں مثلاً شیطانی دوسو جب دنیا، غرور، تکبر وغیرہ ذلک۔ قوله انت احق بها

..... ای انت البق بھلہ المسئلة لانک الی کل خیر اسبق والی حصول العلم اشرف۔

قوله من قبل منی الکلمة التي عرضت عمی فردھا فھی له نجات..... :- اس

سے مراد کلمہ توحید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ابو طالبؓ ستر پچھ سالہ کفر سے اس کلمہ کی برکت سے نجات پاسکتے

تھے بشرطیکہ وہ اس کو پڑھ لیتے تو پھر وہ مسلمان جس کے رگ دریشے میں یہ کلمہ سرایت کر چکا ہو اس کی نجات

کیونکہ نہ ہوگی۔ بطریق اولیٰ ہوگی۔

وعن المقداد..... حالات..... :- آپؐ ذوالجہرتین ہیں۔ مقام حُزف میں جو مدینہ طیبہ سے تین

میل پر ہے۔ ۳۳ حج میں ہمر ۷۰ سال وفات پائی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی نسبت

کندی ہے کیونکہ آپ کے والد اسود نے بنو کندہ کے ساتھ معاہدہ اور حلف و قادیاری کیا تھا۔ آپ قدیم الاسلام ہیں حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ آپ چھ نمبر پر اسلام لائے۔ آپ سے حضرت علیؑ اور طارق بن شہابؓ وغیرہ مانے روایت حدیث کی ہے۔ قولہ علیؑ 'ظہر الارض' (صفحہ ۱۶)۔ اس سے مراد جزیرہ عرب اور اس کا گردونواح ہے جو قریب قریب حضور ﷺ کے زمانے میں اور سابقہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بالکل مغلوب اور مفتوح ہو چکا تھا۔ قولہ بیت مدر.....:۔ یہ مدر کی جمع ہے بمعنی خام اینٹ اور مٹی کا ڈھیلا۔ اس سے مراد شہر اور دیہات کے مکانات ہیں۔

قولہ ولا وبر:۔ یعنی اونٹ وغیرہ کی پشم اس سے مراد صحرا اور جنگل کے خیمے ہیں۔

وعن وهب بن منبه.....: حالات:۔ آپ تابعی ہیں کسبت ابو عبد اللہ صنعانی ہے فارس کے باشندے ہیں۔ آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے زیادہ روایات نقل کی ہیں۔ ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔

وعن ابی امامہ.....: قولہ ما الایمان.....: یعنی ایمان کی درستی کی کیا نشانی ہے۔

قولہ اذا حاک فی نفسک شیء فذعه.....: یعنی جب کوئی چیز تیرے دل میں کھٹکے اور چبھے اور تردد و انقباض پیدا کرے تو اس کو چھوڑ دے لیکن یہ معیار ان لوگوں کے لئے ہے جن کے دل پاک و صاف و سلیم ہوں و نیز یہ درجہ اس معاملے میں معتبر ہے جس کے گناہ ہونے کی شریعت میں تصریح نہ ہو بلکہ وہ مشتبہ ہو یا قرآن و حدیث اور اجماع سے معلوم نہ ہو بلکہ مختلف فیہ ہو۔

وعن عمرو بن عبسہ.....: حالات:۔ آپ کی کسبت ابو نعیم سلمیٰ ہے قدیم الاسلام ہیں۔ ان سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم میرا خروج و ظہور علی الاعلان سنا تو میرے پاس آ جانا لہذا آپ اپنی قوم میں مقیم رہے حتیٰ کہ خیبر فتح ہوا تو آپ اس وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور مدینے میں رہنے لگے ویسے آپ کا شمار اہل شام میں ہوتا ہے آپ سے ایک جماعت نے روایت حدیث کی ہے حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ قولہ حر و عبد.....: مطلب یہ ہے کہ ہر آزاد اور غلام دین اسلام کا مکلف اور مامور ہے اور میری بعثت عام ہے یا حر سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ اور عبد سے مراد حضرت بلالؓ یا زیاد بن حارثہؓ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے و معہ 'یومئذ ابو بکر و بلال اور حضرت علیؑ کو پھین کی وجہ سے اور حضرت خدیجہ کو ستر اور انھا کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔

قولہ و اھریق دمہ.....: اراق یریق میں بعض اوقات ہمزہ کو حاء سے بدل دیتے ہیں اور ہراق

بہر حق پڑھتے ہیں اور بعض اوقات ہمزہ کیساتھ ہائے زائدہ بڑھا دیتے ہیں اور اسحاق پڑھتے ہیں تو یہاں بھی حاد زائدہ ہے۔

وعن معاذ بن جبل..... بقوله و يصوم رمضان..... حج اور زکوٰۃ کا ذکر نہیں یا تو اس لئے کہ وہ بالداروں کے ساتھ خاص ہیں۔ یا وہ دونوں ابھی تک فرض نہ ہوئے تھے۔

### باب الکبائر وعلامات النفاق (صفحہ ۱۶)

یہاں پانچ مباحث ہیں۔ (۱)..... تقسیم ذنوب (۲)..... تعریف صغیرہ و کبیرہ (۳)..... عدد کبائر (۴)..... تعریف و تقسیم نفاق (۵)..... علامات نفاق۔

البحث الاول تقسیم الذنوب..... : قاضی عیاض نے بعض محققین کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہے۔ ابوالحسن اسرائیلی کا مختار مذہب بھی یہی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کا قول بھی یہی ہے۔ اس قول کے دو دلائل ہیں۔ دلیل نمبر ۱..... : گناہ نام ہے حق تعالیٰ کی نافرمانی کا اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی شان، عظمت و کبریائی کے اعتبار سے انکی معمولی نافرمانی بھی سخت قبیح چیز ہے۔

دلیل نمبر ۲..... : حضرت ابن عباسؓ سے کبیرہ کی تعریف یہ منقول ہے کل شیء نہیں اللہ عندہ فہو کبیرۃ لیکن جمہور سلف و خلف کے نزدیک گناہ دو قسم پر ہے (۱) صغیرہ (۲) کبیرہ۔ اس قول کے دلائل تین ہیں دلیل نمبر ۱..... : ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگرچہ بے شک اللہ تعالیٰ کی شان عالی کے اعتبار سے تو ہر گناہ کبیرہ ہے مگر ان میں باہمی فرق ضرور ہے چنانچہ نصوص و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں جو بجز گناہ نماز، روزہ، حج، عمرہ، وضو وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں ان کو اصطلاح میں صغیرہ کہتے ہیں اور بعض گناہ وہ ہیں جو حسات سے معاف نہیں ہوتے ان کو کبیرہ کہتے ہیں۔ دلیل نمبر ۲..... : قرآن کریم مجید کی آیات سے بھی تقسیم ذنوب کی تائید مزید ہوتی ہے چنانچہ پانچ آیات یہ ہیں۔ (۱)..... ویقولون یولیتنا مال هذا الکتب لا بغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احضها (پارہ ۱۵، رکوع ۱۸) (۲)..... اللدین یسجنون کبائر الاثم والفواحش الا اللعم (پارہ ۲۷، رکوع ۶) (۳)..... ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاتکم (پارہ ۵، رکوع ۲) (۴)..... انه کان حویبا کبیرا (پارہ ۴، رکوع ۱۲) (۵)..... ان قلہم کان خطا کبیرا (پارہ ۱۵، رکوع ۴) دلیل نمبر ۳..... : امام غزالی کتاب البیضا فی المذہب میں فرماتے ہیں انکار الفرق بین الصغیرۃ و الکبیرۃ لا یلیق بالفقہ۔

**البحث الثانی** ..... تعریف صغیرہ و کبیرہ۔۔ ان کی تعریفات مختلف کی گئی ہیں جن میں سے چار یہ ہیں۔ اول۔۔۔۔۔ کبیرہ وہ گناہ ہے کہ طاعات اس کا کفارہ نہ بن سکیں اور اس کے برعکس صغیرہ ہے کما مر سابقاً۔ دوم۔۔۔۔۔ حافظ ابن قیمؒ حضرت نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ جن معاصی میں مفسدہ لذت ہے وہ کبائر ہیں مثلاً زنا وغیرہ اور جن میں مفسدہ خیر ہے وہ صغائر ہیں مثلاً کسی غیر محرم عورت کی طرف ذنا کے لئے چل کر جانا۔ سوم۔۔۔۔۔ یہ کہ صغیرہ اور کبیرہ امور اضافیہ میں سے ہیں یعنی ہر گناہ اپنے مانوق کے اعتبار سے چھوٹا ہے اور اپنے ماتحت کے اعتبار سے بڑا ہے یا یہ تفاوت فاعلین اور اشخاص کے اعتبار سے ہے جیسا کہ کہا گیا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین۔

**چہارم** .....: جامع تر قول شیخ الاسلام بارزی کا ہے جو تفسیر روح المعانی میں منقول ہے وہ یہ کہ جس گناہ پر وعید یا حد یا لعنت آئی ہو یا اس گناہ میں مفسدہ کسی ایسے ہی گناہ کے مفسدے کے برابر یا زیادہ یا وہ گناہ براہ نعت و عتارت فی الدین یعنی بے خوف ہو کر اور لا ابالی پن سے کیا جائے وہ کبیرہ ہے اور اس کے بالمقابل صغیرہ ہے لیکن اصرار اور مدومت سے صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔

**البحث الثالث** .....: عدد کبائر .....: محدثین کے نزدیک احادیث میں جو کبیرہ گناہوں کا عدد خاص مذکور ہے اس سے مقصود حصر نہیں بلکہ مناسبت مقام اور رعایت احوال مخاطبین اور خصوصیت وحی کی وجہ سے کسی عدد کو خاص کیا گیا ہے، احادیث کی مختلف روایات سے بڑے بڑے کبائر کی تعداد میں معلوم ہوتی ہے۔ جن میں چار کا تعلق قلب سے ہے (۱)۔۔۔۔۔ شرک باللہ (۲)۔۔۔۔۔ اصرار علی المعصیہ (۳)۔۔۔۔۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ (۴)۔۔۔۔۔ اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ اور چار کا تعلق زبان سے ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ شہادۃ الزور (۲)۔۔۔۔۔ تذف محضات (۳)۔۔۔۔۔ حلف کا زب (۴)۔۔۔۔۔ سحر اور تین کا تعلق بطن سے ہے۔ (۱)۔۔۔۔۔ شرب خمر (۲)۔۔۔۔۔ اکل مال الیتیم (۳)۔۔۔۔۔ اکل مال الاربوا۔ اور دو کا تعلق فرج سے ہے۔

(۱)۔۔۔۔۔ زنا (۲)۔۔۔۔۔ بواطت۔ اور پانچ کا تعلق ہاتھ سے ہے۔ (۱)۔۔۔۔۔ قتل ناحق (۲)۔۔۔۔۔ سرقت

(۳)۔۔۔۔۔ قتل اولاد (۴)۔۔۔۔۔ قطع الطریق (۵)۔۔۔۔۔ خیانت در مال امانت و غنیمت اور ایک کا تعلق پاؤں سے ہے یعنی فرار من الحرب اور ایک کا تعلق پورے بدن سے ہے یعنی حقوق الوالدین اور علامہ جلال

الدین دؤائی نے شرح عقائد عضدیہ میں اور علامہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں اور بھی بہت سے کبائر بتائے ہیں جو مظاہر حق جلد ۱، صفحہ ۳۹، ۴۰ میں مذکور ہیں اور حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کبائر ستر (۷۰) کے

قریب ہیں اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ کبائر تقریباً سات سو (۷۰۰) ہیں (مرقات جلد ۱، صفحہ ۱۲۱)

البحث الرابع..... تعریف و تقسیم نفاق..... نفاق نفاق باب نصر اور باب سحر سے ماخوذ ہے اس کے لغوی معنی ہیں جو ہے کا سوراخ میں کبھی داخل ہونا اور کبھی خارج ہونا اور نفاق کے شرعی معنی ہیں ظاہر کا باطن کے خلاف ہونا اور مناسبت ظاہر ہے کیوں کہ جو باطنی ایسے وقت میں متحیر و پریشان ہوتا ہے اور منافق کی بھی یہی حالت ہوتی ہے پھر نفاق دو قسم پر ہے۔ (۱) اعتقادی حقیقی (۲) عملی مجازی۔ تو نفاق اعتقادی حقیقی یہ ہے کہ ظاہر میں اسلام ہو اور باطن میں کفر ہو۔ یہ نفاق خالص کفر ہے بلکہ اشد اقسام الکفر ہے اسی لئے اعتقادی منافق کا ٹھکانہ جہنم کے طبقہ سفلی میں ہوگا اور عملی نفاق یہ ہے کہ دل میں اعتقاد و تصدیق بھی ہو اور زبان سے عمل کا اقرار بھی مگر ظاہر میں ترک عمل ہو یعنی عملی طور پر اس میں منافقین والی خصالتیں پائی جائیں یہ نفاق کفر تو نہیں لیکن فسق ضرور ہے اور احادیث باب میں نفاق سے مراد عملی نفاق ہی ہے۔

البحث الخامس..... علامات النفاق..... احادیث کی مختلف روایات سے منافق عملی کی چار نشانیاں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱)..... کذب یعنی بات کرتے وقت جھوٹ بولنا۔ (۲)..... اخلاف یعنی وعدہ خلافی کرنا۔ (۳)..... خیانت یعنی مال امانت و غنیمت میں خیانت کرنا۔ (۴)..... فجور یعنی لڑائی جھگڑے میں برا بھلا کہنا اور گالی گلوچ دینا۔

الفصل الاول..... عن عبد الله بن مسعود..... حالات..... آپ کی کنیت ابو عبد الرحمن ہڈی ہے قدیم الاسلام ہیں ذوالجہرتین ہیں نیز ذوالقبلمین ہیں کیونکہ ہجرت سے قبل و نیز سولہ سترہ ماہ بعد ہجرت بھی مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس تھا۔ آپ غزوہ بدر اور اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور ﷺ کے رازدار و مقرب صحابی ہیں۔ سفر میں آنحضرت ﷺ کی مسواک پاؤش مبارک اور وضو کا پانی آپ ہی اٹھاتے تھے۔

عادات و خصائل میں حضور ﷺ کے مشابہ تھے آنحضرت نے آپ کے لئے چار چیزوں کے متعلق دعا فرمائی تھی۔ (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) سیادت و امارت۔ اور آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم چار علوم ان سے حاصل کرو آپ مذہب حنفی کے اصل الاصول ہیں۔ مدینہ طیبہ میں ہجر ۶۳ سال ۳۲ ھ تک وفات پائی۔ حضرت عثمان غنی نے نماز جنازہ پڑھائی اور حزنہ اللعین میں مدفون ہوئے۔ ابن مسعود کی کل مرویات ۵۳۸ ہیں۔ آپ سے خلفائے اربعہ نیز دیگر صحابہ تابعین نے روایت حدیث کی ہے۔

قولہ ان تقتل ولدک خشية ان يطعم معک..... (ص ۱۶) بے گناہ کا قتل مصلحت کبیرہ ہے خصوصاً اولاد کا۔ کیونکہ اس میں قطع رحمی اور قسادت قلبی بھی ہے اور پھر فقر و فاقہ کے اندیشے سے کیونکہ

اس میں رزاقیت باری پر عدم اتکا بھی ہے تو حشہ ان بطعم معک کی قید احترازی نہیں بلکہ مزید تفسیح کے لئے ہے۔ قولہ ان تزنی حلیلة جارک ... زنا مطلقاً کبیرہ ہے خصوصاً مسائے کی بیوی سے کیونکہ اس میں حق جو رکاضیاع بھی ہے تو یہ بائع زنا ہوا۔

عن عبد اللہ بن عمرو قولہ و عقوق الولدین (صفحہ ۱۷۷) عتوق مشتق ہے عتق باب نصر سے اسکے لغوی معنی ہیں قطع کرنا اور پہاڑنا۔ یہاں مراد یہ ہے کہ غیر معصیت میں والدین یا ناس سے کسی ایک کے حکم کی مخالفت کرے یا ان کو کوئی اسی تکلیف پہنچائے جو عرفاً اور عادتاً والدین اپنی اولاد سے کوارا نہ کرتے ہوں لیکن کفر سے نکالنے کے لئے ایذا پہنچانا جائز ہے۔

انکہہ نمبر ۱.....:۔ اجداد اور جدات بھی والدین کے حکم میں ہیں۔ فانکہہ نمبر ۲.....:۔ والدین کو تکلیف نہ پہنچانا واجب ہے اور اسی طرح ان کی مالی اور جانی خدمت کرنا جبکہ والدین خدمت کے محتاج ہوں نیز اولاد خدمت گزاری پر قادر بھی ہو یہ بھی واجب ہے لیکن والدین کے کہنے پر فریض و واجبات کا ترک کرنا جائز نہیں بہت مستحبات کا ترک جائز ہے اور سنن مؤکدہ مثلاً جماعت اور صوم عرفہ وغیرہ کا ایک آدھ دفعہ چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔

قولہ والیمین الغموس.....:۔ یمین غموس یہ ہے کہ کسی گذشتہ جھوٹی بات پر عہد قسم اٹھائے مثلاً واللہ میں نے یہ کام نہیں کیا اور واقع میں وہ کام کیا تھا۔ بعض نے کہا کہ یمین غموس کے معنی ہیں کسی دوسرے سے مال لینے کے لئے جھوٹی قسم اٹھانا۔ احناف کے نزدیک اس میں فقط گناہ ہے اور شوافع کے نزدیک کفارہ بھی ہے غموس کے لغوی معنی ہیں غوطہ دینے والی تو یہ قسم بھی اپنے فاعل کو اول گناہ میں اور پھر دوزخ میں غوطہ دے دیتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ.....:۔ قولہ والسحر :- جادو کرنا، سیکھنا، سکھانا، سب نسی و کبیرہ گناہ ہے لکہا کر اس میں غیر اللہ کی عبادت یا نذر و نیاز ہو یا اس سے استمداد ہو یا اس کی ایسی تعظیم ہو جیسا کہ اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے یا کلمات کفریہ اور افعال شرکیہ ہوں یا جادو کو موثر بالذات سمجھتا ہو تو یہ ساتوں صورتیں کفر و شرک ہیں البتہ حدود شریعت میں رہتے ہوئے ضرر سے بچنے کے لئے جادو کا سیکھنا جائز ہے۔

ولہ والتولی یوم الزحف.....:۔ زحف کے لغوی معنی ہیں وہ بڑا لشکر جو دشمن کی طرف چلے اور مل اس کے معنی ہیں بچے کا سرین کے بل گھسنا چونکہ بڑا لشکر بھی بہت آہستہ آہستہ گویا گھسنا ہوا چلا ہے اس لئے مبالغہ اس پر مصدر کا اطلاق کیا گیا ہے یہاں اس سے مراد جنگ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ہر فوجی مسلمان کے مقابلے میں صرف دو یا دو سے کم کافر ہوں تو وہاں بھاگنا گناہ کبیرہ ہے لیکن اگر ہر فوجی مسلمان کے مقابلے

میں دو سے زیادہ کافر ہوں تو پھر توی کی رخصت ہے مگر اس کے باوجود استقامت عزیمت ہے۔ قولہ  
 قذف المحصنات: محسن مرد کا بھی یہی حکم ہے اور عورت کی تخصیص عادت اور آیت کی وجہ سے ہے۔  
 وعنہ..... قولہ لا یزنی الزانی حین یزنی و هو مؤمن.....: سوال  
 :- بظاہر اس حدیث سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ مرکب کبیرہ ایمان سے خارج ہے۔ جواب  
 نمبر ۱.....: اس حدیث سے عین ارتکاب کبیرہ کے وقت خروج ایمان ثابت ہو رہا ہے حالانکہ معتزلہ خروج  
 دائمی کے قائل ہیں۔ فلاحجۃ لہم فیہ۔ جواب نمبر ۱.....: امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کمال  
 ایمان اور نور ایمان کی نفی ہے نہ کہ نفس ایمان کی۔ چنانچہ مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں وقال ابو عبد اللہ لا  
 یکون ہذا مؤمناً تاماً ولا یکون لہ نور الا یمان۔ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۱) جواب نمبر ۳.....: ایک  
 حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالت زنا میں ایمان نکل کر ظلمہ اور سائبان کی طرح چھا جاتا ہے جیسا کہ اسی باب  
 میں صفحہ ۸۱ جلد ۱ پر ابو ہریرہ کی روایت مذکور ہے۔

جواب نمبر ۴.....: یہاں ایمان کے بڑے شعبے یعنی حیا کی نفی مراد ہے۔

جواب نمبر ۵.....: یہ حدیث تشدید اور تغلیظ اور زبرد و عید پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۶.....: یہ حدیث مستحل پر محمول ہے۔

وعن ابی ہریرۃ..... قولہ اية المنافق ثلاث (صفحہ ۱۷):۔ یہاں آیت سے جنس آیت  
 مراد ہے اسی لئے ثلث کا اس پر حمل درست ہے اور دوسری روایت میں چار علامتیں بتائی گئی ہیں پہلے آپ کو تین  
 کا پھر چار کا علم دیا گیا ہے۔

سوال.....: بعض اوقات یہ علامتیں مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہیں تو اس سے معتزلہ کا مذہب ثابت ہوا۔  
 جواب نمبر ۱.....: یہاں منافق عملی کا بیان ہے جو مسلمان بھی ہو سکتا ہے نہ کہ منافق اعتقادی کا جو کافر و ظلم  
 فی انار ہے۔ جواب نمبر ۲.....: یہاں منافق سے مراد وہ شخص ہے جس میں یہ عادتیں کامل اور پورے طور  
 پر راسخ ہو چکی ہوں۔ جیسا کہ لفظ اذا سے تکرار مفہوم ہوتا ہے اور تینوں کے مجموعے پر مداومت کرنے والا منافق  
 حقیقی ہی ہو سکتا ہے کیونکہ فاسق مسلمان میں کبھی یہ صفیتیں ہوتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتیں۔

جواب نمبر ۳.....: المنافق پر الف لام عہد کا ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کے زمانے کے عام منافقین  
 مراد ہیں یا کوئی خاص منافق مراد ہے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو اس منافق کی صفیتیں بتادیں تاکہ وہ  
 اس سے پرہیز کریں اور نام کی تصریح نہ فرمائی کہ شاید وہ خالص مسلمان ہو جائے اور پھر شرمسار و رسوا ہو۔



وعن ابن عمر ..... قوله كالشاة العائرة بين الغنمين ..... عائرة عار غير عير اسے  
 ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں جان، دور ہونا، پھرنا، چکر لگانا، دوڑنا اور عائرہ اکثر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو جنسی خواہش  
 پوری کرنے کے لئے کبھی ایک اونٹ کے پاس جائے اور کبھی دوسرے اونٹ کے پاس جائے تو اسی طرح منافقین  
 بھی اپنی اغراض نفسانی کی تکمیل کے لئے کبھی مسلمانوں کی طرف آتے ہیں اور کبھی کفار کے پاس جاتے ہیں۔

الفصل الثانی ..... عن صفوان بن عسال ..... حالات: آپ تمیلہ بنی مراد میں سے  
 ہیں کوفہ میں مقیم رہے آپ کی احادیث اہل کوفہ نے حاصل کی ہیں۔ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔  
 قوله لکان له اربع اعین ..... یہ کنایہ ہے نہایت خوشی سے کیونکہ خوشی سے نگاہ میں اضافہ ہو جاتا  
 ہے اور آنکھیں چمک اٹھتی ہیں جیسا کہ غم سے عالم تاریک نظر آتا ہے۔

قوله فسالاہ عن تسع آیات بینات ..... اس کی تفسیر میں دو احوال ہیں۔ قول  
 اول ..... یہ کہ ان یہودیوں کا سوال ان نوا احکام کے متعلق تھا جو ہر ملت میں مشروع ہیں اور آپ نے ان نو  
 کے ساتھ علیؑ سمیل الحکمت دسواں حکم بھی ارشاد فرمایا جو یہودیوں کے ساتھ خاص تھا تو اس یہودی کے دل میں  
 غیر اختیاری طور پر تصدیق پیدا ہو گئی اور وہ حضور ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگ گئے آپ ﷺ نے اس پر کبیر  
 نہ فرمائی کیونکہ اس میں غلبہ اسلام تھا۔

قول ثانی ..... یہ کہ یہود کا سوال موسیٰ علیہ السلام کے ان نو معجزات کے بارے میں تھا جن کا ذکر قرآن  
 مجید کی سورہ اعراف میں پوری تفصیل کے ساتھ اور سورہ بنی اسرائیل میں اور سورہ نمل میں اجمالاً آیا ہے اور وہ یہ  
 ہیں۔ (۱) عصاء (۲) ید بیضا (۳) قط (۴) سالی (۵) نقص ثمرات (۶) طوفان  
 بارش (۷) جراد (مڈی) (۸) قمل (گھن کا کیرا)، چمڑی (۹) خفادع (مینڈک) (۱۰) دم۔  
 اس قول ثانی پر یہ اشکال ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جواب ان کے سوال کے مطابق نہیں اس کے دو  
 جوابات ہیں۔ جواب نمبر ۱ ..... آنحضرت ﷺ کا جواب علیؑ سمیل الحکیم ہے اور مطلب یہ ہے کہ تمہیں  
 معجزات سے زیادہ احکام کی ضرورت ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... آپ ﷺ نے معجزات اور احکام دونوں بتائے تھے مگر چونکہ معجزات مشہور اور قرآن میں  
 مذکور تھے اس لئے راوی نے اختصاراً ان کو ذکر نہیں کیا چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ  
 احکام بیان فرما کر استشہاد کے لئے یہ آیت پڑھی ولقد اتینا موسیٰ تسع اینت بینات (پارہ ۱۵، رکوع ۱۲)  
 قوله قالوا ان داود دعا ربہ ان لا یزال من ذریتہ نبی الخ (صفحہ ۱۷) اس

سے ان یہودیوں کا مطلب یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل سے نبی تھے یہ دعا فرمائی تھی کہ نبوت میری نسل سے منقطع نہ ہو اور نبی کی دعا قبول ہوتی ہے لہذا جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی نبی مبعوث ہوگا اور یہود کا غلبہ ہوگا۔ اگر ہم مسلمان ہو جائیں تو یہود غلبے کے وقت ہمیں مار ڈالیں گے اسی لئے ہم مسلمان ہونے سے قاصر ہیں لیکن یہ شخص ان کا افتراء اور جھوٹ تھا کیونکہ تو رات اور زبور۔ حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کے دین کا تمام ادیان سابقہ کے لئے نسخ ہونا حضرت داؤد علیہ السلام کو معلوم تھا تو پھر وہ اس کے برخلاف کیونکر دعا فرما سکتے تھے اور برہنہ تسلیم ہم کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کی مراد اہل یوم القیامت تھی بلکہ اہل بعثت نبی آخر الزمان تھی۔ فلا اشکال۔

وعن انسؓ . . . قوله الی ان یقاتل آخر هذه الامة الدجال . . . : آخر امت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی اور ان دونوں کے تبیین ہیر، جو دجال کو قتل کریں گے اور دجال کے قتل کے بعد جہاد کا سلسلہ نہیں رہے گا کیونکہ باجوج اما جوج کے قتل پر تو قدرت ہی نہیں ہوگی اور ان کی ہلاکت کے بعد جب تک عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے سب مسلمان ہونگے۔ اور آپ کی وفات کے بعد سب مسلمان بھی عنقریب ایک عمدہ اور خوشگوار ہوا کے ساتھ فنا ہو جائیں گے اور پھر صرف کافر باقی رہ جائیں گے۔ قوله لا یبطلہ جور جائر ولا عدل لمجادل . . . : اس کے دو مطلب ہیں (۱)۔ . . یہ کفری بحثی نہیں ہے اور مقصد یہ ہے کہ امام کا عادل یا ظالم ہونا مانع جہاد نہ ہو، چاہئے بلکہ ہر قسم کے امام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہئے تو امیر کا ظلم اور فسق شرکت جہاد سے مانع نہ ہو نیز عدالت کی صورت میں یہ خیال نہ ہو کہ ملک میں امن و سکون ہے اور غنیمت کی ہمیں حاجت نہیں لہذا جہاد کی بھی ضرورت نہیں بلکہ اس وقت بھی اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے جہاد جاری رکھنا چاہئے۔ (۲)۔ . . یہ کفری اپنے ظاہر پر ہے اور مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی امام اور کوئی بادشاہ بھی جہاد کو ختم اور باطل نہیں کرے گا اس سے مسیئہ قادیان کا دعل بھی ظاہر ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ میرے آنے کے بعد جہاد کی فریضت منسوخ ہوگئی ہے۔

وعن ابی ہریرہؓ . . . قوله اذا زنی العبد خرج منه الايمان . . .

سوال . . . : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے تو یہ معتزلہ کی دلیل ہوتی جو اب نمبر ۱ . . . : یہ خروج عارضی ہوتا ہے نہ کہ دائمی۔ جواب نمبر ۲ . . . : مراد یہ ہے کہ کمال ایمانی اور حیائے ایمانی خارج ہو جاتی ہے اس کا تریزہ گذشتہ حدیث ہے لا تکفرہ بذنہ الخ۔ جواب نمبر ۳ . . . : یہ حدیث زجر و تشدید فی الوعد پر محمول ہے۔

**الفصل الثالث ..... عن معاذ** اس حدیث کے چار احکام عزیمت اور اولویت پر مبنی ہیں

کیونکہ مکہ کے لئے ظاہری کفر کی رخصت ہے بلکہ اگر اس کی موت سے اسلام کا نقصان زیادہ ہو تو پھر رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور علیٰ ہذا والدین کا حکم کے باوجود بیوی کو نہ چھوڑنے کی اور مال بہہ نہ کرنے کی بھی اجازت ہے علیٰ ہذا اگر ہر مسلمان کے مقابلے میں دو سے زیادہ کافر ہوں تو فرار کی رخصت ہے نیز محل و با سے ضرورت یا احتیاط خروج کی اجازت ہے۔ لیکن استقامت اور عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ خروج میں بیماروں کے ضیاع کا خطرہ ہے۔ **قوله فقد برئت منه ذمة الله.....** یعنی تارک الصلوٰۃ عمداً اللہ کے عہد امان میں نہیں رہتا بلکہ وہ دنیا میں تعزیر کا اور آخرت میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے چنانچہ جو شخص ایک نماز عمداً ترک کر دے اس کو امام مالک، امام شافعی کے نزدیک حد اور امام احمد کے نزدیک ارتداد اقل کیا جائے گا اور امام اعظم کے نزدیک مدۃ العزید کیا جائے گا لایہ کہ وہ ادائے صلوٰۃ کا عہد کر لے تو پھر چھوڑ دیا جائے گا۔

**وعن حذیفۃ..... حالات** :- آپ کے والد کا نام حسیل اور لقب یمان ہے آپ کی کنیت

ابو عبد اللہ عسی ہے۔ حضور ﷺ کے رازدار صحابی ہیں زیادہ تر فتن اور حوادث کی خبر آپ انہی کو دیا کرتے تھے۔

آپ کی وفات شہر مدائن میں حضرت عثمان غنی کی شہادت سے چالیس راتوں کے بعد ۳۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ

ﷺ سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو درداء نے نیز دیگر صحابہ نے روایت حدیث کی ہے۔

**قوله انما النفاق كان على عهد رسول الله ﷺ (صفحو ۱۸).....** مطلب یہ ہے

کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں منافقین پر باوجود علم کے چند مصالِح اور حکم کی وجہ سے اہل اسلام کے احکام

جاری کئے جاتے تھے۔ منجملہ ان کے تین حکمتیں یہ تھیں۔ (۱)..... یہ کہ اکثر لوگ منافقین کو مسلمان سمجھتے

تھے اگر ان کو قتل کیا جاتا تو مشہور یہ ہو جاتا ہے مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ (۲)۔ یہ کہ مسلمانوں کی کثرت

مقصود تھی تاکہ کفار پر عرب زیادہ ہو۔ (۳)۔ یہ کہ جب کوئی منافق اپنے ساتھ حضور ﷺ کی طرف سے حسن

اخلاق کا برتاؤ دیکھتا تو وہ آپ کا گرویدہ اور تادم ہو کر مخلص مسلمان ہو جاتا لیکن آنحضرت ﷺ کے زمانے کے

بعد اب صرف اسلام یا کفر کا اعتبار ہے اب اگر بالفرض معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی واقع میں کافر ہے اور ازراہ

نفاق محض ظاہر میں مسلمان ہے تو اس پر اہل اسلام کے احکام جاری نہ ہوں گے بلکہ وہ مباح الدم اور مباح

المال ہوگا۔

**باب نسی الوسوسة** (صفحہ ۱۸) یہاں تین مباحث ہیں۔ (۱) تشریح و حکم

وسوسہ (۲) اقسام خیالات قلبیہ مع بیان حکم (۳) طریقہ و علاج دفع وساوس

البحث الاول في ذكر التعريف و حكم الوسوسة..... :- وسوسہ کے لغوی معنی صوت خفی اور نرم آواز کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں برے فکر و خیال کو وسوسہ کہتے ہیں اور اجماع خیال اور فکر کو الہام کہتے ہیں پھر وسوسہ نفس امارہ کی جانب سے بھی ہوتا ہے اور شیطان ملعون کی جانب سے بھی۔ اگر ایک ہی گناہ کا وسوسہ بار بار آئے تو نفسانی ہے کیونکہ اس میں حظ نفس مطلوب ہے اور اگر نئے نئے مختلف گناہوں کے خیالات تبدیل ہو کر آئیں تو وساوس شیطانیہ ہیں۔

حکم وسوسہ..... یہ ہے کہ جو برے خیالات از خود یعنی غیر اختیاری طور پر آ جائیں ان پر مواخذہ نہیں لیکن انسان جو برے خیالات اپنے قصد و اختیار سے لائے یا غیر اختیاری وساوس میں غور و خوض شروع کر دے تو ان دونوں پر مواخذہ ہوگا۔

الہام کا حکم..... :- یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا الہام ایک قسم کی وحی ہے جو قطعی حجت و صحیح ہے لیکن غیر نبی کا الہام قطعی حجت و صحیح نہیں بلکہ اس میں غلطی کا احتمال بھی ہے۔

البحث الثاني در ذكر اقسام خیالات قلبیہ مع بیان الحکم :- دل میں جو خیالات آتے ہیں ان کی پانچ قسمیں ہیں۔ نمبر ۱۔ حاس۔ ۲۔ خاطر۔ ۳۔ حدیث النفس۔ ۴۔ ہم۔ ۵۔ عزم بالجزم۔

اگر دل میں یکا یک کسی خیال کا گزر ہو اور وہ ٹھہرے نہیں بلکہ فوراً نکل جائے تو حاس ہے جو عجز باب نصر ضرب بمعنی گزرنا سے ماخوذ ہے اور اگر خیال پیدا ہونے کے بعد کچھ توقف و قرار بھی ہو اور پھر وہ دور ہو جائے یعنی تردد کی حد تک نہ پہنچے تو خاطر ہے جو خطور باب نصر ضرب بمعنی پیدا ہونا اور پیش آنا سے ماخوذ ہے اور اگر قرار کے بعد کچھ تردد بھی ہو لیکن کسی جانب کو ترجیح نہ ہو تو یہ حدیث النفس ہے یہ تینوں اقسام اس امت کے لئے معاف ہیں ان میں نہ مواخذہ ہے نہ ثواب ہے اور پہلی استوں کے لئے صرف حاس معاف تھا اور خاطر و حدیث النفس ان دونوں پر مواخذہ تھا اور اگر خلیان اور تردد کے بعد فعل و وجود کی جانب کو ضعیف اور ادنیٰ سی ترجیح ہو جائے تو اس کو ہم کہتے ہیں اس میں ثواب تو ہے لیکن عذاب نہیں یعنی نیکی کا ہم ہو تو ثواب ہے اور بدی کا ہم ہو تو عذاب نہیں جیسا کہ حدیث قصہ معراج (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) میں مذکور ہے اور پہلی استوں پر ہم سیدہ میں مواخذہ تھا اور اگر جانب فعل کو ترجیح ہو جائے اور نہایت پختہ ارادہ کرنے کا ہو جائے تو یہ عزم بالجزم ہے اس میں عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے یعنی اگر عزم نیکی کا ہے تو ثواب ہے اور اگر عزم بدی کا ہے تو عذاب ہے ان پانچوں اقسام کو کسی شاعر نے ان دہایات میں منظم کیا ہے

مراتب القصد خمس هاجس ذكروا ☆ ففخاطر فحديث النفس فاستمعا

يليه هم فعزم كلها رفعت ☆ وسوى الاخير ففيه الاخذ قد وفعما

حاشیہ جلالین بحجبتی ص ۲۲۷۔ یہ جمہور محدثین و فقہاء کا مذہب ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک عزم سیرہ میں بھی مؤاخذہ نہیں۔ دلیل جمہور۔ :- ایک حدیث صحیح میں ہے اذا التقى المسلمان بسيفهما فالقاتل والمقتول في النار۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! قاتل نے تو قتل کیا لیکن مقتول کا کیا گناہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا انہ کا حریصا علی قتل صاحبہ یعنی مقتول کے جہنمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بھی قتل کرنے کا پختہ ارادہ تھا۔ (رواہ البخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۰۷)۔

دلیل فریق ثانی ..... حدیث باب ان اللہ تجلوز عن امتی ما وسوست به صلورہا مالہم تعمل به او تکلم۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک وسوسہ عمل اور قول مثلاً قتل اور غیبت کی حد تک نہ پہنچے معاف ہے تو ثابت ہوا کہ محض بدی کے عزم پر بھی مؤاخذہ نہیں بلکہ وہ بھی معاف ہے جمہور کی طرف سے جواب نمبر ۱..... :- حدیث مذکور کے قرینے سے یہاں وسوست سے مراد ہم کا درجہ ہے نہ کہ عزم بالجزم کا اور ہم سیرہ میں عدم مؤاخذہ کے ہم بھی قائل ہیں۔

جواب نمبر ۲ . :- تجاوز سے مراد یہ ہے کہ عزم سیرہ میں نعل سیرہ جیسا مؤاخذہ نہ ہوگا بلکہ اس سے کم گناہ ہوگا بخلاف پہلی استوں کے کہ ان کے لئے عزم معصیت پر بھی فعل معصیت کا مؤاخذہ و عذاب تھا۔

البحث الثالث ذکر طریق و علاج لدفع الوسوس ..... مشائخ صوفیاء نے دفع وسوس کے لئے کئی طریقے بیان کئے ہیں ان میں سے دو عمدہ اور آسان طریقے یہ ہیں۔

(۱) عدم التفات . :- یعنی وسوس کی طرف دھیان اور توجہ ہی نہ کرے بلکہ اپنے کام میں لگا رہے اور ان کے دفع کرنے کا اہتمام ہی نہ کرے۔

(۲) عدم مؤاخذہ و امید اجر ..... یعنی یہ تصور کرے کہ جب شریعت نے غیر اختیاری وسوس میں مؤاخذہ نہیں رکھا تو پھر غم کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ ان وسوس سے طبیعت میں کلفت و تشویش ہوتی ہے تو اس کلفت و تشویش کی برداشت میں اجر و ثواب کی امید ہے۔

الفصل الاول ..... عن ابی ہریرۃ قوله مالہم تعمل به او تکلم (صفحہ ۱۸) . :- یہ حکم نظر برے اعمال و اقوال مثلاً قتل و غیبت وغیرہ کے وسوس کا ہے کہ ان میں بلا عمل و قول محض قصد و ارادے پر مؤاخذہ نہیں باقی عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیرہ جن کا نکل صرف قلب ہے مثلاً عقیدہ

شرک، عقیدہ انکار ختم نبوت، حسد، بغض، کینہ وغیرہ ان میں بلاقول و عمل محض استقرار کی صورت میں بھی مواخذہ اور عذاب ہوگا۔

وعنه قوله ما يتعاضم احد منا ان يتكلم به ..... مثلاً خدا کو کس نے پیدا کیا وہ کس چیز کا ہے کس قسم کا ہے اور کتنا بڑا ہے۔ قوله او قد وجدتموه انكى تقدير عبارت یہ ہے کہ احصل ذلك الشئ وقد وجدتم تعاضمہ۔ قوله ذلك صريح الايمان ..... ذلک کا اشارہ یا تو تعاضم کی طرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان وساوس کا بڑا سمجھنا اور قبول نہ کرنا دلیل ایمان ہے ورنہ قبول کر لیتے یا اس کا اشارہ وساوس کی طرف ہے اور مقصد یہ ہے کہ خود دوسرے ہی علامت ایمان ہے کیونکہ چور خالی گھر میں کبھی نقب نہیں لگاتا۔

وعنه .... قوله اذا بلغه فليستعذ بالله و ليته ..... یعنی استدلال میں نہ پڑے کیونکہ وساوس شیطانیہ تو غیر محدود ہیں جن سے وقت ضائع ہوتا ہے و نیز پریشانی ہوتی ہے بلکہ استعاذہ کرے اور غور خوض سے باز آ جائے اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے اور یا کم از کم مجلس و حالت کو بدل دے ویسے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر خالق کے لئے بھی خالق ہو تو تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے اور مستلزم باطل خود باطل ہوتا ہے لہذا یہ سوال غلط ہے۔

وعنه ..... قوله فليقل امنت بالله و رسله ..... یا تو بطور تسلی و دفع دوسرے کے یہ الفاظ کہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں نے جو کچھ ذات و صفات باری کے متعلق بیان کیا ہے اس پر ایمان لایا و هو انہ قديم واحد اور یا بطور ایمان کی تازگی و پختگی کے یہ الفاظ کہے کیونکہ ایسے خیالات سے ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ حد کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔

وعن ابن مسعود قوله قرينه من الجن ..... اس کا نام اہرمن یا دوسواں ہے جو بدی کا حکم کرتا ہے۔ قوله و قرينه من الملكة ..... اس کا نام ملہم ہے جو اس کو اچھائی کا حکم دیتا ہے۔ قوله و لكن الله اعانى عليه فاسلم ... اس مقام میں دو روایات ہیں۔ (۱) ... اسلم (میم کے ضم سے مضارع منظم کا صیغہ) سلامتہ باب صحیح سے یعنی میں اس کے شر اور دوسرے سے سالم اور محفوظ رہتا ہوں یہ علامہ خطابی کا قول ہے اور یہی راجح ہے۔ (۲) اسلم (فتح المیم ماضی کا صیغہ) اسلام سے یہ قاضی عیاض کا قول ہے اور مرجوح ہے اس قول ثانی پر یہ شبہ ہے کہ شیطان تو وہ ہے جو طبعاً اور فطرتاً کفر پر پیدا ہوتا ہے پھر آنحضرت ﷺ کا شیطان مسلمان کیسے ہو گیا۔

جواب نمبر ۱.....: یہاں اسلام کے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مطیع و تابع شدن۔

جواب نمبر ۲.....: علامہ توریشتی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی برکت و کرامت اور خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شیطان کو مسلمان بنا دیا ہے۔

و عن انس قوله ان الشيطان يجرى من الانسان مجرى الدم .....: اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱)۔ جری مصدر میسی ہے اور کاف حرف تشبیہ محذوف ہے اور وجہ تشبیہ عدم احساس اور کمال قبضہ و تسلط ہے یعنی جس طرح خون انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے لیکن اس کا احساس نہیں ہوتا نیز خون کو جسم انسانی پر کامل قبضہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح شیطانی وساوس بھی دل میں غیر محسوس طور پر آتے رہتے ہیں نیز شیطان کو انواع انسانی پر کامل تسلط حاصل ہوتا ہے۔ (۲)۔ جبری طرف مکان بمعنی جائے جریان ہے مطلب یہ ہے کہ خود شیطان بوجہ لطافت جسم کے محل خون یعنی پورے بدن انسانی میں گھس جاتا ہے اور رگ و ریشہ میں سرایت کر کے وساوس کا انجکشن اور تصرف کرتا رہتا ہے۔

و عن ابی ہریرۃ ..... قوله الا یمسه الشيطان الخ (صفحہ ۱۸) ظاہری الفاظ سے مس حسی مراد ہے اور آئندہ حدیث صیاح الملوذ الخ بھی اسی پر دال ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد وسوسہ شیطانیہ ہے لیکن پہلا مسلک راجح ہے۔ قوله غیر مریم و ابنہا .....: شبہ .....: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس سے مستثنیٰ نہیں بلکہ آپ ﷺ کو بھی نزغہ شیطانی واقع ہوا ہے حالانکہ یہ آپ کی شان افضلیت کے خلاف ہے۔ جواب نمبر ۱.....: پہلے گزر چکا ہے حضور ﷺ کا شیطان مسلمان اور تابع ہو چکا ہے اس لئے یہ نزغہ شیطانی آپ کو بھی واقع نہیں ہوا۔ جواب نمبر ۲.....: شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اس حدیث کے عمومی مضمون میں داخل ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ اپنے سوا دوسرے انسانوں کا حال بنا رہے ہیں۔ جواب نمبر ۳.....: یہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی فضیلت جزئی ہے جس سے حضور ﷺ کی فضیلت کلی پر کوئی حرف نہیں آتا کیونکہ آپ ﷺ کے بے شمار کمالات و معجزات ایسے ہیں جن میں آپ ﷺ کا کوئی بھی شریک نہیں۔ پھر ان دو حضرات کی وجہ خصوصیت وہ دعا ہے جو حضرت مریم کی والدہ (امراة عمران) حضرت حنہ نے مریم علیہا السلام کی ولادت کے وقت کی تھی یعنی وانی اعلمھا بک و ذریئہا من الشيطان الرجیم (پارہ ۳)

و عن جابر ..... قوله ان ابليس يضع عرشه على الماء: اس میں دو احتمال ہیں۔ نمبر ۱.....: حقیقت پر محمول ہے کہ وہ ظاہری طور پر عرش اور تخت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے لئے

شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے تاکہ وہ یہ سمجھے کہ عرش رحمانی کے مقابلے میں میرا عرش شیطانی بھی ہے چنانچہ قرآن میں عرش رحمانی کے متعلق ارشاد ہے وکان عرشہ علی الماء (پارہ ۱۲)۔ نمبر ۲.....۔ یہ مجاز ہے اور کتابہ ہے کمال تسلط سے۔ قولہ نعم انت.....۔ یہ یا تو فعل مدح ہے ای نعم الولد اور نعم العون انت یا حرف ایجاب ہے ای نعم انت صنعت شیئا عظیما پھر شیطان تفریق زد چین کو چوری وغیرہ پر ترجیح اس لئے دیتا ہے کہ اس کے مقاسد بہت ہیں چنانچہ عموماً اس سے رہنا اور ولد الزنا کی کثرت اور مرد بیوی کے خاندانوں میں دائمی فساد پیدا ہو جاتا ہے۔

قولہ قال الاعمش اراہ (صفحہ ۱۸)..... اس ضمیر کا مرجع ابوسفیانؓ ہے جو سلیمان اعمش کے شیخ اور حضرت جابرؓ کے شاگرد ہیں یا اس کا مرجع خود آنحضرت ﷺ ہیں۔

وعنه..... قولہ ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون الخ..... شبہ..... حضور ﷺ کی وفات کے بعد کئی لوگ مرتد ہو گئے تھے جنہوں نے میلہ کذاب کی پیروی کی تھی یا زکوٰۃ کا انکار کیا تھا تو یہ اس حدیث کے خلاف ہے۔

جواب نمبر ۱..... ان یعبده سے مراد بت پرستی ہے اور ان مرتدین نے بت پرستی نہیں کی تھی جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کی بت پرستی پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا یا بت لا تعبد الشیطن (پارہ ۱۶) جواب نمبر ۲.....۔ مایوسی اس بات سے ہے کہ اسلام بالکل نیست و نابود ہو جائے اور پہلے کی طرح کفر کا پھر غلبہ اور زور ہو جائے اور وہ بالکل عام و تمام ہو جائے۔

جواب نمبر ۳.....۔ یہ مایوسی اکثر افراد کے اعتبار سے ہے لہذا بعض کا ارتداد اس کے منافی نہیں۔ قولہ المصلون.....۔ اس سے مراد اہل ایمان ہیں چونکہ نماز افضل العبادات اور عماد الدین اور ایمان کی بڑی علامت ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔

قولہ فی جزیرۃ العرب..... امام مالکؒ کے نزدیک جزیرہ عرب نام ہے مکہ مدینہ یمن کا اور قاعدیں یمن ہے۔ جزیرہ عرب کی حدود یہ ہیں عدن سے شام تک طولاً اور جدہ سے عراق تک عرضاً پھر جزیرہ عرب کی خصوصیت اس لئے ہے کہ اس وقت تک اسلام عرب سے باہر نہیں پھیلا تھا یا اس لئے کہ عرب مرکز اسلام ہے تو اس سے مراد تمام عالم اسلام ہے۔

قولہ فی التحریش..... تحریش کے معنی ہیں ایک دوسرے کے خلاف اکسا اور غلا نا ابھارنا خانہ جنگی قتل و غارتگری۔ تک و جدال میں جتا کرنا یہ حدیث مشاجرات صحابہ کی پیشین گوئی ہے۔



الفصل الثانی ... عن ابن عباس ... قوله انی احدث نفسی (صفر ۱۹) یعنی میں دل میں سوچتا ہوں اور خیال کرتا ہوں۔ قوله بالشئی الخ ..... یہ لفظ معروف اور معنی نکرہ ہے اور اس کے بعد والا جملہ اسمیہ اس کی صفت ہے جیسا کہ ولقد امر علی اللئیم یسبنی میں جملہ فعلیہ اللئیم کی صفت ہے۔ قوله حممة ..... بمعنی کولہ۔

قوله رد امرہ ..... ضمیر کا مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) ... اس کا مرجع شیطان ہے اور شیطان کا ذکر اگرچہ حدیث میں صراحۃً نہیں مگر وہ ضمناً سیاق کلام سے سمجھا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ پہلے شیطان صراحۃً کفر و گناہ کی دعوت دیتا تھا لیکن اب اس کی جگہ صرف وسوسہ ڈالتا ہے۔

(۲) ... اس کا مرجع رطل ہے اور امر بمعنی شان ہے مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا معاملہ صرف وساوس تک پہنچا ہے اور قول و عمل کی حد تک نہیں پہنچا اور ایسا وسوسہ معاف ہے۔

وعن ابن مسعود ..... قوله لمة ..... یعنی تصرف والقاء خیال۔

قوله فایعاد بالشیر ..... یعنی تکلیف کے ساتھ ڈرانے کا وسوسہ مثلاً افتاق فی سبیل اللہ میں فقرو اقلاس سے اور ایمان و عبادت میں مشقت سے ڈراتا ہے۔

وعن ابی ہریرہ ..... قوله فقولوا للہ احد الخ ..... یہ فمن خلق اللہ والے قول پر رد ہے اور یہ کُل پانچ صفات ہیں جن سے اللہ کے مخلوق ہونے کی نفی ہوتی ہے اور تفصیل یہ ہے۔

صفت نمبر ۱ ..... احد: احد وہ یکا ذات ہے جس کا ذات و صفات میں کوئی شریک نہ ہو لہذا ذات باری مخلوق نہیں ورنہ مخلوقیت کی صفت میں مخلوق کے ساتھ شرکت لازم آئے گی جو احدیت کے منافی ہے۔

صفت نمبر ۲ ..... الصمد: صمد وہ ذات ہے جو کسی کی محتاج نہ ہو اور باقی سب اس کے محتاج ہوں حالانکہ مخلوق اپنے خالق کی محتاج ہوتی ہے لہذا اللہ تعالیٰ مخلوق نہیں ورنہ احتیاج لازم آئے گا۔

صفت نمبر ۳ ..... لم یلد: اس میں اللہ تعالیٰ کے والد ہونے کی نفی ہے جو اعلیٰ صفت ہے تو اعلیٰ کی نفی سے ادنیٰ یعنی مولود و مخلوق ہونے کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

صفت نمبر ۴ ..... ولم یولد: اس میں صراحۃً اللہ کے مولود و مخلوق ہونے کی نفی ہے۔

صفت نمبر ۵ ..... ولم یکن له کفوا احد: اس میں مساوی کی نفی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی اعلیٰ یعنی خالق و والد کی نفی بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔

قوله ثم لیتفل ..... یہ نعر ضرب دونوں سے ہے۔ تمہارے سے مقصود اظہار نفرت و کراہیت ہے اگر انسان

نماز میں مشغول ہو تو پھر اگر فرض نماز ہے تو ارکان ہی میں مشغول رہنا چاہئے اور اگر نفل نماز ہے اور مسجد بھی ہے تو تعوذ تو پڑھ لے لیکن تمہارے نہیں یا اگر تمہارے تو اپنے کپڑے میں لے لے اور اگر مسجد سے باہر ہے تو پھر تمہارے بھی سکتا ہے و لکن بعمل قلیل۔

قولہ عن یسارہ ..... : دائیں جانب کی فضیلت کی وجہ سے بائیں جانب کو اختیار کیا گیا ہے یا اس لئے کہ شیطانی اتقاء دل کی بائیں جانب سے ہوتا ہے اور روحانی اتقاء دائیں طرف سے ہوتا ہے۔

**الفصل الثالث ..... وعن عثمان بن ابی العاص - حالات:** ..... آپ ثقفی ہیں جو قبیلہ بنی ثقیف کی طرف منسوب ہے آنحضرت ﷺ نے آپ کو طائف کا عامل اور حضرت عمرؓ نے عمان و بحرین کا والی بنایا۔ آپ ۱۰ھ میں وفد بنی ثقیف کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے جبکہ آپ کی عمر ۲۹ سال کی تھی بصرے میں بھرے ۷۰ سال ۵ھ میں وفات پائی آپ سے تابعین کی ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے مثلاً حسن بصری، سعید بن مسیب، موسیٰ بن طلحہ وغیرہم۔

**قولہ خنزب .....:** اس میں تین لغات ہیں۔ (۱) بکسر تین (۲) فتح تین (۳) بکسر فتح علی وزن درہم۔ یہ شیطان کا لقب ہے جس کے معنی ہیں برائی و بدکاری پر دلیر۔

**قولہ فتعوذ باللہ منہ .....:** یعنی نماز سے فارغ ہو کر ایسا کرو۔

**وعن القاسم بن محمد ..... حالات:** آپ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ ہیں اکابر تابعین میں سے ہیں مدینہ منورہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں سے ہیں صحابہؓ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے مثلاً حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ وغیرہما آپ سے خلق کثیر نے روایت حدیث کی ہے۔ ۱۰ھ میں بھرے ۷۰ سال وفات پائی۔ **قولہ امض فی صلوتک .....:** یہ حکیمانہ جواب ہے کہ وساوس میں بے جا سوچ و بچاومت کرو اور نماز پوری کر لو لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ یہ ظن غالب ہو کہ میں نماز پوری کر چکا ہوں۔

## باب الایمان بالقدر (صفحہ ۱۹)

یہاں سات مباحث ہیں۔ (۱) قدر و قضاء کے معنی ایمان بالقدر کی تشریح مع بیان

تمثیل۔ (۲) ازلیہ شبہات (۳) ثبوت تقدیر از قرآن (۴) تاریخ انکار تقدیر (۵) عقیدہ تقدیر

اور مسئلہ افعال عباد کے متعلق بیان مذاہب مع دلائل۔ (۶) فوائد عقیدہ تقدیر (۷) بیان اقسام تقدیر۔

**البحث الاول فی ذکر معنی القدر و القضاء .....:** قدر دال کے لغت کے

ساتھ یا سکون سے ہے اس کے لغوی معنی ہیں اندازہ کرنا اور قضاء کے لغوی معنی ہیں فیصلہ کرنا۔

اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کے حکم کلی اجمالی ازلی کو قضاء کہتے ہیں اور اس حکم کلی کی جزئیات و تفصیلات کو قدر کہتے ہیں۔ اسی لئے قرآن میں فرمایا انا کل شیء خلقنہ بقدر (پارہ ۲۷) اور بعض حضرات قضاء و قدر دونوں الفاظ کو مترادف کہتے ہیں ایمان بالقدر کا مطلب یہ ہے کہ یہ یقین اور پختہ اعتقاد رکھا جائے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہو چکا ہے یا آئندہ ہوگا یہ سب حق تعالیٰ کے علم محیط ذاتی اور قدرت کاملہ کے تحت ہے یعنی عالم کے تمام واقعات کا اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ازلی حاصل ہے اور جو کچھ بڑا یا چھوٹا واقعہ ہونے والا ہے وہ اللہ کی قدرت و مشیت میں ہے اور ان سب واقعات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے تو ہر واقعہ اسی کی مطابق ہوتا ہے باری تعالیٰ کے علم ازلی اور قدرت کاملہ میں ثابت ہے۔

بیان تمثیل ..... مثال نمبر ۱..... نقشہ پنہانی ..... یعنی جس طرح ایک انجینئر یا معمار مکان بنا۔ نے سے قبل اس کا ایک نقشہ اپنے ذہن میں اور ایک نقشہ کاغذ پر بناتا ہے اور پھر اسی نقشہ کے مطابق خارج میں مکان تیار کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس کائنات اسی کا وجود سے قبل اپنے علم میں اور پھر لوح محفوظ میں ایک نقشہ قائم فرمایا ہے تو تقدیر کی بنیاد علم باری اور قدرت باری پر ہے تقدیر کے انکار سے ان دونوں چیزوں کا انکار لازم آتا ہے یعنی تقدیر کے انکار سے اللہ کی طرف جہل و عجز کی نسبت لازم آتی ہے جیسا کہ محترمہ کا مذہب ہے۔

مثال نمبر ۲..... علم مظہر..... یعنی جس طرح ایک نجوم دان کسی حادثے کے وقوع سے پہلے اسکی خبر دیتا ہے اور پھر وہ حادثہ پیش آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس نجومی کا وہ علم و اخبار اس حادثے کے لئے سبب و موجب نہیں ہوتا بلکہ صرف مظہر اور مخبر ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی قطعی یعنی سے تمام واقعات عالم کو پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے تو تقدیر مظہر ہے مخبر نہیں۔

البعث الثانی فی ذکر ازالة الشبهات ..... شبہ نمبر ۱..... تقدیر کی صورت

میں انسان مجبور محض ہے لہذا اجزاء و سزا نہیں ہونی چاہئے۔

جواب..... اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت و ارادہ اور کسب و اختیار بھی بخشا ہے جس کے تحت بندے سے اللہ تکلیفیہ صادر ہوتے ہیں تو تکلیف اور اجزاء و سزا کی بنیاد اسی ارادے اور قوت پر ہے لہذا انسان مجبور محض نہیں کیونکہ حرکت اختیار یہ اور حرکت درعشہ میں فرق نہ کرنا اور انسان کو پھر کی طرح مجبور محض سمجھنا یہ بدامت کا انکار ہے۔

شبہ نمبر ۲..... تقدیر سے انسان میں سستی کم ہمتی اور بے عملی پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب..... قرآن و حدیث میں تقدیر کے ساتھ ساتھ اسباب کے اختیار کرنے کی بھی بہت تاکید فرمائی

گئی ہے۔ مثلاً مرض میں علاج، جنگ میں اسلحہ، رزق میں محنت وغیرہ تو پھر تقدیر پر بھروسہ کر کے بے عملی کا سبق لے لینا انسان کی اپنی غلطی ہے و نیز کسب معاش میں تو انسان کبھی بھی تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے رات دن اسباب اختیار کرتا ہے تو پھر اعمال شرعیہ میں تقدیر پر بھروسہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

شعبہ نمبر ۳..... :- جب تمام معاصی تقدیر الہی سے واقع ہوتے ہیں اور مسلمانوں پر رضا بالقضائلازم ہے تو اس سے معاصی پر راضی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔

جواب..... :- معاصی خود قضاء نہیں بلکہ معاصی میں قضا نام ہے اللہ کے علم معصیت اور تخلیق معصیت کا تو خود معاصی قدر و قضاء نہیں بلکہ محل قدر و قضا ہیں لہذا اللہ تعالیٰ کے علم معصیت اور تخلیق معصیت پر راضی ہونے سے خود معصیت پر راضی ہونا لازم نہیں آتا اور تخلیق معصیت پر رضا اس لئے ہے کہ وہ باعث کمال ہے کیونکہ خلق و ایجاد کمال قدرت کو مقتضی ہے۔

**البحث الثالث..... ثبوت تقدیر از قرآن..... :-** اس مسئلے کو قرآن مجید میں بڑی

تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے چنانچہ سورج اور چاند کے متعلق فرمایا والشمس تجری لمستقر لہا ذلک

تقدیر العزیز العلیم۔ والقمر قد رزقہ منازل حتی عاد کالمرجون القدیم لا الشمس یبغی

لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار (پارہ ۲۳) ان آیات سے معلوم ہوا کہ سورج اور چاند کی

رفتار اور راستے متعین ہیں نیز رات اور دن کی آمد و رفت حق تعالیٰ کے علم ازل کے مطابق ہے اور زمین کی

غذاؤں کے متعلق فرمایا و قدر فیہا اقواتہا (پارہ ۲۴) اور موت کے متعلق فرمایا نحن قدرنا بینکم

الموت (پارہ ۲۵) اور مصیبت کے متعلق فرمایا ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا

ہی کتب من قبل ان نبواھا (پارہ ۲۷) اور تمام چیزوں کے متعلق فرمایا انما کل شیء خالقہ بقدر (پارہ

۲۷) اور و خلق کل شیء بقدرہ تقدیرا (پارہ ۱۸) اور و ان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزلہ

الا بقدر معلوم (پارہ ۱۴) اور وما تسقط من ورقہ الا یعلمہا ولا حبة فی ظلمت الارض ولا

رطب ولا یابس الا فی کتب مبین (پارہ ۷) اسی طرح سابقہ آسانی کتابوں تورات، انجیل، زبور میں

بھی تقدیر کا ذکر موجود ہے۔

**البحث الرابع..... تاریخ انکار تقدیر..... :-** خلافت راشدہ کے دور کے آخر تک تمام

مسلمان عقیدہ تقدیر پر قائم رہے کسی نے اس میں نزاع نہ کیا پھر خلافت راشدہ کے بعد دور صحابہ کے آخر

میں بصرہ کے ایک شخص معبد جہنی نے اس کا انکار کیا وہ کہتا تھا الامر انفس یعنی پہلے سے ان چیزوں کا کوئی نقش

خویشدہ نہیں اور وقوع حوادث سے قبل اللہ تعالیٰ کو ان حادثات کا کوئی علم حاصل نہیں۔ حافظ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ معبد نے یہ عقیدہ مجوس کے ایک شخص یسویہ سے اخذ کیا تھا۔ صحیح مسلم کی کتاب الایمان کے شروع میں یہ مسند مذکور ہے کہ یحییٰ بن یسر اور حمید بن عبد الرحمن دونوں حج یا عمرے کے لئے گئے مکہ معظمہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوئی ان دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے سامنے یہ نظریہ نقل کیا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان شخص پر بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اس کو بتادو کہ وہ اگر احد پہاڑ کے برابر سوتا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرے تب بھی وہ قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ عقیدہ تقدیر کا اقرار نہ کر لے پھر ایسا ہوا کہ اس شخص نے تقدیر کی جائے افعال عباد کے مسئلے میں گفتگو شروع کر دی اس لئے اب بحث نمبر ۵ میں مسئلہ افعال عباد کو ذکر کیا جاتا ہے۔

**بحث الخامس..... عقیدہ تقدیر اور مسئلہ افعال عباد کے متعلق بیان مذاہب.....** اس میں تین مذاہب ہیں اول..... جبریہ، جھمیہ، مرجہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے اس کے سب افعال اللہ کی طرف سے ہیں اور بندے کو نہ قوت خالقہ حاصل ہے ورنہ قوت کا سہ۔ ان لوگوں نے مسئلہ تقدیر کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لیا اور تقدیر کی بنیاد پر انسان کو مجبور محض بنا دیا۔ دوم..... معتزلہ، قدریہ اور شیعہ کے بعض فرقے کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال اختیار یہ کا خود خالق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار تام اور قوت خالقہ بھی دی ہے تو گویا ان کے نزدیک افعال عباد کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان لوگوں نے تقدیر کے بارے میں تفریط سے کام لیا اور انسان کو خود خالق اور مختار محض مان کر تقدیر کا بالکل ہی انکار کر دیا۔ سوم..... اہل السنۃ و الجماعت کے نزدیک انسان کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے لیکن یہ اختیار کامل اور مستقل نہیں بلکہ ناقص و غیر مستقل ہے یعنی انسان کو قوت خالقہ تو حاصل نہیں لیکن قوت کا سہ حاصل ہے باقی قوت خالقہ صرف خدا نے ذوالجلال کی صفت ہے یہ مذہب متوسط اور معتدل ہے کہ خلق افعال اللہ کی قدرت و تقدیر کے تابع قرار دیتا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ بندے کے لئے کسب کو ثابت بھی کرتا ہے۔ جبریہ کی تردید اور اختیار عبد کے دلائل.....:-

دلیل نمبر ۱.....:- آیات قرآنیہ: مثلاً: **نمبر ۱۔** فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر (پارہ ۱۵) **نمبر ۲.....** فمن شاء اتخذ الي ربه ميلا (پارہ ۲۹) **نمبر ۳.....** ولو شاء ربك لامن من في الارض كلهم جميعا (پارہ ۱۱) اس آخری آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان و کفر ہدایت کے بارے میں اللہ نے انسانوں پر بہر نہیں کیا۔

دلیل نمبر ۲.....:- بداهت.....:- یعنی ہاتھ کی حرکت اختیاری اور حرکت رعشہ میں نمایاں فرق ہے کہ

حرکت رعبہ میں انسان کو روکنے کا اختیار حاصل نہیں لیکن حرکت اختیاری میں یہ اختیار حاصل ہے۔

دلیل نمبر ۳.....:۔ وجدان..... یعنی انسان کو دشمن پر تو غصہ آتا ہے لیکن اگر اس پر لکڑی گر جائے تو اس پر غصہ نہیں آتا۔ معلوم ہوا کہ وہ دشمن کو مختار اور لکڑی کو غیر مختار سمجھتا ہے۔

دلیل نمبر ۴.....:۔ فطرت..... یعنی اگر آپ مثلاً اونٹ کو لکڑی ماریں تو وہ آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور لکڑی پر متوجہ نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ وہ بھی لکڑی کو مجبور اور آپ کو مختار جانتا ہے۔

معتزلہ کی تردید اور خلق باری کے دلائل قرآنیہ.....:۔ نمبر ۱.....:۔ الاله الخلق والامر (پارہ ۸) نمبر ۲.....:۔ الا یعلم من خلق (پارہ ۲۹) نمبر ۳.....:۔ واللہ خلقکم وما

تعملون (پارہ ۲۳) نمبر ۴.....:۔ ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیء (پارہ ۲۴)

نمبر ۵.....:۔ وربک یخلق ما یشاء و ینتار (پارہ ۲۰)

البحث السادس..... فی ذکر فوائد عقیدۃ التقدیر:۔ اس عقیدہ تقدیر

کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چھ یہ ہیں۔ (۱) زیادتی اعتقاد (۲) معرفت مرتبہ (۳) صبر (۴) شکر (۵) شجاعت (۶) تدبیر اور تفصیل یہ ہے۔

نمبر ۱.....:۔ زیادتی اعتقاد..... یعنی لوح محفوظ کے نقشہ کے مطابق واقعاً عالم کو دیکھ کر فرشتوں کے اعتقاد و تصدیق میں ترقی و اضافہ ہوتا ہے۔

نمبر ۲.....:۔ معرفت مرتبہ... معرفت مرتبہ یعنی لوح محفوظ کے نقشہ کو دیکھ کر فرشتے قابل مدح اور قابل مذمت انسان کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور پھر ہر ایک کے مرتبے کے مطابق اس کے لئے دعائے خیر یا دعائے غیر خیر کرتے ہیں۔

نمبر ۳.....:۔ صبر..... یعنی انسان اپنی ناکامی اور مصیبت میں مایوس اور شکستہ دل نہیں ہوتا بلکہ اس میں خدا کی حکمت کا تصور کر کے صبر کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے لکھلاتنا سو اعلیٰ ما فاتکم (پارہ ۲۷)

نمبر ۴.....:۔ شکر..... یعنی عقیدہ تقدیر کی وجہ سے انسان اپنے کسی کمال اور کامیابی پر مغرور نہیں ہوتا بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے جان کر اس کا شکر بجالاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولا تفرحوا بما ائتکم (پارہ ۲۷)

نمبر ۵.....:۔ شجاعت... یعنی عقیدہ تقدیر کی وجہ سے انسان موت سے بے خوف ہو جاتا ہے اور اس میں جوان مردی، ہمت اور جرأت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ما کان لنفس ان تموت الا باذن

اللہ کتابا مزجلا (پارہ ۴) اور قل لن یصینا الا ما کتب اللہ لنا (پارہ ۱۰)۔

نمبر ۶:- تدبیر..... یعنی تقدیر کا معتقد انسان ظاہری اسباب کی نگی کو دیکھ کر اپنی تدبیر اور حیلہ جوئی ترک نہیں کرتا اور حوصلہ نہیں ہارتا کیونکہ اس کی نظر صرف ظاہری اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب اور موثر حقیقی پر ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن اللہ (پارہ ۲)

البحث السابع بیان اقسام تقدیر.....: تقدیر دو قسم پر ہے۔

نمبر ۱:- مبرم.....: یہ وہ ہے جو قطعی طور پر متعین ہو اور اس میں تغیر و تبدل کا ذرا بھی احتمال نہ ہو۔

نمبر ۲:- معلق.....: وہ یہ ہے کہ مثلاً لوح محفوظ میں یہ لکھا ہو کہ اگر فلاں نے حج کیا تو بیس سال زندہ رہے گا

اور حج نہ کیا تو پندرہ سال زندہ رہے گا۔ گائی الحقیقت تقدیر معلق علم الہی کے اعتبار سے مبرم ہی ہے اور یہ تعلق صرف

لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے۔ اور قرآن مجید میں جو یہ ارشاد ہے یحیوا اللہ ما یشاء و یقبت (پارہ ۱۳) تو

یہ نحو اور اثبات بھی لوح محفوظ کے لحاظ سے ہے نہ کہ علم الہی کے لحاظ سے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۴۶) فائدہ: حضرت

علیؑ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا طریق مظلم لا تسلكہ دوسری بار سوال کیا تو فرمایا بحر

عمیق لا تلجہ تیسری مرتبہ سوال کیا تو فرمایا ستر اللہ قد حفی علیک فلا تفتشہ (مرقات جلد ۱، صفحہ ۱۳۵)

الفصل الاول .. عن عبد اللہ بن عمرؓ وقوله مقادیر الخلائق (صفحہ ۱۹)..... مقادیر جمع ہے مقدار

کی معنی اندازہ کرنے کا آلہ اور یہاں اس سے خود اندازہ اور تقدیر کے معنی مراد ہیں۔

قوله بخمسين الف سنة.. اس کے معنی ہیں پانچ سو صدیاں اور یہاں اس سے مراد طویل مدت ہے یا

یہ حقیقت پر محمول ہے اور ممکن ہے کہ فلک کے وجود سے قبل عرش کی حرکت کا نام زمانہ ہو۔

قوله و كان عرشه على الماء: یعنی عرش اور پانی کے درمیان کوئی حائل و قائل نہیں تھا جیسا کہ

اب ہے اور پھر پانی ہوا پر اور ہوا قدرت پر تھی۔

وعن ابن عمرؓ..... قوله حتى العجز والكيس.....: عجز کے معنی ضعف کے ہیں

جو قوت کے مقابلے میں ہے اور کيس کے معنی سمجھ، دانائی، ذہانت کے ہیں اور اس کے مقابلے میں غباوت

و حماقت ہے اور یہاں عجز و کيس کے ساتھ ان کے مقابل قوت و غباوت بھی مراد ہیں یا عجز کے معنی خود غباوت

کے ہیں کیونکہ غبی آدمی فہم و شعور اور انہام و تفہیم سے عاجز ہوتا ہے اس حدیث سے معتزلہ پر رد مقصود ہے کہ

جب افعال عباد کا منشاء بھی مقدر ہے تو افعال بطریق اولیٰ مقدر ہوں گے۔

وعن ابی ہریرہؓ..... قوله احتج آدم و موسى: یہ مباحثہ و مکالمہ کہاں ہوا؟ اس میں

دو احتمال ہیں۔ (۱) عالم ارواح میں روحانی مکالمہ ہو اور عند ربہما سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) جسٹانی مکالمہ ہو اس طرح کہ آدم علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے زہنے میں زعمہ کیا گیا یا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد دونوں کو زعمہ کیا گیا۔

قولہ بخطیئتک (صفحہ ۱۹) شبہ: آدم علیہ السلام سے صدور خطیئہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے منافی ہے۔ جواب .....: یہاں خطیئہ سے مراد حقیقی گناہ نہیں کیونکہ گناہ کے لئے قصد و ارادہ شرط ہے حالانکہ قرآن کا بیان ہے لنسی ولم نجد له عزماً (پارہ ۱۶) دوسرے یہ کہ جنت احکام شرعیہ کا نکل نہیں لہذا شجرہ ممنوعہ سے کھانے کی ممانعت تشریحی حکم نہ تھا بلکہ تفسیقی حکم یعنی محض شفقت و مہربانی کے اظہار کے لئے ایک حکم تھا جس کا توڑنا گناہ تو نہیں ہوتا لیکن باعث ضرر ضرور ہوتا ہے جیسا کہ سر بیض کو بد پر ہیزی سے ضرر ہوتا ہے لہذا یہاں خطیئہ سے مراد خطا اجتہادی اور تخمیرانہ اجتہاد کی ایک معمولی گناہ لغزش ہے کیونکہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس لعین نے قسم کھا کر یہ لالچ دیا کہ اس شجرہ ممنوعہ سے کھا۔ نے میں حیات دائمی یا ملکیت کا اثر ہے تو آپ نے اس مقصد خیر کی تحصیل کے لئے انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال کے پیش نظر اجتہاد کیا کہ شاید پہلے یہ ممانعت ضعف استعداد کی وجہ سے ہو اور اب تو ماشاء اللہ استعداد کھل ہو چکی ہے و نیز ممکن ہے کہ آپ نے لفظ ہذہ کے تحت خاص اسی ایک معین درخت کی شخصی بندش کی ہو حالانکہ اس سے مراد الہی نوعی بندش تھی اس لئے یہ اجتہادی غلطی تھی حقیقی نہیں اور پھر اس اجتہادی غلطی پر عتاب اس لئے ہوا کہ آپ کے درجہ کمال قرب کے اعتبار سے اتنی معمولی سی لغزش بھی خطا تھی و نیز اس لئے کہ اس سے اولاد آدم کو گناہ سے نفرت کا سبق ملے کہ جب ظاہری اور اجتہادی غلطی کا یہ حال ہے تو پھر حقیقی گناہ کا انجام تو اس سے زیادہ خطرناک ہوگا۔ قولہ فحج آدم موسیٰ .....: شبہ .....: معصیت میں تقدیر کا سہارا لینا کیونکہ درست ہے اس سے تو جبر بہ کاذب ثابت ہوتا ہے۔

جواب .....: موسیٰ علیہ السلام کی ملامت عالم اسباب سے نکل جانے کے بعد عالم ارواح میں تھی اور وہ بھی ایسی لغزش پر جو توبہ سے معاف ہو چکی تھی۔ جس کا انہیں حق نہ تھا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الزام دینے اور محض الاجاب و خاموش کرنے کے لئے تقدیر کا سہارا لیکر ایسا شدید ظاہری مخالطہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا ذہن کسب و سعی عبد کی طرف منتقل ہی نہ ہو سکا ورنہ فی نفسہ آدم علیہ السلام کسب و سعی عبد کے بلاشبہ قائل تھے ورنہ وہ دینا ظلمنا انفسنا کہہ کر اپنے قصور کا اعتراف نہ فرماتے اور معافی کے خواستگار نہ ہوتے۔

وعن ابن مسعود ..... قولہ علقۃ (صفحہ ۲۰) .. یعنی دم بستہ اور خون کا لٹھڑا۔ قولہ



مضغۃ..... یعنی گوشت کا ٹکڑا اور بوٹی اور اکثر اس تیسرے چلے میں اعضاء صورت ہڈی اور پوست بنتی ہے

سوال .. :- اللہ تعالیٰ تو انسان کو بیک لمحہ پیدا کر سکتے تھے تو پھر تدریج پیداؤں میں کیا حکمت ہے؟

جواب..... :- اس میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً انسانوں کو تدریج کی اور اختیار اسباب کی تعلیم دینا مقصود ہے دوسرا یہ کہ انسان اپنی حقیقت میں غور کرتے ہوئے تکبر نہ کرے۔ تیسرا یہ کہ والدہ کو کافی سے زیادہ کلفت اور مشقت نہ ہو اور وہ اس کی وجہ سے زیادہ بیمار نہ ہو جائے۔

قوله ثم یبعث اللہ الیہ ملکا..... سوال..... :- صحیحین کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ

ابتداءً نطقہ ہی سے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے تو یہ تعارض ہوا۔

جواب..... :- حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ تین چلوں یعنی چار ماہ کے بعد فرشتے کو لکھنے کا حکم ہوتا ہے یا یہ دوسرا فرشتہ ہے جو تصرف کے لئے نہیں بلکہ کتابت کے لئے ہوتا ہے۔

قوله فیکتب عملہ و اجلہ الخ..... سوال :- جب لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے تو پھر

دوبارہ لکھنے کے کیا معنی ہیں؟ جواب نمبر ۱..... :- مجاہد تابعی فرماتے ہیں کہ ان چاروں چیزوں یعنی عمل، اجل، رزق اور شقاوت یا سعادت کو ایک کاغذ پر لکھ کر اس بچے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں لیکن وہ کاغذ انسانوں کو نظر نہیں آتا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے و کل انسان الزمنہ طائرہ فی عنقہ (پارہ ۱۵)

جواب نمبر ۲..... :- لوح محفوظ میں تمام اشیاء کی کتابت اجمالاً ہے اور اب ان کو تفصیلاً لکھوایا جاتا ہے چنانچہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ کتابت تقدیر کے تین ادوار ہیں۔ (۱)..... لوح محفوظ میں (۲)..... رحم مادر میں چار

ماہ کے بعد (۳)..... شب قدر میں۔ قوله فیعمل بعمل اهل النار..... :- اس سے معلوم ہوا کہ

یہ فیصلہ صرف تقدیر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عمل کا بھی دخل ہے۔

وعن سهل بن سعد..... قوله انما الاعمال بالخوائیم :- اس سے معلوم ہوا کہ

انسان اپنے اعمال صالحہ پر مشرور نہ ہو اور اعمال سیر کی وجہ سے مایوس نہ ہو اور کسی زعمہ پر قطعی جہنمی یا جنتی ہو نہ کہ حکم بھی نہ لگایا جائے اور کسی برے آدمی کی تحقیر بھی نہ کرے کہ شاید اس کا خاتمہ اچھا ہو۔

وعن عائشہ..... قوله عصفور: یعنی جنت کی چڑیا کی طرح بے گناہ ہے اور جہاں چاہے گا

چلے پھرے گا۔ شبہ..... :- کیا جنت میں پرندے ہونگے؟ جواب نمبر ۱..... :- بعض روایات سے معلوم ہوتا

ہے کہ جنت میں بعض پرندے ہوں گے مثلاً ایک حدیث میں ہے ان فی الجنة طیر کا مثال البخت اور

دوسری حدیث میں ہے ان ارواح المسلمین فی احواف طیر خصوا اور قرآن سے بھی اس کی تائید

ہوتی ہے کما قال تعالیٰ و لحم طبر مما یشتہون (پارہ ۲) جواب نمبر ۲.....:۔ اگر جنت میں  
عصفور نہ بھی ہو تو پھر بطور تادیل و مجاز کے... اس کے دو فرد مانے گئے ہیں۔ (۱)..... متعارف (۲)۔ غیر  
متعارف اور یہاں بطور پیار کے غیر متعارف فرد یعنی جنت کا چھوٹا سا انسان مراد ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے القلم  
احمد اللسانین۔

قولہ او غیر ذلک :- اس میں مشہور اور صحیح روایت بفتح الواو ہے ای اتعتقلین ما قلت و الحق  
بغیر ذلک یعنی حق یہ ہے کہ اس بچے پر قطع جنتی ہونے کا حکم مت لگاؤ۔

فائدہ.....: علامہ نووی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جمہور علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں  
کے متعلق بچے سے جلالا یون قطع جنتی ہیں لیکن بعض علماء نے اس میں توقف و سکوت اختیار کیا ہے اور انہوں نے  
حدیث باب سے استدلال کیا جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب نمبر ۱.....:۔ یہ ہے کہ ابتداء پر  
محمول ہے اور بعد میں آپ کو اطفال مسلمین کے قطع جنتی ہونے کا علم دے دیا گیا چنانچہ ایک حدیث میں ہے  
والمولود فی الجنة (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۳۵) اور دوسری حدیث میں ہے ان المؤمنین و اولادہم فی  
الجنة (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳)۔ جواب نمبر ۲.....:۔ یہ ہے کہ نابالغ بچے اپنے مسلمان والدین کے تابع ہو کر  
جنتی ہوتا ہے تو حضرت عائشہ کے قول سے اس بچے کے والدین کا قطع جنتی ہونا معلوم ہوتا تھا اس لئے  
آنحضرت ﷺ نے کلام کا ادب سکھانے کے لئے انکار فرمایا۔

و عن علی..... قولہ اعملوا فکل میسر لما خلق له (صفحہ ۲)..... حاصل  
جواب یہ ہے کہ تقدیر منظر ہے مجر نہیں یعنی سعادت و شقاوت کا اصل دار و مدار بندے کے کسب و سعی پر ہے کہ  
وہ قوت ملکہ اور قوت بہیمیہ میں سے جس قوت کے جذبات اختیار کرتا ہے اسی کے مطابق اس کے لئے  
اسباب و امور سبب اور پیدا کر دیئے جاتے ہیں لہذا تقدیر سے جبر اور قطل لازم نہیں آتا۔

و عن ابی ہریرۃ..... قولہ ان اللہ کتب الخ :- علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اسکا  
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایسے اعضاء اور قوی پیدا کر دیئے ہیں جو زنا کا مقدمہ اور آلہ بننے  
سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان میں نفسانی خواہش اور قوت شہویہ رکھ دی ہے تو کتب بمعنی اثبت ہے۔

قولہ الفرج یصدق ذلک و یکذبہ.....:۔ یعنی فرج سے زنا کا ارتکاب اعضاء کی تصدیق  
اطاعت اور گناہ کبیرہ ہے اور عدم ارتکاب زنا اعضاء کی تکذیب اور محض گناہ صغیرہ زنا مجازی ہے۔

و عن عمران بن حصین..... قولہ او فیما یستقبلون بہ :- یہ معروف و مجہول

دونوں طرح ہے یعنی کیا اعمال پہلے سے ازل میں مقدر ہیں یا لوگ آئندہ زمانے میں ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور خود اپنے اختیار و خلق سے طاعت و معصیت بجالاتے ہیں جیسا کہ معتزلہ و قدریہ کا مذہب ہے۔

قوله مما اتاهم به نبیہم الخ ..... یہ من بینہ ہے جو ما یعمل الناس کا بیان ہے۔

قوله فالہمہا فجورہا و تقواہا ..... : یعنی انسان میں جو نیکی و بدی خیر و شر بدکاری و پرہیز

گاری کا میلان اور رجحان پایا جاتا ہے اس کے اصل منشاء اور مبداء یعنی قوت ملکیہ اور قوت بیمیہ کا خالق اور اسی طرح ان قوی سے پیدا ہونے والے افعال کا خالق اللہ کی ذات ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ الہم ما ضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ نیکی و بدی کا بیج پہلے سے بویا گیا ہے اور یہی تقدیر ہے۔

وعن ابی ہریرۃ ..... قوله جف القلم بما انت لاق ..... : اس سے مراد تقدیر

کی کتابت ہے کیونکہ کتابت سے فراغت کو قلم کا خشک ہونا لازم ہے تو یہاں ذکر لازم اور ارادہ ملزم ہے۔

قوله او ذریہ ..... : یہ او ذر و توخ کے لئے ہے نہ کہ تخیر کے لئے۔

وعن عبد اللہ بن عمر ..... قوله بین اصبعین ..... : اس سے مراد صفت جلال اور صفت

اکرام ہے یا یہ کنایہ ہے بقدر قدرت سے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی میری ٹٹھی میں ہے۔

قوله کقلب واحد (صفحہ ۲۰) : یعنی جیسے تم ایک چیز کے بدلنے پر قادر ہو ایسے ہی اللہ تعالیٰ تمام دلوں کو

بیک وقت پھیرنے پر قادر ہے کثرت اور تعدد اس کے لئے موجب دشواری نہیں اور اس کی توضیح یہ کہ اللہ تعالیٰ طاعات کی برکت سے دلوں کو نیکی کی طرف اور معاصی کی نحوست سے دلوں کو بدی کی طرف پھیرتے ہیں۔

وعن ابی ہریرۃ ..... قوله علی الفطرۃ : یہ فطر باب نصر، ضرب بمعنی پھاڑنا سے

مشق ہے اور یہاں اس سے مراد قبول حق کی استعداد اور قابلیت و حالت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں خلق عقل و تمیز پیدا کی ہے جس سے وہ خیر و شر اور حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے لیکن بعض عوارض اور خارجی

ماحول کے اثرات سے کبھی وہ اس فطرت کے خلاف چلتا ہے اور یہ استعداد رب جاتی ہے ورنہ اگر انسان کو اس کی اصل فطرت پر چھوڑ دیا جائے تو وہ حق کو ضرور قبول کر لے بعض حضرات نے فطرت کی تفسیر اسلام سے کی

ہے لیکن پہلی تفسیر راجح ہے اور وجوہ ترجیح تین ہیں۔ (۱) اسلام کسی چیز ہے اسی لئے اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے اگر اسلام فطری ہو تو اس پر ثواب کے کیا معنی ہیں؟ (۲) حدیث کی شرح میں آیت کا حوالہ

یا گیا ہے اور آیت میں فطرت کو غیر مبدل فرمایا ہے حالانکہ اسلام میں بسا اوقات تبدیلی آ جاتی ہے البتہ استعداد میں بھی تبدیلی نہیں آتی لہذا استعداد ہی مراد ہے۔ (۳) کافر کا نابالغ بچہ دنیاوی احکام میں اپنے

کافر والدین کے تابع ہوتا ہے اگر وہ فطری مسلمان ہوں تو پھر اس تبعیت کے کیا معنی ہیں؟  
شبیہ.....: ایک حدیث صحیح میں ہے کہ جس بچے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ پیدائشی کافر تھا  
حدیث کے الفاظ یہ ہیں طبع یوم طبع کافرا (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۰۷) تو اس سے قبول حق کی استعداد کی  
نفی ہوتی ہے۔ جواب.....: حدیث باب کے قرینے سے حدیث خضر علیہ السلام میں پہلا طبع بمعنی قدر  
ہے یعنی اس بچے کی پیدائش کے وقت ہی مقدر ہو چکا تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر کافر ہوگا لہذا اس سے قبول حق کی  
استعداد کی نفی نہیں ہوتی۔

و عن ابی موسیٰ قولہ.... یخفف القسط ویرفعه (صفحہ ۲۱)..... قسط سے مراد  
میزان ہے جو کہ قسط و انصاف کا ذریعہ ہے اور میزان سے مراد رزق و عمل کا ترازو ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا میزان  
معصیت کی وجہ سے پست کر دیتے ہیں اور کسی کا میزان طاعات کی برکت سے بلند کر دیتے ہیں۔

قولہ حجابہ النور.....: دراصل حجاب اس چیز کو کہتے ہیں جو رائی اور مرئی کے درمیان حائل ہو اور  
یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت و کبریا کی انوار اس قدر بلند و تیز ہیں کہ ان قافی  
آنکھوں سے ان کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو یہ حجاب مخلوق کے بجز کے اعتبار سے ہے نہ کہ خالق کے اعتبار سے جیسا  
کہ چمکاؤ سورج کو نہیں دیکھ سکتا حالانکہ سورج ظاہر ہے۔ لہذا خدا کو محجوب نہیں کہہ سکتے کیونکہ محجوب مغلوب ہونا  
ہے اور اللہ کی شان تو واللہ غالب علیٰ امرہ ہے۔

قولہ لا حرقت سبحات وجہہ.....: سبحات جمع ہے سبح بمعنی تسبیح کی اور یہاں اس سے  
مراد انوار و تجلیات الہیہ کی روشنیاں ہیں۔ کیونکہ جب ملائکہ ان انوار الہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار  
سبحان اللہ بول اٹھتے ہیں اور وجہ سے مراد حق تعالیٰ کی ذات مقدر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی ذات  
کی عظمت اور صفات کی حقیقت کھول دیں تو ساری کائنات حدنگاہ تک جل کر رکھ اور خاکستر ہو جائے۔

و عن ابی ہریرۃ قولہ ید اللہ.....: اس سے مراد خزانہ ہے۔ قولہ مسحاء.....: یعنی  
رواں اور ہمیشہ بہنے والا یہ نفلتہ کی صفت ہے اور یہ صح الماء باب نعر سے مشتق ہے یعنی پانی اوپر سے نیچے گرا اس  
لفظ میں اشارہ ہے کہ اللہ کا عطیہ فوقیت و بلندی اور سہولت اور کثرت کیساتھ موصوف ہے۔ قولہ قال ابن  
نعمیر (صفحہ ۲۱) یا امام مسلم کے استاذ ہیں۔ قولہ مالان: محدثین فرماتے ہیں کہ صحیح روایت سلائی ہے  
و عنہ قال سئل رسول اللہ ﷺ عن ذراری المشرکین.....: اولاد  
مشرکین دنیوی احکام مثلاً غلامی، نماز جنازہ، دُفن وغیرہ میں اپنے والدین کے تابع ہیں اور اخروی حکم میں مشہور

اقوال چار ہیں۔ قول اول.....: اصل فطرت کے اعتبار سے قطعاً جنتی ہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے شب معراج میں اولاد مشرکین کو بھی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں دیکھا تھا۔ (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۹۷) جمہور آئمہ کا یہی قول ہے۔ قول ثانی.....: اپنے والدین کے اعتبار سے قطعاً دوزخی ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من آباہم باب ہذا مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دنیاوی احکام مراد ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے ان المشرکین و اولادہم فی النار (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳) فصل ثالث اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے قول ثالث..... بسکوت اور توقف بمعنی عدم الحکم کیونکہ اولہ متعارض ہیں لہذا سکوت اسلم ہے امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔

قول رابع.....: علم باری میں وہ بچا اگر بڑا ہو کر کافر ہوتا تو دوزخی ہے اور اگر مسلمان ہوتا... تو جنتی ہے حدیث باب کا مقتضی یہی ہے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس قول یہ ہے کہ اطفال مشرکین بھی جنتی ہیں اور یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے والمو لو د فی الجنة (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۳۵) اور باقی غیر مشہور چار اقوال یہ ہیں۔ ۱..... ۵، اہل جنت کے خدام ہیں ۲..... ۶، اعراف میں بغیر عذاب و ثواب کے رہیں گے ۳..... ۷، بہائم کے حکم میں ہیں کہ مٹی ہو جائیں گے ۴..... ۸، آخرت میں بچوں کا امتحان ہوگا اور نتیجے کے مطابق جزاء ملے گی۔

**الفصل الثانی..... عن عبادة بن الصامت..... قوله ان اول ما خلق الله القلم.....** سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں روایات مختلف ہیں قطعاً یہ ہے کہ سب پہلے نور محمدی پھر پانی پھر عرش پھر قلم پھر دوات پھر باقی کائنات پیدا کی تو نور محمدی میں اولیت طہیۃ اور باقی چیزوں میں اولیت اضافیہ مراد ہے پھر نور محمدی سے مراد روح محمدی ہے کیوں کہ روح ایک نورانی چیز ہے اس لئے اس کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ ایک روایت میں اول ما خلق الله نوری اور دوسری روایت میں اول ما خلق الله روحی ہے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۱۶۷)

قولہ فکتب ما کان..... سوال: قلم تو سب سے پہلے پیدا ہوا تو پھر اس نے ماکان میں کیا لکھا؟  
جواب.....: قلم سے پہلے ذات و صفات باری نور محمدی عرش پانی موجود تھا ان کو لکھایا کان آنحضرت ﷺ کے زمانے کے اعتبار سے مراد ہے۔

قولہ وما هو کائن الی الابد..... سوال: ابد نام ہے مستقبل غیر متناہی کا تو پھر غیر متناہی کو کیسے ضبط کیا گیا؟ جواب.....: ابد سے مراد یہاں طویل مدت ہے اور وہ اس عالم کے اختتام تک یا فریقین کے

جنت و دوزخ میں استقرار تک ہے۔ چنانچہ درمنثور میں حاکم اور بیہقی سے حضرت ابن عباس کی روایت میں وما  
هو کائن الی ان تقوم الساعة اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں الی یوم القیمۃ وارد ہوا ہے۔

و عن مسلم بن یسار ..... قوله و اذا اخذ ربک من بنی آدم (سورہ  
۲۱)۔ یہ واقعہ عالم ارواح میں ہوا یا وادی نعمان میں عرفات کے قریب ہوا اور یہی راجح قول ہے حوالے کے  
لئے دیکھیں حدیث ابن عباس جلد ۱، صفحہ ۲۲۳ باب ہذا فصل ثالث۔ اب یہاں دو شبہات ہیں۔

شبہ اولیٰ ..... اس عہد الست کا فائدہ کیا ہے؟ جواب ..... عقیدہ ربوبیت کا نظری بنانا۔ چنانچہ دنیا کے  
تمام مذاہب سماویہ اور عقائد حقہ کا کسی نے کسی درجہ میں ربوبیت عامہ پر متفق ہونا اس عقیدے کے نظری ہونے کی  
کلی دلیل ہے کیونکہ اگر اس عقیدے کو محض عقل پر چھوڑ دیا جاتا تو محض عقل سے بجائے اتفاق کے اختلاف  
کثیر پیدا ہو جاتا۔ شبہ ثانیہ ..... یہ عہد یاد نہیں تو پھر اس کو کیونکر تسلیم کر لیں؟

جواب نمبر ۱ ..... اس عہد کے آثار موجود ہیں چنانچہ معمولی غور کرنے سے یہ عقیدہ سمجھ میں آ جاتا ہے یہ  
اسی عہد کا اثر ہے نیز جس طرح ایک بڑے عالم و فاضل کو یہ یقین ہے کہ ابتدائے عمر میں کسی استاذ نے اس کو  
ضرور الف باء تاء سکھائی ہے حالانکہ بعض اوقات وہ ماحول اور مقامی خصوصیات یاد نہیں ہوتیں اسی طرح تمام  
اقوام عالم کار ربوبیت الہیہ پر متفق ہونا اسی عہد کا نتیجہ اور اثر ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... پہلے وجود کے فنا ہو جانے اور طول زمانہ کی وجہ سے نسیان کا وقوع باعث تعجب نہیں تاہم  
بعض اہل دل کو یاد بھی ہے چنانچہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ عہد یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ میرے دائیں  
بائیں کون تھے اور حضرت اہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ مجھے بھی وہ عہد یاد ہے اور ذوالنون مصری  
ایک شخص کے سوال ”هل نذکرہ“ کے جواب میں کہتے ہیں ”کانہ الا ن فی اذنی“ یعنی بلبل کی آواز ابھی  
تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ روح المعانی۔

قوله ثم مسح ظهره بيمينه ..... یمین سے مراد دست قدرت ہے اور ادب کے لئے لفظ یمین  
بولایا ہے۔ قوله فاستخرج ..... یا خراج پشت کے بالوں کے مسامات سے تھا۔

و عن عبد الله بن عمرو ..... قوله وفي يديه كتابان ..... بظاہر معلوم ہوتا ہے  
کہ یہ کتابیں حسی تھیں اور صحابہ نے بھی ان کو دیکھا لیکن مضمون معلوم نہ تھا بعض علماء کہتے ہیں کہ تمثیلی تھیں یعنی  
آپؐ پر جو حقیقت منکشف ہوئی تھی آپؐ نے اس کو سمجھانے کے لئے کتاب کی صورت میں واضح فرما دیا  
جیسا کہ متکلم بعض اوقات ایک فحی اور دقت مضمون کو محسوس مثال سے سمجھاتا ہے۔

قولہ ثم اجمل ..... :- یہ اجمال سے ہے یعنی مجموعی میزان و ٹول اور جمع بندی کر دینا۔

قولہ سدوا و قاربوا (صفحہ ۲۱)..... یعنی راہ حق کے مطابق سیدھے چلتے رہو عمل کو خوب مضبوط کرو اور اللہ کا تقرب حاصل کرتے رہو مطلب یہ ہے کہ اپنے اصل مقصد عبادت میں لگے رہو جبر اور قدر کی بحث میں مت پڑو تو یہ حکیمانہ جواب ہوا۔

وعن ابی خزامة..... قولہ رقی..... یہ رقیہ بمعنی تعویذ و منتر کی جمع ہے اور یہاں اس وہ تعویذات مراد ہیں۔ جن کے الفاظ مباح ہوں مثلاً اسماء الہیہ وغیرہ اور ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے نیز کسی جائز غرض کے لئے ہوں ورنہ حرام ہیں اس تفصیل سے متعارض روایات میں تطبیق بھی ہوگی۔

قولہ و تقاة..... بمعنی بچاؤ کی چیز مثلاً زرہ ڈھال وغیرہ

وعن ابی ہریرۃ..... قولہ فغضب غضب کی وجہ یہ تھی کہ تقدیر از الہی ہے جس میں تنازع کرنا ممنوع ہے دوسرے یہ کہ اس سے انسان بسا اوقات قدر یہ یا جبر یہ کے مسلک تک پہنچ جاتا ہے۔

قولہ وروی ابن ماجہ نحوہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ..... :- عمرو بن شعیب کا نسب یہ ہے عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عامر بن وائل۔ تو امام احمد اور

دوسرے جمہور محدثین اس سند سے حدیث لاتے ہیں لیکن بخاری اور مسلم نہیں لاتے۔ مؤلف مشکوٰۃ اپنے رسالے الاکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۶۱۰ میں اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ جدہ کی ضمیر کا مرجع اگر عام قیاس کے

مطابق عمرو ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عمرو نے اپنے والد شعیب سے اور شعیب نے اس عمرو کے دادا یعنی اپنے والد محمد سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے یوں فرمایا انخ تو اس صورت میں یہ حدیث مرسل تابعی ہے کیونکہ محمد

نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات نہیں کی اور اگر جدہ کی ضمیر کا مرجع عام قیاس کیخلاف شعیب ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ عمرو نے شعیب سے اور شعیب نے اپنے دادا یعنی عبد اللہ سے روایت کی ہے انخ تو اس توجیہ کے اعتبار سے

یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ شعیب نے اپنے دادا سے سماع اور لقاء نہیں کیا لیکن حق اور صواب یہ ہے کہ جدہ کی ضمیر کا مرجع عام قیاس کے خلاف شعیب ہے نہ کہ عمرو۔ چنانچہ سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے بہت سے مقامات

میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی صراحت ہے باقی انقطاع کا جواب علامہ نووی نے نیز میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی نے یہ دیا ہے کہ شعیب کا اپنے دادا سے

سماع و لقاء ثابت ہے بلکہ شعیب کے والد محمد حضرت عبد اللہ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے اور شعیب کی تعلیم و تربیت ہی ان کے دادا عبد اللہ نے کی ہے۔ لہذا یہ سند متصل اور قائل حجت ہے۔ چنانچہ علامہ نووی کہتے ہیں

لکن الصحيح انه ای شعبیا سمع من جده عبد الله لحدیثه بهذا الطريق متصل (مرقات جلد ۱ صفحہ ۱۷۳) اور علامہ ذہبی فرماتے ہیں فد ثبت سماعه ای شعبی عن عبد الله و هو الذي نباه (بحوالہ مذکورہ۔ باقی امام بخاری اور امام مسلم کے اس سند سے حدیث نہ لانے کی وجہ... یہ نہیں بلکہ اور کوئی وجہ ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عمرو بن شعیب چند احادیث کے علاوہ باقی اکثر احادیث کو "وجادہ" کے طریق پر اپنے والد شعیب کے صحیفے سے نقل کیا کرتے تھے اس لئے اس سند کو شیخین نے قبول نہیں کیا اور وجادہ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی کتاب کہیں سے حاصل ہو جائے اور پھر اس سے حدیث نقل کر کے یوں کہے یا یوں لکھے وجدت هذا الحديث في خط فلان لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جب بعض روایات میں حضرت شعیب سے عمرو کا سماع ثابت ہے تو پھر صحیفے والی روایات بھی وجادہ صحیح میں داخل ہیں لہذا ان کی سند سے احتراز کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۷۳ او بذل الحمد)

وعن ابی موسیٰ الخ (صفحہ ۲۲).... اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفات باطنیہ اور عادات طبعیہ مثلاً نرم خوئی سخت خوئی شرارت، شرافت وغیرہ تقدیر کے مطابق ہیں اور ناقابل تبدیل ہیں اگرچہ ان کا استعمال اپنے اختیار و کسب سے ہوتا ہے قوت غضبیہ قوت شہویہ وغیرہ کی طرح۔

وعن عبد الله بن عمر و ..... قوله ان الله خلق خلقه في ظلمة الخ ..... سوال :- یہ حدیث حدیث فطرت کے خلاف ہے۔ جواب :- خود حدیث فطرت کے قرینے سے یہ حدیث تمثیل اور تشبیہ کے باب سے ہے کہ ظلمت سے ظلمت نفس امارہ ظلمت نفسانی خواہشات اور قوت بھمکیہ مراد ہے اور نور سے نور دلائل عقل اور قوت ملکیہ مراد ہے حاصل یہ کہ جس نے دلائل میں غور کیا اسے ہدایت پائی اور جس نے غور نہ کیا وہ گمراہ ہوا۔

وعن ابی موسیٰ ..... قوله بارض فلاة (صفحہ ۲۲).... یعنی میدانی اور جنگلی زمین۔  
قوله ظهرًا لبطن ..... سلام بمعنی الی ہے ای من ظهر الی بطن اور اس کا معنوی محذوف ہے ای وبطننا لظہر

وعن علی .....، قوله و يؤمن بالموت ... :- یہ دوسری چیز ہے مقصد یہ ہے کہ موت محض اللہ کے حکم سے ہے صرف فساد مزاج کی وجہ سے نہیں جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں یا موت سے مراد فحائے عالم ہے۔  
وعن ابن عباس ..... قوله والمرجسة ..... :- یہ ارجاء بمعنی تاثیر سے مشتق ہے اور اس سے مراد جبریہ ہیں کیوں کہ وہ اختیار عبد کو اور اللہ کے امر و نہی کو مؤخر اور درجہ اعتبار سے ساقط قرار دیتے ہیں







کا مقدمہ اور عند اللہ ان کا مغضوب ہونا معلوم ہو جائے تو بغض فی اللہ کے تحت وہ بھی ان سے برائت کا اعلان کر دیں۔

وعن ابی ہریرۃؓ..... قولہ کل نسمة ای ذی روح و قیل ذی نفس. قولہ قال داؤد..... داؤد کی چمک کا کمال فضیلت جزئی ہے اور ہمارے حضرت ﷺ کا کمال فضیلت کلی ہے پھر داؤد کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام میں خلافت و نبوت دونوں جمع تھیں اور آدم علیہ السلام کے بعد پہلے پیغمبر جو دونوں کے جامع تھے وہ داؤد ہیں اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے زیادہ مشابہ ہیں۔

قولہ اربعین سنۃ..... سوال..... باب السلام فصل ثالث جلد ۲، صفحہ ۳۰۰ کی حدیث اول سے معلوم ہوتا ہے کہ داؤد کی اپنی عمر ۴۰ سال تھی آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے ان کو ۶۰ سال دیئے لیکن یہاں سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اپنی عمر ۶۰ سال تھی پھر آدم علیہ السلام نے ان کو ۴۰ سال عطا کئے تو یہ تعارض ہوا۔ جواب..... آدم علیہ السلام نے اولاً بیس سال اور پھر مزید ۴۰ سال کل ۶۰ سال دیئے فلان تعارض..... قولہ فجحد آدم..... یہ جو دنیاں کی وجہ سے تھانہ کہ ضد و عناد کی وجہ سے۔ وعن ابی الدرداءؓ..... قولہ کانہم الذر..... ذال کے فترے سے بمعنی چھوٹی چھوٹی چیزیں یا یہ تشبیہ جسامت و صغر یعنی چھوٹے ہونے میں ہے کیونکہ بیت تو انسانی تھی۔ قولہ اللحم۔ یہ حمہ بمعنی کوئلے کی جمع ہے اور یہ تشبیہ رنگت میں ہے۔ قولہ ولا ابالی..... یعنی مجھے کسی کی پرداہ نہیں کیونکہ اللہ پر کوئی چیز واجب نہیں اور وہ قادر مطلق ہے کما قال اللہ تعالیٰ لا یسئل عما یفعل اور فعال لما یرید۔

وعن ابی نصرۃؓ..... قولہ خذ من شاربک..... اس سے معلوم ہوا کہ لیوں کا کتر وانا بھی سنت مؤکدہ ہے اور اتباع سنت پر برداشت جنت کی کنجی ہے۔ قولہ ولکن سمعت رسول اللہ الخ..... یعنی غلبہ خوف اور غلبہ شان استغناء باری کی وجہ سے بشارت پر نظر نہیں رہتی۔

وعن ابن عباسؓ..... قولہ قبل..... یعنی بلا واسطہ ملائکہ مشابہہ رودروان سے بات چیت کی اور قبل بضمین ہے اور اس میں چار لغات اور بھی ہیں جو بروزن عنب، قفل، صرد، جبل ہیں۔

وعن ابی بن کعبؓ..... قولہ فجعلہم ازواجاً (صفحہ ۲۳۲)..... یعنی غنی فقیر خوبصورت بدصورت وغیر ذلک۔ قولہ انی احببت ان اشکر..... غنی دولت مندی کی وجہ سے شکر کرے گا اور فقیر فراغت اور غم مال سے نجات پر شکر کرے گا۔ علیٰ حدیث خوبصورت اپنے حسن پر اور بدصورت فقیر حسن سے

نجات پر شکر بجایا۔ قولہ خصوصاً بمیشاق آخر..... یعنی انبیاء علیہم السلام سے حریدہ اہتمام کے لئے عام بیثاق سے پہلے ایک خاص بیثاق بھی لیا گیا جو تبلیغ رسالت اور ایک دوسرے کی اعانت و تصدیق کے بارے میں تھا۔ قولہ فارسلہ الی مریم علیہا السلام: یعنی خاص بیثاق ارواح انبیاء سے لیا گیا پھر پائی ارواح تو پشت آدم علیہ السلام میں واپس لوٹا دی گئیں لیکن روح عیسیٰ کو باقی رکھا گیا۔ حتیٰ کہ جب مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں تو بواسطہ جبرئیل ان کے منہ میں اس روح کو پھونک دیا گیا۔

و عن ابی الدرداء..... قولہ نتذاکر ما یكون..... یعنی حوادث و واقعات کیسے اتفاق واقع ہوتے ہیں یا تحت القدر واقع ہوتے ہیں۔ قولہ فلا تصدقوا بہ..... یعنی ہر چیز مقدر ہے جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا جیسا کہ فطری عادت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا مثلاً پہاڑ، بزدل اور ذکی، نجی نہیں بن سکتا۔ شبیر.....: صوفیائے کرام ریاضت و مجاہدے کے ساتھ اخلاق و عادات میں تبدیلی اور اصلاح کرتے ہیں اور دوسری احادیث سے بھی تبدیلی اخلاق کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے حسنوا اخلاقکم تو یہ چیز اس حدیث کے خلاف ہے۔ جواب.....: قوت اخلاق میں لذا تبدیلی نہیں ہو سکتی البتہ اس کے استعمال کے مصارف و مقاصد کے اعتبار سے لظیرہ وضعی تبدیلی ممکن ہے مثلاً قوت و شجاعت کو غیر مہذب آدمی لڑائی اور جھگڑے میں صرف کرتا ہے اور مہذب آدمی باطل کے خلاف جہاد کرنے میں اور اشرار الناس کی سرکوبی میں صرف کرتا ہے تو تصوف کا کام ازلہ اخلاق نہیں بلکہ املہ اخلاق اور تہذیب و اعتدال اخلاق ہے۔

## باب اثبات عذاب القبر (صفحہ ۲۳)

یہاں پانچ مباحث ہیں۔ (۱)۔ باب کے عنوان پر ایک شبہ اور اس کا جواب۔ (۲)۔ اثبات عذاب قبر۔ (۳)۔ کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب۔ (۴)۔ ازلہ شبہات متعلق عذاب قبر۔ (۵)۔ مسئلہ سماع موتی۔

البحث الاول..... عنوان باب پر شبہ.....: وہ یہ ہے کہ اس باب میں عذاب کے ساتھ ثواب کی احادیث بھی مذکور ہیں تو پھر باب کے عنوان میں عذاب کی تخصیص کیوں کی؟ جواب نمبر ۱.....: اس عنوان میں عذاب سے بچنے کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ جواب نمبر ۲.....: عذاب سے مراد مطلق برزخ کے حالات ہیں لیکن مہران پر عذاب کا اطلاق نقلیاً کیا گیا ہے کیوں کہ فساق و کفار بسبب صلحاء و مؤمنین کے زیادہ ہیں یا یہ کہ احادیث عذاب زیادہ مذکور ہیں۔

جواب نمبر ۳.....: قبر بذاتہ مقام ہول اور محل وحشت ہے۔

جواب نمبر ۴: منکر تکبیر کے ملاقات کے وقت پہلی دفعہ میں مسلمان بھی ڈر جائے گا تو ایک لحاظ سے یہ بھی عذاب ہوا۔

البحث الثانی اثبات عذاب قبر.....: اہل سنت والجماعت کے نزدیک قبر کا عذاب

ثواب برحق ہے اس طرح کہ میت کی روح اور جسم دونوں عذاب و ثواب سے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن خوارج

بعض مرجعہ، روافض کی ایک جماعت اور بعض معتزلہ جن میں سے بشر مرکی اور ضرار بن عمر پیش پیش ہیں یہ

سب عذاب و ثواب قبر کے منکر ہیں۔

والاکل اہلسنت...: آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں نیز یہ اجماع صحابہ کرام سے ثابت

ہے۔ آیات قرآنیہ: (۱) .. وحاق بآل فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیہا غدوا

عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (پارہ ۲۴) اس آیت سے معلوم ہوا کہ

یوم قیامت سے پہلے فرعونوں پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے اور یہی عذاب قبر ہے علامہ ابن کثیر فرماتے

ہیں کہ اس آیت میں عذاب قبر کے بارے میں اہل سنت کے مذہب کی اصل کبیر موجود ہے

(۲) ... ولونری اذ الظلمون فی غمرات الموت و الملئکة باسطوا ایديہم اخرجوا

انفسکم الیوم تجزون عذاب الہون الخ (پارہ ۷) اس آیت میں عذاب قبر مراد ہے کیونکہ قیامت کا

عذاب تو کافی مدت کے بعد ہوگا اس لئے موت کے وقت اس کو الیوم سے تعبیر نہیں کر سکتے۔

(۳) . قوم نوح کے متعلق فرمایا مما خطبتہم اغرقوا فادخلوا نارا (پارہ ۲۹) اس سے مراد بھی

عذاب قبر ہے یوں کہ حرف فاء بعدیت بلا فصل کے لئے آتا ہے معلوم ہوا کہ قوم نوح کو غرق کرنے کے... فیوزا

بعد آگ میں داخل کر دیا گیا ہے تو یہ نارا قبر ہے نہ کہ نارا جہنم۔

احادیث نبویہ.....: علامہ نووی عذاب قبر کے بارے میں وارد ہونے والی احادیث کے متعلق فرما،

ہیں والاحادیث فی ذلک لا تحصى کثیرة بطور نمونہ ان میں سے صرف دو احادیث یہ ہیں

(۱) .. حدیث عبد اللہ بن عمر مرفوعا ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغد

والعشی الخ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵) (۲) . حدیث عائشہ ان یہودیۃ دخلت

علیہا فذکرت عذاب القبر لقاتل لہا اعاذک اللہ من عذاب القبر فسالت عائشۃ رسول

اللہ ﷺ عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق (متفق علیہ بحوالہ مذکورہ۔)

البحث الثالث..... کیفیت عذاب قبر کے متعلق بیان مذاہب: اس میں مشہور

مذہب تین ہیں۔ (۱)۔ ابو الحسن صاحبی وغیرہ بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ قبر میں عذاب و ثواب صرف جسم کو ہوتا ہے اس طرح کہ روح کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ جسم بے جان محض ہوتا ہے یہ مذہب خلاف دین ہونے کے علاوہ خالص حماقت ہے چنانچہ علامہ خیالی شرح عقائد کے حاشیے میں فرماتے ہیں ولا شک انہ مفسطۃ (حماقت)۔ (۲)۔ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن قیم کا مذہب یہ ہے کہ برزخ میں عذاب و ثواب صرف روح کو ہوتا ہے اور جسم کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (۳)۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک عذاب و ثواب قبر روح مع الجسد پر ہوتا ہے یعنی جسد غصری کے ساتھ روح کا اس درجے میں تعلق و اتصال ہوتا ہے کہ جسم میں نوع من الحیاة پیدا ہو جاتی ہے جس سے وہ جسم ثواب و عذاب کا ادراک کر سکتا ہے اس مذہب کی دلیل حدیث براء بن عازبؓ ہے جس میں یہ لفظ آئے ہیں ثم یعاد فیہ الروح (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶)

البحت الرابع..... ازالہ شبہات متعلقہ عذاب قبر.....:۔ یہاں تین شبہات ہیں۔

شبہ اولی.....: کبھی بدن انسانی محفوظ نہیں رہتا مثلاً کوئی جانور نکل جاتا ہے یا مٹی ہو جاتا ہے یا آگ میں غل کر رکھ ہو جاتا ہے یا پانی میں ڈوب جاتا ہے تو اس صورت میں بدن پر عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب.....: علامہ نووی، حافظ ابن حجر، ملا علی قاری، حافظ ابن حمام فرماتے ہیں کہ جسد پر عذاب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ بدن انسانی کا ڈھانچہ اسی ہیئت پر قائم رہے بلکہ اگر اس کی ہیئت تبدیل ہو جائے یا اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور علم کامل سے یہ بعید نہیں کہ وہ ان بکھرے ہوئے یا بدلے ہوئے کل یا بعض اجزاء انسانیہ کے ساتھ روح کا اس درجے میں تعلق قائم کر دیں جس سے وہ اجزاء عذاب و ثواب اور راحت و تکلیف کا احساس کر سکیں۔

شبہ ثانیہ.....: قبر کو کھول کر دیکھیں تو میت کی زندگی آگ سانپ اور قبر کی وسعت و تنگی محسوس نہیں ہوتی تو پھر خلاف مشاہدہ امور کیسے تسلیم کر لئے جائیں؟

جواب.....:۔ عوالم تین ہیں (۱) عالم دنیا (۲) عالم برزخ (۳) عالم آخرت۔ تو ہر عالم کے حالات دوسرے عالم سے مختلف ہیں جیسا کہ ایک ملک کے قوانین اور حالات دوسرے ملک کے قوانین و حالات سے مختلف ہوتے ہیں اور جیسا کہ جنات اور فرشتوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے حالانکہ وہ موجود ہیں تو اسی طرح برزخ کے حالات کا دنیا کے حالات پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ عالم برزخ کے حالات کا ادراک دنیا کی آنکھوں سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے برزخی قوتی اور حواس کی ضرورت ہے۔ عالم برزخ کی مثال نیند کی طرح ہے کہ

نیند میں آدمی کو قسم قسم کے حالات پیش آتے ہیں لیکن پاس والے کو کچھ معلوم نہیں ہو سکتا اور نیند میں روح کی طرح سونے والے کا جسم بھی متاثر ہوتا ہے چنانچہ بعض اوقات خواب میں کوئی چیز کھاتا پیتا ہے اور بیدار ہونے کے بعد بھی اس کا اثر منہ میں باقی ہوتا ہے علیٰ حد انیند میں کوئی شخص مارتا ہے اور سونے والا چنتا ہے حالانکہ پاس بیٹھنے والا اس کا احساس نہیں کر سکتا تو اسی طرح میت کے حالات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شبیہ ثالثہ... :- قبور کے حالات انسانوں سے کیوں مخفی رکھے گئے؟

جواب..... :- اس سبب سے کہ ایمان بالغیب کی حکمت باقی رہے کیوں کہ اگر انسانوں کو ان حالات کا علم دے دیا جاتا تو پھر ایمان بالغیب نہ رہتا دوسرے یہ کہ لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دیتے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کے معاملات کا رد و بار اور معیشت کا سلسلہ منقطع ہو جاتا البتہ جانوروں اور دوسری مخلوقات کو احوال قبور کا علم دیا گیا ہے کیوں کہ وہ یہ احوال دوسروں کو نہیں بتا سکتے اسی طرح بعض اولیاء پر بھی احوال قبور منکشف ہو جاتے ہیں۔

**البحث الخامس**..... مسئلہ سماع موتی :- اولاً یہ سمجھیں کہ موتی کی دو قسمیں ہیں

(۱) ... انبیاء (۲) غیر انبیاء تو انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں سننا اہل سنت کے تمام ائمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی بھی معتد بہ عالم نے اختلاف نہیں کیا البتہ غیر انبیاء کے سماع کا مسئلہ دور صحابہ سے مختلف فیہ چلا آ رہا ہے۔ لہذا قطعاً و جزماً کوئی شخص اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا زیادہ سے زیادہ ایک جانب کار جان ہو سکتا ہے تو اس بارے میں تین مذاہب ہیں۔

مذہب اول..... :- حضرت قتادہ، حضرت عائشہؓ اور ائمہ میں سے ابن مہام شارح ہدایہ وغیرہ کے نزدیک اصل نفی سماع ہے البتہ جن مواقع میں میت کا سماع نصوص سے ملتا ہے ان کو بلا تاویل تسلیم کیا جائے گا۔

مذہب دوم..... :- حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ابو طلحہؓ، ابن مسعودؓ اور امت میں سے جمہور ائمہ دین اور اکثر اکابر دیوبند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ وغیرہ کار جان سماع موتی کے ثبوت کی طرف ہے۔ چنانچہ مطالعی قاری فرماتے ہیں ان احدا من المعتنا لم یذہب الی انکارھا (بحوالہ فیض الباری جلد ۲، صفحہ ۴۶۸)

مذہب سوم..... :- علامہ محمود آلوسیؒ اور حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان تینوں کا نظریہ یہ ہے کہ سماع موتی جزئی اہمالی درجے میں بحیثیت الہی لازماً ثابت ہے لیکن سماع کلی ثابت نہیں کہ ہر مردہ ہر بات کو سنتا ہو ایسا نہیں۔ بلکہ جو بات اللہ تعالیٰ جس مردے کو سنوانا چاہیں سنوادیتے ہیں چنانچہ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة (فتح الکلبم جلد ۲، صفحہ ۴۷۹) اور

! مسند احمد میں نیز مغازی ابن اسحاق میں بروایت انس بن بکیر حضرت عائشہؓ سے ما ائتم بسمع لما اقول

منہم مروی ہے تو شاید حضرت عائشہؓ نے انکار سماع سے رجوع فرمایا تھا۔ (۱۲) (مع الدرر الدری جلد ۲، صفحہ ۱۳۵)

حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں: والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر لمانکار فی غیر محلہ (فیض الباری جلد ۲، صفحہ ۴۶۸) اور علامہ عثمانی فرماتے ہیں: والذی نتحصل لنا من مجموع الاحادیث والنصوص واللہ اعلم ان سماع الموتی ثابت فی الجملة بالاحادیث الکثیرة الصحیحة (فتح الملبم جلد ۲، صفحہ ۴۷۹) قائلین سماع کے دلائل۔

دلیل نمبر ۱.....: حدیث قرع نعال کہ مردہ دفن کر کے واپس ہونے والے آدمیوں کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ باب ہذا کی حدیث ثانی میں مذکور ہے (جلد ۱، صفحہ ۲۳)

دلیل نمبر ۲.....: حدیث میں ہے کہ مردہ سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہے اور اسے پہچانتا ہے (چنانچہ فیض الباری جلد ۲، صفحہ ۴۶۷) میں ہے فی حلیث صحیحہ ابو عمرو ان احلنا اذا سلم علی الميت فانه یرد علیہ و یرفہ ان کان یرفہ فی الدنیا۔

دلیل نمبر ۳.....: حدیث قلب بدر کہ جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو کفار مقتولین کے بارے میں فرمایا انتم باسمع لما اقول منهم (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۳۵ اور ۵۴۳)

مکرمین سماع کے دلائل.....: (۱)..... انک لا تسمع الموتی (پارہ ۲۰) وما اتت بمسمع من فی القبور (پارہ ۲۲)

جواب..... ان آیات میں موتی اور من فی القبور سے حقیقی مردے مراد نہیں بلکہ بناء بر تشبیہ کے کفار مراد ہیں تو کفار مشبہ اور موتی مشبہ بہ ہیں اور ظاہر ہے کہ مشبہ یعنی کفار میں سماع حسی تو ثابت ہے البتہ سماع ہدایت و قبول اور سماع نافع معدوم ہے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح مشبہ یعنی موتی میں بھی سماع حسی ثابت ہے اور سماع ہدایت و قبول اور سماع نافع منفی ہے چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں: و آية النفسی معناه سماع ہدی اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: ای لا تسمعہم سماعا ینفعہم لیکن عوام الناس کا یہ اعتقاد رکھنا کہ مردہ حاضر و ناظر ہے یا متصرف فی الامور ہے یا فریادری کرتا ہے یا اس سے مراد ایں مانگنا اور غیر مشروع طریق پر اسکو آواز کرنا یہ مرتج گمراہی و ضلالت ہے اگر عوام کے اس عقیدے کی اصلاح سماع موتی کے انکار کے بغیر نہ ہو سکتی ہے۔

الفصل الاول..... عن البراء بن عازب.....: قوله اذا سئل فی

القبر (صفحہ ۲۳)..... شبہ.....: یہ سوال تو ہر میت سے ہو گا تو پھر قبر کی تخصیص کیوں کی ہے؟

جواب.....: شیخ عبدالحق محدث دہلوی لغات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ قبر سے مراد خاص گڑھا نہیں

اگرچہ بعض نے اس کو احیاء خصوصیت معجزہ، موعظت احیاء پر محمول کیا ہے مگر یہ خلاف ظاہر ہے۔ (۱۱۲)



بلکہ عالم برزخ مراد ہے یعنی وہ مقام جہاں میت موجود ہو خواہ جس شکل میں ہو۔

قولہ **وفی الآخرة** ..... :- یہاں بھی آخرت سے مراد عالم برزخ ہے جیسا کہ درمنثور میں ابو سعید

خدریؓ سے منقول ہے قال فی الآخرة القبر. قولہ **نزلت فی عذاب القبر** ..... :- یہ آیت مدنیہ

ہے یا یہ آیت قیامت اور قبر دونوں کو شامل ہے اور آپ کو ایک جز یعنی عذاب قبر کا علم مدینہ میں دیا گیا۔

شبهہ ..... :- اس آیت میں عذاب قبر کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ثابت قدمی کا ذکر ہے۔ جواب ..... :- اس آیت

کے آخری حصہ میں عذاب قبر کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہے **ویضل اللہ الظالمین**، پھر نزول میں عذاب کی وجہ

تخصیص کیا ہے؟ تو اس کے جوابات بعینہ وہی چار ہیں جو بحث اول میں گذر چکے ہیں۔

قولہ **و نبی محمد** ..... :- شبهہ ..... :- سوال میں تو صرف رب کا ذکر ہے تو پھر جواب میں یہ زیادتی

کیوں ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... :- سوال میں اختصار ہے اور دراصل سوال یوں ہے **من ربک و من**

نیبک جواب نمبر ۲ ..... :- سرور اور خوشی کی وجہ سے یہ زیادتی ہوگی۔

**وعن انس** ..... :- قولہ **ملکان** : یہاں دو شبہات ہیں۔ شبهہ نمبر ۱ ..... :- یک وقت

دو فرشتے مختلف مردوں سے مختلف مقامات میں کیسے سوالات کر سکتے ہیں؟

جواب ..... :- ان دو فرشتوں کے ماتحت اور بھی بہت سے فرشتے ہیں۔

شبهہ نمبر ۲ ..... :- سوال کے لئے دو فرشتے کیوں مقرر کئے گئے؟

جواب ..... :- یہ دو فرشتے بمنزلہ دو گواہوں کے ہیں یا کراما کا تبین کی جگہ ہیں۔

قولہ **فی هذا الرجل لمحمد** ..... :- محمد راوی کی طرف سے الرجل کا بیان ہے پھر فرشتے کا

کسی تعظیسی لفظ کے بغیر آپ کو رجل سے تعبیر کرنا مسؤل کے امتحان کے لئے ہے تاکہ وہ سائل فرشتے کے

الفاظ سے جواب حاصل نہ کر لے۔ سوال ..... :- ہذا اشارہ قریب کے لئے آتا ہے اور دنیا کے مختلف

گوشوں میں ایک ہی وقت میں بہت سے اموات دفن ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ہر جگہ ہر قبر میں

حاضر ہوتے ہیں لہذا اس سے حاضر و ناظر کا مسئلہ ثابت ہوا۔

جواب نمبر ۱ ..... :- بعض محدثین نے یہ توجیہ کی کہ آنحضرت ﷺ کی صورت مثالیہ قبر میں حاضر کی جاتی ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... :- بعض نے یہ توجیہ کی کہ میت اور حضور ﷺ کے درمیان سے حجابات اٹھائیے جاتے ہیں

جس سے میت خود ذات مبارکہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے لیکن جمہور محدثین کے نزدیک یہ دونوں توجیہات بے

ثبوت اور ضعیف ہیں۔

۱۔ یا مگر تکبیر فرشتوں کے دو گروہوں اور انکی دونوں کا نام ہے جسکے تحت بہت بہت سے افراد آتے ہیں۔ ۱۱۲

جواب نمبر ۳..... :- بسا اوقات ایک چیز مشہور و معروف اور ذہن میں معبود و معلوم ہوتی ہے اور اسی معبود  
 ذہنی کی طرف اشارہ قریب ہوتا ہے اگرچہ وہ غائب ہو چنانچہ مطول صفحہ ۱۳۱ میں ہے جو جوز علی قلہ لفظ  
 الحاضر نحو قاتل هذا الرجل وان كان غائبا تو چونکہ حضور ﷺ اپنی شہرت کی وجہ سے معبود ذہنی ہیں  
 اس لئے بقول علامہ قسطلانی اسی معبود ذہنی کی طرف اشارہ قریب کر دیا ہے چنانچہ علامہ سیوطی شرح الصدور میں  
 فرماتے ہیں ولان الاشارة الى الحاضر في الذهن اور ملا علی قاری فرماتے ہیں واللام للعهد الذہنی  
 (مرقات جلد ۱ صفحہ ۱۹۹) پھر معبود ذہنی کے لئے اسم اشارہ قریب اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات میں  
 استعمال ہوا ہے جن میں سے چار یہ ہیں۔ (۱) حضرت ابو ذر غفاریؓ اپنے بھائی کو حضور ﷺ کی نبوت کا چرچا  
 اور شہرہ سن کر مکہ مکرمہ بھیجے ہوئے فرماتے ہیں اركب الي هذا الوادي (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۳)  
 (۲) حضرت امیر معاویہ علاقہ شام سے مدینہ طیبہ میں حضرت حسنؓ کے پاس وقاصد بھیجے ہوئے فرماتے  
 ہیں اذہبا الي هذا الرجل (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۳) (۳) وفد عبد القیس ۵۰ھ میں حضور ﷺ کی  
 خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے اور اپنے راستے میں کفر مضر کا واقع ہونا ان الفاظ میں بیان کرتا ہے وبننا  
 وبينك هذا الحي من كفار مضر (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳، اور مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳)  
 (۴) خود احمد رضا خان بریلوی حسام الحرمین صفحہ ۱۰۹ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حفظ الایمان  
 والی عبارت پر بے جا گرفت کرتے ہوئے کہتا ہے ”میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا ثر و کھو یہ شخص کبھی  
 برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ میں اور جنس و چناں میں“ قولہ لا دریت.....: یہ درایت سے ہے۔  
 قولہ ولا تلیت.....: یہ تلوی معنی پیروی کرنے سے ہے یعنی نہ تو نے خود عقل سے تحقیق کی اور نہ جانے  
 والوں کی تقلید پیروی کی۔ قولہ بمطارق.....: یہ مطرقہ کی جمع ہے بمعنی لوہار کا ہتھوڑا اور گرز۔  
 قولہ یسمعها من یلیہ.....: یعنی قریب والے تمام جانور اور فرشتے اس چیخ کو سنتے ہیں اور یہاں  
 مفہوم مخالف مراد نہیں کیونکہ جلد ۱ صفحہ ۲۶ پر براء بن عازبؓ کی حدیث میں آ رہا ہے کہ مشرق و مغرب کی طرف  
 کائنات اس چیخ کو سنتی ہے۔ قولہ غیر الثقلین.....: ثقلین سے مراد جن وانس ہیں اور ان کو ثقلین  
 اس لئے کہتے ہیں کہ زمین پر ان کا رعب و دبدبہ ہے یا اس لئے کہ وہ ثقل تکلیف کے حامل ہیں۔ کسب اللہ  
 تعالیٰ رحمہا الانسان (پارہ ۲۲) فائدہ.....: اس حدیث میں مومن کامل اور کافر و منافق کا حکم مذکور ہے  
 باقی مومن فاسق کا حکم یہ ہے کہ وہ جو اہل دینے میں تو مومن کامل کے ساتھ شریک ہے لیکن بہشت کا دروازہ  
 کھلنے میں اور بشارت وغیرہ میں اس کے ساتھ شریک نہیں اور ممکن ہے کہ اس میں بھی شریک ہو..... لیکن اس  
 درجہ بمقابلہ مومن کامل کمتر ہوگا اور اس کو اپنے اعمال سیرہ کی کچھ سزا بھی ملے گی الا من شاء ربک القول

تعالیٰ و یغفر ما دون ذلك لمن يشاء (پارہ ۵)

وعن عائشةؓ ..... قوله الا تعود بالله من عذاب القبر ..... یعنی پہلے آپ عذاب قبر سے انشاء کے ساتھ تعوذ فرماتے تھے اور اس کے بعد ازلہ تعجب نیز تعلیم امت کے لئے اظہار و اعلان کے ساتھ تعوذ فرمانا شروع کر دیا۔

شبهہ ..... مسلم اور احمد کی روایت میں آتا ہے کہ آپ نے عذاب قبر کا انکار کیا اور فرمایا کذب الیہود لا عذاب دون عذاب یوم القیمة وانما تفتن الیہود تو دونوں احادیث میں تعارض ہوا جو اب ..... علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ دو واقعات ہیں پہلے آپ کو عذاب قبر کا علم نہ تھا اس لئے انکار فرمایا اور پھر بذلیہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دیدی گئی لیکن حضرت عائشہؓ کو معلوم نہ تھا تو یہ دوسرا واقعہ پیش آیا۔  
وعن زید بن ثابتؓ ..... قوله فلولاً ان لاتدافتوا ..... (صفحہ ۲۵) مطلب یہ ہے کہ مردوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے اس قدر خوف طاری ہوتا کہ بدحواسی کے سبب لوگ مردوں کے قریب نہ جاتے اور ان کو دفن کرنا چھوڑ دیتے اس لئے میں دعا نہیں کرتا ہوں۔

الفصل الثانی ..... عن ابی ہریرہؓ ..... قوله المنکر ..... یہ انکار بمعنی نہ جاننا سے اسم مفعول ہے۔ قوله النکیو ..... یہ نیکو باب صحیح بمعنی نہ پہچاننا سے صفت کا صیغہ بمعنی مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ دونوں فرشتے میت کے اعتبار سے نا آشنا غیر مانوس اور اجنبی ہوں گے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ کفار کے سوال کنندوں کا نام ہے اور مومنین کے سوال کنندوں کا نام مبشرو بشر ہے۔

قوله قد کنا نعلم انک تقول هذا ..... یا تو اللہ تعالیٰ پہلے سے علم عطا فرمادیتے ہو گئے یا وہ فرشتے میت کی پیشانی کے آثار سعادت اور نور ایمان سے معلوم کر لیں گے۔

قوله سبعون ذراعاً ..... راجح یہ ہے کہ اس سے کثرت مراد ہے تحدید مراد نہیں کیوں کہ دوسری حدیث میں مد نصو ہوا ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف اشخاص سے وسعت میں بھی اختلاف ہو جائے۔  
وعن البراء بن عازبؓ ..... قوله ربی اللہ ..... اگر میت عجمی ہوگی تب بھی جو اب عربی میں دے گی۔ قوله فآمنت بہ (صفحہ ۲۵) .. مطلب یہ ہے کہ قرآن میں توحید نبوت دین اسلام کا ذکر تھا تو میں اس کو پڑھ کر ان حقائق پر ایمان آیا۔ قوله اعمی اصم ..... یا تو وہ فرشتہ حیثیت اعمی اصم بہرا ہو گیا یہ کنایہ ہے نظر شفقت اور سماع شفقت کی نفی یعنی رحم نہ کرنے سے۔

وعن عثمانؓ ..... قوله وتبکی من هذا ..... شبهہ ..... آنحضرت ﷺ نے حضرت

عثمان گو جنت کی خوشخبری دی تھی تو پھر آپ کیوں روتے تھے؟

جواب نمبر ۱.....: غلبہ خوف الہی کی وجہ سے بشارت بھول جاتے تھے۔

جواب نمبر ۲.....: حفظہ قبر کی وجہ سے روتے تھے جو انبیاء علیہم السلام کے ماسوا تمام لوگوں کو ہوتا ہے

جواب نمبر ۳.....: اس طرف اشارہ تھا کہ جب میں بشارت کے باوجود اس قدر خائف ہوں تو دوسروں کو

بطریق اولیٰ یہ خوف پیدا کرنا چاہیے۔ قولہ من منازل الآخرة.....: میدان محشر، حساب کے لئے

پیشی، پل صراط، وزن اعمال، جنت و نار یہ سب منازل آخرت میں سے ہیں۔

وعن ابی سعید..... قولہ تسعة وتسعون.....: ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

کے نانوں کے نام معروف ہیں تو ہر نام کے انکار پر ایک سانپ مسلط کیا جائے گا۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ

سانپوں کی تعداد اخلاق ذمیرہ کی تعداد کے مطابق ہے تو یہی اخلاق سانپوں کی صورت اختیار کر لیں گے۔

قولہ تینا.....: سخت زہریلا اثر دھا۔ قولہ تنہسہ وتلدغہ.....: یعنی کانٹوں کے اور ڈسوں کے

یہ دونوں مترادف ہیں اور مقصود تاکید ہے اور بقول بعض یہ فرق ہے کہ نمس کے معنی ہیں بغیر زہر پہنچانے کے

دانت سے کانٹا اور لدغ کا معنی ہے بغیر کانٹے کے محض دانت مار کر زہر پہنچانا۔

قولہ وقال سبعون.....: شبہ.....: دونوں حدیثوں میں تعارض ہوا۔ جواب نمبر ۱.....: علامہ

بدرالدین بخینی فرماتے ہیں کہ سبعون دالی روایت ضعیف ہے۔ جواب نمبر ۲.....: شیخ الاسلام حافظ ابن حجر

فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کافر متبوع کے لئے ہے اور دوسری حدیث کافر تابع کے لئے ہے۔

جواب نمبر ۳.....: دونوں احادیث میں کثرت مراد ہے تحدید مراد نہیں۔

الفصل الثالث..... عن جابر..... قولہ سبح رسول اللہ ﷺ.....: مانفہ

ابن حجر فرماتے ہیں کہ قبر کی تنگی کے مشاہدے کے وقت اللہ کی عظمت اور جلالت شان سامنے آتی ہے اور عظمت

و عزت کا مقام تسبیح کا مقام ہے۔ قولہ ثم کبر (صفحہ ۲۶)۔ یہ تکبیر ازلہ حفظہ کے بعد تھی کیوں کہ تکبیر

عموما خوشی کے مقام پر پڑھی جاتی ہے۔ قولہ علی هذا العبد الصالح.....: یہ اشارہ تعظیم

تخویف کے لئے ہے کہ جب ایسا نیک بندہ حفظہ قبر میں مبتلا ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

وعن ابن عمر..... قولہ تحرك له العرش.....: اس کے معنی میں تین اقوال

ہیں۔ (۱) عرش نیک روح کے آنے کی وجہ خوشی کے سبب رقص کرنے لگا (۲) عرش ان کی موت پر رقص

و غم کے اظہار کی وجہ سے حرکت کرنے لگا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ممکن ہے کہ آسمان باوجود جماد ہونے کے

خدا کی قدرت سے ادراک و احساس رکھتا ہو لہذا اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرنا بہتر ہے (۳)۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای حملۃ العرش۔

و عن جابر ... قوله مثلت له الشمس عند غروبها یعنی نزول ملکین کے وقت غروب شمس کا وقت ہوتا ہے اور غروب کی تخصیص میں اشارہ ہے کہ اب وہ غریب اور مسافر بن چکا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں الظہر یہ ہے کہ غروب دنیا سے کوچ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دنیا بمنزلہ دن کے اور برزخ بمنزلہ رات کے اور آخرت بمنزلہ دوسرے دن کے ہے تو برزخ دونوں دنوں کے درمیان فاصلہ رات ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ نماز عصر کی تاکید کی طرف اشارہ ہو کہ مومن اس کا بہت اہتمام کرتا ہے اور منافق کو اس کا اہتمام نہیں ہوتا۔

## باب الاعتصام بالکتاب والسنة

ما قبل سے ربط یہ ہے کہ عذاب قبر اور تقدیر کے لئے صرف دلائل عقلیہ کافی نہیں بلکہ دلائل نقلیہ کی بھی ضرورت ہے اور وہ قرآن و سنت ہیں۔ قوله الاعتصام ..... : یہ عصمت بمعنی منع سے ہے اور یہاں اس کے معنی ہیں مضبوطی سے پکڑنا۔ قوله بالکتاب ..... : اس پر الف لام عہد کا ہے اور مراد قرآن ہے۔ قوله والسنة ..... : سنت کے لغوی معنی طریقے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں حدیث نبوی کا نام سنت ہے۔ سنت شرعیہ کے مقابلے میں بدعت ہے۔ بدعت کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں۔ اچھی ہو یا بری اور اصطلاح شریعت میں ہر وہ نئی چیز بدعت ہے جس کو دین اور قابل ثواب سمجھ کر اختیار کیا جائے اور اس کی اصل اور نظیر قرون ثلاثہ مشہور لہا بالخیر اور اجماع امت میں نہ ملے۔ بدعت شرعیہ مطلقاً مذموم ہے اور وجوہ مذمت یہ ہیں۔ (۱) حضرت انس سے مروی ہے حجبت التوبہ عن صاحب کل بدعة کیونکہ بدعتی آدمی اس بدعت کو گناہ نہیں سمجھتا اور توبہ گناہ سے ہوتی ہے۔ (۲) ... مجد و الف ثانی فرماتے ہیں ویصح از بدعت بدعت حسنة نیست۔ (مکتوبات مجد و الف ثانی) تو یہاں اصطلاحی بدعت مراد ہے۔ (۳) ... بدعت میں ایک قسم کا اداء نبوت ہے کیونکہ بدعتی آدمی اس کو دین سمجھ کر اختیار کرتا ہے اور دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ (۴) بدعتی آدمی اتباع سنت سے محروم رہتا ہے۔ بدعت لغویہ پانچ قسم پر ہے ... واجب حرام، مستحب، مکروہ، مباح اور تفصیل یہ ہے۔ ا۔ واجب: مثلاً فرق باطلہ کی تردید کرنا اور مثلاً علم نحو کا اشتغال کیوں کہ شریعت کی حفاظت واجب ہے اور یہ چیزیں اس کا مقدمہ ہیں اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے۔ ۲۔ حرام: ... مثلاً جبر یہ اور معتزلہ کے عقائد۔ (۳) مستحب: مثلاً مدارس، مسافر خانوں، اخافتوں کی تعمیر اور تصوف کے حقائق میں بحث کرنا اور نماز تراویح پابجا عمت ادا کرنا چنانچہ حضرت عمر اس کے

متعلق فرماتے ہیں نعمت البدعة هذه تو یہاں بدعة لغویہ مراد ہے جو درحقیقت سنت حسنہ ہے۔ نمبر (۴)۔ مکروہ.....: مثلاً صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا عند الاحناف مکروہ اور عند الشوافع مباح ہے۔ علیٰ حدیث کا سوئم اور چہ جلم بھی بدعت مکروہہ ہے۔ چنانچہ شامی جلد ۱، صفحہ ۶۶۳ (مکتبہ ماجدیہ) میں ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث و بعد الاسبوع۔

نمبر (۵) مباح.....: مثلاً کھانے پینے اور مکان بنانے میں توسع کرنا جبکہ مال حرام سے نہ ہو اور اسی طرح مسجدوں اور قرآنوں میں نقش و نگار کرنا عند الاحناف مباح اور عند الشوافع مکروہہ ہے۔

الفصل الاول..... عن عائشة..... قوله 'فی امرنا هذا'... اس سے مراد یہ اسلام ہے لہذا دنیوی ایجادات اس میں داخل نہیں۔

قوله 'فہو رد'... ضمیر کا مرجع امر محدث ہے یا شخص محدث ہے۔

وعن جابر..... قوله 'وکل بدعة ضلالة'... اس سے مراد بدعت شرعیہ و اصطلاحیہ جو مطلقاً مذموم ہے۔ بدعت لغویہ مراد نہیں جس کے بعض افراد واجب اور مستحب بھی ہیں۔

وعن ابن عباس..... قوله 'ابغض الناس'... بغضیت کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں صورتوں میں گناہ کے ساتھ زیادتی اور قوت کا سبب بھی موجود ہے مثلاً الحاد گناہ اور پھر حد و حرم میں علیٰ حد اباحت اور پھر بدعت جاہلیت اسی طرح قتل اور پھر قتل ناحق۔

قوله 'سنت الجاہلیة' (صفحہ ۲۷).... سنت کے لغوی معنی طریقے کے مراد ہیں یعنی طریقہ جاہلیت مثلاً نوحہ کرنا، گریبان چاک کرنا، شگون بد (بری قال) وغیر ذلک۔

وعن ابی ہریرہ..... قوله 'کل امتی' (صفحہ ۲۷).... امت و دعوت مراد ہو تو من ابی سے کافر مراد ہے اور امت اجابت مقصود ہو تو من ابی سے فاسق مراد ہے تو اس صورت میں یہ حدیث تغلیظ و محمول ہے یا دخول اولیٰ کی نفی مراد ہے۔

وعن جابر..... اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ ذات باری بمنزلہ رمل کریم کے ہے اور جنت بمنزلہ دار کے ہے اور نعمائے جنت بمنزلہ ماؤبہ کے ہیں اور آنحضرت ﷺ بمنزلہ داعی کے ہیں۔

وعن انس..... قوله 'ثلثة رھط'... ای جملہ ثلاثہ اشخاص اور مراد حضرت علیؑ، عثمانؓ، مظعون اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ہیں اور بعض نے عبداللہ کی جگہ مقداد بن اسودؓ لکھا ہے۔

قوله 'این نحن من النبی ﷺ'... یعنی حضور ﷺ تو معصوم ہیں۔ ہماری آپ سے کیا نسبت

ہے۔ ہمیں تو سوائے خاتمہ کا اندیشہ ہے یہ مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا تعلق مع اللہ تعالیٰ ہے لہذا آپ ﷺ کی تھوڑی عبادت بھی ہماری زیادہ عبادت سے افضل ہے۔ قولہ 'من ذنبہ' ذنب سے مراد خلاف شان امور یا خطا، اجتہادی یا صغائر سہویہ ہیں یا مغفرت بمعنی عصمت ہے کیونکہ نبی کی مغفرت ان کے اور گناہ کے درمیان پردہ کر دینے کا نام ہے اور غیر نبی کی مغفرت گناہ اور اس کی سزا کے درمیان پردہ کر دینے کا نام ہے۔

قولہ 'والله انى لا خشاكم لله واتقاكم له' یعنی میں بہ وجود کمال خوف و تقویٰ و معرفت الہیہ کے رخصت پر عمل کرتا ہوں مثلاً انظار، نوم، نکاح کیوں کہ اس میں اظہارِ عجز و ضعف بشریت ہے تو تم کون ہو جو رخصت پر عمل نہیں کرتے ہو۔

وعن رافع بن خديج<sup>۲۱</sup> ..... قولہ 'يَأْبُرُونَ النخل' ..... تاثير نخل یہ ہے کہ مادہ کھجور کا شگوفہ چیر کر کھجور کا شگوفہ اس میں ملا دیں تاکہ پھل زیادہ اور اچھا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے منع فرمایا اور اس کو رسم جاہلیت سمجھا جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور سبیت کے اس میں یہ خاصیت دتا تھی رکھی ہے تو سکوت فرمایا۔ قولہ 'فانما انا بشر' یعنی میں انسان ہوں عالم الغیب نہیں ہوں لہذا دنیاوی امور میں مجھ سے خطا محتمل ہے کیونکہ دراصل میری توجہ امور آخرت کی طرف ہے جیسا کہ ایک روایت میں ارشاد ہے انتم اعلم بامر دنیا کم (مرقات جلد ۱، صفحہ ۲۲۳) لہذا ان امور میں میرا قول واجب التعمیل نہیں۔

وعن ابى موسى<sup>۲۲</sup> ..... قولہ 'انى انا النذير العويان' ..... یہ ایک مشہور مثل ہے جو سخت ناگہانی خطرے کے موقع پر بولی جاتی ہے عرب کی عادت تھی جب کوئی آدمی دشمن کو اچانک آتے دیکھتا تو اپنے کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور ان کو گھمانا اور چیخنا شروع کر دیتا تاکہ قوم خبردار ہو جائے اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کھلم کھلا اور بے غرض ڈرانے والا۔ قولہ 'فالنجاء' (صفحہ ۲۸)۔ یہ نجاء بمعنی اسرع کا مصدر ہے ای اطلبوا النجاء اور تکرار تاکید کے لئے ہے۔

قولہ 'فادلجوا' یہ باب انفعال سے ہے یعنی رات کے اول حصے میں یا رات بھر چلنا۔

وعن ابى هريرة<sup>۲۳</sup> اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کہ محرمات اور مہلکات بمنزلہ آگ کے ہیں اور حضور ﷺ کا ان کو بیان فرمانا بمنزلہ آگ روشن کرنے کے ہے اور جاہلوں کا بے انجام سوچے ان محرمات کا ارتکاب کرنا بمنزلہ ان پر دانوں کے گرنے کے ہے اور آنحضرت ﷺ کا پوری قوت سے روکنا بمنزلہ پکڑنے کے ہے۔ قولہ 'وهذه الدواب' ... یہ عطف تفسیری ہے یا اس سے مراد دوسرے جانور ہیں مثلاً

بڑی، چمچ وغیرہ۔

قولہ 'بحجزکم'۔ بضم الحاء وفتح الجیم۔ جمع ہے نجرۃ کی بمعنی تہیند باندھنے کا مقام یعنی کمر اور کمر

پکڑنا رکنے میں زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ قولہ 'ہلم عن النار'۔ اس سے پہلے حال کونہ قائل

مخروف ہے اور ہلم عن النار کی تقدیر عبارت یوں ہے اسرعو الی وابعدوا انفسکم عن النار۔

وعن ابی موسیٰ..... اس حدیث میں حضور ﷺ کے سمجھانے کے لئے علم وحی اور علم شریعت کو بارش

کے ساتھ اور انسان کو زمین کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ زمین تین قسم پر ہے۔ (۱) طیبہ..... یعنی وہ زرخیز زمین

جس میں بارش کا اثر ہو اور وہ گھاس وغیرہ بھی پیدا کرے یعنی نافع متفع۔ (۲) اجادب..... جو اجادب کی طرح

ہے یعنی وہ سخت زمین جو بوجہ سخت ہونے کے پانی کو توردک لے لیکن خود اثر قبول نہ کرے یعنی نافع غیر متفع

۔ (۳) قیون..... جس کا واحد قانق ہے یعنی وہ چمیل میدانی زمین جو نہ خود نفع حاصل کرے اور نہ دوسروں کا

نفع پہنچائے یعنی غیر نافع غیر متفع۔ تو اسی طرح انسان بھی تین قسم پر ہیں۔ (۱)..... وہ جس نے نفع لیا بھی

اور دیا بھی یعنی عالم باعمل معلم یا فقہائے مجتہدین۔ (۲)..... وہ جس نے خود نفع نہ لیا لیکن دوسروں کو نفع پہنچایا

یعنی عالم بے عمل معلم یا محدثین غیر مجتہدین۔ (۳)..... وہ جس نے نہ خود نفع لیا اور نہ دوسرے کو نفع پہنچایا یعنی

جاہل محروم کافر مشرک انسان۔

سوال..... مشبہ باور مشبہ میں مطابقت نہیں کیونکہ اس حدیث میں دوسری قسم کی زمین کا کوئی مشبہ مذکور نہیں۔

جواب نمبر ۱..... علامہ مظہر، علامہ طیبی، علامہ خطابی، علامہ عینی، شارح بخاری فرماتے ہیں کہ زمین کی پہلی

قسم اور دوسری قسم ہنزلہ ایک کے ہیں اس لحاظ سے کہ دونوں محمود نافع اور قابل انتفاع ہیں تو مشبہ بہ بھی دو چیزیں

ہوئیں (۱) ارض محمود (۲) ارض مذموم۔ لیکن محمود کی پھر آگے دو شاخیں بنتی ہیں متفع، غیر متفع اور مشبہ بھی دو

چیزیں ہوئیں۔ (۱) انسان محمود (۲) انسان مذموم لیکن پھر محمود کی آگے دو شاخیں ہیں۔ (۱) عامل معلم (۲) غیر

عامل معلم۔ اور ان میں سے دوسری شاخ کو قیاساً علی المشبہ بہ ذکر نہیں کیا الجاصل یہ تشبیہ ثانی ہے نہ کہ ثلاثی اور

قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں لفظ اصحاب اور لفظ طائفہ صرف دو جگہ آ رہا ہے نہ کہ تین جگہ۔

جواب نمبر (۲)..... مشبہ کی جانب میں حضور ﷺ نے دوسری قسم یعنی عالم غیر عامل معلم کو صراحت بیان نہ

فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ ایسا ہونا عالم کے نمایان شان نہیں اور بے عمل عالم، جاہل کے مرتبے میں ہے

جو قابل ذکر نہیں۔ قولوا الکلاء..... یعنی گھاس قولوا العشب..... یعنی ہبزہ تر گھاس۔

قولہ 'فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ الخ (صفحہ ۱۸)..... یہ پہلے قطعہ زمین کا مشبہ اور



ممثل ہے یعنی عالم عامل معلم تو علم مع العمل قبولِ ماہ کے مشابہ ہے اور تعلیم انبات کے مشابہ ہے۔

قولہ 'و مثل من لم یرفع بذلك رأسا الخ.....' یہ تیسرے قطعہ زمین کا مشبہ ہے یعنی کافر جاہل محروم مشرک انسان۔

و عن عائشہ..... قولہ 'آیات محکّمات.....' یہ وہ آیات ہیں جو ظاہر المعنیٰ اور واضح المراد ہیں اور تشابہات وہ ہیں جو ظنی المراد اور غیر ظاہر المعنیٰ ہوں۔ مثلاً حروف مقطعات استواء علی العرش ید اللہ وغیر ذلک۔

و عن عبد اللہ بن عمر و..... قولہ 'ہجرت' یعنی میں روپہر کے وقت گیا۔

قولہ 'فی آیة.....' اسی تشابہت۔ قولہ 'باختلافہم فی الکتاب' یعنی علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مذموم اختلاف وہ ہے جو کفر یا بدعت تک پہنچانے کے لفظ میں اختلاف یا ایسے معنی میں اختلاف جو محل اجتہاد نہ ہو جیسے تشابہات کے قطعی معنی یا ایسا اختلاف جس سے فتنہ و فساد اور شک و شبہ پیدا ہوتا ہے یہاں یہ اختلاف مراد ہے باقی مسائل اجتہاد یہ میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف مذموم نہیں کیونکہ وہ مسائل محل اجتہاد ہیں بلکہ یہ اختلاف محمود اور دین میں وسعت کا باعث ہے اور حلیث اختلاف امتی رحمة میں اسی طرف اشارہ ہے

و عن سعد بن ابی وقاص..... قولہ من سأل عن شیء الخ..... اس سے مراد فضول اور عبث سوال ہے جو محض ضد و عناد کی بناء پر ہو اور غیر ضروری ہو جیسا کہ نبی اسرائیل نے گائے کے بارے میں غیر ضروری سوالات کئے اور مشقت میں پڑ گئے باقی ضرورت کے تحت سوال کرنا درست بلکہ واجب

و ما موربہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (پارہ ۱۳)

و عنہ..... قولہ 'ان یحدث بکل ما سمع.....' یعنی ہر سنی سنائی بات سچی نہیں ہوتی بلکہ بعض باتیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں لہذا تحقیق کر کے بات کہنی چاہیے اور حدیث نبوی ﷺ میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور اسی مناسبت سے اس حدیث کو باب ہذا میں لائے ہیں۔

و عن ابن مسعود..... قولہ 'حواریون (صفحہ ۲۹)۔۔۔' یہ جوڑ بمعنی بیاض خالص سے مشتق ہے اور مخلص دوست اور معاون کو بھی خلوص قلب اور صفائی نیت کی وجہ سے حواری کہتے ہیں اور دعویٰ کو بھی حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو صاف کرتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین تھے جو دعویٰ ہونے کے ساتھ ساتھ مخلص بھی تھے پھر حواریین کی کثرت اکثر انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے ہے ورنہ از روئے حدیث بعض انبیاء کا صرف ایک حواری ہوا اور بعض کا بالکل نہیں ہوا۔ (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۱۱)

وعن ابی ہریرۃؓ ... قوله 'ومن دعا الى ضلالة الخ' اگر کوئی ضلالت کا داعی ثابت ہو جائے لیکن اسکے اضلال کے آثار سے لوگ گناہ کرتے رہیں تو آیا وہ داعی اس اضلال کے گناہ سے بری ہو گیا نہیں؟ تو ملا علی قاریؒ راءت کو ترجیح دیتے ہیں ورنہ توبہ کی صحت کے کیا معنی ہیں؟ چنانچہ بہت سے صحابہ کرامؓ پہلے ضلالت و گمراہی کے مبلغ تھے اور بعد وہ مشرف باسلام ہوئے اور وہ اس اضلال کے گناہ سے بری سمجھے گئے۔

وعنه' ... قوله 'بدأ الاسلام غريباً' .... مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں اسلام مسافر کی طرح اجنبی بے یار و مددگار اور غریب و قلیل الاتباع تھا اور اس کے ماننے والے لاچار بی بسی اور قلت کی حالت میں تھے حتیٰ کہ ان کو ظاہر ابھی مسافر و مہاجر بنا پڑا لیکن پھر خلافت راشدہ کے دور میں اسلام اپنی پوری شان و شوکت اور آب و تاب سے شرق و مغرب میں پھیل گیا اور پھر کچھ عرصے کے بعد اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آیا۔  
قوله 'فطوبى للغرباء' .. اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو غربت اسلام اور زور گمراہی کے زمانہ میں بھی اسلام کو تھامے ہوئے ہوں اور لوگوں کی اصلاح میں اور سنت کے احیاء میں سرگرم عمل ہوں۔

وعنه' ..... قوله 'ان الايمان ليأرز الى المدينة' یعنی اہل ایمان مدینہ کو پناہ گا، سمجھ کر اس میں آ کر ٹھہریں گے بعض نے کہا کہ یہ ہجرت کے متصل زمانے کے متعلق ہے اور بعض نے کہا کہ یہ وصال کے زمانے کا وقت ہے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے پھر مدینہ مع اپنے حوالی و جوانب کے مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں لفظ حجاز آیا ہے۔ قوله 'كما تارز الحجة' . سانپ باقی جانوروں سے فرار میں سبقت لے گیا ہے اس لئے تشبیہ میں اس کو اختیار کیا ہے۔

**الفصل الثانی** ..... عن ربيعة الجرشىؓ ..... قوله 'لتنم عينك' یہ کنایہ ہے حضور کمال اور توجہ کمال سے تو آپ نے جواب میں فرمایا فلنامت عینی یعنی میں پورا متوجہ ہوں۔  
قوله 'مادبة' . عام دعوت کا کمانا۔ قوله 'والدار السلام' ..... شبہہ ..... پہلے ایک حدیث میں گذرا ہے کہ دار سے جنت مراد ہے اور یہاں اس سے اسلام مراد لے رہے ہیں تو یہ تعارض ہوا۔ جواب: اسلام دخول جنت کا سبب ہے تو اس حدیث میں سبب کو اور پہلی حدیث میں مسبب کو ذکر کیا۔ فلا تعارض۔  
وعن ابی رافعؓ ..... قوله 'على اريكتہ' ..... بمعنی مزین تخت۔

قوله 'لا ادري' ای غیر القرآن  
وعن المقدم بن معد يكربؓ ..... قوله 'ومثله' معه ..... یہ مماثلت وحی ہونے میں ہے یا درجوب عمل میں ہے یا مقدار احکام میں ہے۔ قوله 'شبعان على اريكتہ'

شعبان کنایہ ہے استغناء اور بد فہمی سے کیونکہ کثرت اکل بھی بد فہمی کا سبب ہوتا ہے اور علیٰ اریکہ کنایہ ہے تکبر اور غرور، مال و جاہ سے جو طلب علم سے مانع اور انکار حدیث کے باعث ہوتے ہیں۔

قولہ 'الا لا یحل لکم الحمار الاہلی الخ' (صفحہ ۳۰)۔ یہ بطور تمثیل کے ہے کیونکہ حمار وغیرہ کی حرمت کا ذکر صراحتہ قرآن میں موجود نہیں۔ قولہ 'فعلیہم ان یقرؤہ'۔ جمہور کے نزدیک مہمانی سنت یا مستحب ہے۔ امام احمد، امام لیث کے نزدیک واجب ہے۔

دلائل جمہور نمبر (۱)۔۔۔۔۔ حدیث مشہور لا یحل مال امرئ مسلم الا عن طیب نفس۔ نمبر (۲)۔۔۔۔۔ ایک حدیث میں آتا ہے وجائزۃ یوم و لیلۃ (منکھوۃ جلد ۲، صفحہ ۳۶۸) اور جائزہ کے معنی ہدیہ کے ہیں اور ہدیہ واجب نہیں ہوتا۔ دلیل حنا بلہ۔۔۔۔۔ حدیث باب ہے۔

جواب نمبر (۱)۔ یہ حدیث اہل ذمہ کے متعلق ہے جن پر اہل اسلام کی مہمانی بمقتضائے معاہدہ ضروری ہے۔

جواب نمبر (۲)۔ یہ حدیث مضطر کے بارے میں ہے جو شدت بھوک کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ چکا ہو

جواب نمبر (۳)۔۔۔۔۔ یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ اس سے آئندہ حدیث ہے ولا اکل ثمارہم اذا اعطوکم الذی علیہم

وعنہ'۔۔۔۔۔ قولہ 'کان ہذہ موعظۃ مودع'۔۔۔۔۔ یہ تشبیہ جامع ہونے میں ہے کہ جس طرح الوداع اور رخصت کرنے والے کی نصیحت خوب جامع و کامل ہوتی ہے اسی طرح یہ نصیحت بھی جامع و کامل ہے یا یہ تشبیہ کمال تاثیر میں ہے۔ قولہ 'وان کان عبدًا حبشیاً' (صفحہ ۳۰)۔۔۔۔۔ یہ بطور مبالغہ اور قرض و تقدیر کے ہے یوں کہ غیر قریشی کا حاکم بنانا اور ست نہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا الاتمۃ من قریش یا اس سے مراد قاضی و امیر ہے جو حاکم کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو

وعن عبد اللہ بن عمرو و۔۔۔۔۔ قولہ 'لا یؤمن احدکم حتی یکون ہو تبعاً الخ' (صفحہ ۳۰)۔ اگر اتباع عقائد میں مراد ہے تو اللہ اس میں نفس ایمان کی نفی ہے اور اگر اتباع اعمال میں مراد ہے کہ وہ اعمال اس سے بغیر کلفت و ناگواری کے سرزد ہوں اور اس کو خوب لذت حاصل ہوتو کمال ایمان کی نفی مراد ہے۔

وعن عمرو بن عوف۔۔۔۔۔ قولہ 'الارویۃ'۔۔۔۔۔ بمعنی پہاڑی بکری۔  
وعن عبد اللہ بن عمرو و۔۔۔۔۔ قولہ 'تفترق امتی علی ثلاث و سبعین مملۃ' اکثر حضرات کے نزدیک اس سے امت اجابت مراد ہے جس کے (۷۲) نرتے ہوئے سوہ اعتقاد

کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ اہل بدعت کے اصولی فرقے یہ چار ہیں۔ (۱) خوارج (۲) مروافض (۳) معتزلہ (۴) جبریہ (۵) مرجہ (۶) مشبہ۔

ان کے گروہوں کی تفصیل یہ ہے..... خوارج پندرہ (۱۵)، مروافض بیس (۳۲) معتزلہ بارہ (۱۲) جبریہ تین (۳) مرجہ پانچ (۵) مشبہ پانچ (۵) اور مرقات میں ہے کہ خوارج بیس (۲۰) مروافض بائیس (۲۲) معتزلہ بیس (۲۰) جبریہ ایک (۱) مرجہ پانچ (۵) اور مشبہ ایک (۱) اور نجاریہ تین (۳) ہیں۔

قولہ، 'کما یتجاری الکلب بصاحبه..... کلب بفتح الکاف وللام ایک بیماری کا نام ہے جو دیوانے کتے کے کانٹے سے پیدا ہوتی ہے اور بالخر لیا کے مشابہ ہوتی ہے (حڑک) اس کا مریض پیاسا ہوتا ہے لیکن وہ پانی کو دیکھ کر چلاتا ہے اور بھاگتا ہے حتیٰ کہ پیاس سے مر جاتا ہے اور یہ امراض متحدہ میں سے ہے تو علیٰ حد ابدعت بھی متحدی مرض ہے اور بدعتی آدمی آب حیات یعنی سنت سے بھاگتا ہے حتیٰ کہ بدعت کی موت مر جاتا ہے۔

وعن ابن عمر..... قولہ، 'ان اللہ لا یجمع امتی علی ضلالۃ'..... اس حدیث سے اجماع کی حقانیت اور حجیت ثابت ہوئی جو امت محمدیہ کا خاصہ ہے لیکن اجماع علماء کا مراد ہے نہ کہ عوام اور جہال کا۔

قولہ، 'وید اللہ علی الجماعۃ..... یہ کنایہ ہے غلبہ حفاظت نصرت اور رحمت الہیہ سے۔  
وعنه..... قولہ اتبعوا السواد الاعظم... سواد کے اسلی معنی سیاحی کے آتے ہیں اور یہ لفظ جماعت پر بھی بولا جاتا ہے اور یہاں اس سے مراد جمہور علماء سنت ہیں جو اہل حق ہوں اگرچہ عدد و کم ہوں اسی لئے حدیث میں اعظم فرمایا اکثر نہیں فرمایا لیکن یہ حکم اصول عقائد کا ہے باقی فروری مسائل میں ہر مجتہد کی تقلید شخص درست ہے۔

وعن جابر..... قولہ، 'امتھو کون انتم الخ (صفحہ ۳۰)..... یعنی جس طرح یہود و نصاریٰ اپنی کتاب چھوڑ کر بارہور بہان کے پیچھے لگ گئے تو کیا اسی طرح تم بھی دین اسلام کے بارے میں حیران ہو کہ اس کو ناقص سمجھتے ہوئے یہود کے پیچھے لگتے ہو۔ قولہ، 'بیضاء نقیۃ..... یعنی میری شریعت واضح روشن اور تعریف و ثناء سے محفوظ خالص ہے تو کیا تم افضل کو چھوڑ کر مفضول کو اختیار کرنا چاہتے ہو؟

وعن ابی سعید الخدری..... قولہ، 'بوانقہ'..... اسی شروع۔  
قولہ، 'وسیکون فی قرون بعدی... یعنی ان صفات سے موصوف لوگ میرے زمانے کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مستقبل میں بھی ہوں گے اگرچہ قلت و کثرت کا فرق ہوگا کہ بعد والے بہت پہلوں کے

کم ہوں گے لیکن فی ذاتہ بہت ہوں گے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله 'من عمل منهم بعشر ما امر به نجا..... اس سے مراد یہ نہیں کہ نماز جیسے فرائض کا دسواں حصہ بھی نجات کے لئے کافی ہوگا بلکہ اس سے مراد تبلیغ ہے کہ میرے اس زمانے میں تبلیغ کا ترک عذر کی وجہ سے نہیں بلکہ کوتاہی کی وجہ سے ہوگا لہذا اس وقت دسویں حصے کا ترک بھی موجب ہلاکت ہے۔ لیکن میرے بعد کے زمانے میں ضعف اسلام اور غلبہ ظلم و فسق کے عذر کی بناء پر ترک تبلیغ ہوگا نہ کہ کوتاہی کی بناء پر لہذا اس وقت دسویں حصے کا ارتکاب بھی نجات کے لئے کافی ہوگا۔

وعن ابی امامۃؓ ..... قوله 'الا وتوا الجدل ..... جدل سے مراد یہ ہے کہ احقاق حق کی نیت کے بغیر محض ضد و عناد و خصومت اور اپنی غلط آراء کی ترویج و تائید کی غرض سے مناظرے۔۔۔ اور مجادلے کا بازار گرم کریں گے اور قرآن کو تختہ مشق بنائیں گے البتہ صحیح غرض کے لئے مناظرہ کرنا فرض کفایہ ہے۔

وعن انسؓ ..... قوله 'لا تشددوا علی انفسکم ..... یعنی عذراور پھین کی وجہ سے اعمال شاق اپنے اوپر لازم مت کرو مثلاً دائمی روزہ رکھنا اور نہ پھر سستی کی وجہ سے تمہیں اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے۔

قوله 'ان قوماً شددوا الخ ..... مثلاً نصاریٰ نے رہبانیت کو ایجاد کیا اور پھر پورا نہیں کیا۔

قوله 'الصوامع ..... یہ صومعہ کی جمع ہے یعنی نصاریٰ کا اگر جاگم۔ قوله 'والديار ..... یدر کی جمع ہے یعنی یہود کا عبادت خانہ اور خانقاہ

وعن ابی ہریرۃؓ، قوله ..... هذا لفظ المصابيح وروى البيهقي ..... یہ صاحب مصابح پر ایک قسم کا اعتراض ہے کہ مجھے ان کے الفاظ نہیں مل سکے۔

وعن ابن عباسؓ ..... قوله 'وامرٌ اختلف فيه..... اس سے مراد تشابہات ہیں جن کی

مراد مشتبہ اور معنی تخی ہیں۔ یا اس سے وہ امور و فقہی مسائل اجتہاد یہ مراد ہیں جن کے بارے میں دلائل کا اختلاف

ہے مثلاً مسائل اجتہاد یا اطفال مشرکین کا مسئلہ آنحضرت ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ، تعیین وقت قیامت

تعیین شب قدر وغیرہ؛ لک تو ایسے معاملات و مسائل کی قطعیت اور واقعی تقانیت کے بارے میں توقف ہی بہتر

ہے یا اس سے مراد "اور مسکو نہ ہیں جن کے متعلق حلت و حرمت کی صراحت نہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو اور

اصل کے اعتبار سے ان کی اباحت الہیہ کا اعتقاد رکھو مثلاً کھانے پینے میں وسعت گئی اور خیر کی حلت۔

الفصل الثالث ..... عن معاذ بن جبلؓ ..... قوله 'الشاذة ..... وہ اکیلی بکری جو

وحشت و نفرت کی وجہ سے ریوڑ سے بھاگ جائے۔

قولہ، والقاصیة وہ بکری جو وحشت کی وجہ سے نہیں بلکہ گھاس کی وجہ سے دور چلی جائے۔

قولہ، والناحیة..... وہ بکری جو بوجہ غفلت کے ایک کنارے پر ہو جائے۔

قولہ، والشعاب... شعاب جمع ہے شغب کی بمعنی وادی، گھائی، پہاڑی راستہ مطلب یہ ہے کہ

جماعت اور اجماع کی شاہراہ سے انفرادی گھائی میں مفرد نہ ہوتا۔

وعن ابی ذر، قولہ، شبراً بمعنی بانٹ یہ کنایہ ہے قلت سے یعنی تھوڑے وقت میں اور

تھوڑے احکام میں بھی اجماع اور جمہور کی خلاف ورزی کرنا قابل وعید ہے۔ قولہ، ربقۃ الاسلام

ری کے پٹے اور حلقے کو ربقہ کہتے ہیں جو بکری وغیرہ کی گردن میں ڈالا جاتا ہے یہاں اس سے مراد بندش

اسلام ہے پھر حلقہ اسلام کے گردن سے نکال دینے کا یہ حکم بطور تغلیظ و تشدید کے ہے کہ یہ رو دیا آہستہ آہستہ

اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر دے گا۔

وعن ابن مسعود (صفحہ ۳۲)۔۔ اس حدیث کی تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ اسلام بمنزلہ راستے کے

ہے اور محرّمات الہیہ بمنزلہ ابواب مفتوحہ کے ہیں اور احکام و حدود جو بندوں کو ان محرّمات سے روکنے والی ہیں وہ

بمنزلہ پردوں کے ہیں اور قرآن بمنزلہ اس دائی کے ہے جو راستے کے سرے پر بیٹھا ہے اور یوں کہتا ہے

استقیموا علی الصراط ولا تعوجوا اور القائے مکی جو دل میں اچھا خیال آتا ہے وہ بمنزلہ اس دائی کے

ہے جو راستے کے اوپر بیٹھا ہے یوں کہتا ہے ریحک لا تفتحہ۔

وعن ابن مسعود..... قولہ، کانوا افضل هذه الامۃ۔ امت سے مراد امت

اجابت ہے جو تمام امتوں سے افضل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (پارہ ۱۲)

پھر اس امت میں سب سے افضل صحابہ کرام ہیں تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بجز انبیاء علیہم السلام کے تمام

انسانوں سے افضل ہیں۔ قولہ، ابرہا قلوبا..... یعنی صحابہ کرام کے دل سب سے زیادہ قلمس پاک

صاف اور نیک تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ (پارہ ۱۶)

قولہ، واعمقها علماً۔ یعنی وہ عمیق علم اور گہری فہم کے مالک تھے تمام ضروری علوم کے جامع تھے

مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، قرأت، فرائض، تصوف وغیر ذلک اور بعد والوں میں کوئی صرف مفسر بنا اور کوئی صرف

محدث وغیرہ ہوا۔ قولہ، واقلہا تکلفاً یعنی صحابہ کرام کے تمام حالات مثلاً کھانے پینے، لباس

تلاوت قرآن، مکان وغیرہ میں غایت درجے کی سادگی اور بے تکلفی تھی۔

قوله، اختارهم الله لصحبة نبيه یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو امام الانبیاء کی صحبت و رفاقت کے لئے پسند کیا کیوں کہ وہ اس کے اہل تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے والزمهم كلمة التقوى و كانوا احق بها راهلها (پارہ ۲۶) قوله، ولا قامه دينه یعنی صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے پورا دین حاصل کیا اور پھر اس کی حفاظت اور اشاعت کے لئے بے انتہا قربانیاں دیں اور جہاد کے ذریعہ بڑے بڑے ممالک فتح کر کے ان میں حکومت الہیہ اور عدل و مساوات کا بے نظیر نظام قائم کیا۔

وعنه ای عن جابرؓ ..... قوله، کلامی لا ینسخ کلام اللہ .. یہاں پانچ مباحث ہیں (۱)..... تعریف نسخ مع بیان تمثیل (۲)..... اقسام نسخ (۳)..... احکام و مذاہب نسخ مع بیان امثلہ (۴)..... دلائل احناف (۵)..... دلیل شوافع مع جوابات احناف۔

## البحث الاول..... تعریف نسخ

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنے اور مٹانے کے ہیں۔ اور اصطلاحی معنی یہ ہیں ہو بیان لانتہاء مدة الحکم الشرعی المطلق عندنا یعنی ہمارے لحاظ سے بظاہر جو حکم شرعی مطلق اور دائمی تھا اس کی مدت اختتام بننا دینا۔ فسخ گویا ہٹالنا۔ ... مریض کے لئے تبدیلی نسخ کی طرح ہے یعنی جس طرح ماہر ڈاکٹر مرض کی تبدیلی سے نسخہ تبدیل کر دیتا ہے اسی طرح طبیب روحانی قوموں کے حالات کے مطابق نسخے اور احکام تبدیل کرتے رہتے ہیں۔

## البحث الثاني..... اقسام نسخ

نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ نمبر (۱) نسخ قرآن بالقرآن جیسا کہ حدیث جابر میں ہے و کلام اللہ ینسخ بعضہ بعضا اور حدیث ابن عمر میں ہے کنسخ القرآن (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۲) نمبر (۲) نسخ حدیث بالحدیث۔ جیسا کہ حدیث ابن عمر میں ہے ان احادیثا ینسخ بعضہا بعضاً۔ نمبر (۳) نسخ حدیث بالقرآن جیسا کہ حدیث جابر میں ہے و کلام اللہ ینسخ کلامی۔ نمبر (۴) اس کے برعکس نسخ قرآن بالحدیث۔ جیسا کہ جابر ہی کی حدیث میں ہے کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔

## البحث الثالث..... احکام و مذاہب نسخ مع بیان امثلہ

نسخ کی چار صورتیں ہیں سے پہلی دو صورتیں باتفاق ائمہ اربعہ جائز و واقع ہیں۔

پہلی صورت کی مثال... قولہ 'تعالیٰ الشن خفف اللہ عنکم و عام ان فیکم ضعفاً (پارہ ۱۰) اس سے پہلی آیت اس آیت سے منسوخ ہے چنانچہ پہلی آیت کا حاصل یہ ہے: کہ ایک مسلمان کے لئے دس کفار کا مقابلہ ضروری ہے اور بھاگنا جائز نہیں اور اس دوسری آیت کا حاصل یہ ہے کہ اب اس حکم میں تخفیف کر دی گئی ہے لہذا اب ایک مسلمان کے لئے صرف دو کافروں کا مقابلہ ضروری ہے زائد کا نہیں۔

دوسری صورت کی مثال... حدیث کنت نہیتکم عن زیارة القبور فزورھا (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۳) رواہ مسلم۔ اس حدیث میں منسوخ اور ناخ رونوں کا ذکر ہے اور نسخ کی باقی دو صورتیں یعنی نمبر (۳) اور نمبر (۴) احناف اور مالکیہ کے نزدیک جائز اور واقع ہیں لیکن شوافع حنابلہ اور جمہور علماء کے نزدیک درست نہیں۔ تیسری صورت کی مثال... آیت تحویل قبلہ ہے۔ چوتھی صورت کی مثال... حدیث لا وصیة لوارث ہے جو کہ آیت وصیت کے لئے ناخ ہے۔

## البحث الرابع..... دلائل احناف

نسخ حدیث بالقرآن کے دلائل..... دلیل نمبر (۱)..... ہجرت کے بعد بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم وحی خفی اور حدیث سے ثابت تھا پھر قول وجہک شطر المسجد الحرام (پارہ ۲) کو الی آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ دلیل نمبر (۲)..... حدیث جاہل میں ہے و کلام اللہ ینسخ کلامہ (رواہ الدارقطنی مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۲)

نسخ القرآن بالحدیث کے دلائل... دلیل نمبر (۱)..... حدیث لا وصیة لوارث، آیت وصیت کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت (پارہ ۲) منسوخ ہے۔

شبهہ آیت وصیت آیت میراث سے منسوخ ہے نہ کہ حدیث لا وصیة لوارث سے۔ جواب آیت میراث سے میت کے ورثاء کے صرف حقوق و حصص متعین ہو رہے ہیں وصیت باطل نہیں ہو رہی لہذا وصیت کا نسخ حدیث لا وصیة لوارث سے ہی ہوا ہے۔

دلیل نمبر (۲)..... حدیث میں ہے انما معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقة رواہ النسائی۔ یہ حدیث انبیاء علیہم السلام کے بارے میں آیت میراث کو منسوخ کر رہی ہے۔

دلیل نمبر (۳)..... ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ تجیہ کیا اور یوسف علیہ السلام کو بھی سجدہ تجیہ کیا گیا اس کا



ذکر قرآن میں موجود ہے لیکن شریعت محمدیہ میں یہ حکم حدیث سے منسوخ ہے اور الفاظ حدیث یہ ہیں لو كنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرءة ان تسجد لزوجها (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۳، رواہ احمد)

## البحث الخامس

دلیل شواہع . اختلافی صورت نمبر (۳) میں ان کی کوئی دلیل نہیں البتہ اختلافی صورت نمبر (۴)

میں ان کی دلیل حدیث باب ہے یعنی کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔

جواب نمبر (۱)۔ کلامی سے مراد کلام اجتہادی ہے کلام وحی مراد نہیں اور کلام اجتہادی سے عدم نسخ قرآن کے ہم بھی قائل ہیں اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

جواب نمبر (۲)۔۔۔۔۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلام نبوی کلام الہی کے الفاظ کی تلاوت کو منسوخ نہیں کر سکتی اور اسکے ہم بھی قائل ہیں چنانچہ آیت وصیت اور آیات سجدہ تہیہ کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہے

جواب نمبر (۳)۔۔۔۔۔ یہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں جبرون بن داقد فریقی راوی ضعیف ہیں اس پر وضع حدیث کا الزام ہے چنانچہ علامہ ذہبی کہتے ہیں معہم۔

جواب نمبر (۴) خود یہ حدیث منسوخ ہے اور نسخ وہ دلائل ہیں جو پہلے گذر چکے ہیں۔

## کتاب العلم (صفحہ ۳۲)

ای ہذا کتاب العلم، اس کتاب میں علم اور تعلیم و تعلم کی فضیلت اور علم شرعی کی حقیقت کا بیان ہے ما قبل سے ربط یہ ہے کہ علم عام اور کتاب و سنت خاص ہے تو باب الاعتصام کے بعد کتاب العلم کا لانا تعلیم بعد انحصار ہے یہاں چار مباحث ہیں۔ (۱) حقیقت علم (۲) اقسام علم (۳) حکم تحصیل علم (۴) طریقہ حصول علم

## البحث الاول..... حقیقت علم

علم کے لغوی معنی ہیں دانستن اور حکماء کی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں حصول صورة الشیء فی العقل اور جمہور فلاسفہ کے نزدیک اس کے اصطلاحی معنی ہیں الصورة الحاصلة من الشیء عند العہل اور علم کے شرعی معنی یہ ہیں ہو نور فی قلب المؤمن یوخذ من الکتب و السنة و یہتدی بہ الی اللہ و صفاتہ و احکامہ۔

## البحث الثانی..... اقسام علم

اولا علم کی دو قسمیں (۱) دینی جو کتاب و سنت سے نسلز ہو۔ (۲) دنیوی جو دنیا سے متعلق ہو مثلاً

ڈالنے کی سائنس جغرافیہ وکالت وغیر ذلک یہاں علم دینی مراد ہے پھر دینی علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تشریحی جو قرب الہی اور اصلاح ظاہر و باطن کا ذریعہ بنے یعنی علم شرعی ظاہری جس کو علم معاملہ بھی کہتے ہیں اور علم تصوف باطنی جس کو علم طریقت بھی کہتے ہیں۔ (۲)۔ تکنیکی جو ذریعہ قرب بننے کے لئے ہے مثلاً چند واقعات و حالات کوئیہ کا انکشاف ہو جائے جیسا کہ حضرت علیہ السلام کو بادشاہ کے ظلم، بچے کے کفر اور نریمان کے ذبح کا علم ہو گیا تھا یہاں علم تشریحی مراد ہے پھر علم تشریحی چار قسم پر ہے۔ (۱)۔ علوم عالیہ مقصودہ عقلیہ یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، قرأت۔ (۲)۔ علوم عالیہ مقصودہ عقلیہ مثلاً فلسفہ۔ (۳)۔ علوم آلیہ غیر مقصودہ عقلیہ مثلاً صرف، نحو، لغت، ادب، معانی، بیان وغیر ذلک (۴)۔ علوم آلیہ غیر مقصودہ عقلیہ مثلاً منطق

### البحث الثالث ..... حکم تحصیل علم

بلوغ کے بعد جن امور کا انسان مکلف ہے ان کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے تھلید سے ہو یا دلیل سے ہو مثلاً توحید، رسالت، نماز اور صاحب نصاب ہو تو زکوٰۃ اور رمضان میں روزہ اور کاروباری تو ہو تجارت اور بیع و شراء کے احکام و مسائل اور شادی کرے تو حیض و نفاس اور طلاق و نکاح کے مسائل علیٰ خدا محاسبی کا علم تاکہ ان سے اجتناب کرے۔ یکے یہ سب چیزیں فرض عین ہیں اور اس مقدار سے زائد تجر علمی حاصل کرنا محض فرض کفایہ ہے۔

### البحث الرابع ..... طریقہ حصول علم

تحصیل علم کے دو طریقے ہیں۔ اول کسی جو بواسطہ بشر کوشش و محنت سے حاصل کرے۔

دوم وہی ..... اس کی تین صورتیں ہیں (۱) بذریعہ وحی یہ تو قطعی ہے۔ (۲) بذریعہ الہام (۳) فراست و بصیرت یہ دونوں نشی ہیں اور علم وہی کولدتہی بھی کہتے ہیں جیسا کہ حضرت علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وعلماہ من لنا علما (پارہ ۱۵) اور اس کو علم مکاشفہ علم حقیقت علم وراثت علم باطن بھی کہتے ہیں اور یہ علم ظاہری پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من عمل بما علم ورثه الله علم ما لا یعلم

الفصل الاول ..... عن عبد الله بن عمرو ..... وقوله بلغوا عن

ولو آية (صفحہ ۳۲) شبہہ اس حدیث میں تبلیغ حدیث کا ذکر نہیں۔ جواب نمبر ۱۱۱۔ آیت سے

لغوی معنی علامت کے مراد ہیں جو قرآنی آیت، حدیث نبوی مسئلہ فقہیہ سب کو شامل ہے۔ جواب نمبر ۲

جب آیت کی تبلیغ باوجود مخلوطیت قرآن کے ضروری ہے تو حدیث کی تبلیغ بطریق ادنیٰ ضروری ہوگی۔ قولہ

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج.....شبهہ.....: اس سے پہلے حضرت عمرؓ کی روایت میں آپ نے نسخہ تورات کے پڑھنے پر انکار فرمایا اور یہاں اسرائیلیات کے نقل کرنے کا آپ خود امر فرما رہے ہیں تو یہ تعارض ہوا۔ جواب: ... حکایات قصص نصاریٰ کا بطور عبرت کے نقل کرنا جائز ہے لیکن احکام کا بطور عمل کے نقل کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ احکام منسوخ ہیں فلا تعارض۔

وعن ابی ہریرۃؓ..... قوله الناس معادن..... تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح کانوں کی مختلف نوعیں ہوتی ہیں مثلاً سونا، چاندی، پتیل، لوہا وغیرہ اسی طرح انسان بھی اخلاق و اعمال اور خصال و علوم میں مختلف استعدادیں اور صلاحیتیں رکھتے ہیں۔

قوله: خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا... فقہ باب سبع سے بمعنی عالم ہونا اور فقہ باب کرم سے بمعنی فقیہ ہونا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں اچھی خصلتیں اور اچھے اخلاق و کمالات رکھتے تھے مثلاً شجاعت، سخاوت، ذہانت، سیادت وغیر ذلک جب وہ لوگ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے علم حاصل کر کے عمل کیا تو وہ حالت اسلام میں بھی سردار اور افضل بن گئے۔

وعن ابن مسعودؓ..... قوله: لا حسد الا فی اثنتین..... شبهہ..... اس حدیث سے حسد کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۱:۔ یہ بطور فرض کے ہے یعنی اگر بالفرض حسد جائز ہوتا تو ان دو اشخاص میں ہوتا کذا قال ملا علی القاری۔ جواب نمبر ۲:۔ یہاں حسد مجاز غبطہ کے معنی میں ہے یعنی دوسرے آدمی جیسی نعمت اپنے لئے چاہنا اور اس سے زوال کی تمنانہ کرنا پھر غبطہ اگرچہ تمام اچھی صفات میں جائز ہے مگر ان دو کی تخصیص مزید اہتمام و مبالغہ کے لئے ہے کہ یہ دو صفات و نعم غبطہ کے لئے زیادہ لائق ہیں۔

وعن ابی ہریرۃؓ..... قوله: الا من ثلثہ (صفحہ ۳۲)۔ شبهہ..... ایک حدیث میں ہے کہ مرابط یعنی سرحدی محافظ کے عمل کا ثواب بھی اس کی وفات کے بعد جاری رہتا ہے (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۳۲) تو حدیث باب کا حصر درست نہیں۔ جواب:۔ مرابط کا عمل مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ بھی صدقہ جاریہ میں داخل ہے۔

وعنه..... قوله: ومن بطا بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ... یعنی جس کا عمل بد اسکو درجہ سعادت سے مؤخر کر دے نسب عالی اس کو مقدم نہیں کر سکتا کیونکہ سعادت اور قرب الہی عمل صالح سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (پارہ ۲۶) اس لئے بعض علمائے سلف بلند نسب نہیں رکھتے تھے بلکہ آزاد کردہ غلام تھے لیکن عمل صالح نے ان کو بلند مقام عطا کیا اور اس

کے برعکس بعض ارباب نسب فق اور جہالت کی وجہ سے نسیا منسیا ہو گئے۔

وعن شقیق ..... قوله 'اتخولکم' . . . تخول کے معنی ہیں نگرانی کرنا، خبر داری رکھنا، اچھے

طریقے سے رعایت اور لحاظ کرنا۔ قوله 'السامة' بمعنی رنجیدگی، آکٹا ہٹ، بدولی، تنگ دلی۔

وعن ابی مسعود الانصاری ..... قوله 'ابدع بسی' . . . یعنی میرے ساتھ میری

سواری عاجز کر دی گئی ہے اور تھکاوٹ کے سبب چلنے سے روک دی گئی ہے تو گویا سواری کا دائمی عادت کے خلاف

چلنے سے رک جانا ایک قسم کا ابداع اور ایجاد ہے اسی طرح بدعتی بھی سنیوں کے ساتھ چلنے سے رک جاتا ہے۔

وعن جریر ..... قوله 'عراة' : یعنی ان کا اکثر بدن برہنہ تھا۔ قوله 'مجتابی

بمعنی پینے والے پینے والے۔ قوله 'النمار' . . . یہ نمرۃ کی جمع ہے یعنی وہ ادنیٰ دھاری دار کبیل جس

میں سفید و سیاہ دھاریاں ہوں۔

قوله 'او العباء' . . . بمعنی چونکہ اور یہاں لفظ اوشک راوی کے لئے یہ تنویر کے لئے ہے۔

قوله 'تصدق' . . . یہ ماضی کا مینغہ ہے اور خبر بمعنی انشاء ہے ہی لیتصدق۔ قوله 'بصرة' . . . بمعنی

تھیلی۔ قوله 'کومین' (صفحہ ۳۳) . . . کوئم بمعنی ڈیر۔ قوله 'مذہبہ' . . . بمعنی سونے کا پانی پھیرا

ہوا یعنی سنہرا۔

الفصل الثانی ..... عن کثیر بن قیس ..... قوله 'لحلیث بلغنی الخ' (صفحہ ۳۳)

... یا تو پہلے اجمالی طور پر وہ حدیث سنی ہوگی اب بالتفصیل سننا چاہتے ہوں گے اور یا پہلے بالواسطہ حدیث سنی

تھی اب بلا واسطہ سننا چاہتے تھے پھر احتمال ہے کہ حدیث باب ہی ان کی مطلوب حدیث تھی یا اور کوئی حدیث

مطلوب تھی اور احتمال ثانی اقرب ہے تو اس صورت میں حضرت ابوالدرداء نے یہ حدیث جو صلہ افزائی کے لئے

بیان فرمائی کہ تمہارا آنا بڑا اچھا اور بڑا مبارک عمل ہے۔ قوله 'وان الملائکة لتضع

اجنحتھا' . . . اس کی تفسیر میں چار اقوال ہیں

قول اول حقیقی معنی مراد ہیں کہ واقعی فرشتے طالب کے اعزاز کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں۔

قول ثانی وضع جناح کنایہ ہے اس بات سے کہ فرشتے اڑنے سے رک جاتے ہیں اور زمین پر اتر کر

جلس علم میں شریک ہو جاتے ہیں۔

قول ثالث تو وضع کے معنی مراد ہیں جیسا کہ قوله 'تعالیٰ واخفض لهما جناح الذل' (پارا

۱۵) میں تو وضع کے معنی مراد ہیں۔

قول رابع .. وضع جناح فرشتوں کی سلائی ہے یعنی جس طرح فوج شاہی مہمان کو سلائی دیتی ہے اسی طرح فرشتے بھی مہمان رسول ﷺ کے لئے اپنے پر جھکا کر سلائی دیتے ہیں۔

قوله 'وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما' .. مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے اموال ان کی وفات کے بعد رشتے داروں کو میراث میں نہیں ملتے بلکہ پوری امت کے لئے وقف ہوتے ہیں تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ انبیاء نے کنبہ پروری کے لئے مال جمع کیا تھا۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله 'الكلمة الحكمة ضالة الحكيم' .. اس کے دو مطلب ہیں۔ اول ... یہ کہ دانائی کی بات دانا کو کسی ادنیٰ آدمی سے بھی معلوم ہو تو وہ اس کے لینے میں عار نہ کرے کیونکہ وہ تو اس کا گمشدہ سامان ہے۔ دوم ... یہ کہ دینی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ اس کو دانا کے سپرد کر دے اور ضائع نہ کرے جیسا کہ گمشدہ چیز اس کے مالک کے سپرد کی جاتی ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله 'لم يجد عرف الجنة يوم القيمة' (صفحہ ۳۵) ... شبہ ... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب دنیا عالم جنت میں داخل نہیں ہوگا اور یہ معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ دائمی جہنمی ہے۔

جواب نمبر ۱.....: یہ مستحل پر محمول ہے جو دنیا کے لئے طلب علم کو حلال سمجھے۔

جواب نمبر ۲.....: یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳.....: عدم وجدان ریح مقید ہے یوم القيامة کے ساتھ جو نام ہے حشر سے لیکر جنت و نار میں دخول تک کا تو مطلب یہ ہوا کہ کامل ایمان و عمل صالح والے علماء تو ابتداء ہی سے جنت کی خوشبو سے حصہ پائیں گے۔ لیکن یہ ریاکار طالب دنیا عالم، فاسد مزاج مریض کی طرح ابتداء جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا اور اس کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

وعن ابن مسعودؓ ..... قوله 'فوب حامل فقه' .. فقہ سے علم حدیث و علم دین مراد ہے مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کو الفاظ حدیث یاد ہوتے ہیں لیکن ان مطلب معلوم نہیں ہوتا اور وہ شخص کو حدیث پہنچاتا ہے جو اس کے معنی معلوم کر لیتا ہے اور کبھی راوی حدیث عالم ہوتا ہے مگر اس کا شاگرد استاذ سے فہم معانی میں فائق ہو جاتا ہے اور وہ اس حدیث سے زیادہ مسائل کا استنباط کر لیتا ہے۔

قوله 'لا يغفل' بفتح ايماء و كسر الغين بمعنى كينه والا هو نادر بضم الياء و كسر الغين بمعنى خيانت کرنا مطلب یہ ہے کہ جس مومن کا دل ان صفات ثلاثہ پر قائم ہو ان کی برکت سے وہ کینہ اور خیانت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ اس جملے کا مآئل سے ربط یہ ہے کہ پہلے تبلیغ حدیث کی ترغیب دی اور پھر اس جملے سے اس کی تائید فرما

دی کہ تبلیغ حدیث باب اخلاص عمل اور باب نصیحت مسلمان اور باب الحقوق الواجبة لجسمنا المسلمین میں سے ہے۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ پہلے تبلیغ حدیث کی ترغیب دی اور پھر ایک جامع حدیث ارشاد فرمادی۔ قولہ 'ولزوم جماعتهم' (صفحہ ۳۵) یعنی عقائد، اعمال صالحہ، جماعت، جمعہ، عیدین وغیرہا میں جماعت مسلمان کے ساتھ رہنا چاہئے کیوں کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور ان کو محیط ہوتی ہے اور شیطان وغیرہ کی گمراہی سے ان کی حفاظت کرتی ہے لہذا جو جماعت مسلمان سے علیحدہ ہو وہ ان کی دعا کی برکت سے محروم ہوا۔

وعنه '..... قوله' من قال فی القرآن ہرأیہ تفسیر بالرائے وہ ہے جس کی بنیاد حدیث نبوی اور صحابہ و تابعین کے افعال و اقوال اور ائمہ مفسرین کی نقل پر نہ ہو اور نہ ہی وہ قواعد عربیہ مشہورہ کے .. اور نہ ہی سیاق و سباق کے موافق ہو یہ حرام ہے مثلاً وورث سلیمان داؤد (پارہ ۱۹) کے یہ معنی کہ اس سے حضرت علیؑ کی علمی وراثت مراد ہے یا جنبہ سے راز کا انشاء اور غسل سے عہد و پیمان کی تجدید مراد ہے اور اسی قسم کے دوسرے خرافات۔

وعن جنذب..... قوله' فاصاب فقد اخطأ..... یعنی اگرچہ وہ واقعہ میں اتفاقاً حق اور درستی کو پہنچ گیا لیکن اس کے باوجود خطا کار کا حکم رکھتا ہے کیونکہ اس کا طریق کار شرع کے خلاف ہے نیز اس کی آزادی آئندہ کے لئے خطا کا احتمال رکھتی ہے اس لئے باوجود مصیب ہونے کے شرعاً وہ خطا کار ہے اور مجتہد اس کے برعکس ہے کہ وہ باوجود خطا واقعی کے شرعاً مستحق ثواب ہے کیوں کہ اس کا طریق کار شرع کے موافق ہے۔

وعن ابی ہریرۃ..... قوله' المرء فی القرآن کفر وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ الخ قوله' یتدارءون فی القرآن، قوله' ضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض (صفحہ ۳۵)۔۔۔ ان تین جملوں کے مطلب میں دو اقوال ہیں۔

قول اول : علامہ قاضی بیضاوی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تکذیب کے ارادے سے بعض آیات کو بعض آیات سے ٹکرایا جائے اور تعارض و تناقص ثابت کیا جائے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جن آیات میں بظاہر تناقص معلوم ہو ان میں تطبیق دینے کی کوشش کرے چنانچہ ابن عباسؓ سے بظاہر متعارض آیات کے متعلق پوچھا گیا تو آپؓ نے تطبیق دی مثلاً قیامت میں مشرکین کا اپنا حال چھپانا کما قال اللہ تعالیٰ واللہ ربنا ما کنا مشرکین (پارہ ۷) اور ان کا اپنے حال کو ظاہر کرنا کما قال تعالیٰ ولا یکتُمون اللہ حدیثاً (پارہ ۷)

۵) تو ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ کتمان زبان سے ہوگا اور اظہار دوسرے اعضاء سے ہوگا۔ فلا تعارض۔  
 قول ثانی ... حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے مذہب کی تائید  
 میں ایک آیت پیش کرے اور دوسرا شخص اس کے خلاف دوسری آیت پیش کرے اور پہلی آیت کی تکذیب و  
 تردید کرے تطبیق اور اظہار حق مقصود نہ ہو بلکہ محض اپنے مسلک کی تائید مقصود ہو یہ طریقہ موجب ہلاکت اور  
 باطل و غلط ہے۔

وعن ابن مسعودؓ ... قوله انزل القرآن على سبعة احرف ..... یہاں دو مباحث ہیں  
 (۱) ... تشریح سبعمہ احرف (۲) حکمت سبعمہ احرف

**البحث الاول** ..... تشریح سبعمہ احرف ..... سبعمہ احرف کے شرح میں علامہ جلال  
 الدین سیوطیؒ نے تفسیر اتقان جلد ۱ صفحہ ۴۵ میں چالیس اقوال اور علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی میں سات  
 اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔

قول اول ... یہ حدیث مشکل ہے اس کی مراد واضح نہیں کیونکہ حرف کے معنی کئی آتے ہیں۔

قول ثانی ..... معانی سبعمہ مراد ہیں۔ عقائد، احکام، اخلاق، قصص، وعید، وعو، امثال۔

قول ثالث ..... معانی سبعمہ یہ ہیں امر، نہی، حلال، حرام، حکم، تشابہ، امثال۔

قول چہارم ..... اقامت سبعمہ مراد ہیں یعنی قرآن کا قانون پوری دنیا کے لئے عام ہے۔

**قول پنجم** ..... سبعمہ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد ہیں۔ علامہ تورپشٹی فرماتے ہیں  
 کہ حرف کے لغوی معنی طرف کے ہیں اور یہاں اس سے لغت عرب کے اطراف یعنی مختلف لغات مراد  
 ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ لغت قریش، لغت حدیل، لغت ثقیف، لغت ہوازن، لغت طے، لغت تمیم، لغت یمن اور  
 یہی راجح قول ہے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں وعلیہ ائمة اللغویین و صححہ البیہقی وابن  
 عطیہ بمجہی التصریح بہ عن ابن عباس (مرقات جلد ۱، صفحہ ۲۹۵)

**البحث الثانی** ..... حکمت سبعمہ احرف ... سہولت و آسانی ہے کیونکہ دراصل  
 قرآن مجید لغت قریش میں نازل ہوا جو فصیح اللغات ہے پھر چونکہ قرآن کے اولین مخاطب عرب تھے اور ان  
 کے مختلف قبیلے اور مختلف لغات والہ تھے اور ایک قبیلے کے لئے دوسرے قبیلے کی لغت پڑھنا نہایت مشکل تھا  
 اس لئے آنحضرت ﷺ نے سہولت کی دعا فرمائی تو سہولت کے لئے ہر قبیلے کو اپنی لغت میں تلاوت کی اجازت  
 مل گئی یہ سلسلہ عثمان غنیؓ کے دور خلافت تک جاری رہا آپؐ کی خلافت میں اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہو چکا

تھا اور کثرت سے بھی لوگ مسلمان ہو گئے تھے تو پھر دور دراز کے علاقوں میں اختلاف لغات کی بنا پر جھگڑے ہونے لگے اس لئے حضرت عثمان غنیؓ نے پچاس ہزار صحابہ کرامؓ کے اجماع سے قرآن کی حفاظت کے لئے اس عارضی اجازت کو ختم کر دیا اور محض لغت قریش کے موافق چند نسخے لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں بھیج دیئے اور باقی لغات میں سے غیر فصیح لغات کو ختم کر دیا جو قریش کے نزدیک معتبر نہ تھے مثلاً لغت حذیل میں حتی کی بجائے عثی اور لغت اسد میں علامت مضارع کا کسرہ وغیرہ ذلک اس وقت کی تمام مروجہ قرآنی لغت قریش میں اور دیگر قبائل کے لغات فصیحہ غیر منسوخہ کے اندر ہیں۔

قوله ' لكل آية منها ظهر و بطن '... اس جملے کے تین مطلب ہیں۔

نمبر ۱...: ظہر لفظ کا او بطن معنی کا نام ہے۔ نمبر ۲...: ظہر سے معانی تفسیر یہ او بطن سے مسائل مستنبطہ مراد ہیں۔ نمبر ۳...: ابن النقیب کے نزدیک ظہر سے ظاہری معانی واحکام او بطن سے باطنی اسرار و قائل مراد ہیں یہی قول سب سے راجح ہے۔ قوله ' و لكل حد مطلع '... حد سے مراد ظہر و بطن کی حد و انتہاء ہے مطلع سے مراد ذریعہ اطلاع ہے مطلب یہ ہے کہ ہر آیت کے ظاہری و باطنی معنی اور اس کی حد معلوم کرنے کے لئے ایک ذریعہ و آلہ موجود ہے چنانچہ ظاہری معنی کا ذریعہ اطلاع علم عربیت اور علم نحو اور ادب وغیرہ ہے اور باطنی معنی کا ذریعہ اطلاع ریاضت و تزکیہ نفس ہے۔

و عن عبد الله بن عمر و ..... قوله ' العلم (صفحہ ۳۵) ..... الف لام عہد خارجی کا ہے مراد وہ علم ہے جو علوم دینیہ میں اصل ہے۔ قوله ' او سنة قائمة '... مراد وہ حدیث ہے جو غیر منسوخ ہو اور صحیح و محفوظ سند سے ثابت ہو۔ قوله ' او فريضة عادلة '... مراد وہ حکم شرعی ہے جو کتاب و سنت سے مستنبط ہو یہ وجوب عمل میں کتاب و سنت کے برابر ہے اس سے قیاس شرعی کی طرف اشارہ ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے مسائل اجماعیہ مراد ہیں بہر حال اس حدیث میں اولہ اربعہ کی طرف اشارہ ہے۔

و عن معاويةؓ ..... قوله ' عن الاغلو طات : اغلو طاس مسئلے کو کہتے ہیں جس سے کسی کو دھوکا اور مغالطہ میں ڈالا جائے یعنی پیچیدہ مسئلہ اور چیستان یہ ابتداء جزم ہے کیوں کہ اس میں دوسرے کو ایذا دینا، شرمسار کرنا، اپنا علم و فضل ظاہر کرنا یہ خرابیاں ہیں البتہ جو اباجائز ہے کما قال تعالیٰ و جزاؤ سبنة مبنة مثلها (پارہ ۲۵)

و عن ابی ہریرہؓ ..... قوله ' تعلموا الفرائض ' بعض علماء نے کہا ہے کہ اس سے علم میراث مراد ہے اور اہمیت کی وجہ سے اس کو خاص کیا گیا لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے احکام ضروریہ دینیہ مراد ہیں اور قرآن کے تقابل سے معلوم ہوا کہ یہاں وہ احکام مراد ہیں جو ثابت ہاں سنہ ہیں حاصل یہ کہ یہاں کتاب و سنت دونوں مراد ہیں



وعن ابی ہریرۃ ..... قوله 'روایۃ' ... یہ کنایہ ہے اس حدیث کے مرفوع ہونے سے  
 قوله 'ان یضرب الناس اکباد الابل ... اکباد کبد کی جمع ہے بمعنی جگر اور یہ کنایہ ہے تیز  
 دوڑانے اور طویل مسافت و سخت مشقت سے معلوم ہوا کہ طالب علم کو علم پر حریص ہونا چاہیے۔

قوله 'قال ابن عیینۃ' انه مالک بن انس ... یہ سفیان ابن عیینہ ہیں جو امام مالک کے  
 شاگرد اور امام شافعی کے استاذ ہیں اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ کے دو اقوال ہیں  
 (۱) . عالم مدینہ کے مصداق امام مالک ہیں یہ قول امام ترمذی نے نیز شیخ ابو محمد نے نقل کیا ہے اور عبد  
 الرزاق کا قول بھی یہی ہے۔ (۲) ... اس کے مصداق عمری زاہد ہیں یہ اسحاق بن موسیٰ نے نقل کیا ہے۔ بعض  
 علماء نے امام ترمذی کے قول کو راجح کہا ہے اور عمری زاہد کا نام و نسب یہ ہے عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر بن  
 حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب اور یہ مدینہ کے فقہائے اعلام میں سے ہیں۔ اور علامہ مظہر اور ابن ملک نے  
 کہا کہ عمری زاہد سے مراد عمر بن عبدالعزیز ہیں لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ تو اہل شام میں سے ہیں۔ بہر حال عالم  
 مدینہ کی تعیین یقین کے درجے میں ممکن نہیں۔ ہر ایک نے اپنے نظن کے موافق کہا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ پیش  
 گوئی اخیر زمانہ کی ہے جبکہ علم اور دین مدینہ میں محصور ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے ان الاسلام  
 لبارزالی المدینۃ (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹)

و عنہ ..... من یجدد لها دینہا ..... مجدد وہ ہے جو علوم دینیہ باطنیہ ظاہریہ کا عالم باعمل ہو اور  
 سنت کا محی و ناصر اور بدعت کا قاصح ہو اور اس کے زمانے کے علماء اور اہل اللہ اسکے احوال کے قرینے سے درجہ  
 ظن میں اس کی تعیین فرمادیں سب سے پہلے مجدد عمر بن عبدالعزیز ہیں پھر امام شافعی پھر علامہ سیوطی پھر علامہ  
 امام غزالی اور پھر مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی جو دھویں صدی کے مشہور مجدد حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی  
 ہیں بعض حضرت تھانوی کے قائل ہیں لیکن وہ مجدد غیر ماہ ہیں۔ مجدد غیر ماہ وہ ہوتا ہے جو دین کے کسی جز کو  
 لے کر بدعت سے پاک کر دے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ مجدد پوری ایک جماعت بھی ہو سکتی ہے اور ایک ہی  
 زمانے میں مختلف ممالک میں مختلف مجددین بھی ہو سکتے ہیں۔

و عن ابی ابراہیم ..... قوله 'وانتحال المبطلین ... انتحال کے دراصل معنی ہیں کسی کا  
 قول یا شعرا بنی طرف۔ منسوب کرنا اور یہاں اس سے مراد دروغ گوئی ہے۔

الفصل الثالث عن الحسن ..... قوله 'درجة واحدة فی الجنة' مطلب یہ  
 ہے کہ جو ملایم صحیح معنی میں انبیاء کے وارث ہیں ان میں اور انبیاء میں جنت کے اندر صرف وحی اور درجہ نبوت کا

فرق ہے اور اگرچہ یہ فرق بذلتہ بہت بڑا ہے مگر بہر حال دوسرے عالم جنت کی نسبت ایسے علماء کا درجہ بہت بلند اور  
 وعن عكرمة ..... قوله ' وانظر السجع من الدعاء فاجتنبه  
 ..... شبہہ ..... اکثر ماثورہ دعاؤں میں سجع ہے۔ جواب ..... یہاں مراد وہ سجع ہے جو بالکل کلف اور  
 بالذات اختیار کیا جائے کیوں کہ اس سے دعاء میں خشوع و خلوص و حضور قلب نہیں رہتا باقی سجع کلام  
 میں جو سجع بلا کلف اور بالفتح آجائے وہ ممنوع نہیں۔

وعن ابی هريرة ..... قوله ' تلحقه من بعد موته ..... شبہہ ..... پہلے جلد ۱ صفحہ ۳۳  
 میں گزرا ہے کہ جن اعمال کا ثواب موت کے بعد جاری رہتا ہے وہ تین ہیں علم، ولد صالح، صدقہ جاریہ اور  
 یہاں سات چیزوں کا ذکر ہے تو یہ تعارض ہوا۔ جواب ..... علم اور ولد صالح کے علاوہ باقی پانچ چیزیں یعنی  
 مصحف، مسجد، بیت ابن السبیل، نہر، خیرات۔ یہ سب صدقہ جاریہ کی تفصیل ہیں فلا تعارض۔

وعن ابی الدرداء ..... قوله ' كان فقیها ' ..... اس سے مراد اصطلاحی فقیہ نہیں بلکہ وہ عالم  
 مراد ہے جو عالم آخرت میں زمرہ علماء میں اٹھایا جائے۔

قوله ' من حفظ علی امتی الخ ..... یعنی میری امت پر شفقت کرتے ہوئے چالیس حدیثوں  
 کو محفوظ کرے اور امت کو پہنچائے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حفظ سے مراد نقل حدیث ہے اگرچہ یاد نہ ہو۔  
 وعن انس بن مالک ..... قوله ' امیراً وحده ' ..... یعنی عزت و عظمت میں وہ ایسی  
 جماعت کی طرح ہوگا جس میں امیر و مامور دونوں ہوں یا مستقل بالذات ہوگا کسی دوسرے کے تابع نہ ہو بلکہ  
 دوسرے لوگ اس کے تابع ہوں گے۔

وعن الاعمش ..... قوله ' آفة العلم النسیان ..... یہ حصول علم کے بعد ہونہ  
 پہلے تو بہت سی آفات ہیں جیسا کہ مشہور ہے لكل شیء آفة وللعلم آفات حدیث کا مطلب یہ ہے کہ  
 اسباب نسیان سے اجتناب کیا جائے مثلاً استحضار اور تکرار سے غفلت دنیاوی، شہوت اور نفسانی خواہشات میں  
 اشتغال اور ارتکاب مباحی یہ سب اسباب نسیان ہیں۔

وعن الاحوص بن حکیم ..... قوله ' لا تسئلونی عن الشر ..... یعنی  
 صرف شریر آدمی کا سوال نہ کرو کیوں کہ میں جلال و جمال خداوندی دونوں کا مظہر ہوں بلکہ جمال و رحمت کا  
 زیادہ مظہر ہوں کما قال تعالیٰ وما ارسلک الا رحمة للعالمین (پارہ ۱۷) بہر حال یہ نبی اس وجہ  
 سے ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جلال کا غالب مظہر سمجھا لیا جائے۔

قولہ، ان شر الشر شرار العلماء ..... بشر کے تین معنی ہیں۔ بدی، بد، بدترین۔ علیٰ حد آخر کے بھی تین معنی ہیں نیکی، نیک، نیک ترین اور یہاں آخری معنی مراد ہیں اور ہمزہ کے ساتھ شر کا استعمال ضعیف ہے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں بدترین عذاب و مقام علماء سوء کا ہوگا اور بہترین ثواب و مقام علمائے خیار کا ہوگا جبہ یہ ہے کہ عالم کا صلاح و نساد عالم کے صلاح و نساد سے متعلق ہے۔

و عن ابی ہریرۃ ..... قولہ، و عائن ..... علم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علم ظاہر ..... جو اخلاق و احکام سے متعلق ہے۔ (۲) علم باطن ..... یعنی توحید حقیقی ذات و صفات باری کی حقیقت تصوف کے اسرار و دقائق کا علم جس کے سمجھنے سے عوام الناس قاصر ہیں اور اس کے اظہار میں عوام کے اشتغال کا خطرہ ہے مثلاً فتاویٰ اللہ کا مقام، وحدت و وجود کا مسئلہ، امکان کذب کا مسئلہ اور بعض نے کہا کہ دوسرے علم سے علم فتن یعنی منافقین و ظالم امراء کی تعین اسماء کا علم مراد ہے مثلاً ابو ہریرۃؓ کہا کرتے تھے اعود باللہ من رأس السنین و امارۃ الصبیان (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۲۳) تحریر قلیل یہ اشارہ تھا زید بن معاویہؓ کی حکومت کی طرف کیونکہ اس کی امارت ۶۰ حج میں ہوئی تھی۔

و عن عبد اللہ ..... قولہ، فان من العلم ان تقول الخ ..... یعنی علم کی شان یہ ہے کہ امر یا معلوم میں لاعلمی کا اظہار کر دے یا مطلب یہ ہے کہ لاعلمی کا اظہار بھی علم ہے کیوں کہ مجہول و معلوم میں تمیز کرنا بھی ایک قسم کا علم ہے ورنہ جبل مرکب لازم آئے گا۔

و عن ابن سیرین ..... ان کا نام محمد ہے مشہور تابعی اور معمر ہیں۔ سیرین علیہ السلام اور یاء و نون زائد تین کیجہ سے غیر منحرف ہے کیوں کہ ابو علی نخوی کے مذہب کے مطابق مطلقاً حروف زائد تین غیر منحرف کا سبب ہے

و عن حذیفۃ ..... قولہ، یا معشر القراء ..... قرآن کے حفاظ یا علمائے قرآن و سنت مراد ہیں کیوں کہ صحابہؓ کے زمانے میں قراءت کو علم معنی لازم تھا۔

قولہ، قد سبقتم سبقاً بعيداً (صفحہ ۳۷) ..... یہ معروف و مجہول دونوں طرح ہے معروف ہوتو مطلب یہ ہے کہ تم نے ابتدائے اسلام کو پایا ہے تو عمل و استقامت کے ذریعے تم آنے والی نسلوں سے بڑھ جاؤ گے کیوں کہ متبرع کا درجہ تابع سے زیادہ ہوتا ہے اور مجہول ہوتو مطلب یہ ہے کہ تم سے پہلے استقامت گزرے ہیں تم بھی استقامت اختیار کرو اور ان سے پیچھے نہ رہو پہلی روایت صحیح اور دوسری مشہور ہے

و عن ابی ہریرۃ ..... قولہ، یعود منہ جہنم ..... یا تو یہ حقیقت پر محمول ہے یا زانیہ

زشتوں، تہنوں، تہنوں پر تقرر ہیں۔ قولہ 'یعنی الجورۃ' یہاں حدیث میں ظالم امر مراد ہیں تو دل امراء کے پاس جانا مضرب نہیں بلکہ ان کی زیارت ثواب و عبادت ہے بشرطیکہ دنیاوی طمع نہ ہو۔

## کتاب الطہارۃ

یہاں دو مباحث ہیں۔ **البحث الاول** و **القسم الاول** سے و **وجہ** تا **قلم**

سے ربط یہ ہے کہ علم کا ثمرہ و نتیجہ عبادت ہے اس لئے کتاب العلم کے بعد عبادات لائے پھر عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے کیونکہ وہ عماد الدین اور اول مسؤل ہے نیز کثیر التوابع ہے اس لئے نماز کو مقدم کیا پھر

نماز، قوف ہے شرائط پر اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اس لئے شرائط کو مقدم کیا پھر شرائط میں سے

طہارت کو مقدم کیا اس لئے کہ طہارت کے مسائل بہت ہیں نیز حدیث میں طہارت کو مفتاح صلوة کہا گیا ہے

## البحث الثانی ..... معنی طہارت

یہ باب نصر اور کرم سے ہے۔ طہارت کے لغوی معنی نظافت و صفائی کے ہیں اور شرعی معنی میں

استعمال المطہرین علی الصفة المشروعة فی ازالة النجاسة الحقيقية والحکمیة یعنی بدن

اور کپڑے اور مکان کو حدث و نجاست سے پاک کرنا اور طہارۃ بالکسر بمعنی آلہ طہارت لونا پانی وغیرہ اور طہارۃ

بالضم فضل و وضو کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ وضو بالضم مصدر ہے اور بالکسر آلہ وضو کے اور بالفتح پانی وضو کے

معنی میں ہے اور طہور بالضم مصدر ہے اور بالفتح لفتح لغت پر پانی طہارت کے معنی میں ہے۔

## الفصل الاول ..... عن ابی مالک الأشعری ..... قوله 'الطهور

..... شرط الايمان ... اس کی تین توجیہات ہیں۔

(۱) ایمان سے صفات و کبارتوں دونوں معاف ہو جاتے ہیں اور وضو سے صرف صفات معاف ہوتے ہیں۔

(۲) شرط بمعنی جز ہے یعنی طہارت کمال ایمان کا جز ہے۔

(۳) ایمان سے مراد نماز ہے کہ فضیلت کی وجہ سے نماز پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ

طہارت نماز کی اتنی اہم شرط ہے کہ گویا نصف نماز ہے۔ قوله 'والحمد لله تملأ المیزان

شبه وزن تو اجسام و جواہر کا ہوتا ہے اور الحمد لله عرض ہے تو عرض کا وزن کیسے ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ شہرہ امہ ثنائی فرماتا ہے کہ اعمال کی ذوات کا وزن بھی ممکن ہے کیوں کہ آج جس طرح

انسانی رتبہ سے تین ہزار تھوڑے اور واہشی امراض کا وزن و مقدار کو معلوم کیا جاسکتا ہے تو اسی طرح کیا ہیہ ہے

کہ انسان کا وزن کسی ویسا کسی میزان بنا لے جس کے ذریعے ہمارے اعمال کی مقدار اور وزن معلوم ہو جائے۔

جواب نمبر ۲....: اعمال کو اجسام بنا کر صورتیہ میں تو لایا جائے گا یہ ابن عباسؓ اور علامہ طیبیؒ کا قول ہے۔

جواب نمبر ۳....: صحف اعمال کو تو لایا جائے گا یہ ابن عمرؓ، امام الحرمین عبد الملک نیشاپوریؒ اور علامہ قرطبیؒ کا

قول ہے۔ قولہ 'سبحان اللہ والحمد لله تملان الخ'....: مطلب یہ ہے کہ اگر ان دو

کلمات کا ثواب جسم دار ہو جائے تو پوری نضا کو بھردے۔

قولہ 'والصلوٰۃ نور' (صفحہ ۲۸)....: اس عبارت کی تین توجیہات ہیں۔ (۱)....: قبر کی تاریکی میں

نماز نور ہے۔ (۲)....: پل صراط پر نور ہے کما قال سبحانہ نور ہم یسعیٰ بین یدیبہم و بایمانہم

(پارہ ۲۸) (۳)....: نماز چہرے کی نورانیت کا سبب ہے کما قال سبحانہ سبما ہم فی وجوہہم

من اثر السجود (پارہ ۲۶) قولہ 'والصدقۃ برہان'....: اس کے دو مطلب ہیں۔

(۱)....: بے ریا صدقہ ایمان صادق کی دلیل ہے کیوں کہ منافق ایسا نہیں کرتا۔

(۲)....: قیامت کے روز مصدق پر اس کے صدقے کی وجہ سے ایک علامت ہوگی جس کی بناء پر اس سے اس

مال کے مصرف کا سوال نہ گا گویا صدقہ قلاح کی علامت و دلیل ہے۔

قولہ 'کل الناس یغدو الخ'....: مطلب یہ ہے کہ انسان صبح کے وقت جب کسی کام میں مشغول

ہوتا ہے تو گویا اپنی زندگی کی طاقت بیچتا ہے پس اگر نیکی کر کے اللہ سے سودا کرتا ہے تو نفس کو نجات دلانے والا

ہے اور اگر بدی کر کے شیطان سے سودا کرتا ہے تو نفس کو ہلاک کرنے والا ہے۔

قولہ 'لم اجد هذه الروایة فی الصحیحین الخ'....: یہ مؤلف کی طرف سے صاحب

مصباح پر اعتراض ہے کہ آخری روایت صحیحین کی نہیں بلکہ داری کی ہے تو پھر اس کو فصل اول میں کیوں ذکر کیا

ہے بعض علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ فصل اول میں صحیحین کی احادیث کا التزام اصول احادیث کے اعتبار

سے ہے نہ کہ زیادتی کے اعتبار سے بھی اور یہاں داری کی زیادتی صحیح مسلم کی اصل حدیث کے تابع کر کے

لائے ہیں نہ کہ بالاصالة فلا اشکال۔

وعن عثمان....: قولہ 'خرجت خطایا من جسده'....: یہاں صفا مراد ہیں

جیسا کہ آگے مالمہوت کبیرہ کی قید حدیث میں آ رہی ہے پھر یہیہ الوضوٰ اور دو گانہ تحیۃ الوضوٰ سے تو تمام جسم کے

گناہ معاف ہو جاتے ہیں ورنہ صرف اعضائے وضو کے۔

شبهہ خطایا تو اعراض ہیں جو باقی نہیں رہ سکتے تو پھر وہ خروج و دخول کے ساتھ کیوں موصوف ہو سکتے ہیں؟

جواب نمبر ۱ عالم مثال میں اعراض بھی اجسام بن جائیں گے۔

جواب نمبر ۲ ابن العربی کہتے ہیں کہ خروج سے مراد مغفرت ہے۔

جواب نمبر ۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ ہر گناہ سے ظاہر و باطن میں سیاہی کا اثر پیدا ہو جاتا ہے جس کا ادراک اہل مکاشفہ کو ہو جاتا ہے تو یہاں اسی اثر گناہ کا خروج مراد ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ .....، قوله 'نظر الیہ بعینہ..... شہد: چہرہ تو زبان، کان، آنکھ بناک سب کو شامل ہے تو پھر آنکھ کی تخصیص کیوں ہے؟ جواب.....: باقی اعضاء کے لئے تو مستقل طہارت موجود ہے یعنی زبان کے لئے مضمضہ ناک کے لئے استنشاق اور کان کے لئے مسح بخلاف آنکھ کے کہ اس کے لئے کوئی مستقل طہارت نہ تھی اس لئے آنکھ کی تخصیص کی گئی ہے۔ قوله 'مشتھا ای مشت الیہا۔

وعن عثمانؓ، قوله 'ور کو عھا..... رکوع کی تخصیص مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے کیوں کہ رکوع میں بوجہ راح پر پڑتا ہے جس کی بنا پر سستی کا احتمال تھا بخلاف سجد کے کہ اس میں بوجہ زمین پر پڑتا ہے یا رکوع کی تخصیص اس لئے ہے کہ یہ امت محمدیہ کا خاصہ ہے اور قصہ مریمؑ میں وار کعی بمعنی انقیاد و اطاعت ہے۔ قوله 'ما لم یؤت کبیرۃ..... یعنی کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

شہد..... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوفہ نماز سے کفارہ صغائر تب ہوگا کہ کبائر موجود نہ ہوں ورنہ کفارہ صغائر بھی نہ ہوگا اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے۔ جواب.....: حدیث ہذا کا یہ مطلب دوسری احادیث کے خلاف ہے جن میں یہ قید واقع نہیں لہذا صحیح مطلب یہ ہے کہ موصوفہ نماز گذشتہ تمام گناہوں کا کفارہ ہوگی بشرطیکہ کبائر موجود نہ ہوں ورنہ صرف صغائر کا کفارہ ہوگی نہ کہ کبائر کا بھی کیوں کہ کبائر توبہ سے یا فضل الہی سے معاف ہوتے ہیں۔

قوله 'وذلك اللہو کلہ' (صفحہ ۳۹)..... یہ ظرفیت یا نزاع خافض کی بناء پر منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ یہ کفارہ صغائر کسی نماز یا کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ حکم دائمی ہے کہ ہر نماز کفارہ ہے۔

وعنه '..... قوله 'لا یحدث نفسہ فیہما بشیء..... یعنی اس دو گناہ حرمیہ الوضو میں اپنے قصد و اختیار کے ساتھ کوئی دنیوی بات نہ سوچے اور اگر کوئی دوسرے خود آ جائے تو اس کی طرف التفات نہ کرے کیوں کہ وہ معتز نہیں۔ شہد..... حضرت عمرؓ سے مروی ہے انسی لاجہر جہشی وانا فی الصلوۃ اتوبہ حدیث اس حدیث کے منافی ہے؟ جواب نمبر ۱..... شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین اور مامور بالجمہاد تھے تو جس طرح کوئی شخص

دشمن کے سامنے نماز خوف پڑھے اس کے لئے امور جہاد کا تصور مضر نہیں اسی طرح حضرت عمرؓ کے لئے یہ تصور مضر نہیں تھا۔

جواب نمبر ۲ : حضرت عمرؓ از روئے حدیث ملہم اور محدث من اللہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زبان اور دل پر حق رکھا تھا کما قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ تو نماز میں امور جہاد اور تدبیر لشکر کا تصور شرہ و نتیجہ تھا۔ خشوع و خضوع حضور قلب مناجات والہام الہی کا اور حدیث بالا میں اس الہام کے قبول کر لینے کو مجازاً تجہیز کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله 'غراً محجلین' (صفحہ ۳۹)..... غزائے کی جمع ہے بمعنی سفید پیشانی و چہرے والا اور غرغرة بمعنی پیشانی کی سفیدی سے مشتق ہے اور مجل وہ جانور ہے جس کی چاروں ٹانگیں سفید ہوں مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن آثار و ضوکی برکت کے سبب امت محمدیہ کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن و نورانی ہوں گے تو یہ اس امت کا خاصہ ہے اگرچہ نفس و ضو اس امت کا خاصہ نہیں جیسا کہ حضرت سارہؓ کے قصے میں ہے کہ جب بادشاہ نے ان کا قصد کیا و قامت تنوضاً و تصلی (رواہ البخاری)

الفصل الثانی..... عن ثوبانؓ ..... قوله 'استقیموا ولن تحصوا'..... اس کے دو مطلب ہیں۔ نمبر (۱)..... تم کامل استقامت اختیار نہیں کر سکتے ہو لہذا بقدر وسعت کوشش کرو کہ نماز جو جامع عبارت ہے اور استقامت کی بڑی دلیل ہے اس کی حفاظت کرو اور پھر نماز کی قوی ترین شرط طہارت ہے اس لئے اس کی بھی پابندی کرو۔ نمبر (۲)..... تم استقامت کا ثواب شمار نہیں کر سکتے ہو۔

الفصل الثالث..... عن جابرؓ ..... قوله 'مفتاح الجنة الصلوٰۃ'.....

شبیہ : دوسری حدیث میں آتا ہے کہ مفتاح الجنة کلمۃ الشہادۃ والتوحید تو یہ تعارض ہوا؟

جواب :..... یہاں درجات جنت کا مفتاح مراد ہے اور کلمۃ توحید میں اصل مفتاح جنت مراد ہے۔

وعن رجل من بنی سلیم..... قوله 'والصوم نصف الصبر'..... اس کے دو مطلب ہیں۔ (۱)..... اصل صبر دو قسم پر ہے صبر علی الطاعات صبر عن المعاصی اور روزہ صبر عن المعاصی ہے کیونکہ وہ شہوات نفسانیہ کے لئے قاطع ہے لہذا روزہ نصف صبر ہے۔

(۲) صبر دن اور رات کا ہوتا ہے تو روزہ نصف صبر ہے بایں معنی کہ وہ دن کا صبر ہے۔

وعن عبد اللہ الصنابحیؓ ..... قوله 'من تحت اشفار عینیہ'..... اشفار جمع ہے قطر یا قطر کی بمعنی پلوں کے بالوں کی جڑ۔

قولہ 'نافلہ' مطلب یہ ہے کہ نماز فرض ہو یا نفل ہو ہر حال میں وہ تکفیر صغائر سے زائد چیز ہوتی ہے یعنی تخفیف کبار یا رفع درجات یا بقیہ اعضاء کے صغائر کے کفارے کے لئے سبب بنتی۔

وعن ابی ہریرۃ ..... قولہ 'المقبرة'۔ یہ فتح الباء یا ضم الباء ہے اور یہاں اس سے جنت البقیع مراد ہے۔ قولہ 'وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون'۔ شبہہ ..... موت تو قیامت تک ہے تو پھر آپ نے انشاء اللہ کیوں فرمایا؟ جواب نمبر ۱۔ یہاں نفس موت میں شک مراد نہیں بلکہ تمام

موت اور مدفن میں شک مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے وما تدری نفس بای ارض تموت (پارہ ۲۱)۔  
جواب نمبر ۲ ..... یہاں حسن خاتمہ میں شک مراد ہے اور اب اس سے مقصود تعلیم و ارشاد امت ہوگا۔

قولہ 'وودت انا قدر اینا اخواننا' ..... شبہہ ..... ذکر موتی کے ساتھ اس جمعے کی متابعت کیا ہے؟ جواب نمبر ۱ ..... آپ کو انکس کے ساتھ پچھلوں کی بھی یاد آگئی۔ جواب نمبر ۲ ..... آپ پر عالم

ارواح کا انکشاف ہوا جس کی وجہ سے آپ نے ارواح کا مشاہدہ فرمایا اور ان میں اگلی کچھلی تمام ارواح موجود تھیں۔ قولہ 'دھم' ..... یہ ادہم بمعنی سیاہ کی جمع ہے۔ قولہ 'بہم' ..... یہ بہیم کی جمع ہے بمعنی سخت اور خالص۔ قولہ 'فرطہم' ..... یعنی ..... پیش خیمہ اور میر سامان۔

وعن ابی الدرداء ..... قولہ 'فیما بین نوح علیہ السلام الی امتک' نوح علیہ السلام کی تخصیص شہرت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ آدم ثانی ہیں یا اس لئے کہ ان سے پہلے اتنی لوگوں کی کمی ہوتی تھی۔

قولہ 'واعرفہم انہم یؤتون کتبہم بایمانہم' ..... شبہہ ..... دوسری نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی امتوں کے اعمال نامے بھی دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے تو پھر امت محمدیہ کی تخصیص کیوں ہے؟  
جواب نمبر ۱ ..... امت محمدیہ کو باقی امتوں سے پہلے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ جواب نمبر ۲ ..... امت محمدیہ کے اعمال ناموں کا نور باقی امتوں کے نور سے زیادہ ہوگا اس سے وہ پہچانے جائیں گے۔

باب ما یوجب الوضوء (سنو ۴۰) اس باب میں موجبات وضو اور اسباب وجوب وضو کا بیان ہے موجب تعقیق تو اللہ کی ذات ہے اور موجب مجازی دو قسم پر ہے۔ (۱) سبب

قریب (۲) سبب بعید۔ تو سبب قریب یہ ہے کہ امتحانہ ما لا یحل الا بہ یعنی ایسی چیز کی اہمیت چاہنا جو بغیر وضو کے جائز نہ ہو مثلاً نماز وغیرہ اور سبب بعید نواقض وضو ہیں پھر نواقض وضو کے تین درجات ہیں (۱) جن پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے اور تمام روایات میں تطابق ہے مثلاً بول، عتق نطفہ، مدی و ریح و غیرہ



ثقیل وغیرہ ذلک یہ بالاتفاق ناقض وضو ہیں۔ (۲) جن میں سلف فقہائے صحابہ و تابعین کا اختلاف ہے اور روایات مختلف و متعارض ہیں مثلاً اس ذکر میں امرؤۃ، اکل لحوم الاہل وغیرہ سے وضو۔ (۳) جن میں روایات مشتبہ ہیں اور صحابہ و تابعین میں سے تمام فقہاء ان کے ترک پر متفق ہیں مثلاً وضو برامۃ النار تو یہاں وضو تقویٰ مراد ہے اصطلاحی وضو مراد نہیں۔

**الفصل الاول** ..... عن ابن عمر <sup>ؓ</sup> ..... قوله 'لا تقبل صلوة بغیر طہور

(صفحہ ۴۰) شبہ... اس حدیث سے اور گذشتہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طہارت قبولیت نماز کی شرط ہے

حالانکہ وہ تو صحت نماز کی شرط ہے؟ جواب... قبولیت کی دو قسمیں ہیں (۱)۔ قبولیت صحت... وہ

یہ کہ آدمی کافر بیضہ ادا ہو جائے خواہ اسے ثواب ملے یا نہ ملے۔ (۲) قبولیت ثواب... یہ صحت سے زائد

درجہ کا نام ہے کہ آدمی کا عمل عند اللہ محبوب و منظور ہو جائے اور اس پر اسے ثواب بھی ملے تو صحت عام اور قبولیت

خاص ہے مثلاً اگر کوئی شخص ظاہری شرائط و ارکان و آداب کی رعایت کر کے کامل خشوع و خضوع اور تعدیل

ارکان سے نماز ادا کرے تو اس کی نماز صحیح بھی ہے اور مقبول بھی ہے لیکن مقصود بہ زمین میں نماز صحیح تو ہے مگر

مقبول نہیں علیٰ ہذا مفرد غلام اور ریا کار آدمی کی نماز صحیح تو ہے مگر قبول نہیں اب یہ سمجھیں کہ یہاں ان دونوں

احادیث میں محض قبولیت ثواب کی نئی مراد نہیں بلکہ قبولیت صحت کی نئی مراد ہے گویا لا تقبل لا تصح کے معنی

میں ہے اور اس پر تین قرآن میں (۱)۔ قوله 'تعالیٰ اذا قمت الی الصلوۃ فاغسلوا وجوهکم

(پارہ ۶) اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے وضو شرط و واجب ہے۔ (۲)۔ ایک حدیث میں ہے مفتاح

الصلوۃ الطہور اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا شروع ہونا طہارت پر موقوف ہے تو طہارت شرط صحت ہوئی۔

(۳)۔ وضو کے بغیر نماز کی عدم صحت پر پوری امت کا اجماع ہے پھر قبول بمعنی قبولیت صحت بھی کئی مواقع

میں مستعمل ہے مثلاً قوله 'تعالیٰ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا (پارہ ۱۸) اس سے صحت کی نئی مراد ہے اور

ایک حدیث میں ہے لا یقبل اللہ صلوة حائض الا بخمار۔

**فائدہ مسئلہ فاقد الطہورین**... جو نہ پانی پائے اور نہ مٹی پائے یہ وہ شخص ہے جو

وضو اور تیمم دونوں پر قادر نہ ہو مثلاً کوئی آدمی ناپاک مکان میں مقید ہو جس کی دیواریں اور فرش سب ناپاک ہیں

یا کوئی آدمی درخت پر بیٹھا ہو نیچے دشمن یا شیر ہو اور اوپر درخت کے پتوں پر گرد و غبار نہ ہو یا مثلاً کوئی آدمی ہوائی

جہاز میں سوار ہو اور وہاں پانی ختم ہو جائے اور مٹی تو ایسے ہی ہوائی جہاز میں نہیں ہوتی اب یہ شخص نماز کے وقت

میں کیا کرے؟ تو اس کے بارے میں پانچ مذاہب ہیں۔

مذہب اول . . . امام اعظم ابوحنیفہ کا قول قدیم حرمت اداء اور وجوب قضاء کا ہے۔

مذہب دوم . . . امام احمد کے نزدیک اس کے برعکس وجوب اداء اور عدم وجوب قضاء ہے۔

مذہب سوم . . . امام مالک کے نزدیک لا اداء ولا قضاء۔

مذہب چہارم . . . امام شافعی کے نزدیک علامہ نووی کی تصریح کے مطابق اصح قول وجوب اداء وجوب قضاء

کا ہے۔ اس کے علاوہ امام شافعی کے تین اقوال اور ہیں (۱) . . . امام ابوحنیفہ کی طرح (۲) . . . امام احمد کی

طرح (۳) . . . استحباب اداء اور وجوب قضاء۔

مذہب پنجم . . . صاحبین کے نزدیک علامہ شامی کی تصریح کے مطابق تشبہ بالمصلین اختیار کرے

یعنی وہ نماز کے وقت میں نماز کی شکل اختیار کرے اور بغیر نیت و قراءت کے ارکان ادا کرے اور پھر اس پر قضاء

لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کا رجوع بھی قول صاحبین کی طرف ثابت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

دلایل صاحبین . . . (۱) . . . قیاس علی صوم رمضان یعنی جب رمضان کے دن میں حائضہ پاک ہو جائے یا

بچہ بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے تو ان پر بالاتفاق تشبہ بالصائمین اور پھر قضاء

واجب ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے۔ (۲) . . . قیاس علی الحج یعنی اگر کوئی شخص اپنا حج فاسد کر دے تو اس پر

بالاتفاق تشبہ بالحجاج اور پھر آئندہ سال قضا لازم ہے تو اسی طرح نماز میں بھی تشبہ اختیار کرے۔

قوله ' ولا صدقة من غلول (صفحہ ۴) . . . غلول کے لغوی معنی سرقت من الابل کے ہیں اور شرعی

معنی ہیں مال غنیمت میں خیانت کرنا پھر اس کا استعمال عام ہو گیا اور ہر مال حرام کو غلول کہنے لگ گئے خواہ اس کا

سبب کوئی ہو مثلاً چوری رشوت، ربو، خیانت، غصب وغیر ذلک اور یہاں اس سے یہی مراد ہے اس جملے کا ماقبل

سے ربط یہ ہے کہ وضو ظاہر کا طہارت ہے اور صدقہ باطن کی طہارت ہے۔

شبهہ . . . فقہی جزئیہ ہے کہ اگر مال حرام کا مالک نہ ملے تو اس مال کو صدقہ کر دے چنانچہ ہدایہ میں ہے من

اجتمع عنده مال حرام فسیلہ التصدق حالانکہ حدیث باب سے حرام کے صدقے کی ممانعت معلوم

ہوتی ہے؟ جواب . . . مال حرام کے صدقے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) . . . بیعت ثواب۔ (۲) . . . بیعت

دفع مضرت و معصیت دو بال۔ تو حدیث باب میں پہلی قسم کی ممانعت مراد ہے چنانچہ در مختار میں ہے ان

التصدق بمال حرام ثم رجاء الثواب منه حرام و کفر اور ہدایہ کے فقہی جزئیہ میں دوسری قسم کی

اجازت مراد ہے اگر چہ ضمناً اور بالتبع ثواب بھی ملے گا کیونکہ وبال کا دور کرنا اور شریعت کا حکم ماننا بھی تو باعث

ثواب ہے تو گویا ثواب کی نوعیت تبدیل ہو گئی کہ ثواب حکم ماننے پر ہے نہ کہ نفس تصدق پر۔

و عن علیؑ ..... قوله، فامرت المقداد (صفحہ ۳۰) شبہہ..... نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؑ نے عمار بن یاسرؓ کو پوچھنے کے بارے میں وکیل بنایا اور دوسری روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے خود پوچھا (دیکھو مشکوٰۃ باب لہذا، الفصل الثانی، جلد ۱، صفحہ ۳۰) تو یہ تعارض ہوا؟ جواب نمبر ۱..... ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ شرم کی وجہ سے حضرت علیؑ نے پہلے عمار بن یاسرؓ کو وکیل بنایا انہوں نے کسی وجہ سے تاخیر کی یا بھول گئے تو پھر مقداد کو وکیل بنایا انہوں نے بھی تاخیر کی تو شدت احتیاج کی وجہ سے خود پوچھ لیا اور بعد میں اتفاقاً ان دونوں حضرات نے بھی پوچھ لیا۔ جواب نمبر ۲..... حضرت علیؑ کا پوچھنا بالواسطہ مراد ہے اور عمار بن یاسرؓ اور مقداد کا پوچھنا بلا واسطہ مراد ہے۔ قوله، یغسل ذکرہ، ویتوضأ..... مسئلہ خلافیہ ... امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک مذی کے سبب وضو کرنا اور صرف محل نجاست کا دھونا واجب ہے۔ لیکن احمدؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک کل ذکر کا دھونا واجب ہے اور وضو تو ہے ہی۔ دلیل جمہور... سہل بن حنیفؒ کی روایت کنت القی من المذی شدة و کنت اکثر منه الاغتسال فسالت رسول اللہ ﷺ عن ذلك فقال انما یجزیک عن ذلك الوضوء (رواہ ابوداؤد فی باب المذی صفحہ ۲۸) کیوں کہ اس حدیث میں کل ذکر کا ذکر نہیں۔

دلیل حنابلہ..... حدیث باب ہے یغسل ذکرہ۔ جمہور کی طرف سے جواب نمبر ۱..... یہاں صرف محل نجاست مراد ہے اور قرینہ سہل بن حنیفؒ کی روایت ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہاں سبب پر محمول ہے تاکہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ جواب نمبر ۳..... امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ بطور علاج کے ہے تاکہ مخصوص رگیں سکر جائیں اور شہوت کم ہو جائے تو یہ امر تبدیلی نہیں بلکہ امر معالجہ ہے۔ جواب نمبر ۴..... یہ حکم ابتداء میں تھا جب کہ لوگ مذی کو بول سے بھی خفیف سمجھتے تھے اس لئے سختی کی گئی اور جب یہ مسئلہ ذہن نشین ہو گیا تو سختی بھی اٹھالی گئی۔

عن ابی ہریرۃ..... قوله، تروضوا مما هست النار..... شبہہ..... آگ کی پکی ہوئی چیز کے استعمال سے ہاتھ اور بعد وضو نہیں ٹوٹتا تو یہ مذہب بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے؟ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ مکی السنہ نے فرمایا اور ناخ متعذر احادیث ہیں جن میں سے صرف تین یہ ہیں۔ (۱) حدیث ابن عباسؓ قال ان رسول اللہ ﷺ اکل کتف شاة ثم صلی ولم یتوضأ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۰) (۲) حدیث جابرؓ قال ان رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما غیبت النار (رواہ ابوداؤد و دارالترمذی و النسائی و ابن ماجہ) (۳) حدیث ام سلمہؓ انہا قالت قربت

الی النبی ﷺ جنماً مشویاً فاکل منه ثم قام الی الصلوة ولم يتوضأ (رواه احمد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۱۱) جواب نمبر ۲..... یہ حدیث استحباب پر محمول ہے۔ اور استحباب کی دلیل..... حدیث جابر بن سمرہ ہے ان رجلاً سال رسول اللہ ﷺ انتوضأ من لحوم الغنم قال ان شئت فتوضأ وان شئت فلا تتوضأ (رواه مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۰۹) جواب نمبر ۳..... یہاں وضو لغوی و طحالی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کئی کرنا اور اس کی دلیل سوید بن نعمان کی حدیث ہے فمضمض ومضمضاً ثم صلی ولم يتوضأ (رواه البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۰۹)

وعن جابر بن سمرہؓ..... قوله، انتوضأ من لحوم الابل قال نعم (صفحہ ۲۰۹)۔ مسئلہ خلاقیہ.. امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی کے نزدیک اونٹ کے گوشت کا کھانا ناقض وضو نہیں لیکن احمد اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ناقض وضو ہے۔

ولیل جمہور... حدیث جابر قال کان آخر الامرین الخ۔ دلیل حنا بلہ..... حدیث باب ہے اس کے جوابات بعینہ وہی تین ہیں جو حدیث ابی ہریرہؓ توضوا مما مست النار کے ہیں جن کا حاصل یہ ہے جواب نمبر ۱...: یہ حدیث حدیث جابر سے منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ استحباب پر محمول ہے پھر خواص کے لئے خاص طور پر اونٹ کا گوشت کھا کر وضو کرنا مستحب ہے کیونکہ اونٹ کے گوشت میں چربی اور چکنائٹ زیادہ ہوتی ہے اور کچھ بدبو بھی ہوتی ہے اور خواص کے پاس لوگ بکثرت آتے ہیں اس لئے وہ وضو کریں تاکہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچے۔ جواب نمبر ۳..... یہاں وضو لغوی و طحالی مراد ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کئی کرنا ان آخری دو جوابات کا قرینہ سمرہ بن جندب کی حدیث ہے جس میں البان ابل کی زیادتی بھی ہے اور وہ یہ ہے فقلت انا اهل البادية والماشية فهل نتوضأ من لحوم الابل والبانها فقال نعم (فتح الملبس جلد ۱، صفحہ ۲۹۰) کیوں کہ البان ابل بالافتاق ناقض وضو نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ استحباب پر محمول ہے یا وضو لغوی مراد ہے تو اسی طرح لحوم الابل میں بھی تصور کریں۔ شبہ..... اگر وضو لغوی یا استحباب وضو شرعی مراد ہے تو پھر اونٹ کے گوشت کی وجہ تخصیص کیا ہے؟ جواب..... اونٹ اور بکری کے گوشت میں تین وجوہ فرق ہیں۔ (۱) اونٹ کے گوشت میں چربی و چکنائٹ زیادہ ہوتی ہے اور کچھ بدبو بھی ہوتی ہے (۲) بعض روایات میں ہے کہ اونٹ کی کوہان میں شیطانی اثر ہے۔ (۳) اونٹ کا گوشت یہودیوں پر حرام تھا اور ہمارے لئے حلال ہے اس لئے بطور شکر نعمت کے اونٹ کے گوشت میں بھی استحباب کی تاکید کی گئی ہے۔

قوله، اصلی فی موابض الغنم (صفحہ ۲۰۹)۔ موابض جمع ہے مزابض کی بمعنی بکری کا بازار یعنی

باندھنے اور بیٹھنے کی جگہ اور مبارک جمع ہے فمترک کی بمعنی اونٹ کا گلہ یعنی باندھنے اور بیٹھنے کی جگہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کی جگہ کے نجس ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو تو وہاں نماز پڑھنا مطلقاً ناجائز ہے خواہ مریض غنم ہو خواہ مبرک اہل ہو اور اگر جگہ کے پاک ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو یا پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھیں تو پھر مریض غنم میں تو نماز پڑھنا جائز و سباح ہے لیکن مبرک اہل میں مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ جائز ضرور ہے۔

شبہ . . . جب جگہ پاک ہو تو پھر اونٹ اور بکری کے بازے میں فرق کیوں ہے؟

جواب . . . اس فرق کی تین وجوہ ہیں (۱) اونٹ کے پاس نماز پڑھنے سے تشویش ہوتی ہے اور اس کے بدک جانے کا خطرہ ہے اور نماز کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے بخلاف بکری کے۔ (۲) اونٹ میں سرکشی اور شرارت ہے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں ہے فانہ شیطان اور بکری میں مسکنت تو اضع اور خیر ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے فانہا برکتہ حاصل یہ کہ اونٹ میں بری صحبت کا اثر ہے۔ (۳) بکری باوجود پست قدر ہونے کے اور زیادہ زمین سے قریب ہو کر پیشاپ کرتی ہے اس لئے اس کے پیشاب میں چھینٹوں کا اندیشہ نہیں بخلاف اونٹ کے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله 'فلا یخرجن من المسجد' . . . یہ کنایہ ہے وضو کے نہ ٹوٹنے سے اور مسجد سے باہر کا بھی یہی حکم ہے لیکن مسجد کی تخصیص میں اشارہ ہے کہ مومن کو چاہئے کہ وہ مسجد میں ہی نماز پڑھے۔ قوله 'حتی یسمع صوتاً' . . . یجد ریحاً یہ کنایہ ہے خروج ریح کے متیقن ہو جانے سے خواہ آواز سنائی دے یا نہ سنائی دے نیز خواہ بدبو محسوس ہو یا نہ ہو اور ان دو کی تخصیص اکثری عادت کے طور پر ہے۔

وعن عبد اللہ بن عباسؓ . . . شبہ . . . اس حدیث کی باب سے کیا مناسبت ہے؟

جواب . . . کلی کرنا متمات وضو میں سے ہے۔

وعن بریدۃؓ ..... ان النبی ﷺ صلی الصلوات یوم الفتح بو وضو واحدٍ . . . مسئلہ خلاقیہ . . . داؤد ظاہری کے نزدیک ہر نماز کے لئے تجدید وضو واجب ہے لیکن ائمہ

اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ایک ہی وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔

دلیل جمہور . . . حضرت بریدہؓ کی حدیث باب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے روز پانچوں نمازیں

ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ دلیل داؤد ظاہری . . . قوله 'تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا

وجسوهکم (پارہ ۶) کیوں کہ اس میں ہر قیام الی الصلوٰۃ کے موقع پر وضو واجب کیا گیا ہے۔ جمہور کی طرف

سے۔ جواب نمبر ۱ : قیام من النوم مراد ہے۔ جواب نمبر ۲ : فاغسلوا کا امر استجابی ہے نہ کہ وجوبی

جواب نمبر ۳.... سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ یہ حکم وضو ایک قید کے ساتھ مقید ہے اور وہ وانتم محدثون ہے قرینہ یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں ولکن یرید لیطہرکم جس کا حاصل یہ ہے کہ حکم وضو کی غرض تطہیر ہے اور ظاہر ہے کہ تطہیر از لہ حدث کا نام ہے اور حدث کا ازالہ اسی وقت ہوگا جبکہ وہ پہلے سے موجود بھی ہو تو معلوم ہوا کہ حکم وضو اس قید کے ساتھ مقید ہے مطلق نہیں۔

فائدہ.... اس حدیث کی باب سے منسبت یہ ہے کہ محض ارادۂ نماز موجبات وضو میں سے نہیں بلکہ جب حدث طاری ہو تب وضو لازم ہوگا۔

الفصل الثانی..... عن ابی ہریرۃؓ..... قوله لا وضوء الا من صوت

او ریح..... شبہہ... یہ حصر درست نہیں کیوں کہ وضو کے نواقض تو اور بھی بہت سے ہیں؟

جواب... یہ حصر اضافی ہے یعنی جب پیٹ میں فساد و خلل اور گڑبڑ ہو تو محض شک و اشباح سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک خروج ریح کا یقین نہ ہو جائے۔

وعنه..... قوله وتحریمها التکبیر... تحریم بمعنی محرم ہے یعنی نماز میں مباح چیزوں کو حرام کر دینے والی چیز تکبیر تحریمہ ہے یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔

مسئلہ اولی..... حکم تکبیر تحریمہ..... اس میں تین مذاہب ہیں

(۱) مالک، احمد، شافعی کے نزدیک فرض اور رکن صلوٰۃ ہے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ (۲) ابو حنیفہ و صاحبین کے نزدیک شرط دو واجب صلوٰۃ ہے۔ (۳) ابن شہاب زہری کے نزدیک سنت ہے۔

مسئلہ ثانیہ..... الفاظ تکبیر تحریمہ..... اس میں چار مذاہب

ہیں۔ (۱) مالک و احمد کے نزدیک خاص اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔ (۲) شافعی کے نزدیک اللہ اکبر اللہ الا کبر دونوں سے یہ فرض اداء ہو جاتا ہے۔ (۳) ابو یوسف کے نزدیک ان دونوں سے اور اللہ کبیر، اللہ

الکبیر چاروں سے یہ واجب اداء ہو جاتا ہے جبکہ نمازی ان کو ادا کر سکتا ہو ورنہ ہر لفظ تعظیسی سے تکبیر تحریمہ درست ہے۔ (۴) طرفین کے نزدیک ہر اس لفظ سے یہ واجب اداء ہو جاتا ہے جو خاص تعظیم پر دال ہو اگرچہ مادہ تکبیر نہ

ہو مثلاً اللہ اجل، اللہ اعظم، الرحمن اعظم لا الہ الا اللہ وغیرہ لیکن خاص اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور اسکو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی اور بقول علامہ سرخسی مکروہ تنزیہی ہے۔ لیل مالک و احمد..... تعامل الناس اور حدیث باب

ہے کیوں کہ حدیث باب میں خبر معروفہ ہے اور جب مبتداء و خبر دونوں معروفہ ہوں تو حصر کا فائدہ دیتے ہیں یعنی تحریمہ صرف تکبیر سے ہوتی ہے اور تکبیر کی تفسیر دوسری احادیث میں اللہ اکبر کے ساتھ آئی ہے۔

دلیل امام شافعی... وہ فرماتے ہیں کہ اکبر پر الف لام داخل کرنے سے معنی میں مبالغہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی درست ہے۔ دلیل امام ابو یوسف... وہ فرماتے ہیں کہ اصل مقصود کبریائی و عظمت کا اظہار ہے اور یہ مقصود چاروں الفاظ سے ادا ہو جاتا ہے۔ دلائل طرفین... دلیل نمبر ۱..... قولہ 'تعالیٰ' و ذکر اسم ربہ فصلی (پارہ ۳۰) کیوں کہ حرف فاء بعدیت بلا فصل کے لئے آتا ہے تو معلوم ہوا کہ ذکر اسم رب سے مراد تکبیر تحریر ہے اور یہ ذکر اللہ اجل وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

دلیل نمبر ۲..... عن ابی العالیۃ انه سئل بای شیء کانت الانبیاء یفتحون الصلوٰۃ قال بالتوحید و التسیح و التہلیل (رواہ ابن ابی شیبہ)

دلیل نمبر ۳..... حدیث و تحریمہا التکبیر کیوں کہ تکبیر لغت عرب میں تعظیم کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے و ربک فکبر ای عظم (پارہ ۲۹) اور دوسری جگہ ہے فلما رایہ اکبر نہ (پارہ ۱۲) یعنی ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کے حسن کو بڑا سمجھا تو معلوم ہوا کہ ہر وہ لفظ جو مشعر تعظیم ہو اس کا ادا کرنا تکبیر میں داخل ہے۔ جو اب حدیث باب..... اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تکبیر کے معنی بیتیہ اللہ اکبر کے ہیں تو یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی الثبوت ہوتی ہے نیز یہ ظنی الدلالت ہے اور ظنی دلیل سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی البتہ درجہ و جوب ثابت ہوتا ہے اور وجوب کے احناف بھی قائل ہیں۔

قولہ 'و تحلیلہا التسلیم' (صفحہ ۳۰)..... یعنی نماز کے اندر حرام شدہ اشیاء کو حلال کر دینے والی چیز سلام کہنا ہے۔ مسئلہ خلافیہ..... مالک، شافعی و احمد کے نزدیک لفظ سلام کہنا فرض ہے ابو حنیفہ، صاحبین، سعید بن مسیب، عطاء ابن ابی رباح، قتادہ، ایراعیم النخعی، ابن جریر طبری کے نزدیک لفظ سلام فرض نہیں البتہ واجب ہے۔ عدم فرضیت سلام کے دلائل..... دلیل نمبر ۱..... حدیث تعلیم اعرابی کیوں کہ اس میں سلام کا ذکر نہیں۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث عبداللہ بن مسعود کہ آنحضرت ﷺ نے پہلے ان کو التحیات پڑھنے اور قعدہ اخیرہ کرنے کی تعلیم دی اور پھر فرمایا اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد قضیت صلوٰۃک ان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد (رواہ الطرمذانی فی المعجم الاوسط)

دلیل نمبر ۳..... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عامر قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رفع المصلی رأسه من آخر صلوٰۃ و قضی تشهدہ ثم احدث فقد تمت صلوٰۃہ فلا یعود بہا (رواہ الطحاوی)

دلیل ائمہ ثلاثہ..... حدیث باب ہے کیوں کہ اس میں خبر معروف ہے جو مفید صر ہے یعنی محلل صرف سلام کہنا ہے۔ جو اب نمبر ۱..... یہ حدیث خبر واحد ہے۔

جواب نمبر ۲ یہ صرح محلل کے فرد کمال کے اعتبار سے ہے۔

وعن طلق بن علیؓ..... قوله 'لاتأتوا النساء فی اعجازهن'... اعجاز جمع ہے عجز کی معنی شی کا آخری حصہ یعنی در۔ ما قبل سے ربط یہ ہے کہ دونوں کا تعلق در سے ہے نیز یہ کہ جس طرح خروج ریح سے طہارت و قرب الہی دونوں چیزیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اتیان ادا بار سے بھی بطریق اولیٰ یہ دونوں چیزیں زائل ہو جاتی ہیں۔

وعن معاویة بن ابی سفیانؓ..... قوله 'وکاء السنہ' (صفحہ ۴۱)۔ وکاء اس کی دھاگے اور ڈوری کو کہتے ہیں جس سے مشکیزے کو باندھ دیا جائے اور السنہ کی اصل السنہ ہے اسی لئے اس کی جمع آسناء اور تصغیر سنئیہ آتی ہے پھر تا تخفیفاً حذف کر دی گئی بمعنی سرین یا حلقہ سرین۔

وعن علیؓ..... قوله 'وقال الشیخ الامام محی السنۃؒ هذا فی غیر القاعد الخ'۔ چونکہ بظاہر حدیث علیؓ فمن نام فلیتوضا اور حدیث انسؓ ثم یصلون ولا یتوضاون میں تعارض تھا اس لئے محی السنہ نے اپنے مذہب کے مطابق دونوں میں تطبیق دے دی کہ حدیث اول غیر قاعد یعنی مضطج، قائم، راکع، ساجد وغیرہم کے بارے میں ہے اور حدیث ثانی قاعد کے بارے میں ہے۔ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب کے لحاظ سے قائم، راکع، ساجد حدیث ثانی میں شامل ہیں اور اول حدیث صرف مضطج وغیرہ کے بارے میں ہے۔

مسئلہ خلافیہ... نوم انبیاء بالا اتفاق غیر ناقض وضو ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا انہ تمام عنای ولا ینام قلبی اور نوم غیر انبیاء میں چار مذاہب ہیں۔ (۱)..... مالک کے نزدیک نوم کثیر مطلقاً ناقض للوضو ہے اور نوم قلیل مطلقاً ناقض للوضو نہیں۔ (۲)۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قعود الی نوم غیر ناقض ہے بشرطیکہ مقعد زمین پر خوب ٹکا ہوا ہو اور باقی تمام صورتیں میں نیند ناقض ہے۔ (۳)۔ امام احمدؒ کے نزدیک قعود اور قیام والی نوم ناقض نہیں اور باقی تمام صورتوں میں نیند ناقض ہے۔ (۴)..... ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، سفیانؒ، ثوریؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ کے نزدیک ہیئت صلوٰۃ یعنی قعود، قیام، رکوع، سجود کی نیند ناقض نہیں اور باقی چار صورتیں ناقض وضو ہیں۔ اول اضطجاع... یعنی پہلو پر لیٹنا۔ دوم تورک... یعنی ایک سرین پر لیٹنا۔ سوم استناد... یعنی کسی چیز پر ٹیک لگا کر اس طرح سونا کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو آدی گر جائے۔ چہارم احتلقاء... یعنی گدی پر چلت اور سیدھا لیٹنا۔

دلائل احناف..... دلیل نمبر ۱ حدیث بیہقی ان السبی ﷺ قال لا یجب الوضوء علی من نام



جالساً او قائماً او ساجداً حتی یضع جنبہ، فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ (زجاجہ المصابیح صفحہ ۷۷) اس حدیث میں قیام و قعود و سجود والی نیند کے ناقض نہ ہونے کی تصریح ہے۔

دلیل نمبر ۲..... حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً ان الوضوء علی من نام مضطجعا فانہ اذا اضطجع استرخت مفاصلہ (رواہ اترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۱) اس حدیث میں اضطجاع والی نیند کو ناقض و ضرر بتایا ہے اور علت استرخاء مفاصل ذکر کی ہے اور یہی علت تورک استناداتہا میں بھی پائی جاتی ہے لہذا ہم اضطجاع پر قیاس کرتے ہوئے ان کو بھی ناقض بتاتے ہیں۔

وجہ ترجیح مذہب حنفی..... شوافع کے نزدیک نقض وضو کی علت عدم تمکن علی الارض ہے اور احناف کے ہاں علت استرخاء مفاصل ہے اور ہماری یہ علت صراحۃً نص کے موافق ہے کما مر فلذا رجح مذہبنا علی مذہب الشوافع۔

وعن بسرة (صفحہ ۳۱) مسئلہ مس ذکر..... اس میں تین مذاہب ہیں۔ (۱) مالک، احمد کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو والا فلا۔ (۲) شافعی کے نزدیک بھی ناقض ہے بشرطیکہ باطن کف کے ساتھ بلا حجاب ہو شہوت ہو خواہ نہ ہو۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، ابو ہریرہؓ، بسرہؓ، عائشہؓ، ام حبیبہؓ، ابو ایوبؓ، ابن عباسؓ یہ آٹھوں حضرات بھی مس ذکر سے نقض وضو کے قائل ہیں۔ (۳)..... ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، سفیان ثوریؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، ابراہیم نخعیؒ، لیث بن سعدؒ، سعید بن مسیبؒ، عطاء ابن ابی رباحؒ، عروہ بن زبیرؒ، یحییٰ بن یحییٰ ان دس حضرات کے نزدیک مس ذکر ناقض وضو نہیں صحابہ کرام میں سے حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عمران بن حصینؓ، عمار بن یاسرؓ، ابو الدرداءؓ، حذیفہؓ، عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، ابوامامہؓ، مطلق بن علی یہ دس حضرات بھی عدم نقض وضو کے قائل ہیں دلائل احناف..... نمبر ۱.....: حدیث مطلق بن علیؓ عن رسول اللہ ﷺ عن مس الرجل ذکرہ بعد ما يتوضأ قال هل هو الا بضعة منه (رواہ ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱)۔ دلیل نمبر ۲.....: حدیث علیؓ قال ما ابالی انفی مسست او اذنی او ذکوی (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۳۱) دلیل نمبر ۳.....: حدیث سعد بن ابی وقاصؓ کہ آپ سے مس ذکر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا

ان كان شية منك نجساً فاقطعه، فلا بأس به (بحوالہ مذکورہ مرقات)

دلائل ائمہ ثلاثہ..... دلیل نمبر ۱.....: حدیث بسرہ بنت صفوانؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا

مس احدکم ذکرہ فليعرضا (رواہ مالک و احمد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱)

دلیل نمبر ۲..... حدیث ابی ہریرہؓ "مرنوعا اذا افطر احدکم بیده الی ذکرہ لیس بینہ و بینہا شیء فلیتوضا" (رواہ الشافعی والدارقطنی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۱)

جوابات احادیث بسرہ و ابی ہریرہؓ..... جواب نمبر ۱..... یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں و ہذا احسن اجوبہ تو حدیث طلق بن علیؓ و جوب وضو پر اور یہ احادیث استحباب وضو پر محمول ہیں۔

جواب نمبر ۲..... طحاوی فرماتے ہیں کہ وضو شرعی مراد نہیں بلکہ وضو لغوی یعنی ہاتھ و میرہ دھونا مراد ہے ان دو جوابات کا قرینہ یہ ہے کہ بعض روایات میں من مس ذکرہ اور اٹھیہ آیا ہے حالانکہ مس اٹھین سے اٹھہ ٹھہ بھی وجوب وضو کے قائل نہیں۔ جواب نمبر ۳..... مس ذکر سے مراد مجاز البول ہے کیوں کہ بول میں عادتاً مس ذکر ہوتا ہے جیسا کہ اول مستم النساء مجاز اجماع کے معنی مراد ہیں۔

جواب نمبر ۴..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ من مس ذکرہ بفروج المرءة بلا حائل وبلا دخول فلیتوضا تو یہ حدیث مباشرة فاحشہ پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۵..... مس ذکر بالشہوۃ سے عام طور پر مذی نکل آتی ہے جب کہ انتشار ہو تو یہاں سبب یعنی مس بول کر مسبب یعنی مذی مراد ہے (ابن حمام فی فتح القدر جلد ۱، صفحہ ۳۸) جواب نمبر ۶..... بسرہ اور ابو ہریرہؓ کی احادیث کا حکم منسوخ ہے کیونکہ عدم تقض وضو کی علت یعنی جزویت ذکر موجود باقی ہے۔ جواب نمبر ۷..... ابو ہریرہؓ کی حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں یزید بن عبد الملک نوقلی راوی ضعیف ہے اس کے باری کے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔

دلیل احناف یعنی حدیث طلق بن علیؓ پر صاحب مصابیح کا اعتراض قال الشیخ الامام محی السنہ ہذا منسوخ لان ابا ہریرہؓ اسلم بعد قدوم طلقؓ (صفحہ ۴۱) یہ احناف کی دلیل پر اعتراض ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ طلق بن علیؓ حضور ﷺ کی خدمت میں پہلے حاضر ہوئے ہیں یعنی حج میں جب کہ آپ مسجد نبوی تعمیر فرما رہے تھے اور ابو ہریرہؓ حج میں فتح خیبر کے سال میں مشرف باسلام ہوئے ہیں تو معلوم ہوا کہ حدیث ابی ہریرہؓ مؤخر و ناسخ اور حدیث طلقؓ مقدم و منسوخ ہے۔

جواب..... اعتراض یہ ہے کہ ناسخ و منسوخ کا دار و مدار اسلام کی قبلیت و بعدیت پر نہیں بلکہ سماع حدیث کی قبلیت اور بعدیت پر ہے تو ممکن ہے کہ طلق بن علیؓ حج کے بعد بھی حاضر خدمت ہوئے ہوں اور ابو ہریرہؓ کے مسلمان ہونے کے بعد یہ حدیث سنی ہو جیسا کہ سوید بن نعمان حقیق الاسلام ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی حدیث ثم صلی ولم يتوضا حدیث ابی ہریرہؓ تو وضو و اما مست النار کے لئے ناسخ ہے حاصل یہ کہ آپ کا یہ دعویٰ فتح حج ہو سکتا ہے جبکہ دو باتوں میں سے ایک بات ثابت ہو جائے یا تو

طلق کا وقت پاجانا ابو ہریرہ کے اسلام لانے سے پہلے یا ابو ہریرہ کے اسلام لانے کے بعد طلق بن علی کی ملاقات کا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہونا حالانکہ یہ دونوں ہی باتیں کسی تاریخ اور دلیل نقلی سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس ابن حبان نے عام الوفود یعنی ۹ حج میں وفد بنی حنیفہ میں طلق بن علی کا آنا ثابت کیا ہے جس میں میلہ کذاب بھی موجود تھا۔ (نصب الراية صفحہ ۶۱ بحوالہ معارف السنن صفحہ ۳۰۰، طبقات ابن سعد صفحہ ۵۵، سیرت ابن ہشام جلد ۲، صفحہ ۳۲) اس کے علاوہ مسجد نبوی کی تعمیر دوسری مرتبہ فتح خیبر کے بعد بھی ہوئی ہے تو ممکن ہے کہ طلق بن علی دوسری مرتبہ میں آئے ہوں نتیجہ یہ کہ آپ کا تاریخ یقینی نہیں حالانکہ تاریخ کے لئے یقینی ہونا ضروری ہے فلہذا ادعوی نسخ ثابت نہ ہو ایہ تمام تقریر علامہ تورپشتی، حافظ ابن ہمام، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت علامہ بنوری کی تحقیقات سے ماخوذ ہے۔

وجوہ ترجیح حدیث طلق بن علی علی حدیث بسرہ بنت صفوان..... نمبر ۱..... اس مسئلے کا تعلق مردوں سے ہے نیز مرد قوی العقل اور اضبط و احفظ ہوتا ہے جبکہ عورت ناقصہ العقل ہے لہذا مرد کی روایت عورت کی روایت سے اقوی ہے۔

نمبر ۲..... عدم نقض وضو کی علت یعنی جزئیت ذکر موجود باقی ہے تو معلوم ہوا کہ حکم بھی باقی ہے۔

نمبر ۳..... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ کے تعارض کی وجہ سے تساقط ہو گیا۔ بنا علیہ اذا تعارضتا تساقطا۔ تو اب اصل کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اصل بقائے وضو ہے (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۲۲)۔  
نمبر ۴..... علی بن مدینی حدیث طلق کے متعلق فرماتے ہیں ہوا حسن من حدیث بسرہ (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۳۶)  
وعن عائشة قالت کان النبی ﷺ يقبل بعض أزواجه ثم یصلی ولا یتوضأ (صفحہ ۴۱) مسئلہ مس امرؤہ اس میں تین نہایت ہیں۔

(۱)..... ابو حنیفہ، صاحبین، ابن عباس، سفیان ثوری، اوزاعی، علی، عطاء، ابن جریر، طبری کے نزدیک مس امرؤہ مطلقاً ناقض وضو نہیں۔ (۲)..... امام مالک کے نزدیک مس امرؤہ ناقض وضو ہے بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو والا فلا۔ (۳)..... شافعی و احمد کے نزدیک مس لجنبہ غیر محرم مطلقاً ناقض ہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے نیز عورت مشہاہ ہو یا غیر مشہاہ ہو صحابہ میں سے عمر، ابن عمر، ابن مسعود بھی نقض وضو کے قائل ہیں۔ دلائل احناف دلائل نمبر (۱)..... حدیث باب۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث عائشہ قالت بنسما عدلعمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی ورسول اللہ ﷺ یصلی وانا مضطجعة بینہ و بین القبلة فاذا اراد ان یسجد غمزنی فقبضت رجلی (رواہ البخاری)

ولیل انکره ثلاثہ..... قولہ تعالیٰ اولمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا الخ (پارہ ۶، ۵) کیونکہ ملامہ چھونے اور جماع کرنے دونوں ہی کے معنی میں آتا ہے اور یہاں دوسری قراءت لمستم مجرد سے بھی ہے اور لمس کے حقیقی معنی ہاتھ سے چھونے کے آتے ہیں معلوم ہوا کہ اس قراءت کے قرینے سے پہلی قراءت میں بھی چھونے ہی کے معنی مراد ہیں۔ جواب..... ملامہ کا اسناد نساء کی طرف ہوتا جماع ہی کے معنی مراد ہوتے ہیں اور یہاں ملامہ بمعنی جماع تین وجوہ سے راجح ہیں۔

وجہ اول... رئیس المفسرین حضرت ابن عباسؓ نیز حضرت علیؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ وغیرہم نے یہی تفسیر کی ہے۔ وجہ ثانی..... مفاصلہ میں اصل حقیقت مشارکت ہے اور مشارکت جماع میں پائی جاتی ہے نہ کہ مس بالید میں بھی۔ وجہ ثالث..... جماع کے معنی میں تو آیت سے حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں ہی کے لئے تیمم کے جواز کا حکم ثابت ہو گا اور اگر مس بالید کے معنی میں تو آیت سے صرف حدث اصغر کے لئے تیمم ثابت ہو گا اور آیت کا ایسا معنی لینا جو زیادہ احکام پر مشتمل ہو اولیٰ ہے۔ رہی دوسری یعنی لمستم والی قراءت تو لمس کے حقیقی معنی کو چھونے کے آتے ہیں مگر مجازی معنی جماع کے بھی آتے ہیں اور پہلی قراءت اس معنی میں محکم اور یہ دوسری قراءت مجتملاً ہے لہذا محتمل کو محکم پر محمول کیا جائے گا معلوم ہوا کہ یہاں لمس کے مجازی معنی جماع کے مراد ہیں جیسا کہ من قبل ان تمسوهن (پارہ ۲) میں ہے.....

شبهہ..... بعض صحابہ کرام مثلاً عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ وغیرہم سے ملامہ بمعنی مس بالید منقول ہے جیسا کہ آگے مشکوٰۃ کی فصل ثالث میں آ رہا ہے۔ جواب نمبر ۱..... حدیث مرفوع صحیح کے مقابلے میں یہ احادیث مقولہ مرجوح ہیں یا منسوخ ہیں اور تاریخ علاوہ احادیث مذکورہ کے یہ حدیث ابن عباسؓ ہے لبس فی القبلة الوضوء (مسند ابی حنیفہ) جواب نمبر ۲..... مس بالید سے عموماً مذی نکل آتی ہے لہذا مطلق مس بالید سے احتیاطاً وضو کر لینا مستحب ہے دلیل احناف یعنی حدیث باب پر صاحب مشکوٰۃ کے دو اعتراضات..... وقال الترمذی لا یصح عند اصحابنا بحال اسناد عروہ عن عائشہ... یہ حدیث عائشہ پر پہلا اعتراض ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی سند متصل نہیں کیوں کہ عروہ کا سماع عائشہ سے ثابت نہیں۔

جواب..... علامہ طیبی اور سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ خود جامع ترمذی میں اور صحیحین میں بے شمار متصل سننات میں سماع عروہ عن عائشہ ثابت ہے اور یہ بات کتب اسامہ الرجال میں سے بھی ثابت ہے کیوں کہ عروہ بن زبیر حضرت عائشہ کے بھانجے اور شاگرد ہیں مسامحہ صاحب مشکوٰۃ..... دراصل امام ترمذی کا

اعتراض نقل کرنے میں صاحب مشکوٰۃ سے تسامح ہوا ہے امام ترمذی کا اصل اعتراض یہ ہے کہ حبیب بن ابی ثابت عن عروۃ عن عائشہ والی سند میں حبیب کا سماع عروۃ سے ثابت نہیں چنانچہ ترمذی کی اصل عبارت یہ ہے ترک اصحابنا حدیث عائشہ فی هذا لانه لا یصح عندهم الاسناد بحال قال یعنی البخاری حبیب بن ابی ثابت لم یسمع من عروۃ (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۳۳)

جواب..... ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے اور حدیث مرسل حنفیہ، مالکیہ اور جمہور محدثین کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ مرسل ثقہ ہو اور یہاں حبیب ثقہ ہے اور شوافع کے نزدیک اگر توابع موجود ہوں تو حجت ہے ورنہ نہیں اور یہاں توابع موجود ہیں مثلاً ابراہیم تیمی وغیرہ وایضاً اسناد ابراہیم تیمی عنہا وقال ابو داؤد هذا مرسل الخ..... یہ حضرت عائشہ کی روایت کی دوسری سند پر اعتراض ہے کہ ابراہیم کا سماع عائشہ سے ثابت نہیں تو یہ مرسل بمعنی لغوی منقطع ہے کیونکہ یہاں تابعی اور صحابی کا درمیانی واسطہ گرا ہوا ہے نہ کہ خود صحابی کا۔ جواب نمبر ۱..... وہی جو پہلے گذر چکا ہے کہ ثقہ تابعی کی حدیث منقطع حدیث مرسل کے حکم میں ہے۔ جواب نمبر ۲..... دارقطنی میں اس کی سند متصل ہے یعنی ابراہیم تیمی عن ابیہ یزید عن عائشہ تو معلوم ہوا کہ دوسرے حضرات نے اختصار کیا ہے جو معنی نہیں اور اختصار کی وجہ اعتماد حجت ہے۔

وجہ ترجیح مذہب حنفی..... ہمارے پاس کتاب وسنت دونوں سے دلائل موجود ہیں بخلاف فریق ثانی کے کہ اس کے پاس فقط آیت قرآنیہ ہے اور وہ بھی محتمل لہذا مذہب حنفی راجح ہے۔

الفصل الثالث وعن عمر بن عبد العزیز..... عن تمیم الداری قال قال رسول اللہ ﷺ الوضوء من کل دم سائل..... مسئلہ خلاقیہ..... ابو حنیفہ اور احمد کے نزدیک بدن سے نجاست کا نکلنا مطلقاً ناقض وضو ہے سبیلین سے ہو خواہ غیر سبیلین سے ہو۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک سبیلین سے نجاست نکلے تو ناقض وضو ہے اور غیر سبیلین سے نکلے تو ناقض نہیں تو اختلاف غیر سبیلین میں ہوا۔ دلائل احناف..... دلیل نمبر ۱: حدیث باب یعنی حدیث تمیم الداری۔

دلیل نمبر ۲..... حدیث عائشہ مرفوعاً من اصابہ فی او رعاقب او لیس او مدی فلینصرف فلینوضا ثم لیس علی صلواتہ الخ (رواہ ابن ماجہ)

دلیل نمبر ۳..... طاہرہ بنت ابی جہش نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا انسی امرؤۃ استعاض فلا اظہر الفادع الصلوٰۃ قال لا انما ذلک عرق لیس بحیض الی قولہ ثم توضی لکل صلوات

(رواہ البخاری) اس سے معلوم ہوا کہ وضو ٹوٹنے کی علت رگ کے خون کا نکلنا ہے نہ کہ محض سبیلین سے نجات کا خارج ہونا تو معلوم ہوا کہ دم عرق جہاں سے بھی نکلے ناقض وضو ہوگا۔

دلیل شواہع: حدیث جابر کا مشہور قصہ ہے جس کو ابو داؤد، بخاری، ابن ماجہ وغیر ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوة ذات الرقاع ۵ھ حج میں ایک منزل پر نزول فرما کر ایک مہاجر اور ایک انصاری کو پہرے کے لئے مقرر فرمایا۔ مہاجر اپنی باری میں سو گئے اور انصاری نماز پڑھنے لگے دشمن نے ان کو تین تیر مارے جن کی وجہ سے کافی خون نکلا مگر وہ صحابی ویسے ہی نماز پڑھتے رہے۔

جواب نمبر ۱.....: ان انصاری صحابی کو تین تیر لگے تو یقیناً کافی خون نکلا ہوگا جو بدن اور کپڑوں کو بھی لگا ہوگا اور اس صورت میں خون کا دھونا بالاتفاق واجب ہے تو ایسی صورت میں امام شافعی کے نزدیک بھی نماز نہیں ہونی چاہیے تھی فما ہو جو ابکم فهو جو ابنا اگر یہ کہا جائے کہ خون سیدھا نوارے کی طرح دھار بن کر نکلا ہوگا تو یہ احتمال بعید از قیاس ہے جس کے لئے مستقل ثبوت کی ضرورت ہے۔

جواب نمبر ۲.....: لذت نماز اور لذت مناجات کی وجہ سے ان صحابی کا خون کی طرف التفات نہیں ہوا۔

جواب نمبر ۳.....: یہ فعل صحابی ہے تو ممکن ہے کہ اس وقت تک انہیں مسئلہ معلوم نہ ہو اسی لئے حضور ﷺ نے یہ حدیث باب ارشاد فرمائی ہو یہی جواب راجح ہے۔ دلیل احناف یعنی حدیث تمیم الداری پر صاحب مشکوٰۃ کے دو اعتراضات..... وقال ای الدار قطنی عمر بن عبد العزيز لم یسمع من تمیم الداری ولا رآه (صفحہ ۴۲)..... یہ پہلا اعتراض ہے۔ جواب نمبر ۱.....: اگر شہادتی

تالیفی اعتماد صحت کی وجہ سے واسطہ حذف کر دے تو اس کی حدیث منقطع سے ہمارے نزدیک استدلال صحیح ہے

اب نمبر ۲.....: کمال بن عدی میں یہی حدیث زید بن ثابت کے طریق سے مروی ہے اور اس میں انقطاع نہیں قولہ: ویزید بن خالد ویزید بن محمد مجہولان..... یہ دوسرا اعتراض ہے کہ عمر ثانی کے شاگرد زید بن محمد اور پھر ان کے شاگرد زید بن خالد یہ دونوں مجہول ہیں۔ جواب نمبر ۱.....: ان دونوں کے مجہول ہونے میں اختلاف ہے اور ایسے مجہول راوی کی روایت مقبول ہے۔ جواب نمبر ۲.....: مجہول کی دو قسمیں ہیں

(۱) مجہول الذات..... جس کے علاوہ کا علم نہ ہو۔ (۲) مجہول الوصف..... جس کے حالات کا علم نہ ہو اور یہ دونوں حضرات مجہول الوصف ہیں اور مجہول الوصف کی حدیث ہمارے نزدیک معتبر ہے۔

جواب نمبر ۳.....: کمال بن عدی والی سند صحیح و متصل ہے لہذا ان کی جہالت معنی نہیں۔

جواب نمبر ۴.....: مذہب حنلی کی اصل بنیاد فاطمہ بنت ابی حنیس والی حدیث بخاری پر ہے اور یہ محض تائیدی

دلیل ہے۔ جواب نمبر ۵.....: تعدد اسانید سے ضعیف حدیث حسن اخیر ابن جاتی ہے۔

## باب آداب الخلاء (صفحہ ۴۲)

ادب... کے معنی رعایت حدود و قوانین کے ہیں اور قابل مدح قول و فعل کو بھی ادب کہتے ہیں۔

خلاء... دراصل خالی جگہ کو کہتے ہیں پھر بیت الخلاء کو کہنے لگ گئے کیونکہ اس میں بھی آدمی تنہا جاتا ہے۔ آداب خلاء کا حاصل یہ امور ہیں۔ (۱)۔ کعبۃ اللہ کی تعلیم کہ اس کی طرف پیٹھ یا منہ نہ ہو

(۲)۔ کمال صفائی و طہارت مثلاً ڈھیلا استعمال کرنا۔ (۳)۔ ایذا خلق سے احتراز کرنا یعنی راستے میں اور سائے میں قضائے حاجت نہ کرنا اور ہڈی سے استنجاء نہ کرنا کیونکہ یہ جنات کی غذا ہے (حجۃ المندوبہ ص ۴۲۳)

## الفصل الاول

عن ابی ایوب الانصاریؓ.....: مسئلہ استقبال و استدبار

قبلہ..... اس میں ائمہ اربعہ کے تین مذاہب ہیں۔ (۱)۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک صحراء اور آبادی دونوں میں

استدبار و استقبال دونوں مطلقاً مکروہ تحریمی ہیں۔ (۲)۔ شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک صحراء میں دونوں ناجائز اور

آبادی میں دونوں جائز ہیں۔ (۳)۔ امام احمدؒ کے نزدیک استقبال مطلقاً جائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے

دلائل احناف.....: دلیل نمبر ۱.....: حدیث ابی ایوب انصاریؓ مرفوعاً اذا اتیمم الغائط فلا

تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولكن شرفوا او غربوا (مشفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲)

نمبر ۲.....: حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً انما انا لکم مثل الوالد لولده اعلمکم اذا اتیمم الغائط

فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروا (رواہ ابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲)

نمبر ۳.....: حدیث ابی ایوب انصاریؓ موقوفاً فقد منا الشام فوجدنا مراحيض قد بنيت

مستقبل القبلة فنحرف عنها وتستغفر الله عزوجل (رواہ الترمذی والبخاری والطحاوی وغیرہم)

شوافع اور مالکیہ کی دلیل اول.....: حدیث ابن عمرؓ قال ارتقت فوق بيت حفصه لبعض

حاجتی فرأيت رسول الله ﷺ يقضي حاجته، مستدبر القبلة مستقبل الشام (مشفق علیہ

، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲) جواب نمبر ۱.....: ابن عمرؓ کی یہ نظر سرسری اور سطحی تھی تو ممکن ہے کہ ان کو دیکھنے میں

مناظر واقع ہوا ہو کیوں کہ ایسی حالت پورے غور سے نہیں دیکھی جاسکتی۔

جواب نمبر ۲.....: آنحضرت ﷺ کے لئے عین کعبہ کے استقبال و استدبار کی ممانعت تھی نہ کہ جہت کعبہ کی بھی

جواب نمبر ۳.....: یہ نبی سے قبل کا واقعہ ہے۔ جواب نمبر ۳.....: یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی کیونکہ

قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں اور علامہ بدر الدین عینیؒ عمدۃ القاری میں اور علامہ ابن عابدین شامی نے رد

البخاری میں فضیلت انبیاء علیہم السلام کی طہارت ذکر کی ہے۔

جواب نمبر ۵۔۔۔۔۔ حدیث قولی حدیث فعلی سے راجح ہوتی ہے۔ جواب نمبر ۶۔۔۔۔۔ محرم میح سے راجح ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۷۔۔۔۔۔ قاعدہ کلیہ والی حدیث جزئی واقعہ والی حدیث سے راجح ہوتی ہے۔

وسیل ثانی۔۔۔۔۔ حدیث مروان الاصفہر قال رایت ابن عمرؓ اناخ وراحتہ مستقبل القبلة ثم

جلس بیول الیہا الخ (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۳۲) جواب نمبر ۱۔۔۔۔۔ ابن عمرؓ کے اس عمل و اجتہاد

کی بنیاد حدیث روایت پر ہے جس کے جوابات گذر چکے ہیں۔ جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ اس حدیث کی سند میں حسن

بن ذکوان راوی ضعیف ہے ان کے متعلق یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ انہ مکر الحدیث اما منسائی کہتے ہیں لیس

بالقوی وسیل ثالث۔۔۔۔۔ حدیث جابرؓ قال نہی نبی اللہ ﷺ ان نستقبل القبلة ببول

فرأیتہ قبل ان یقبض بعام یستقبلہا (رواہ ابوداؤد) جواب۔۔۔۔۔ علاوہ جوابات مذکورہ کے اس کی سند

میں محمد بن اسحاق راوی ضعیف ہے اس کے متعلق امام مالک خود کہتے ہیں دجال من الدجالۃ لو قمت

بین الحطیم والحجر الاسود فقلت انہ دجال کذاب۔۔۔۔۔ لست ابالی۔۔۔۔۔ وسیل حبابہ

۔۔۔۔۔ حدیث سلمانؓ قال نہانا یعنی رسول اللہ ان نستقبل القبلة لغائط او بول الخ (رواہ

مسلم مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۳۲) جواب نمبر ۱۔۔۔۔۔ یہ حدیث استدبار سے ساکت ہے اور حدیث ابی ایوب

انصاریؓ ناطق ہے اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ اس حدیث میں استقبال کی

خصوصیت اس لئے ہے کہ بنسب استدبار کے استقبال میں شدید کراہت ہے۔

جواب نمبر ۳۔۔۔۔۔ روایات میں مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔

وعن سلمانؓ۔۔۔۔۔ قولہ ان نستنجی باقل من ثلثة احجار (صفحہ ۴۳۲)

مسئلہ تثلیث احجار۔۔۔۔۔ ابو حنیفہؒ اور مالکؒ کے نزدیک استنجاء میں عدد احجار واجب نہیں بلکہ صفائی مطلوب

سے البتہ تثلیث مستحب ہے اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک تین ذھیلوں کا استعمال کرنا واجب ہے۔

ولائل احناف۔۔۔۔۔ وسیل نمبر ۱۔۔۔۔۔ حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً ومن استجمر فلیوترو من لعل

لقد احسن ومن لا فلا حوج (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ و الدارمی و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۳۲)

وسیل نمبر ۲۔۔۔۔۔ حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف

لے گئے اور مجھے فرمایا کہ تین ڈھیلے لاد میں نے دو پتھر لے لئے اور ایک گوبر کا ٹکڑا ان کے ساتھ لے آیا

آنحضرت ﷺ نے دو پتھر لے لئے اور گوبر پھینک دیا (رواہ البخاری)



دلائل شواہع ..... دلیل نمبر ۱ ..... حدیث باب ۲ - وہ تمام روایات جن میں تین ڈھیلوں کا امر فرمایا۔  
جواب نمبر ۱: دلائل مذکورہ کے قرینے سے نئی تزییہ ہے اور امر استہلابی ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... چونکہ  
عام طور پر پوری صفائی تین ڈھیلوں سے ہو جاتی ہے اس لئے تین کو عادتاً وغالباً مستحب قرار دیا ہے۔

وعن ابن عباس ..... قوله 'وما يعذبان في كبير' ..... شبه ..... بعض روایات میں آتا ہے کہ بلی  
انہما کبیران عند اللہ (مرقات جلد ۱، صفحہ ۳۳۹) تو یہ تعارض ہوا؟ جواب نمبر ۱: نفعی بمعنی دشوار ہے  
اور اثبات بمعنی کبیرہ گناہ ہے (بغوی ابن دینار العید وخطابی) جواب نمبر ۲: نفعی بزم الفاعل ہے اور اثبات  
بحسب الحقیقہ عند اللہ ہے۔ جواب نمبر ۳: پہلے آپ ﷺ کو کبیرہ ہونے کا علم نہ تھا لیکن بعد میں علم عطا کر  
دیا گیا۔ قوله 'لعله ان يخفف عنهما ما لم يبسا' ..... تخفيف عذاب کی راجح ترین وجہ  
یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا اور شفاعت فرمائی تو دعا کے جواب میں بتایا گیا کہ جب تک یہ  
ٹہنیاں تر اور سر سبز رہیں گی اس وقت تک آپ کی دعا منظور ہے جیسا کہ مسلم کی ایک روایت میں حضرت جابر  
سے مروی ہے ان صاحبی القبرین اجبت شفاعتی فیہما ما دام القضبان رطبین۔ علامہ نووی  
قرطبی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور علامہ کرمائی وطرطوشی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی  
برکت سے ٹہنی اور شاخ میں یہ خصوصیت پیدا ہوگئی۔ فائدہ: آج کل یہ جو قبروں پر پھول اور کھجور کی شاخیں  
چڑھائی جاتی ہیں اس بدعت کا حدیث کے واقعہ پر قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ یہ تو آنحضرت ﷺ کی دعا و  
شفاعت اور آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت و خصوصیت تھی کیا عام لوگ حضور ﷺ کے برابر ہیں؟ اگر یہ  
حکم عام ہوتا تو صحابہ کرام بطریق اولیٰ اس پر عمل کرتے معلوم ہوا کہ یہ ان قبروں کی خصوصیت تھی۔ نیز اس  
حدیث میں یہ عمل تخفیف عذاب کے لئے کیا گیا ہے تو کیا یہاں بھی یہی نیت ہوتی ہے؟

الفصل الثانی ..... وعن ابن مسعود ..... قوله 'بالرؤث' ..... بمعنی لید گھوڑے

گدھے، خچر وغیرہ کی یہاں دو لفظ اور ہیں یعنی بعرۃ بمعنی میٹھی اور خسی بمعنی گوبر اور لفظ رجیع تمام کو شامل ہے۔  
قوله 'فانها زاد اخوانکم من الجن' ..... آنحضرت ﷺ کے معجزے سے جنات کے جانوروں  
کے لئے لید پر دانہ اور بھوسہ پیدا ہو جاتا ہے اور خود جنات کے لئے ہڈی پر گوشت پیدا ہو جاتا ہے جو پہلے موجود  
تھا جیسا کہ ابن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو حافظ ابو عبد اللہ حاکم نے دلائل الملوہ میں ذکر کیا ہے۔  
عن روفیع بن ثابت ..... قوله 'من عقد لحیتہ' یعنی داڑھی میں گرہ لگائی یا  
داڑھی چڑھائی اور اس کے مذموم ہونے کی چار وجوہ ہیں (۱) سنت کی مخالفت (۲) تشبہ بالقساہ (۳) تفسیر خلق

اللہ (۳) کہہ باہل الجاہلیہ۔ قولہ، او تقلد و قورا..... یعنی بچے یا گھوڑے کے گلے میں نظر بدیا آفات سے بچانے کے لئے کمان کی تانت کا ہار پہنایا اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اہل رب جاہلیت میں اس عمل کو مؤثر بالذات سمجھ کر کرتے تھے تو اس میں کہہ بالجاہلیہ ہے۔ وعن ابی ہریرۃ..... قولہ، لی تور بیتل یا پتھر کا چھوٹا سا برتن۔ قولہ، اور کوفہ..... چیز کا چھوٹا سا مشکیزہ

وعن عمر..... مسئلہ خلافیہ یول قائماً ابو حنیفہ شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک بلا عذر کھڑے ہو کر پیشاپ کرنا مکروہ ہے پھر بعض کے یہاں مکروہ تحریمی اور بعض کے یہاں مکروہ تنزیہی ہے۔ امام مالک کے نزدیک اگر چھینٹوں کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے والا فلا۔ امام احمد کے نزدیک مکروہ نہیں بلکہ مطلقاً مباح ہے (بذل الحجور جلد ۱ صفحہ ۱۷۱) دلائل جمہور و دلیل نمبر ۱.....: حدیث عمر قال رانی النبی ﷺ وانا ابول قائماً فقال یا عمر لا تبیل قائماً فما بلیت قائماً بعدہ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۳) دلیل نمبر ۲.....: حدیث عائشہ قالت من حدثکم ان النبی ﷺ کان یبول قائماً فلا تصدقوا ما کان یبول الا قاعداً (رواہ احمد و الترمذی و النسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۳)

و دلیل حنا بلہ... حدیث حذیفہ قال اتی النبی ﷺ سبابة قوم فبال قائماً (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۳) جواب نمبر ۱..... حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گھٹنے میں درد تھا جس کی وجہ سے بیٹھنا مشکل تھا جیسا کہ حاکم اور بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے ان النبی ﷺ بال قائماً لجرح ما بضعہ (گھٹنے کا اندرونی حصہ) جواب نمبر ۲..... امام شافعی فرماتے ہیں کہ عرب والے درد کر کے لئے کھڑے ہو کر پیشاپ کرنا بطور دواء علاج کیا کرتے تھے تو ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو درد کمر ہو۔

جواب نمبر ۳..... سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ نیچے گندگی تھی بیٹھنے سے نجاست میں طوٹ ہونے کا اندیشہ تھا جواب نمبر ۴..... یہ بیان جواز کے لئے تھا کہ نبی تحریمی نہیں ہے۔ جواب نمبر ۵..... قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔ جواب نمبر ۶..... محرم میح سے راجح ہے۔ قولہ، وانا ابول قائماً..... حضرت عمر فعلی جاہلیت کی عادت کی بنا پر تھا یا عذر کی وجہ سے یا عدم اطلاع کی بنا پر۔ قولہ، سبابة قوم..... یعنی کوزا خانہ، روزی یہ اضافت یا تو تملیک کے لئے ہے اس صورت میں آپ کو عرفاً اجازت کا علم ہو گا یا نہیں اس کے لئے ہے ملک کے لئے نہیں اس صورت میں وہ سباط ارض موات میں ہو گا۔

الفصل الثالث..... عن عائشہ، قولہ، ما کان یبول الا قائماً (صفحہ ۴۳)..... شبہہ... یہ حضرت حذیفہ کی مذکورہ بالا حدیث سے متعارض ہے۔

جواب نمبر ۱ نشی قیام حضرت عائشہ کے علم کی بناء پر ہے جو گھر پر منحصر ہے۔ جواب نمبر ۲ نشی قیام اکثری عادت کی بناء پر ہے والنادر کالمعدوم۔ جواب نمبر ۳ نشی قیام عدم عذر کی صورت پر محمول ہے۔

## باب السواک

سواک بکسر السین مصدر بھی ہے اور بمعنی سواک کی لکڑی بھی۔ فضائل مسواک اسکے متعلق چالیس مرفوع احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے تفضل الصلوة التي يستاک لها علی الصلوة التي لا يستاک لها سبعین ضعفاً (رواہ ابویوسف فی شعب الایمان مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۲۵) اور ابوامامہ سے مرفوعاً روایت ہے ماجاءنی جبرئیل علیہ السلام قط الا امرنی بالسواک لقد خشیت ان احفی مقدم فی (رواہ احمد بحوالہ مذکورہ)

آداب مسواک یہ چھ ہیں..... (۱) خضر کے برابر موٹی ہو اور بالشت کے برابر لمبی ہو۔ (۲) نیلویا اور کسی کڑے درخت کی ہو۔ (۳) دائیں طرف سے شروع کرے (۴) دانتوں کی جوڑائی میں کرے لمبائی میں نہ کرے۔ (۵) مسواک نرم ہو۔ (۶) حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ کرے اور ہر مرتبہ دھوئے۔ فوائد مسواک..... یہ کل ستر ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔ (۱) مینائی تیز ہوتی ہے۔ (۲) معدہ درست رہتا ہے۔ (۳) منہ کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کما فی الحدیث السواک مطهرة للفقہ۔ (۴) رضائے الہی حاصل ہوتی ہے ومرضاة للرب (۵) موت کے وقت کلمہ شہادت نصیب ہوتا ہے۔

مقامات مسواک..... یہ متعدد ہیں جن میں سے پانچ یہ ہیں۔ (۱) دانتوں کی زردی کے وقت۔ (۲) منہ کے ذائقے کے تغیر کے وقت (۳) نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔ (۴) تلاوت قرآن کے وقت۔ (۵) دخول بیت کے وقت۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ جب بھی گھر داخل ہوتے تو پہلے مسواک فرماتے تاکہ بات کرتے وقت بدبو محسوس نہ ہو۔

وعن ابی ہریرةؓ..... قوله بالسواک عند کل صلوة..... مسئلہ خلاقیہ..... احناف کے نزدیک ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ہر نماز کے لئے تکبیر تحریر سے پہلے مقام وضو میں صرف مستحب ہے اور شوافع کے نزدیک ہر وضو اور ہر نماز کی تکبیر تحریر کے وقت دونوں کے ساتھ مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ دلائل احناف دلیل نمبر ۱..... حدیث ابی ہریرةؓ مرفوعاً لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضوء (رواہ ابن خزیمہ والحاکم وبنحواری) دلیل نمبر ۲..... ایک دوسری روایت میں ہے لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل

اصحہ سور (رواہ احمد، الطبرانی) دلیل شواہح حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث  
 احتجاب پر محمول ہے اور تکبیر تحریر سے قبل پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲۔ یہ حدیث محتمل ہے کہ عندیت عند  
 مراد ہو یا عندیت منفصلہ مراد ہو لہذا یہ حدیث مفسر عند کل وضو پر محمول ہے اور تقدیر عبارت عند وضو کل صلوات ہے  
 اور قرآن تین ہیں۔ (۱) قیام الی الصلوٰۃ و تکبیر تحریر کے وقت آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین سے  
 مسواک کرنا ثابت نہیں۔ (۲) نماز کے متصل مسواک کرنے سے خروج دم کا اندیشہ ہے جو ہمارے نزدیک  
 ناقض وضو ہے اور اس میں حرج ہے۔ (۳) ایک دوسری صریح روایت میں یوں آیا ہے لا مسوتہم  
 بالسواک مع الوضوء عند کل صلوٰۃ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ من حدیث عائشہ زوجہ الخلیفہ  
 جلد ۱، صفحہ ۳۱۶ و استادہ صحیح)

و عن عائشہ..... قوله 'من الفطرة'.. فطرت سے مراد سنت انبیاء یا دین فطری و پیدائشی  
 ہے۔ قوله 'قص الشارب' (صفحہ ۳۲) لیوں کا اتنا کاٹنا اور کترنا کہ اوپر والے لب کی سرخی ظاہر ہو  
 جائے سنون ہے اور موٹنا مکروہ ہے۔ قوله 'واعفاء اللحية'... ایک قبضے کے بعد داڑھی رکھنا  
 واجب ہے اور اس سے کم کاٹنا یا موٹنا حرام ہے اور قدر قبضہ کو سنت کہنا بایں معنی ہے کہ ثابت بالسنن ہے جیسا  
 کہ نماز عیدین میں ہے اور لہجہ قدر قبضہ کی دلیل یہ روایت ہے کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض  
 علی لحيته فما فضل اخذه (رواہ البخاری جلد ۲، صفحہ ۸۷۵) باب تقليم الاظفار نیز تعامل است اور  
 اجماع ائمہ اربعہ بھی قدر قبضہ کی دلیل ہے چنانچہ علامہ شامی کتاب الصوم میں قبضے سے کم لہجہ کے متعلق فرماتے  
 ہیں لم یبعہ احدنا و قبضے سے زائد داڑھی رکھنا عزیمت و رادلویت ہے۔

قوله 'وقص الاظفار' ناخنوں کا تراشنا بہتر یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ سے انکی خضر تک ہر  
 بائیں کی خضر سے اس کے ابہام تک اور آخر میں دائیں ہاتھ کا ابہام ہو اور پاؤں میں دائیں کی خضر سے شروع  
 کرے بائیں کی خضر پر ختم کرے۔

قوله 'وغسل البراجم' (صفحہ ۲۳) یعنی انگلیوں کے درمیانی پوروں اور گروں کا دھونا۔  
 باب سنن الوضوء سنت کی جمع ہے اور یہاں اس سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی طریقہ اور  
 روش جو فرانس و سنن آداب و مستحبات سب کو شامل ہے۔

الفصل الاول..... عن ابی ہریرۃ..... قوله 'حتى يغسلها ثلاثا'  
 ..... مسئلہ خلافیہ ابو حنیفہ مالک، شافعی اور اکثر علماء کے نزدیک نیند سے بیدار ہونے کے وقت آنحضرت

دھونے کا امر استجبالی ہے اسی لئے ان حضرات کے نزدیک ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پانی نجس نہ ہوگا اور یہ شخص گناہگار بھی نہ ہوگا لیکن امام احمد، سن بھرتی، مردہ بن زبیر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک ہاتھ دھونا واجب ہے ورنہ پانی نجس ہو جائے گا اور یہ شخص گناہگار بھی ہوگا۔

دلیل - جمہور۔ طہارت یقینی ہے اور نجاست مشکوک ہے اور قاعدہ فقہیہ مسلمہ ہے الیسقین لایزول مالشک۔ دلیل حنا بلکہ حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱۔ فاسہ لابدری ابن باتت یدہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ دھونے کی عت تو ہم نجاست ہے اور تو ہم نجاست موجب وجوب نہیں ہو سکتا۔ جواب نمبر ۲۔ حضور کا ارشاد اذا استیقظ احدکم من منامہ فتوضا فلیستنزل ثلاثاً (تفتق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵) بالاتفاق استحب پر محمول ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ (بذل الحجو جلد ۱، صفحہ ۱۴)

و عنہ ..... قوله فان الشيطان يبیت علی خيشومه اس کی دو توجیہات ہیں۔

(۱)۔ حقیقت پر محمول ہے کہ شیطان ناک کے ذریعے دماغ میں برے خیانات اور فاسد خواب ڈالتا ہے۔

(۲)۔ مجاز پر محمول ہے کہ ناک میں گرد وغبار میل کچیل اور آلائش جم جاتی ہے جس کی وجہ سے طبیعت مکر اور

کامل ہو جاتی ہے اور یہ چیز حق تلاوت قرآن فہم معانی اور رعایت خشوع سے مانع ہے جس کی وجہ سے شیطان خوش ہوتا ہے تو گویا شیطان ناک کی جڑ پر بیٹھا ہوا ہے۔

قوله ثم مضمض و استنثر ثلاثاً (صفحہ ۲۵) مسئلہ خلاقیہ۔ فصل و وصل فی

المضمضة والاستنشاق۔ ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک مضمضہ اور استنشاق میں فصل مختار ہے

یعنی پہلے تین چلوؤں سے تین مرتبہ مضمضہ کرے اور پھر تین چلوؤں سے تین مرتبہ استنشاق کرے لیکن شافعی

واحد کے نزدیک وصل مختار ہے یعنی پہلے ایک چلو سے مضمضہ اور استنشاق دونوں کرے اور علیٰ حذو دوسرے اور

تیسرے چلو سے اسی طرح کرے۔ دلائل احناف۔ دلیل نمبر ۱۔ عن طلحة عن ابيه عن

جده (مصرف بن عمرو) قال دخلت بعني على النبي ﷺ وهو يتوضأ والماء يسيل من

وجهه ولحيته على صدره فرأيت بين المضمضة والاستنشاق (رواه ابو داؤد

جلد ۱، صفحہ ۱۸، ۱۹) دلیل نمبر ۲۔ حدیث ابی حنیفہ قال رأيت علياً توضأ فغسل كفيه حتى انقاهما

ثم مضمض ثلاثاً واستنشق ثلاثاً الى قوله ثم قال احببت ان اريكم كيف كان ظهور رسول

الله ﷺ (رواه الترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶) دلیل نمبر ۳۔ عن ابي شقيق بن

سلمة قال شهدت علي بن امي طالب وعثمان بن عفان توضأ ثلاثاً و امرد المضمضة من

الاستنشاق ثم قالاً هكذا رآنا رسول الله ﷺ تو صا (رواه ابن السكيت في صحيحه بحواله آثار السنن جلد ۱ صفحہ ۳۱) دلیل نمبر ۲ قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فصل افضل و مختار ہو کیونکہ منہ اور ناک دو مستقل اعضاء ہیں۔ شواہح کی دلیل اول حدیث باب ہے۔ جواب۔ ..... یہاں ثلاثا میں تازع فعلین واقع ہو رہا ہے اس لئے ایک فعل کا معمول مزدوف ہے ای مضمض ثلاثاً واستنثر ثلاثاً۔

دلیل ثانی وہ تمام روایات جس میں من کف واحد وارد ہوا ہے۔ جواب نمبر ۱۔ علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲۔ حافظ ابن ہمام کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق ایک ہاتھ سے کیئے جائیں غسل وجہ کی طرح دونوں ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں۔

جواب نمبر ۳۔ مطلب یہ ہے کہ مضمضہ اور استنشاق دونوں دائیں ہاتھ سے ہوں یہ نہیں کہ مضمضہ دائیں سے اور استنشاق بائیں سے ہو۔ قولہ 'ثم مسح رأسه' بیدیدہ..... مسئلہ خلافہ عدد مسح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سر کا مسح صرف ایک مرتبہ کرنا چاہئے۔ امام شافعی کی مشہور روایت میں تثلیث مسنون ہے یعنی تین پانیوں کے ساتھ تین دفعہ سر کا مسح کرنا۔ دلائل جمہور دلیل نمبر ۱ حدیث عبداللہ بن

زید بن عاصم و مسح برأسه فاقبل بهما و ادبر مرة واحدة (رواه البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۵) دلیل نمبر ۲..... حدیث ابی حیرہ قال رأيت علياً و مسح برأسه مرة (رواه الترمذی و التسائی، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۶) شواہح کی دلیل اول..... حضرت شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو میں تین بار سر کا مسح کیا اور پھر فرمایا ایت رسول الله ﷺ فعل هذا (رواه ابوداؤد صفحہ ۱۵)

جواب نمبر ۱۔ تین مرتبہ خالی ہاتھ پھیرنا مراد ہے تاکہ کامل استیعاب ہو جائے۔ جواب نمبر ۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ حضرت عثمان کی تمام صحیح روایات میں عدد ثلاث کا ذکر نہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں واحادیث عثمان الصحاح كلها تدل على مسح الرأس انه مرة (ابوداؤد صفحہ ۱۵) دلیل ثانی..... شواہح کہتے ہیں کہ ہم مسح کو غسل اعضاء پر قیاس کرتے ہیں۔

جواب نمبر ۱..... نص کے مقابلے میں قیاس غیر معتبر ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ قیاس مع الفارق ہے کیوں کہ غسل سے مقصود تنظیف ہے اور نکرار اس کے لئے مفید ہے بخلاف مسح کے کہ اس سے مقصود تخفیف ہے اور نکرار اس کے منافی ہے نیز تثلیث سے تو مسح نہیں رہتا بلکہ غسل بن جاتا ہے حالانکہ مقصود مسح ہے۔ وجہ ترجیح مذہب نفی قیاس اور وجہ نظر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سر کا مسح ایک ہی مرتبہ ہو جیسا کہ اس کے دیگر نظائر میں ہے مثلاً مسح فی التيمم مسح علی الخفين مسح علی الجبيرة۔

قوله 'ثم غسل رجلیه الی الکعبین (صفحہ ۲۵) مسئلہ غسل رجلین ائمہ اربعہ وغیرہم اہل سنت کے نزدیک وضو میں ننگے پاؤں کا فریضہ صرف دھونا ہے مسح کافی نہیں لیکن شیعہ کے فرقہ امامیہ کے نزدیک موزوں کے بغیر ننگے پاؤں پر مسح کرنا بھی پاؤں کا فریضہ ہے۔

دلائل اہل سنت و دلیل نمبر ۱... قولہ 'تعالیٰ وارجلکم الا الکعبین (پارہ ۶) لام کے نصب والی قراءت پر تافع ابن عامر حفص کسائی یعقوب کی قراءت پر۔ دلیل نمبر ۲۔ احادیث تو اس بارے میں حد تو اترو کو پہنچی ہوئی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وضو کرتے وقت ہمیشہ پاؤں کو دھویا ہے۔ مثلاً حدیث باب جلد ۱، صفحہ ۲۵ اور حدیث ابی حنیہ۔ ثم غسل قدمیہ الی الکعبین (جلد ۱، صفحہ ۳۶)۔ دلیل نمبر ۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ لوٹ رہے تھے راستے میں نماز عصر کی وقت بعض لوگوں نے جلدی میں وضو کیا تو ان کی ایزیاں خشک رہ گئیں آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا ویل للاعقاب من النار اسبغوا الوضوء (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۶) جب تھوڑی جگہ کے خشک رہنے پر اتنی سخت وعید ہے تو پھر مسح پر کفایت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔

روافض کی دلیل اول۔ آیت مذکورہ کی جر والی قراءت وارجلکم (ابن کثیر، ابو عمر و شعبہ، حمزہ، ابو جعفر امام خلف کی قراءت پر) جواب نمبر ۱... اس کا جر جواری ہے یعنی وارجلکم کا عطف تو ایسا دیکھم پر ہے لیکن اس کا جر بروفسکم کے جواری وجہ سے ہے جیسا کہ عذاب یوم الیم میں الیم باوجودیکہ عذاب کی صفت ہے مگر پھر بھی یوم کے جواری وجہ سے مجرد ہے اس جواب کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے لفظ الی الکعبین ہے کیوں کہ اہل تشیع کے نزدیک مسح الی ظہور القدمین ہے۔ جواب نمبر ۲... امام شافعی فرماتے ہیں کہ قراءت جرح علی الخفین کی صورت پر محمول ہے ورنہ ایک آیت کی دو قراءتوں میں تعارض لازم آئے گا جو محال ہے۔ جواب نمبر ۳... مسح بمعنی غسل خفیف مشابہ باسح ہے اور مقصود یہ ہے کہ غسل رجلین میں پانی کے اسراف سے بچا جائے جیسا کہ کہا جاتا ہے تمسحت للصلوٰۃ ای توضات لہا اور بولتے ہیں مسح المطر الارض ای غسلها گویا یہاں لفظ مسح میں عموم مجاز ہے۔ دلیل ثانی... حضرت انسؓ سے مروی ہے قال رايت رسول اللہ ﷺ توضا ومسح علی نعلیہ اور ایک روایت میں ومسح علی قدمیہ آیا ہے۔

جواب۔ آپ ﷺ کا یہ طریقہ وضو علی الوضو میں ہوتا تھا جیسا کہ حضرت علیؓ کے متعلق منقول ہے توضا ومسح علی نعلیہ وقال هذا وضوء من لم یحدث هكذا رايت رسول اللہ ﷺ (رواہ الترمذی وغیرہ)

دلیل ثالث حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں ان رسول اللہ ﷺ اتی سباطة قوم لیل الی قولہ فتوضا و مسح علی نعلیہ۔ جواب نمبر ۱ حضرت حذیفہؓ کی صحیح روایت و مسح علی خفہ ہے۔ جواب نمبر ۲ ممکن ہے کہ غسل رجليں سے کوئی چیز مانع ہو۔ قاعدہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت انسؓ یہ تینوں حضرات پہلے فرضیت غسل رجليں کے قائل نہ تھے لیکن پھر بعد میں انہوں نے رجوع فرمایا چنانچہ عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں اجمع اصحاب رسول ﷺ علی غسل القدمین (رواہ سعید بن منصور بحوالہ فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۴۰۳) اور یہ قاعدہ ہے کہ بعد کا اجماع پہلے اختلاف کے لئے رافع ہوا کرتا ہے۔

وعن المغيرة بن شعبه ..... قوله 'مسح بناصيته و على العمامة' ... مسکہ خلا فیہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک مسح کے لئے صرف پگڑی پر مسح کرنا کافی نہیں۔ امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک صرف عمامہ پر مسح کرنا کافی ہے۔

دلیل جمہور و مسحوا بروسکم کا ظاہر اور متبادر مفہوم ہے اور خبر واحد سے مسح عمامہ کی فرضیت ثابت کرنا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ناجائز ہے۔ دلیل حنا بلہ۔ حدیث باب ہے۔

جواب ... آیت قرآنیہ اور متعدد احادیث میں مسح رأس کا ذکر ہے اور عمامہ کا مسح ظاہر ہے کہ مسح نہیں لہذا یہ حدیث مؤول ہے۔ تاویل نمبر ۱ ..... آپ نے ناصیہ کی مقدار سر پر مسح کر کے باقی مسح پگڑی پر فرمایا یعنی عمامہ پر ہاتھ پھیر لیا تاکہ کامل استیعاب ہو جائے جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

تاویل نمبر ۲ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے سر پر پگڑی کے ہوتے ہوئے مسح فرمایا اور اس کو کھولا نہیں جیسا کہ (سنن ابی داؤد باب مسح علی العمامہ صفحہ ۱۹) میں حضرت انسؓ سے مروی ہے رایت رسول اللہ ﷺ يتوضا و عليه عمامة قطرية ..... فادخل يده ' من تحت العمامة لمسح مقدم رأسه ولم ينقض العمامة۔

الفصل الثانی ..... وعن سعيد بن زيد، قوله 'لا وضو لمن لم يذكر اسم الله عليه' (صفحہ ۴۶)۔ مسکہ خلا فیہ تسمیہ فی الوضوء ..... امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی کے نزدیک وضو کی ابتداء میں تسمیہ سنت ہے امام احمد کی ظاہر روایت بھی یہی ہے لیکن داؤد ظاہری کے نزدیک نیز امام احمد کی دوسری روایت میں تسمیہ فرض ہے۔ دلائل جمہور ... دلیل نمبر ۱ ..... قرآن مجید میں فرائض وضو کے سلسلے میں تسمیہ کا ذکر نہیں اور خبر واحد سے فرضیت ثابت کرنے میں کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ممنوع ہے

(۲) حدیث ابی ہریرہؓ داہن مسعود ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال من توضا و ذکر اسم الله فانه



یظہر جسده کله' ومن توضا ولم یدکر اسم اللہ فلم یطہر الا موضع الوضوء (رواہ الدارقطنی  
ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷) اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن تعدد طرق کی وجہ سے قابل استدلال ہے (بذل  
الحجور جلد ۱، صفحہ ۳۳) دلیل اہل ظاہر..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱۔ یہاں لائق کمال  
وضو کے لئے ہے نہ کہ نفی وجود وضو کے لئے اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں جیسا کہ لاصلوٰۃ لجار المسجد الا  
فی المسجد اور لا ایمان لمن لا امانة له میں لائق کمال کے لئے ہے۔

جواب نمبر ۲۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ حدیث میں وضو کی نفی ہے جو وضو سے مشتق ہے جس کے  
معنی چمک دمک کے ہیں اور یہ طہارت سے زائد ایک درجے کا نام ہے تو خاص یعنی وضو کی نفی سے عام یعنی  
طہارت کی نفی لازم نہیں آتی۔

وعن عبد اللہ بن زید..... قوله ' انه ' مسح رأسه ' بماء غیر فضل  
یدیہ..... مسئلہ خلا فیہ مسح رأس . ابو حنیفہ کے نزدیک سر کے مسح کے لئے نیاپانی لینا افضل ہے۔ باقی  
اعضاء مغسولہ کے غسل سے بچی ہوئی تری سے بھی مسح جائز ہے امام شافعی کے نزدیک مطلقاً نیاپانی لینا ضروری  
ہے اور بچی ہوئی تری کافی نہیں۔ دلائل احناف..... دلیل نمبر ۱..... حدیث ریح بنت معوذ ان النبی  
ﷺ مسح برأسه من فضل ماء كان في يده (رواہ ابوراؤدنی باب صفة وضوء النبی ﷺ صفحہ ۱۷)

دلیل نمبر ۲..... حضرت ریح ہی فرماتی ہیں ان النبی ﷺ توضا و مسح برأسه ببلل یدیہ (رواہ الدار  
قطنی بحوالہ بذل الحجور جلد ۱، صفحہ ۷۷)۔

دلیل شواہح حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس حدیث سے لزوم و وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ  
صرف نفس جواز و وجوب ثابت ہوتا ہے اور جواز بلکہ افضلیت کے ہم بھی قائل ہیں۔ جواب نمبر ۲..... ممکن ہے کہ  
آپ ﷺ نے تری کے خشک ہو جانے کی وجہ سے نیاپانی لیا ہو اور قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

وعن ابی امامة..... قوله ' وقال الاذنان من الرأس (صفحہ ۳۶)۔  
مسئلہ خلا فیہ مسح اذنین مالک، شافعی، احمد کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے جدید پانی لینا ضروری  
ہے لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک سر کے مسح سے بقیہ تری بھی کانوں کے مسح کے لئے کافی ہے۔

دلائل احناف..... دلیل نمبر ۱..... حدیث باب کیوں کہ آنحضرت ﷺ ارشاد و احکام کے لئے  
تشریف لائے ہیں نہ کہ خلقت بتانے کے لئے تو مطلب یہ ہوا کہ کان سر کے حکم میں ہیں لہذا سر کے مسح کی تری  
کان کے مسح کے لئے کافی ہوگی اور اس حدیث کے متعلق ابن دقیق العید شافعی فرماتے ہیں الحدیث حسن۔

دلیل نمبر ۲ حدیث عبد اللہ بن ماجہؓ فاذا مسح برأسه خرجت الخطايا من رأسه حتى تخرج من اذنيه (رواہ مالک والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۹) دلیل اول پر شبہہ... قال حماد لا ادري الاذنان من الرأس من قول ابی امامہ ام من قول رسول اللہ ﷺ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۷)

جواب نمبر ۱۔ حماد کا عدم علم دوسروں پر حجت نہیں ہو سکتا جبکہ متعدد قوی طرق سے اس کا مرفوع ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ والاذنان من الرأس۔

جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ یہ روایت ابو امامہؓ کے علاوہ ابن عباسؓ، عبد اللہ بن زیدؓ، ابو ہریرہؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انسؓ، ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ ان صحابہ سے بھی متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

جواب نمبر ۳۔۔۔۔۔ اثر موقوف بھی حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے کیوں کہ اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ غیر مد رک بالقیاس مسئلے میں صحابی کا قول حکما مرفوع ہوتا ہے۔

شواہح کی دلیل اول۔۔۔۔۔ کان مستقل عضو ہے لہذا پانی مستقل ہونا چاہیے۔ جواب نص کے مقابلے میں قیاس معتبر نہیں۔ دلیل ثانی۔۔۔۔۔ ابن عمرؓ سے جدید پانی لینا ثابت ہے لفظ یہ ہیں انہ کان اذا توضا یاخذ الماء باصبعیه لا ذنیہ (رواہ مالک والبیہقی) جواب نمبر ۱۔۔۔۔۔ ممکن ہے کہ تری کے خشک ہو جانے کی وجہ سے نیا پانی لیتے ہوں۔ جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ دلائل مذکورہ کے تری سے اس روایت سے نفس جواز ثابت ہوتا ہے نہ کہ وجوب بھی اور جواز کے مجہم بھی قائل ہیں حالانکہ کلام وجوب میں ہے جو ثابت نہیں ہوا۔

وعن معاذ بن جبل۔۔۔۔۔ قوله 'اذا توضا مسح وجهه بطرف ثوبه' مسئلہ خلاف مسح بالمندیل۔۔۔۔۔ احناف اور جمہور علماء کے نزدیک وضو اور غسل دونوں کے بعد رومال وغیرہ سے پانی خشک کرنا بقول ثنائی مستحب ہے اور بقول قاضیان مباح ہے یعنی نہ مستحب نہ مکروہ اور یہی قول معتدلیہ اور حق ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

دلائل احناف۔۔۔۔۔ دلیل نمبر (۱)۔۔۔۔۔ حدیث باب۔ دلیل نمبر ۲۔۔۔۔۔ حدیث عائشہؓ قالت کان لرسول اللہ ﷺ خرقة ينشف بها اعضاءه بعد الوضوء (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۷)

دلیل نمبر ۳۔ حدیث سلمان فارسیؓ ان النبی ﷺ توضا فقلبت جبتہ کانت علیہ و مسح بها وجهه (رواہ ابن ماجہ) دلیل ثانی پر اعتراض۔ قال الترمذی لهذا حدیث لیس بالقائم و ابو معاذ الراوی ضعیف عند اهل الحدیث (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۷) یعنی امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ جواب۔ فضائل میں ضعیف حدیث حجت اور معتدلیہ ہوتی ہے۔

شواہد کی دلیل اول حدیث میمونہ کہ آنحضرت ﷺ نے غسل فرمایا تو حضرت میمونہ نے غسل کے بعد بدن خشک کرنے کے لئے رومال پیش کیا لیکن آپ ﷺ نے رد فرمایا اور پھر بدن کے پانی کو ہاتھوں سے جھاڑنے لگے (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۸) جواب نمبر ۱.... رد فرمانا کسی عذر کی وجہ سے تھا مثلاً گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک کا حاصل کرنا مقصود ہو یا کسی کام کی وجہ سے جلدی ہوگی اس تاویل کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے یہ ہیں کہ مائی صاحبہ کا رومال پیش کرنا اس کے معمول ہونے پر دال ہے۔

جواب نمبر ۲.... بیان جواز کے لئے رد فرمایا تو آپ ﷺ نے دونوں عمل فرمائے تاکہ جواز امرین معلوم ہو جائے۔ دلیل ثانی عن انس ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یمسح وجہہ بالمنديل بعد الوضوء ولا ابو بکر ولا عمر ولا علی ولا ابن مسعود (کتاب النسخ والنسوخ لابن شامین)۔

جواب..... حافظ ابن حجر شافعی فرماتے ہیں اسنادہ صحیف (بذل الحجود جلد ۱، صفحہ ۱۰۰)

### باب الغسل..... (صفحہ ۴۷)

الفصل الاول..... عن ابی ہریرۃؓ..... مسئلہ خلا فیہ..... جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک محض التقائے ختائین اور دخول شفقہ بلا انزال سے بھی غسل فرض ہے۔ لیکن داؤد ظاہری کے نزدیک وجوب غسل کے لئے انزال شرط ہے۔ دلائل جمہور..... دلیل نمبر ۱.... حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث باب قتال قال قال رسول اللہ ﷺ اذا جلس احدکم بین شعبها الاربع ثم جهدھا فقد وجب الغسل وان لم ينزل (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۷) دلیل نمبر ۲.... حدیث ابی بن کعبؓ قال انما كان الماء من الماء رخصة في اول الاسلام ثم نهى عنها (رواه الترمذی، بلبوداؤد والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۹) دلیل نمبر ۳.... حدیث عائشہؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل وفعلته انا ورسول اللہ فاغتسلنا (رواه الترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۸) اہل ظاہر کی دلیل اول..... حضرت ابی سعید خدریؓ کی آئندہ حدیث قال قال رسول اللہ ﷺ انما الماء من الماء (رواه مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۷) جواب نمبر ۱.... یہ حدیث منسوخ ہے اور تاریخ گذشتہ احادیث ہیں بلکہ ابی بن کعبؓ کی حدیث میں توضیح کی صراحت ہے یہ جواب محی السنہ نے بیان کیا ہے۔ جواب نمبر ۲.... یہ حدیث مباشرة فاحشہ کی صورت پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳.... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث احتلام کے بارے میں ہے یعنی خواب اور احتلام کی صورت میں جب تک انزال نہ ہو غسل نہیں ہوگا یہ جواب بھی محی السنہ نے ذکر کیا ہے۔ شبہ صحیح مسلم میں ابو سعید خدریؓ کی روایت

سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث سببت و جماع کے بارے میں ہے نہ کہ احتلام کے بارے میں؟

جواب ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ دراصل یہ حدیث جماع اور احتلام دونوں کو عام تھی لیکن اب جماع میں منسوخ ہے اور احتلام میں باقی ہے۔ دلیل ثانی بعض صحابہ کرام مثلاً ابو سعید خدری، زید بن خالد، سعد بن ابی وقاص، معاذ بن جبل وغیرہم سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ محض دخول شفقہ بغیر انزال کے موجب غسل نہیں۔ جواب.. حضرت عمر کی خلافت تک یہ اختلاف تھا لیکن پھر فاروق اعظم کے دور خلافت میں جب ازواج مطہرات وغیرہن سے اس مسئلے کی خوب تحقیق کی گئی تو ان صحابہ نے بھی رجوع فرمایا تھا اور پھر تمام صحابہ کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق ہو گیا تھا کہ محض دخول شفقہ بلا انزال بھی موجب غسل ہے اس کے بعد حضرت عمر نے فیصلہ اور اعلان کیا کہ آج کے بعد جو اس مسئلے میں اختلاف کرے گا اس کو سزا دی جائے گی لہذا داؤد ظاہری قابل سزا ہے (تحکمہ جلد ۱، صفحہ ۲۸۶)

وعن ام سلمة..... قوله 'ان تحشی علی رأسک ثلث حیثیات' مسئلہ خلافیہ..... احناف کے نزدیک عورت کے لئے گوندھے ہوئے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب ہے اگر بغیر کھولے نہ پہنچے تو کھولنا لازم ہے اور اگر خود بخود پہنچ جائے تو کھولنا واجب نہیں کیونکہ وجوب میں حرج و مشقت ہے لیکن مرد کے لئے مطلقاً کھولنا ضروری ہے کیونکہ اس میں حرج نہیں اس لئے کہ اگر مرد مینڈیاں رکھے اور کھولنے میں حرج محسوس کرے تو منڈوا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ اس کے لئے بال منڈوانا حرام ہے امام مالک، شافعی، احمد کے نزدیک مرد بھی عورت کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے بال کھولنا ضروری نہیں۔

ولیل احناف..... حدیث ثوبان مرویة فی الرجل فلیستنر رأسه فلیغسله حتی یبلغ اصول الشعر واما المرأة فلا علیها ان لا تنقضه (رواہ ابو داؤد فی باب المرأة هل تنقض شعرها عند الغسل صفحہ ۲۳)

وعن انس..... قوله 'ویغتسل بالصاع' (صفحہ ۲۸)..... احناف کے نزدیک صاع تین سیر چھ چھٹانک اور مد ساڑھے تیرہ چھٹانک اور رطل پونے سات چھٹانک کا ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صاع دو سیر دو چھٹانک اور مد ساڑھے آٹھ چھٹانک ہے۔ مسئلہ خلافیہ مقدار مد... اس بات پر تو تمام کا اتفاق ہے کہ صاع میں چار مد ہوتے ہیں لیکن پھر مقدار مد میں اختلاف ہے تو احناف کے نزدیک ایک مد کی مقدار دو رطل ہے لہذا صاع کی مقدار آٹھ رطل ہوئی اور یہ صاع عراقی، نبوی، حجازی، عمری کہلاتا ہے اور مالک، شافعی کے نزدیک ایک مد ایک رطل اور تہائی رطل کا ہے لہذا صاع پانچ ارطال اور ثلث رطل کا ہوا اور یہ صاع

جازی کہااتا ہے۔ امام احمد سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔

دلیل احناف حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ایک برتن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا  
 كان النبی ﷺ یغتسل بمثل هذا مویٰ جنی کہتے ہیں کہ میں نے اس برتن کا اندازہ کیا تو آٹھ رطل نکلا  
 (رواہ الترمذی بسند جید صفحہ ۴۶) دلیل شوافع بیہقی میں ہے کہ ابو یوسف مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو  
 وہاں کے بوڑھے جو مہاجرین و انصار کی اولاد میں سے تھے اپنے اپنے صاع ابو یوسف کے پاس لائے اور کہا  
 کہ یہ آنحضرت ﷺ کے صاع کے مطابق ہیں۔ ابو یوسف نے ان کو ناپا تو پانچ ارطال اور تہائی رطل نکلے اس  
 پر ابو یوسف نے امام مالک کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ جواب نمبر ۱..... ابن امام کہتے ہیں کہ دراصل یہ  
 نزع عظمیٰ ہے کیوں کہ رطل عراقی میں استار کا ہے اور رطل جازمی میں استار کا ہے (فتح القدر جلد ۱، صفحہ ۱۴۱، فتح  
 البیہم جلد ۱، صفحہ ۴۷۱) جواب نمبر ۲... احناف کے صاع میں احتیاط ہے۔ جواب نمبر ۳... یہ واقعہ بھی  
 صحیح نہیں ہے کیونکہ امام محمد نے جو بیہقی سے زیادہ ابو یوسف کے مذہب سے واقف ہیں یہ واقعہ اور رجوع نقل  
 نہیں کیا (بذل المحمود جلد ۱، صفحہ ۱۳۷، ۱۶۱)

وعن معاذة، قوله، كنت اغتسل انا ورسول الله ﷺ من اناء واحد  
 (صفحہ ۴۸) مسئلہ خلافیہ... پہلے یہ سمجھیں کہ یہاں چار صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔ (۱) مرد مرد کا بقیہ طہور  
 استعمال کرے۔ (۲) عورت عورت کا باقی پانی استعمال کرے۔ (۳) عورت مرد کا فضل الطہور استعمال  
 کرے۔ (۴) دونوں اکٹھے پانی استعمال کریں۔ اختلافی صورت یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کا وضو اور غسل سے بچا  
 ہو یا پانی استعمال کرے یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو ابو حنیفہ، مالک، شافعی کے نزدیک مرد کے لئے اپنی بیوی کے وضو  
 اور غسل سے بقیہ پانی استعمال کرنا جائز ہے امام احمد کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل جمہور حدیث ابن عباس کہ بعض ازواج مطہرات یعنی حضرت میمونہ نے غسل کیا حضور ﷺ نے  
 انکا پانی وضو میں استعمال کرنا چاہا تو حضرت میمونہ نے عرض کیا انسی کنت جنبا اس پر آپ ﷺ نے  
 فرمایا ان الماء لا یجنب (رواہ الترمذی وابن ماجہ و ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۹)

دلیل حنابلہ... حدیث حکم بن عمر و قال نہی رسول اللہ ﷺ ان يتوضا الرجل من فضل  
 طہور المرأة (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ، الترمذی و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۰) جواب نمبر ۱... عورت کثیفہ اور  
 عورت کثیفہ میں فرق ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۲... یہ نہیں تزییی اور خلاف اولیٰ کے لئے ہے کیونکہ عورتوں  
 میں بے احتیاطی غالب ہوتی ہے اس کا قرینہ حمید حمیری کی حدیث ہے جس میں غسل المرأة بفضل

الرجل کی بھی ممانعت ہے اور یہ بالاتفاق نمی تنزیہی پر محمول ہے تو یہاں بھی ایسا ہی ہے۔

جواب نمبر ۳۔ یہاں اعضاء سے گرا ہوا ماء مستعمل مراد ہے۔ جواب نمبر ۴۔ یہ حدیث منسوخ ہے اور

ناخ حضرت میمونہؓ والی حدیث ابن عباسؓ ہے۔ جواب نمبر ۵۔ یہ حدیث اجنبی عورت پر محمول ہے۔

**الفصل الثالث** ..... عن علیؓ قوله 'لو كنت مسحاً عليه بیدک

اجزاک . . . مسح سے مراد غسل خفیف ہے کیونکہ غسل کے دوران میں معمولی ہاتھ پھیرنے سے

بھی تقاطر ہو جاتا ہے بعض نے کہا کہ ابتداء میں مسح کا حکم بھی تھا جو بعد میں منسوخ ہو گیا اور ناخ حدیث علیؓ سے

من ترک موضع شعرة من جنابة الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۸)

## باب مخالطۃ الجنب و ما یباح له' ..... (صفحہ ۲۹)

**الفصل الاول** ..... عن ابن عمرؓ ..... قوله 'توضاً و اغسل ذکرک

ثم نم ..... مسئلہ خلا فیہ وضو جب . . . ائمہ اربعہ کے نزدیک جنسی غسل سے پہلے سونا چاہے یا دوبار

جماع کرنا چاہے تو اسکے لئے وضو کرنا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک وضو کرنا

واجب ہے۔ دلائل جمہور دلیل نمبر ۱۔ . . . . نوم کے بارے میں حدیث ابن عمرؓ انہ سال النبی ﷺ

ایسام احننا وهو جنب قال یتوضا ان شاء (رواہ ابن خزیمہ و ابن حبان) دلیل نمبر ۲۔ . . . . جماع کے

بارے میں حدیث عائشہؓ قالت کان النبی ﷺ یتوضا ثم یعود ولا یتوضا (رواہ الطحاوی)

دلائل اہل ظاہر دلیل نمبر ۱۔ . . . . نوم کے بارے میں ابن عمرؓ کی حدیث باب۔ دلیل نمبر ۲۔ . . . . جماع کے

بارے میں حدیث ابی سعید خدریؓ مرفوعاً اذا اتی احدکم اہلہ ثم اراد ان یعود فلیتوضا بینہما

وصوا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۹) جب استدلال یہ ہے کہ توضاً؛ فلیتوضا امر کے صیغے ہیں اور اراد

وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

جواب۔ یہ امر استحباب پر محمول ہے اور قرینہ استحباب مذکورہ بالا دلائل ہیں نیز حدیث ابی سعید خدریؓ میں

بیہقی اور مستدرک حاکم میں یہ جملہ بھی آیا ہے فانہ انشط للعود تو یہ جملہ بھی استحباب پر دلالت ہے۔

**الفصل الثانی** ..... وعن ابن عمرؓ ..... قوله 'لا تقرأ الحائض ولا

الجنب شیئاً من القرآن (صفحہ ۲۹) مسئلہ خلا فیہ . ابو ضیفہؓ اور شافعیؒ کے نزدیک حائضہ نفاہ

جنسی تینوں کے لئے قرآن کی تلاوت ناجائز ہے امام احمدؒ کے نزدیک تینوں کے لئے جائز ہے امام مالکؒ کے

نزدیک صرف حائضہ کے لئے خوف نسیان کی وجہ سے جائز ہے۔ دلیل احناف۔ حدیث باب ہے۔

شبیہ... یہ حدیث تو ضعیف ہے؟ جواب... تعدد طرق اور توابع کی وجہ سے حسن وغیرہ ہے۔  
 دلیل حنا بلہ حدیث مرفوعہ تو کوئی نہیں البتہ ابن عباسؓ کی ایک موقوف روایت ہے۔  
 جواب حدیث مرفوعہ کے مقابلے میں قول صحابی مرجوح ہے۔

وعن عائشةؓ..... قوله 'فانسی لا احل المسجد لحائض ولا جنب'  
 .....مسئلہ خلافیہ ابو حنیفہؒ، مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور جمہور علماء کے نزدیک جہنی اور حائض کے لئے مسجد کا  
 داخلہ مطلقاً ناجائز ہے امام شافعیؒ کے نزدیک ٹھہرنا ناجائز ہے اور گزرنا جائز ہے امام احمد اور اسحاقؒ کے نزدیک گزرنا  
 تو دونوں کے لئے جائز ہے اور ٹھہرنا صرف حائضہ کے لئے نادرست ہے اور جہنی کے لئے درست ہے۔  
 دلیل جمہور..... حدیث باب ہے جو اپنے اطلاق اور عموم کی وجہ سے مکث اور مرور دونوں کو شامل ہے۔

شبیہ... یہ حدیث تو ضعیف ہے؟ جواب..... ابو داؤد نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور ابن قنطن وغیرہ  
 نے اس کی تحسین کی ہے لہذا یہ قابل احتجاج ہے۔ دلیل شوافع... مرد کے جواز میں انکی دلیل آیت ولا  
 جنباً الا عابری سبیل (پارہ ۵) کیونکہ اس سے پہلے لا تقربوا الصلوٰۃ میں الصلوٰۃ سے مراد ان کے  
 نزدیک مواضع صلوٰۃ یعنی مساجد ہیں جیسا کہ ابن مسعود وغیرہ سے منقول ہے۔ جواب... ابن عباسؓ علیہ  
 السلاّم، مجاہد، سعید بن جبیر نے عابری سبیل کی تفسیر مسافرین سے کی ہے یعنی پانی نہ ہو تو مسافر تیمم کر کے نماز پڑھ لے  
 وجہ ترجیح... یہ تفسیر پہلی تفسیر سے راجح ہے کیونکہ اس میں الصلوٰۃ حقیقت پر محمول ہے اور پہلی تفسیر میں مضاف  
 یعنی مواضع کا لفظ محذوف ماننا پڑتا ہے جو مجاز اور خلاف اصل ہے۔ دلیل حنا بلہ..... بعض صحابہ کرامؓ کے  
 متعلق منقول ہے انہم کانوا یجلسون فی المسجد وہم مجنبون اذا توضؤوا وضوؤہم للصلوٰۃ۔  
 جواب نمبر ۱..... یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ہشام بن سعد راوی ہے جس کو ابو حاتم اور ابن  
 مہین، احمد، نسائی نے ضعیف کہا ہے (بذل المحمود جلد ۱، صفحہ ۱۴)

جواب نمبر ۲..... حدیث مرفوعہ کے مقابلے میں یہ مرجوح ہے۔

## باب احکام المیاء

الفصل الاول..... عن ابی ہریرۃؓ..... قال قال رسول اللہ ﷺ لا  
 یولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا ینجس فیہ... پانی دو قسم پر  
 ہے۔ (۱) جاری (۲) راکد۔ ماء جاری وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے یہ بااقتان نجاست کرنے سے ناپاک  
 نہیں ہوتا جب تک کہ احد الاوصاف یعنی رنگ یا بو یا ذائقہ نہ بدل جائے اور ماء راکد میں دو مسائل خلافیہ ہیں

مسئلہ اولیٰ نجاست و عدم نجاست ماء راكد . اس میں تین مذاہب ہیں۔ (۱) عائزہ ابن عمر کے نزدیک ماء راكد وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا الا یہ کہ نجاست کا غلبہ بالذات ہو جس سے کہ پانی کی رقت اور روانی بالکل ختم ہو جائے۔ (۲) امام مالک، امام بخاری، داؤد ظاہری کے نزدیک نجاست اور کثیر دونوں کی نجاست کے لئے احداً اوصاف کا تغیر شرط ہے وہ روایت عن احمد۔ (۳) امام ابوحنیفہ شافعی، احمد کے نزدیک قلیل و کثیر دونوں میں فرق ہے کہ ماء راكد قلیل تو مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ تغیر احداً اوصاف نہ بھی ہو لیکن ماء راكد کثیر میں تغیر احداً اوصاف شرط ہے جیسا کہ ماء جاری میں ہے۔

والا لکل جمہور..... دلیل نمبر ۱..... حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث باب ۱ دلیل نمبر ۲..... حدیث ہذا

قال نہی رسول اللہ ﷺ ان یسال فی الماء الراكد (رواہ مسلم و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۰) یہ دونوں احادیث ماء راكد قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہیں اور بول میں نجاست کے غلبہ بالذات کی کوئی قید نہیں معلوم ہوا کہ ماء راكد کے نجس ہونے کے لئے نجاست کے غلبہ بالذات کی کوئی شرط نہیں۔

دلیل نمبر ۳..... حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً طہور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولهن بالتراہ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۲) اس حدیث میں ماء راكد قلیل کی نجاست کے لئے تغیر اور عدم تغیر کی کوئی قید نہیں۔ معلوم ہوا کہ ماء راكد قلیل وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کے لئے تغیر احداً اوصاف کو کوئی شرط نہیں۔ دلیل عائشہؓ مالکیہ، طاہر یہ..... حدیث ابی سعید خدریؓ جو بیر بضاع کے بارے میں ہے ان الماء طہور لا ینجسہ شیء (رواہ احمد و الترمذی و ابوداؤد و الترمذی و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۱) اس سے معلوم ہوا کہ ماء راكد وقوع نجاست سے مطلقاً ناپاک نہیں ہوتا ہاں اگر نجاست کا غلبہ بالذات ہو جائے تو اور بات ہے یہ حضرت عائشہؓ کی وجہ استدلال ہے اور امام مالک اور اہل ظاہر کی وجہ استدلال یہ ہے کہ اسی حدیث میں سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰ میں یہ الفاظ آئے ہیں الا ما غلب علی ریحہ و طعمہ و لوند اس سے معلوم ہوا کہ ماء راكد قلیل کی نجاست کے لئے بھی احداً اوصاف کا تغیر ضروری ہے۔

جوابات حضرت عائشہؓ کا جواب تو ظاہر ہے کیونکہ سنن ابن ماجہ کی زیادتی مذکورہ سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ تغیر احداً اوصاف سے ماء راكد مطلقاً ناپاک ہو جاتا ہے اگرچہ نجاست کا غلبہ بالذات نہ بھی ہو باقی امام مالک اور اہل ظاہر کے جوابات یہ ہیں۔ جواب نمبر ۱ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ الماء میں سیاق حدیث اور قرآنہ سوال کی بناء پر الف ام مہد خارجی کا ہے اور اس سے مراد خاص بیر بضاع کا پانی ہے نہ کہ مطلق پانی اور بیر بضاع کا پانی جاری تھا چنانچہ علامہ محمد بن عمر و القدی لکھتے ہیں کہ بیر بضاع چشمہ دار تھا اور اس



کا پانی بانٹ کی طرف جاری تھا کاست سنو بصاعدا جاریۃ نسقی منه الستین (رواہ الطحاوی) اور  
 اعجازہ والدی اگرچہ حدیث میں ضعیف ہے مگر تاریخ میں مستند و قوی ہے، ایسے اقاؤں بھی یہ بات محال ہے کہ یہ  
 بناؤں میں کثرت سے نجاستیں بھی واقع ہوں اور اس کا پانی بھی قلیل ہو، اور پھر بھی تغیر اوصاف نہ ہوتا ہو یہ بہت  
 بعید از قیاس بات ہے بلکہ اس صورت میں تغیر اوصاف لازمی عمل ہے تو معلوم ہوا کہ یہ ایشاء کا پانی راکد کثیر تھا  
 جمی تو تغیر اوصاف نہیں ہوا لہذا امام مالک کا اس حدیث سے ماہ راکد قلیل کی نجاست کے لئے بھی تغیر  
 اوصاف کے ضروری ہونے پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں۔ جواب نمبر ۲..... اگر پانی کو عام بھی مان لیں تب بھی  
 دوسری احادیث کے سبب یہ حدیث ماہ جاری اور ماہ راکد کثیر کے ساتھ مقید ہے۔ جواب نمبر ۳..... اس  
 حدیث کی سند میں اضطراب ہے کیونکہ ایک سند میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج اور دوسری سند میں  
 عبد اللہ بن عبد اللہ بن رافع بن خدیج اور تیسری سند میں عبد اللہ بن عبد الرحمن بن رافع بن خدیج ہے لہذا یہ  
 حدیث ضعیف ہے چنانچہ ابن قطان وغیرہ نے اسکی تضعیف کی ہے اور امام ترمذی کا اس حدیث کو حسن کہنا نہ کوہ  
 بالا روایت کے مقابلے میں مرجوح ہے کیونکہ جرح عدالت پر مقدم ہوتی ہے۔

مسئلہ ثانیہ تحدید ماء قلیل و کثیر..... ابو حنیفہ کے نزدیک قلیل و کثیر کا فرق مہتمی بہ کی اکبر رائے اور عن  
 غالب کی طرف مفوض ہے اگر اس کا عن غالب یہ ہو کہ یہ پانی اتنا ہے کہ ایک طرف گرنے والی نجاست دوسری  
 جانب تک نہیں پہنچتی تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے امام محمد نے مؤطا محمد میں نقل کیا ہے کہ اگر ایک جانب کی تحریک  
 سے دوسری جانب کی حرکت نہ ہو تو کثیر ہے ورنہ قلیل ہے متاخرین حنفیہ نے عوام الناس کی سہولت کے لئے  
 دور درہ طول و عرض کا اعتبار کیا ہے اس تحدید کا منشاء امام محمد کا قول ہے کہ آپ سے جوڑ جانی نے کثیر کی حد  
 دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میری اس مسجد کی مسافت کے برابر ہے اس کے بعد اس مسجد کی پیمائش کی گئی تو  
 دور درہ نگی شافعی و احمد کے نزدیک قلیل و کثیر میں حد فاصل قلعین ہے کہ قلعین اور مازاد کثیر ہے اور قلعین سے کم  
 قلیل ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱۔ ان زنجبا وقع فی زمزم یعنی فعات فامر ابن عباس  
 فاسخرج امر بہا ان تنزح (رواہ الدارقطنی) نمبر ۲..... عن علی قال فی بنو وقعت فیہا فارة  
 سمکت قال بنزح ماء ہا (رواہ الطحاوی) ہا جوڑ یکہ زمزم اور کنوئیں کا پانی قلعین سے زائد تھا مگر پھر بھی ان  
 نظرات نے اس پانی کو اپنے غلبہ ظن کی بناء پر ماء قلیل قرار دیا اور یہ کہنا کہ پانی تو کثیر تھا مگر نکالنے کا حکم تغیر  
 اوصاف کی وجہ سے دیا تھا بعید از قیاس ہے کیونکہ پانی میں موت دم گھسنے کی وجہ سے نہ کہ زخم کی وجہ سے۔  
 دلیل شوافع حدیث ابن عمرؓ اذا سکان السماء للنبین لم یحمل النخب (رواہ احمد و ابو داؤد

وغیرہا، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۱) جواب نمبر ۱۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ دو قلعے پانی اگر اتنا ہو کہ اس کو چھ یاشت کے بعد زمین پر پھیلا دیا جائے اور ایک جانب گرنے والی نجاست کا اثر دوسری جانب تک نہ پہنچے اور اس کی گہرائی فقط اتنی ہو کہ چلو بھرنے سے زمین نگی نہ ہوتی ہو تو ایسا پانی احناف کے نزدیک بھی ماء کثیر میں شامل ہوگا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں بلکہ قلعے کے اندازے کا فیصلہ معتدل یہ کی رائے غالب پر موقوف ہوگا تو بعض اوقات قلعے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے قلعین کا پانی بھی قلیل ہوگا اور بسا اوقات قلعے کے بڑے ہونے کی وجہ سے قلعہ واحد ہی ماء کثیر ہوگا اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے چنانچہ یہاں قلعین کا لفظ ہے اور بعض روایات میں قلعین اور ثلاثا ہے (رواہ الدارقطنی) اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات تین قلعوں کا پانی کثیر ہوگا نہ کہ دو قلعوں کا بھی اور بعض روایات میں قلعۃ کا لفظ ہے (رواہ الدارقطنی و ابن عدی) اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات قلعہ واحد ہی ماء کثیر ہے اور بعض روایات میں اربعین قلعۃ کے الفاظ آئے ہیں (رواہ الدارقطنی) اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات چالیس قلعوں سے کم پانی قلیل ہوتا ہے پھر قلعے کے معنی میں بھی اضطراب ہے کیونکہ اس کے کئی معانی آتے ہیں مثلاً پہاڑ کی چوٹی، قد آدم، منکاب، مسکن وغیرہ اگر منکب کے معنی تسلیم کر بھی لیں تب بھی مختلف شہروں میں مختلف مقدار کے منکب ہوتے ہیں پس جب قلعین کی مقدار ہی متعین نہ ہو سکی تو پھر یہ تحدید قطعی کیسے ہو سکتی ہے معلوم ہوا کہ قلعین کے اندازے میں بہت سی یہ کاغذیہ ظن معتبر ہے۔ جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ حافظ ابن ہمام کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابو عمر، ابن عبد البر مالکی، قاضی اسمعیل بن اسحاق مالکی، ابوبکر بن العربی مالکی، ابن جریر طبری، ابن دینار، ابن العیث، علامہ ماروقی، ابوالحسن، ابن القطان، علامہ بیہقی ان سب نے اس حدیث کی تصحیف کی ہے اور گو امام طحاوی کی طرف اس کی تصحیح منسوب ہے مگر ظاہر ہے کہ جرح عدالت پر مقدم ہوتی ہے کذا فی المرقاة۔

فائدہ..... قلعہ بڑے منکب کو کہتے ہیں جس میں از حائی منکب پانی سا سکے تو قلعین کی مقدار پانچ منکب ہوئی اور بعض علماء نے قلعین کی مقدار سوا چھ من پانی لکھی ہے۔

الفصل الثانی..... وعن ابی ہریرۃ <sup>رضی</sup> قوله 'والحل میتہ..... مسئلہ خلافیہ

ابو حنیفہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے لیکن جو مچھلی خود مر کر اپنی ہو جائے وہ حرام ہے اور اس کو طانی کہتے ہیں امام مالک اور اہل ظاہر کے نزدیک دریا کے تمام جانور حلال ہیں حتیٰ کہ دریائی خنزیر اور کت و غیرہ بھی۔ امام احمد کے نزدیک تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مگر مچھ، مینڈک، کتا، خنزیر

انسان بحری کے۔ امام شافعی کے نزدیک تمام دریائی جانور حلال ہیں سوائے مینڈک کے۔

ولائل احناف نمبر ۱ ... قوله تعالى و يحرم عليهم الخبائث (پارہ ۹) کیونکہ دریائی جانور بھی طبعی خبائث میں داخل ہیں۔ نمبر ۲۔ قرآن کی نص قطعی سے میتہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے البتہ حدیث مشہورہ کی وجہ سے دوسرے مستثنیٰ ہیں چنانچہ حدیث میں ہے احدث لنا ميتتان و دمان الميتان الحوت و الجراد و الدمان الكبدة و الطحال (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۶۱) تو ہاتی میعہ بدستور حرام رہیں گے۔ دلیل نمبر ۳۔ عن عبد الرحمن بن عثمان ان طيبا سأل النبي ﷺ عن ضفدع يجعلها في درآء فنهاه النبي ﷺ عن قتلها (رواہ ابوداؤد فی کتاب الکلب، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۳۸۹) دلیل نمبر ۴۔ ایک حدیث میں مینڈک کو خبیثۃ من الخبائث کہا گیا ہے۔

دلیل جمہور..... حدیث باب ہے کیونکہ یہ عام ہے۔ جواب نمبر ۱..... اضافت عہدی ہے اور اس سے مراد صرف مچھلی ہے اور استخراہ مچھلی کی جملہ انواع کے اعتبار سے ہے اور اس کا قرینہ حدیث احدث لنا ميتتان ہے نیز یہ کہ تمام ذخیرہ احادیث میں کسی صحابی سے مچھلی کے سوا اور کسی بحری جانور کا کھانا ثابت نہیں باوجودیکہ ان کو دریائی اسفار کثرت سے پیش آتے تھے۔ جواب نمبر ۲..... حل بمعنی ظاہر ہے مراد یہ ہے کہ یہ جانور پاک ہیں لہذا ان کی وجہ سے دریا کا پانی ناپاک نہیں ہوتا یہ مراد نہیں کہ ان کا کھانا بھی حلال ہے اس کا قرینہ سائل کا سوال ہے باقی حلت بمعنی طہارت بھی وارد ہو ہے چنانچہ کتاب الحج کی ایک روایت میں حلت بمعنی طہرت آیا ہے۔

وعن ابي زيد عن عبد الله بن مسعود..... قال تمره طيبة و ماء طهور (صفحہ ۵۱) مسئلہ نبیذ تمر..... پانی میں کھجور ڈالنے سے کھجور کا اثر پانی میں آ جائے اور تغیر اوصاف بھی ہو جائے مگر حد اس کا رنگ نہ پہنچے۔ پانی کی رقت و سیلان بھی باقی ہو تو یہ پانی نبیذ تمر کہلاتا ہے یعنی شربت کھجور اگر کسی کے پاس صرف ایسا نبیذ ہو تو آیا وہ تیمم کرے یا اس نبیذ سے وضو کرے؟ تو اس کے متعلق عین مذاہب ہیں۔ (۱)۔ امام ابو حنیفہؒ کی مشہور روایت کی بناء پر وضو کرے تیمم نہ کرے۔ (۲)۔ ائمہ حنفیہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک تیمم کرے اور اس سے وضو نہ کرے۔ (۳)۔ امام محمدؒ کے نزدیک وضو اور تیمم دونوں کو جمع کرے۔ امام صاحب کے شاگرد علامہ نوخ کہتے ہیں کہ آخر میں امام صاحب نے ابو یوسفؒ کے مذہب کی طرف رجوع کر لیا تھا اور اب اسی پر فتویٰ ہے (بذل المحمود جلد ۱، صفحہ ۵۵)

امام صاحبؒ کی مشہور روایت کی بناء پر علمی بحث... ولائل احناف..... دلیل نمبر (۱) حدیث باب فتوحاً منه (رواہ احمد و الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۱) دلیل نمبر ۲..... حضرت علیؓ

ابن مسعود، ابن عمر، ابن عباس وغیرہم سے بھی نبیذ تمر سے وضو کرنا منقول و ثابت ہے۔ دلیل اول پر دو اعتراضات۔ اعتراض نمبر ۱۔ قال الترمذی ابو زید مجہول۔ یعنی یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابو زید راوی مجہول ہیں۔ جواب۔ ابو زید مجہول الذات نہیں کیونکہ اس سے دو تلافیہ روایت کرتے ہیں۔ (۱) ابو نزارہ راشد بن کیسان عسی۔ (۲) ابوروق عطیہ بن حارث۔ باقی مجہول العدا لث راوی کی روایت جبکہ اس کے متابین موجود ہوں معتبر ہوتی ہے اور یہاں ابو زید کے چودہ متابین موجود ہیں جو یہی روایت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں لہذا یہ معتبر ہے (بذل المجہول جلد ۱، صفحہ ۵۴)

اعتراض نمبر ۲..... و صحیح عن علقمة الخ یعنی نبیذ تمر والی یہ روایت حضرت علقمہ کی حدیث صحیح عن عبد اللہ بن مسعود قال لم اکن لیلۃ العجن مع رسول اللہ ﷺ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۱) کے معارض ہے۔ جواب نمبر ۱..... علامہ ماردرینی نے الجور التمی میں محققین کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ ساتھ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عین موقع تبلیغ میں حاضر نہ تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ابن مسعود کو ایک جگہ بٹھا کر ایک دائرہ کھینچ دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس کے اندر رہنا اور تمہیں کچھ چیزیں نظر آئیں گی ڈرنا نہیں۔

جواب نمبر ۲.... آ کام امر جان فی احکام الجان کے مؤلف علامہ قاضی بدرالدین حنفی لکھتے ہیں کہ تبلیغ جنات کا واقعہ چہر تہ پیش آیا اور ابن مسعود گھرف دوسر تہ ساتھ تھے۔ دلیل جمہور..... قوله تعالیٰ فلم تجدوا ماء فتیمموا (پارہ ۵ اور پارہ ۶) جواب..... حدیث مشہور مذکور کے قرینے سے نبیذ تمر ماء مطلق کے ساتھ ملحق ہے بہر حال امام صاحب کے رجوع کے بعد سب نزاع ختم ہو گیا اور اب اس حدیث کو آیت سے منسوخ کہا جائے گا۔ امام طحاوی، قاضی خاں، ابن نجیم وغیرہم متأخرین حنفیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وعن كبشہ بنت كعب بن مالك قوله 'انها ليست بنجس' (صفحہ ۵)۔ مسئلہ خلافیہ سورہ ہرہ۔ ابو حنیفہ کے نزدیک..... بلی کا جھوٹا بقول علامہ کرخی مکروہ تنزیہی ہے لہذا ہم النجاستہ۔ حافظ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ابن عابدین شامی اور علامہ صکنی وغیرہم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور بقول امام طحاوی مکروہ تحریمی ہے لہذا ہم لہرہ لیکن اگر اور کوئی پانی موجود نہ ہو تو پھر سورہ ہرہ بلا کراہت پاک ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً پاک ہے پھر یہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بلی اکل نجاست کے فوڑا بعد نہیں بلکہ کچھ وقتے کے بعد پانی میں منہ مارے ورنہ بالا اتفاق ناپاک ہے۔

دلائل احناف (۱) ابو ہریرہ سے مروی ہے يغسل الاناء اذا ولغ فيه الكلب سبع مرات الى قوله واذا ولغت فيه الهرة غسل مرة اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(۲)۔ حدیث مرفوع ہے الہرة سبع (رواہ الطحاوی)۔ (۳)۔ ابو ہریرہؓ کی حدیث موقوف مسود الہرة بہراق و یغسل الاناء مرة او مرتین (رواہ الدارقطنی)۔ (۴)۔ مسود ہرہ میں لعاب کا اختلاط و تعلق ہوتا ہے اور لعاب لحم سے پیدا ہوتا ہے اور لحم ہرہ حرام ہے۔

دلیل جمہور..... احادیث باب ہیں یعنی حدیث کبشہ اور حدیث داؤد بن صالح (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۱) جواب نمبر ۱..... ان احادیث میں نجاست کی نفی ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں باقی ہم کراہت دوسرے دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جواب نمبر ۲..... آنحضرت ﷺ نے ان احادیث میں نجاست کی نفی فرمائی ہے اور علت کثرت طواف بیان کی ہے تو علت بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ دراصل سورہ ہرہ ناپاک ہی ہونا چاہیے مگر نفی نجاست دفع حرج کے لئے ہے تو کراہت بدستور باقی رہی۔

و عن جابر..... قوله، انتوضا بما افضلت الحمر قال نعم.....

مسئلہ خلافیہ..... احناف کے نزدیک خراور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے کیونکہ ان کے بارے میں احادیث اور آثار موقوفہ متعارض ہیں چنانچہ حدیث باب سے طہارت معلوم ہوتی ہے اور خیبر والی روایت سے نجاست ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے امر رسول اللہ ﷺ مناد لینادی با کفانہا ای بالقاء لحوم الحمر فانہا رجس (رواہ الطحاوی) علی ہذا ابن عمرؓ نجاست کے اور ابن عباسؓ طہارت کے قائل تھے لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان کا جھوٹا پاک ہے۔ قوله، وبما افضلت السباع کلھا (صفحہ ۵۱).....

مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمام سباع الوحش یعنی درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پاک ہے۔ بجز کلب و خنزیر کے کہ ان کا سورہ بالاتفاق نجس ہے۔

دلائل احناف دلیل نمبر ۱..... حدیث قلین میں دو اب اور سباع کے پانی پر ورود کا ذکر ہے۔ اگر درندوں کا جھوٹا پاک ہوتا تو پھر قلین کی قید کا کوئی فائدہ نہیں۔ دلیل نمبر ۲..... فصل ثالث کی حدیث اول۔ کیونکہ عمرو بن عاص کا سوال نجاست کی دلیل ہے ورنہ سوال کے کیا معنی؟ باقی حضرت عمرؓ نے ایک اور وجہ سے صاحب حوض کو حقیقت حال کی خبر دینے سے روک دیا اور وہ یہ کہ پانی کثیر ہے اور تغیر اوصاف نہیں ہوا لہذا سوال و جواب کی حاجت نہیں ورنہ ممکن رہے کہ جواب سے طبعی نفرت پیدا ہو جائے جو مشقت کا باعث بنے۔

دلیل جمہور..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ حدیث ماہ کثیر پر محمول ہے کیونکہ لکھ اور مدینہ کے درمیان حوض ماہ کثیر تھا اس کا قرینہ ابو سعید خدریؓ کی حدیث باب ہے جس میں یہ لفظ آئے ہیں تو لھا السباع والکلاب والحمر۔ تو اس میں کلاب کا بھی ذکر ہے حالانکہ کلاب کا جھوٹا بالاتفاق نجس ہے لہذا یہاں تاویل ضروری ہے۔

## باب تطہیر النجاسات

الفصل الاول ..... عن ابی ہریرۃ ..... قال قال رسول اللہ ﷺ اذا

شرب الکلب فی اثناء احدکم فلیغسلہ سبع مرات .....  
مسئلہ خلاقیہ ..... مالک، شافعی، احمد کے نزدیک سور کلب سے طہارت کے لئے تسبیح (برتن کا سات مرتبہ دھونا) واجب ہے البتہ امام مالک کے نزدیک سور کلب تو پاک ہے مگر سات مرتبہ دھونے کا حکم وجوبی محض ہر تعبیدی و شرعی ہے جو غیر معقول المعنی ہے کہ اس کی حکمت کا ہمیں علم نہیں لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک تثلیث (تین مرتبہ دھونا) واجب اور تسبیح (سات مرتبہ دھونا) محض مستحب ہے۔

دلائل احناف ..... دلیل (۱) ابو ہریرۃ کی حدیث مرفوع اذا ولغ الکلب فی اثناء احدکم فلیہرقہ و لیغسلہ ثلاث مرات (رواہ الدارقطنی وابن عدی فی کاملہ)۔ دلیل (۲) ابو ہریرۃ کی موقوف روایت انہ کان اذا ولغ الکلب فی الاثناء اھرقہ و غسلہ ثلاث مرات (رواہ الدارقطنی)۔ دلیل جمہور ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... دلائل و روایات مذکورہ بالا کے ساتھ تطہیر کی صورت بھی ہے کہ تین مرتبہ دھونا واجب اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے جبکہ دلوں میں نفرت بٹھانے کے لئے کتوں کے قتل کرنے کا حکم بھی تھا پھر جب اس حکم میں تخفیف ہو گئی تو اس حکم میں بھی تخفیف ہو گئی وجہ یہ ہے کہ شروع میں یہود سے مل ملاپ کی بناء پر کتوں کے ساتھ شدید ملاپ تھی اس لئے دلوں میں کتوں کی نفرت بٹھانے کے لئے یہ تشدید حکم دیا گیا کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے لیکن پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ خود روای حدیث یعنی ابو ہریرۃ کا فعل تثلیث (جو اوپر صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے) دلیل رخ ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ سب روای سماوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو وہ اس روایت کے منسوخ یا مؤول ہونے کی علامت ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۳ ..... سور کلب میں زہریلے اثرات ہوتے ہیں تو تسبیح کا حکم طہا اور تثلیث کا حکم شرعاً ہے۔  
قولہ 'اولهن بالتراب' (صفحہ ۵۲) شافعی، احمد کے نزدیک تریب یعنی سور کلب والے برتن کو دھونے کے وقت مٹی کا استعمال کرنا واجب ہے لیکن ابو حنیفہ و مالک کے نزدیک یہ صرف مستحب ہے یا طبی مصلحت پر محمول ہے۔  
وعنه ..... قوله 'و اھریقوا علی بولہ سجلا من ماء' .....

مسئلہ طہارۃ الارض ..... اگر زمین ناپاک ہو جائے تو اس کی طہارت کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) مقام نجاست سے مٹی اکھیڑ کر کسی دوسری جگہ پھینک دی جائے۔ (۲) اس پر اور پاک مٹی ڈال دی

جائے۔ (۳)۔ اس پر بہت سا پانی بہا دیا جائے کہ نجاست کا اثر رنگ اور بو نہ رہے یہ تین صورتیں بالاتفاق جائز ہیں۔ (۴)۔ زمین خشک ہو جائے اور نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے یہ صورت مختلف فیہ ہے کہ احناف کے نزدیک معتبر اور شوافع کے نزدیک غیر معتبر ہے۔

دلائل احناف و دلیل نمبر (۱)..... حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کانت الکلاب تقبل و تدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یكونوا یرشون شیئا من ذلك (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۳) دلیل نمبر ۲..... حضرت عائشہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حنفیہ سے موقوفہ روایت ہے زکوٰۃ الارض بیسہا (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ بذل المحجوب جلد ۱، صفحہ ۲۳۱) دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب..... طہارت ارض کا ایک طریقہ پانی بہانا بھی ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں اور اس سے دوسرے طرق کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

وعن سلیمان بن یسار..... قوله 'كنت اغسله من ثوب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم (صفحہ ۵۲) مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ و مالک کے نزدیک منی ناپاک ہے اور شافعی اور احمد کے نزدیک انسان کی منی پاک ہے۔ پھر ابو حنیفہ کے نزدیک تو تر منی کا دھونا ضروری ہے اور خشک منی کا کھرج دینا بھی کافی ہے بشرطیکہ وہ گاڑھی ہو لیکن امام مالک کے نزدیک دونوں صورتوں میں دھونا ضروری ہے۔

دلائل نجاست منی..... دلیل نمبر ۱..... حدیث باب کیونکہ منی کے متعلق سوال کے جواب میں دائمی غسل کا ذکر کرنا دلیل نجاست ہے۔ دلیل نمبر ۲..... حضرت امیر معاویہ نے اپنی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجہ مطہرہ سے پوچھا هل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی الثوب الذی یجامعہا فیہ فقالت نعم اذا لم یر فیہ اذی (رواہ ابوداؤد) کیونکہ اذی کے معنی نجاست کے ہیں جیسا کہ دم حیض کے متعلق قرآن مجید میں ہے فل هو اذی (پارہ ۲) دلیل نمبر ۳..... قوله 'تعالیٰ وان کنتم جنبا فاطہروا (پارہ ۶)

دلیل نمبر ۴..... حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً تحت کل شعرة جنابة (رواہ ابوداؤد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۴۸) دلیل نمبر ۵..... اگر منی پاک ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم از کم ایک آدھ مرتبہ تو ضرور اس کو بغیر غسل و فرک کے چھوڑ دیتے تاکہ طہارت معلوم ہو جاتی حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو یہ نجاست منی کی بین دلیل ہے۔

طہارت منی کی دلیل اول..... حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کنت افرك المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۱) جواب..... فرک منی بھی تطہیر کا ایک طریقہ ہے جیسا کہ دم حیض کے بارے میں احادیث میں فقط فرک آیا ہے حالانکہ بالاتفاق نجس ہیں۔

دلیل ثانی..... حدیث ابن عباس قال سئل النبی ﷺ عن المنی یصیب الثوب قال انما هو بمنزلة المخاط و البزاق و انما یکفیک ان تمسحہ بخوفہ او باذخرۃ (رواہ الدارقطنی) اس سے معلوم ہوا کہ منی ناک کی ریزش اور منہ کے بلغم کی طرح پاک ہے۔

جواب نمبر ۱..... دلائل نجاست منی کے قرینے سے یہ تشبیہ طہارت میں نہیں ہے بلکہ لزوجت و غلظت اور گاڑھے پن میں ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہی، شافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مرفوع بیان کرنے میں شریک متفرد ہیں لہذا یہ موقوف ہے اور مرفوع کے مقابلے میں موقوف مرجوح ہے۔

دلیل ثالث..... منی انبیاء علیہم السلام کا مادہ تولید ہے تو پاک ہونی چاہئے؟  
جواب نمبر ۱..... منی کا مادہ خون ہے تو پھر خون بھی پاک ہونا چاہئے۔ جواب نمبر ۲..... فرعون کو ابو جہل کا مادہ تولید منی ہے تو ناپاک ہونی چاہئے۔ جواب نمبر ۳..... دراصل یہ قدرت باری کا اظہار ہے کہ اس نے اپنی قدرت سے ایک ذلیل و نجس اور ناقابل ذکر چیز سے عظیم الشان اور پاک انسان پیدا کر دیا۔

و عن ام قیس بنت محصن ..... قوله، فنضحہ ولم یغسلہ (صفحہ ۵۲)  
مسئلہ خلافیہ..... بچی اور بچہ جب غذا کھانا شروع کر دیں تو سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ ان کے پیشاب کا دھونا ضروری ہے لیکن جب تک کھانا شروع نہ کیا ہو بلکہ ابھی حالت رضاعت ہی میں ہوں اس وقت ان کا پیشاب کا طریقہ تطہیر میں ائمہ اربعہ کے دو مذاہب ہیں۔ (۱)..... ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک صبی اور صبیہ دونوں کے بول کا دھونا واجب ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ بول صبیہ میں غسل شدید یعنی تین مرتبہ کر دھونا واجب ہے اور بول صبی میں غسل خفیف یعنی صرف ایک مرتبہ بغیر بلنے کے کر دھونا واجب ہے۔ (۲)..... شافعی و احمد کے نزدیک بول صبی میں رش یعنی محض چھینٹا دینا بھی کافی ہے غسل ضروری نہیں البتہ بول صبیہ میں غسل شدید ضروری ہے۔

دلائل احناف (۱)..... حدیث عائشہ قالت اتی رسول اللہ ﷺ بصبی فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ اباء (رواہ البخاری وغیرہ)۔ (۲) حدیث عائشہ قالت اتی رسول اللہ ﷺ بصبی یرضع فبال فی حجرہ فدعا بماء فصبہ علیہ (رواہ مسلم) دلائل شوافع..... احادیث باب ہیں یعنی حدیث ام قیس اور حدیث لبابہ بنت حارث فصل ثانی (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۲) کیونکہ ان دونوں احادیث میں بول صبی کے متعلق نضح کا لفظ آ رہا ہے۔ جواب..... ابن عربی شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ نضح کلام عرب میں صبا ماء کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ مؤطا مالک میں ترمذی کے بارے میں فلینضح معنی فلیغسل اور حدیث



اسماء بنت ابی بکرؓ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۲) میں دم حیض کے متعلق ثم لتنضحه بمعنی ثم لتغسلہ آیا ہے تو اسی طرح یہاں بھی دراصل مذکورہ کے قرینے سے نضح بمعنی غسل ہے اور لم یغسلہ اس کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں غسل شدید کی نفی مراد ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے ولم یغسلہ غسلاً (اوجز المساک جلد ۱، صفحہ ۱۶۳) وجوہ فرق بین بول البصمی و بول الصبیہ - (۱)..... صبیہ کا بول اس کے مزاج پر غلبہ رطوبت و برودت کی وجہ سے زیادہ غلیظ چکنا اور بدبودار ہوتا ہے بخلاف بول صبی کے - (۲)..... صبی بچگی تخرج کی وجہ سے ایک جگہ بول کرتا ہے اور بول صبیہ وسعت تخرج کی وجہ سے پھیل جاتا ہے لہذا غسل شدید ضروری ہے - (۳)..... بچوں کو اکثر مجالس میں لایا جاتا ہے تو تخفیف مناسب ہے بخلاف بچوں کے اس لئے وہاں اصل حکم باقی رہا - (۴)..... قال الشافعی بول الغلام من الماء والطين و بول الجارية من اللحم والدم لانه تعالى لما خلق آدم خلقت حواء من ضلعه القصير فصار بول الغلام من الماء والطين و صار بول الجارية من اللحم و الدم (ابن ماجہ صفحہ ۴۰)

وعن عبد الله بن عباسؓ..... قوله ' اذا دبع الاهداب (صفحہ ۵۳) فقد طهر..... مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہ، احمد، شافعی کے نزدیک مردار کا چڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے بجز خنزیر و آدمی کے اور شافعی کے نزدیک بجز خنزیر، آدمی، کتے کے لیکن امام مالک کے نزدیک غیر ماکول کا چڑا پاک نہیں ہوتا۔ دلائل جمہور..... (۱) حدیث باب (۲) حدیث عائشہؓ ان رسول اللہ ﷺ امر ان يستمتع بجلود الميتة اذا دبغت (رواہ مالک و ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۳)

وکیل مالکیہ..... حدیث عبداللہ بن حکیم قال اتانا کتاب رسول اللہ ﷺ ان لا تمتنعوا من الميتة باهداب ولا عصب (رواہ الترمذی وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۳) جواب..... احاب غیر مدبوغ چڑے کو کہتے ہیں تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قبل از دباغت انتفاع مت کر دو اور اس کے ہم بھی قائل ہیں (اوجز المساک جلد ۲، صفحہ ۱۹۹)

الفصل الثانی..... وعن ابی ہریرۃ، قوله ' اذا وطئ احدکم بنعلہ الاذی فان التراب له طهور (صفحہ ۵۳)..... اگر خشک نجاست جوتے یا موزے یا دامن یا پاؤں کو لگ جائے تو اس نجاست کے دور کر دینے سے یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی جیسا کہ جوتے کا ذکر اس حدیث میں ہے اور موزہ جوتے کے حکم میں ہے اور دامن کا ذکر حدیث ام سلمہ میں ہے جو خشک نجاست پر محمول ہے اور پاؤں کا ذکر حدیث عبداللہ بن مسعود میں ہے ولا ننوضا من الموطی ای لا نغسل ارجلنا اور اگر تر جسم

دار نجاست مثلاً گوبر، پاخانہ، منی وغیرہ جوتے یا موزے یا دامن کو لگ جائے اور ان چیزوں کو زمین پر خراب رگڑ دیا جائے اور پونچھ دیا جائے اس طرح کہ نجاست کا کوئی اثر رنگ ہو وغیرہ باقی نہ رہے تو یہ چیزیں پاک ہو جائیں گی جیسا کہ جوتے کا ذکر حدیث ہذا میں ہے اور موزے کا اور دامن کا ذکر حدیث ام سلمہ اور حدیث امرؤ اشہلیہ میں ہے یہ ابو یوسف کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے باقی حدیث عبد اللہ بن مسعود کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم تر نجاست کی وجہ سے پورا وضو نہیں لوٹاتے تھے بلکہ صرف پاؤں دھو لیتے تھے اور اگر تر غیر جسم وار نجاست مثلاً بول، خمر، دم وغیرہ لگ جائے تو پھر بالاتفاق ان کا دھونا ضروری ہے۔

الفصل الثالث ..... وعن البراء ..... قوله لا بأس ببول ما يؤكل لحمه ..... مسکہ خلاقیہ ..... ابو حنیفہ شافعی، ابو یوسف کے نزدیک ماکول اللحم کا بول ناپاک ہے نجاست خفیہ اور مالک، احمد، محمد کے نزدیک پاک ہے۔ دلیل جمہور ..... ابو ہریرہ کی حدیث مرفوعہ استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه (رواہ الحاکم و احمد و ابن ماجہ) کیونکہ یہ حدیث اپنے اطلاق و عموم کے سبب بول ماکول اللحم کو بھی شامل ہے بلکہ صاحب نور الانوار کی تحقیق کے مطابق اس حدیث کا محل و رود ہی بکریوں کا پیشاب ہے۔ حنا بلہ کی دلیل اول ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بول ماکول اللحم میں نجاست شدیدہ نہیں ہے تو اس حدیث میں نجاست غلیظہ کی نفی ہے نہ کہ نجاست خفیہ کی بھی۔ جواب نمبر ۲ ..... دار قطنی نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے کیونکہ اس کی سند میں سوار بن مصعب راوی ضعیف ہے ابن حزم کہتے ہیں انہ خیر باطل موضوع (حاشیہ آثار السنن صفحہ ۱۹) دلیل ثانی ..... حدیث بخاری جس میں عزمین کی بیماری کا قصہ مذکور ہے اور اس میں یہ لفظ آئے ہیں اشربوا البانہا و ابوالہا یہ صدقہ کے اونٹوں اور اونٹنیوں کے پیشاب کے متعلق ارشاد نبوی ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی ان کی شفا شرب ابوال میں معلوم ہوئی تو یہ حدیث خصوصیت اور تداوی عند الضرورة پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... محرم حدیث صحیح سے راجح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۳ ..... اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے چنانچہ بعض روایات میں صرف اشربوا البانہا ہے لہذا وہی راجح ہے۔ جواب نمبر ۴ ..... ابوال کا ابدان پر ملنا مراد ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اشربوا البانہا و اظلو ابوالہا اور اس تاویل کا قرینہ دلیل مذکور ہے۔

## باب المسح علی الخفین ..... (صفحہ ۵۳)

اہل سنت و الجماعت کے نزدیک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے لیکن روافض اور بعض خوارج کے

زردیک ناجائز ہے۔ روافض کا شبہ..... قرآن مجید میں مسح علی الخفین کا ذکر نہیں۔

جواب نمبر ۱..... و امسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین میں لام کے جر والی قرأت پر قرآن مجید میں مسح علی الخفین کا ذکر موجود ہے۔ جواب نمبر ۲..... احادیث صحیحہ متواترہ سے کتاب اللہ پر زیادتی بھی جائز ہے اور احادیث مسح علی الخفین متواتر ہیں چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس بارے میں صحابہ کرام سے چالیس مرفوع احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ستر صحابہ کرام نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ موزوں پر مسح فرماتے تھے۔ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ میں نے مسح علی الخفین کے جواز کا قول اس وقت اختیار کیا جبکہ اس بارے میں دن کی روشنی کی طرح میرے پاس دلائل جمع ہو گئے صاحب حدیث فرماتے ہیں کہ مکر مسح بدعتی ہے اور علامہ کرنی فرماتے ہیں کہ مکر مسح پر کفر کا خطرہ ہے امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے کہ مسح علی الخفین علامات اہل سنت میں سے ہے۔

الفصل الاول ..... عن شریح بن ہانیؒ ..... قوله جعل رسول الله

ﷺ ثلاثۃ ایام و لیالیہن للمسافر و یوماً و لیلة للمقیم (صفحہ ۵۳).....

مسئلہ خلاقیہ..... ابوحنیفہ، شافعی اور احمد و جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک مسح علی الخفین کی مدت مقرر ہے لیکن مالک اور داؤد ظاہری کے نزدیک مدت مقرر نہیں بلکہ ایک مرتبہ موزے پہننے کے بعد جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔ دلائل جمہور..... دلیل نمبر ۱..... شرح بن ہانیؒ کی حدیث باب ۱۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث ابی بکر مرفوعاً انہ رخص للمسافر ثلاثۃ ایام و لیالیہن و للمقیم یوماً و لیلة اذا تطهر فلبس خفيه ان یمسح علیہما (رواہ الاثرم فی سننہ و ابن خزیمہ و الدارقطنی، مشکوٰۃ ج ۱، صفحہ ۵۳)

مالکیہ کی دلیل اول..... حدیث خزیمہ بن ثابتؓ کی ایک سند (طریق ابراہیم حمی) میں زیادتی آئی ہے ولو استزدماہ لزدانا (رواہ الترمذی) جواب نمبر ۱..... نہ زیادتی کا سوال ہو اور نہ زیادتی واقع ہوئی۔

جواب نمبر ۲..... یہ محض صحابی کا اپنا ظن ہے جو حجت نہیں کیونکہ وہ اس میں منفرد ہیں جبکہ صحابہ کی کثیر جماعت سے توفیق مسح ثابت ہے۔ دلیل ثانی..... حدیث ابی بن عمارہؓ انہ قال یا رسول الله امسح

علی الخفین قال نعم قال یوماً قال ویومین قال وثلثۃ قال نعم وما شئت (رواہ ابو داؤد و ابی التوفیق فی المسح صفحہ ۲۱) جواب نمبر ۱..... ابو داؤد کہتا ہے کہ لیس ہو بالقوی، ابن مہین فرماتے ہیں اسنادہ مظلم۔ دارقطنی کہتے ہیں ہذا اسناد لا ینبت۔ ابن حبان فرماتے ہیں لست اعتمد علی

خبرہ۔ لہذا ضعیف حدیث کے مقابلے میں قوی راجح ہے۔

جواب نمبر ۲..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک چاہو طریقہ معروفہ کے مطابق مسح کرتے رہو اور طریقہ معروفہ ہے جو احادیث توفیق میں مذکور ہے۔ جواب نمبر ۳..... یہ حدیث حالت عذر پر معمول ہے۔

مثلاً شدید ترین سردی ہو کہ موزہ اتارنے سے پاؤں کے کلف ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو۔

الفصل الثانی..... وعن المغيرة بن شعبه..... قوله 'فمسح اعلى الخف و اسفله' - مسك خلافية..... ابو حنيفة اور احمد کے نزدیک صرف موزوں کے اوپر مسح کرنا

چاہیے اور مالک اور شافعی کے نزدیک اوپر مسح فرض اور نیچے نہ ہے۔

دلائل احناف..... (۱)..... عن علي قال لو كان الدين بالراي لكان اسفل الخف اولي

بالمسح من اعلاه و قدر ايت رسول الله ﷺ يمسح علي ظاهر خفيه (رواه ابوداؤد، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۵۲)..... حدیث مغیرہؓ کہ قال رأيت النبي ﷺ يمسح علي الخفين علي ظاهرهما

(رواه الترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۲) و لیل شواہح و مالکیہ..... حدیث اب ہے۔

جواب نمبر ۱..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں سے لے کر ادر پینڈلیوں تک پورے موزے کا مسح کیا تو

اعلیٰ سے پینڈلی کی جانب والا حصہ اور اسفل سے انگلیوں کی جانب والا حصہ مراد ہے۔

جواب نمبر ۲..... مغیرہ بن شعبہؓ کی یہ حدیث ساٹھ طرق سے مروی ہے جن میں صرف یہی ایک طریق ایسا

ہے جس میں اسفل کا ذکر ہے لہذا یہ قابل حجت نہیں۔ جواب نمبر ۳..... اس حدیث کو ترمذی نے معلول اور

ابوزرعہ اور بخاری نے غیر صحیح اور ابوداؤد نے ضعیف و منقطع کہا ہے۔

و عنه..... قوله 'ومسح علي الجوربين (صفحہ ۵۲) مسئلہ خلاصہ

مسح علي الجوربين..... جراب دو قسم پر ہے۔ (۱) ٹخنیں..... جس میں چار شرائط پائی

جائیں۔ اول..... یہ کہ بغیر باندھے پینڈلی سے چٹائی رہے۔ دوم..... یہ کہ اتنی مضبوط ہو کہ اس کے ساتھ کم از کم

دو تین میل پے در پے پیدل چلنا ممکن ہو۔ سوم..... یہ کہ پاؤں کی کھال نظر نہ آئے۔ چہارم..... یہ کہ ہانی

اندروں تک نہ پہنچتا ہو۔ (۲) رقیق..... جو اس کے برعکس ہو پھر ٹخنیں اور رقیق دونوں میں سے ہر ایک ٹخنا

قسم پر ہے۔ (۱) مجلد..... کہ پوری جراب پر چڑا چڑھا ہوا ہو۔ متعل..... کہ جوتے کی مقدار چڑا چڑھا ہوا ہو۔

(۳) مجرد..... جو چڑے سے بالکل خالی ہو یہ کل چھ قسمیں ہو گئیں ان کے احکام کی تفصیل یہ ہے کہ اگر

جراب مجلد ہو یا متعل ہو خواہ ٹخنیں ہو خواہ رقیق ہو ان چار اقسام پر امام اعظم ابو حنیفہؒ، صاحبینؒ، احمد، شافعیؒ،

اسحاق، سفیان و ثوری سب کے نزدیک ہا اتفاقاً مسح جائز ہے اور مجرد رقیق ہو تو بالاتفاق مسح ناجائز ہے اور اگر

مجرد ثمن ہو تو صاحبین، شافعی، احمد وغیرہم کے نزدیک تو مسح جائز ہے لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے اور امام مالک کے نزدیک چٹھوں قسموں میں مطلقاً مسح علی الجوزین ناجائز ہے۔ دلیل صاحبین..... حدیث باب ہے۔ دلیل امام اعظم..... یہ ہے کہ مسح علی الجوزین کا ذکر کتاب اللہ میں نہیں اور مجرد ثمن کا ثمن کے ساتھ الحاق بوجہ چڑانہ ہونے کے درست نہیں اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔

صاحبین کی طرف سے جواب..... یہ کہ شخانت کی وجہ سے الحاق درست ہے۔ امام اعظم کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف ثابت ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ مسح علی الجوزین خبر واحد سے ثابت ہے اور خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔ جواب..... یہ ہے کہ شخانت و تجلید اور جعل کی وجہ سے جو زمین ثمن کے حکم میں ہیں اور ثمن کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے۔

### باب التیمم..... (صفحہ ۵۲)

تیمم کے لغوی معنی تصدوارادے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ولا تسموا الخبیث (پارہ ۳) اور شرعی معنی ہیں..... قصد التراب او من يقوم مقامه بصفة مخصوصة و نية مخصوصة۔

الفصل الاول..... عن حذیفہؓ..... قوله 'وجعلت تربتها لنا طهوراً'..... مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہ، مالک، محمد کے نزدیک جنس ارض سے تیمم کرنا جائز ہے اور جنس ارض وہ چیز ہے جو نہ پگھلنے سے پگھلے اور نہ جلانے سے راکھ ہو۔ مثلاً چونا، پتھر، ریت، سرمہ وغیرہ لیکن شافعی اور احمد کے نزدیک صرف مٹی سے تیمم کرنا جائز ہے اور باقی جنس ارض کی اشیاء سے تیمم کرنا درست نہیں۔

والا لاحتاف..... دلیل نمبر ۱..... قوله 'تعالیٰ فیمموا صعیداً طیباً' (پارہ ۶، ۵) مصباح اللغات میں ہے الصعید وجه الارض ترابا كان او غیرہ۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث جابر فرعوناً قال جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً (رواہ البخاری) تو جس طرح جنس ارض پر نماز پڑھنا درست ہے اسی طرح جنس ارض پر تیمم کرنا بھی درست ہے۔ دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں مٹی کا ذکر کثرت و جود کے اعتبار سے ہے نہ کہ حصر کے لئے۔ وعن عمارؓ..... قوله 'ثم مسح بهما وجهه و کفیه'..... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ عدد ضربات تیمم... ابو حنیفہ، مالک، شافعی کے نزدیک تیمم میں دو ضربات ضروری ہیں ایک چہرے کے لئے اور دوسری ہاتھوں اور کہنوں کے لئے لیکن امام احمد اور اوزاعی کے نزدیک صرف ایک ضرب کافی ہے مسئلہ ثانیہ مقدار مسح یدین..... ابو حنیفہ اور شافعی کے نزدیک مرتین تک تیمم کرنا ضروری ہے۔ لیکن

مالک اور احمد کے نزدیک صرف کفین کا تیمم رخصین تک کرنا ضروری ہے۔ البتہ امام مالک کے نزدیک مرفقین کا مالک اور احمد کے نزدیک صرف کفین کا تیمم رخصین تک کرنا ضروری ہے۔

تیمم کرنا مسنون ہے اور ابن شہاب زہریؒ کے نزدیک آب اطو و مناكب تک مسح ضروری ہے۔

مسئلہ تین میں دلائل احناف و دلیل (۱) حدیث عمار قال كنت في القوم حين نزلت الرخصة

للذراعين الى المرفقين (رواه الدارقطني والحاكم) مسئلتین میں فریق ثانی کی دلیل۔ حدیث باب

فی المسح بالتراب اذا لم نجد الماء فامرنا فضربنا واحدة للوجه و ضربة اخرى لليدين

الی المرفقين (رواه المزاز) دلیل نمبر ۲..... حدیث جاہل مرفوعاً النیعم ضربة للوجه و ضربة

للذراعين الى المرفقين (رواه الدارقطني والحاكم) مسئلتین میں فریق ثانی کی دلیل۔ حدیث باب

فی المسح بالتراب اذا لم نجد الماء فامرنا فضربنا واحدة للوجه و ضربة اخرى لليدين

الی المرفقين (رواه المزاز) دلیل نمبر ۲..... حدیث جاہل مرفوعاً النیعم ضربة للوجه و ضربة

للذراعين الى المرفقين (رواه الدارقطني والحاكم) مسئلتین میں فریق ثانی کی دلیل۔ حدیث باب

فی المسح بالتراب اذا لم نجد الماء فامرنا فضربنا واحدة للوجه و ضربة اخرى لليدين

الی المرفقين (رواه المزاز) دلیل نمبر ۲..... حدیث جاہل مرفوعاً النیعم ضربة للوجه و ضربة

للذراعين الى المرفقين (رواه الدارقطني والحاكم) مسئلتین میں فریق ثانی کی دلیل۔ حدیث باب

ہے وجدان ماء کے بعد نہیں تو وجدان ماء کی صورت میں اب بقیہ نماز بلا وضو کیسے پوری کر سکتا ہے۔

### باب الغسل المسنون ..... (صفحہ ۵۵)

الفصل الاول ..... عن ابن عمر <sup>رض</sup>، قوله 'اذا جاء احدكم الجمعة فليغتسل ..... مسئلہ خلا فیہ ..... ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لئے غسل صرف مستحب مؤکد ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے۔ دلائل جمہور ..... (۱) ... حدیث سرہ بن جندب مرفوعاً و من اغتسل فالغسل افضل (رواہ احمد، وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۵) (۲) ... عن ابی ہریرۃ <sup>رض</sup> مرفوعاً من توضأ يوم الجمعة فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة فلنا و استمع و انصت غفر له (رواہ مسلم وغیرہ) اس حدیث میں غسل کا ذکر نہیں۔ دلیل اہل ظاہر ..... احادیث باب ہیں کیونکہ بعض روایات میں امر کا صیغہ ہے اور بعض روایات میں وجوب کا لفظ ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... امر استجابی ہے اور وجوب بمعنی تاکید ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے رعایۃ فلان علینا واجبہ اور اس تاویل کا قرینہ دلائل مذکورہ ہیں۔

جواب نمبر ۲ ..... ابتدائے اسلام میں مسجد نبوی تک تھی اور لوگ صوف پہنتے تھے اور محنت و مزدوری کثرت سے کرتے تھے اس لئے جب ان کو پسینا آتا تو لوگ ایذا پاتے لہذا ابتداءً ان وجوہ کی بناء پر غسل جمعہ کا حکم واجب قرار دیا گیا لیکن بعد میں ان وجوہ کے ازالہ کی بناء پر وجوب غسل جمعہ کا حکم منسوخ ہو گیا جیسا کہ اس باب کی فصل ثالث میں حدیث ابن عباس میں مذکور ہے۔

### الفصل الثانی ..... وعن ابی ہریرۃ <sup>رض</sup>، قوله 'من غسل میتا فليغتسل

ومن حملة فليتوضأ' (صفحہ ۵۵) جمہور علماء کے نزدیک نہ غسل میت سے غسل واجب ہے اور نہ حمل میت میں وضو واجب ہے۔ دلائل جمہور (۱) ..... بیہقی میں مرفوع حدیث ہے ان میتکم وموت فحسبکم ان تغسلوا ایدیکم۔ (۲) ..... موطا امام محمد میں ہے ان ابن عمر <sup>رض</sup> حنط ابننا لسعيد بن زيد وحملة ثم دخل المسجد فصلى ولم يتوضأ۔ (۳) حدیث صحیح میں ہے لیس علیکم فی میتکم غسل اذا غسلتموه۔ جوابات حدیث باب۔ (۱) ..... امر استجابی ہے تاکہ بدبودور ہو جائے اور حمل میت ایک عبادت ہے اور عبادت کے لئے وضو کرنا مستحب ہے (۲) ..... یہ حدیث منسوخ ہے۔

### باب الحيض

حيض دراصل مصدر ہے اس کے لغوی معنی اپنے کے ہیں اور شرعی معنی ہیں ہو دم ینفضہ

رحم امرأة سليمة من الداء والصفر والولادة۔

الفصل الاول ..... عن انس بن مالک <sup>رضی اللہ عنہ</sup>..... قوله 'اصنعوا کل شیء الا النکاح' ..... مسئلہ خلافیہ مباشرت و استمتاع بالجائز ..... اس کی تین صورتیں ہیں (۱) قبل یہ در میں وطی کرنا یہ بالاتفاق حرام ہے اور اس کا مستحل کافر ہے۔ (۲) ناف کے اوپر اور گھٹنے کے نیچے کیساتھ استمتاع یہ بالاتفاق جائز ہے۔ (۳) ناف اور گھٹنے کے درمیان والے ننگے حصے سے بجز جماع کے اور طرح کا استمتاع کرنا مثلاً انگلی ران کو ہاتھ لگانا وغیرہ ذلک۔ یہ صورت مختلف فیہ ہے ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابو یوسف اور جمہور فقہاء کے نزدیک حرام ہے امام احمد، محمد اسحاق، سیان ثوری، امام طحاوی کے نزدیک جائز ہے۔ و لائل جمہور (۱)..... حدیث عائشہ <sup>رضی اللہ عنہا</sup> و کان یامرہ فیما شہد فیہا منی و انا حائض جائز ہے۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۶) اس میں ازار باندھنے کا حکم واضح دلیل ہے اس پر کہ تحت الازار ننگے بدن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ (۲)..... حدیث عبداللہ بن سعدانہ سال رسول <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> ما یحل لی من امراتی وہی حائض قال لک ما فوق الازار (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و احمد فی مسندہ)۔

و لائل حنا بلہ ..... حدیث باب ہے کیونکہ کل شیء مطلق ہے۔ جواب نمبر ۱..... احادیث مذکورہ کی وجہ سے کل شیء مقید ہے ما فوق الازار کے ساتھ۔ جواب نمبر ۲..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طہی اور اس کے اسباب قریب کے سوا حائضہ سے ہر معاملہ کیا جاسکتا ہے اور تحت الازار استماع طہی کا سبب قریب ہے لہذا وہ بھی ممنوع ہے۔

الفصل الثانی ..... و عن ابن عباس <sup>رضی اللہ عنہما</sup>، قوله 'فلیتصدق بنصف دینار' (صفحہ ۵۶) مسئلہ خلافیہ ..... امام احمد اور اسحاق کے نزدیک حائضہ سے صحبت کرنے والے پر دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا واجب ہے۔ حسن بصری اور سعید بن جبیر کے نزدیک ایک غلام کا آزاد کرنا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، جمہور فقہاء کے نزدیک توبہ استغفار کرنا واجب ہے البتہ تکمیل توبہ کے لئے خیرات کرنا بہتر ہے۔ و لائل جمہور ..... وہ احادیث ہیں جن میں صدقہ کا ذکر نہیں۔ و لائل حنا بلہ ..... احادیث باب ہیں۔ جواب نمبر ۱..... ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں۔

جواب نمبر ۲..... حدیث ثانی کے متعلق علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں وہو حدیث ضعیف بسلفاق الحفاظ (بذل المحمود جلد ۱، صفحہ ۱۵۸)

### باب المستحاضہ ..... (صفحہ ۵۶)

استحاضہ کی تعریف یہ ہے ہو دم ینخرج من العرق فی فم الرحم یقال له العاذل بسبب المرض اقسام و احکام مستحاضہ ..... مستحاضہ کی تین قسمیں اتفاقی ہیں (۱) مبتدأۃ ..... جس عورت کو



ابتدائے بلوغ ہی سے خون جاری ہو جائے مثلاً حنہ بنت جحش جو زینب بنت جحش زوجہ مطہرہ کی بہن ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ یہ عورت اپنی قوم کی عورتوں کی عادت کا اعتبار کرے ورنہ ہر ماہ شروع دس ایام حیض شمار کرے اور پھر انقطاع حیض والا غسل کر کے ہر وقت نماز کے لئے وضو کر لے اور نماز ادا کرتی رہے۔ (۲) معتادہ..... جس عورت کے حیض کی عادت مقرر تھی اور وہ عادت اس کو یاد بھی ہے اور پھر دائمی خون جاری ہو گیا ہے مثلاً فاطمہ بنت ابی جیش یا فاطمہ بنت قیس اس کا حکم یہ ہے کہ ایام عادت کو حیض شمار کرے اور پھر استحاضہ سمجھے اور نماز پڑھتی رہے۔ (۳) متخیرہ یا مصلحہ..... جس عورت کی حیض کی عادت مقرر نہ تھی یا عادت مقرر تھی لیکن وہ بھول گئی ہے اور پھر دائمی خون جاری ہو گیا ہے۔ مثلاً بقول علامہ خطابی ام حبیبہ بنت جحش اس کے احکام کا اجمال یہ ہے کہ غیر معتادہ اپنی قوم کی عورتوں کی غالب عادت پر عمل کرے اور معتادہ تاسیہ تحریر کر کے ظن غالب یا یقین پر عمل کرے کہ جن ایام میں اس کو طاہرہ ہونے کا یقین ہو ان میں وضو لکل صلوٰۃ کر کے نماز پڑھے گی۔ اور جن ایام میں اس کو حائضہ ہونے کا یقین ہو ان میں ترک نماز کرے گی اور جن ایام میں تردد ہو تو وہ کھو اگر دخول فی الحیض وجود حیض وجود طہرہ۔ ان تینوں شعبوں میں تردد ہے تو وضو لکل صلوٰۃ کر کے نماز پڑھے گی اور غسل کی ضرورت نہیں اور اگر دخول فی الطہرہ وغیرہ میں تردد ہے تو پھر اغسال لکل صلوٰۃ کر کے نماز پڑھے گی یا غالب عادات النساء پر عمل کرے گی۔

صورتِ خلاقیہ..... مستحاضہ کی ایک قسم متمیزہ بالالوان اختلائی ہے احناف کے نزدیک استحاضہ میں خون کے رنگ کا اعتبار نہیں بلکہ صرف عادت کا اعتبار ہے لیکن مالک، شافعی، احمد کے نزدیک خون کا رنگ بھی معتبر ہے کہ دم حیض اسود غلیظ ہوتا ہے۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث ابن عباس قال اذا كان دما احمر فليسار واذا كان دما اصفر فنصف دينار (رواہ ابوداؤد الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۶) یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر درجہ استشہاد میں پیش کی جاسکتی ہے۔ (۲)..... عورتیں حیض کے کپڑے حضرت عائشہ کے پاس روانہ کیا کرتی تھیں تاکہ وہ فیصلہ کریں کہ آیا وہ خون حیض ہے یا نہیں؟ تو حضرت عائشہ جواب میں فرماتی تھیں لا تعجلن حتی ترین القصۃ البیضاء (چونا) (رواہ مالک فی الموطا، البخاری فی الصحیح) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کا خون سوائے خالص سفیدی کے ہر رنگ کا ہوتا ہے تو بعض رنگوں کو حیض نہ سمجھنا اس حدیث کے خلاف ہے۔ دلیل فریق ثانی..... حدیث عروہ بن زبیر کہ آنحضرت ﷺ نے فاطمہ بنت ابی جیش مستحاضہ سے فرمایا اذا كان دم الحیض فانه دم اسود يعرف (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۷) جواب..... فاطمہ بنت ابی جیش متمیزہ بھی تھیں اور معتادہ بھی تھیں اور ان کی تمیز عادت

کے موافق تھی تو دراصل اعتبار عادت ہی کا ہوا کیونکہ اعتبار عادت احادیث کثیرہ صحیحہ سے ثابت ہے مثلاً حدیث ام سلمہ میں صراحت ہے لتنظر عدد الليالي والايام التي كانت تحيضهن من الشهر (رواہ مالک وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۷) اور صحیح بخاری اور صحیح ابن حبان میں ہے امكسبي عدد الايام التي كنت تحيضينهن۔ بخلاف تمیز بالا لوان کے کہ وہ کسی صحیح السند صریح حدیث سے ثابت نہیں کیونکہ حدیث عروہ کے بارے میں طحاوی کہتے ہیں کہ یہ موقوف ہے اور ابو حاتم کہتے ہیں ہو منکر اور ابن حبان فرماتے ہیں ہوئی رأی منقطع اور ابوداؤد نے بھی اضطراب سند کی طرف اشارہ کیا ہے (اوجز المسالك جلد ۱، صفحہ ۱۲۸) اس حدیث کے علاوہ دوسری احادیث جن میں اقبال وادبار کے الفاظ آئے ہیں وہ اگرچہ صحیح السند ہیں مگر تمیز بالا لوان میں صریح نہیں کیونکہ ان میں تمیز اور عادت دونوں کا احتمال ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کیا جاتا ہے لہذا یہ روایات اول الذکر روایات کی طرف رد کی جائیں گی۔

### الفصل الاول ..... عن عائشة ، قوله ' اذا ادبرت فاغسلي عنك

الدم ثم صلي ..... مسئلہ خلافیہ ..... آئمہ اربعہ کے نزدیک مستحاضہ کے لئے صرف انقطاع حیض والا غسل ضروری ہے اور ہر نماز کے لئے غسل واجب نہیں لیکن حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے نزدیک ہر نماز کے لئے غسل واجب ہے۔ دلائل جمہور (۱) ..... حدیث باب (۲) ..... فصل ثانی کی حدیث اول فاذا كان الآخر فتوضي وصلي (رواہ ابوداؤد الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۷) کیونکہ ان دونوں احادیث میں مستحاضہ پر ہر نماز کے لئے وجوب غسل کا کوئی ذکر نہیں۔ دلیل فریق ثانی ..... حدیث عدی بن ثابت عن ابیہ عن جدہ ثم تغتسل و تتوضا عند كل صلوة (رواہ الترمذی و ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۷) جواب نمبر ۱ ..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... یہ احتجاب و نظافت اور احتیاط پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳ ..... یہ حدیث علاج پر محمول ہے تاکہ خون کی قوت و کثرت میں کمی آجائے۔ جواب نمبر ۴ ..... یہ حدیث مستحاضہ متخیرہ پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۵ ..... تنقل پر کلام ختم ہو جاتا ہے اور توضو عند كل صلوة جملہ مستحاضہ ہے۔

### الفصل الثاني .. عن حمه بنت جحش ، قوله ' انما هذه ركضة من ركضات الشيطان

چونکہ شیطان استحاضے کی وجہ سے عورت کے صوم و صلوة کے امر دینی میں تلپیس اور خلط کی طرف راہ پالینا ہے اس لئے استحاضے کو شیطان کے لات مارنے سے تعبیر کیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہو۔

قوله ' فتحيضي ستة ايام او سبعة ايام في علم الله ..... یہاں لفظ او تخیر کے لئے

ہے یعنی ان دو میں سے جس کو چاہو اختیار کرو کیونکہ عام طور پر عورتوں کو خونِ حیض چہرہ سات دن ہی آتا ہے تو تم غور و فکر کر کے ان میں سے ایک کو اختیار کر لو۔ باقی تمہاری ماہِ واری کے ایام کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

قوله: وهذا اعجب الامورین الی... ہذا کا اشارہ الیہ امر ثانی ہے پھر امرین میں سے امر ثانی پر تو اتفاق ہے کہ مستحاضہ یومیہ تین غسل کرے لیکن امر اول کے مصداق میں دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ مستحاضہ ہر نماز کے لئے صرف وضو کرے تاکثر شراح نے اسی کو اختیار کیا ہے اس صورت میں امر ثانی یعنی یومیہ تین غسل کی احصیت کی وجہ نظافت، بہلانج اور نماز کا باہقین ادا ہو جانا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ امر اول سے مراد اشغالِ لکل صلوٰۃ یعنی یومیہ پانچ مرتبہ غسل کرنا ہے یہ حضرت گنگوہی کا مختار ہے اس تقدیر پر امر ثانی یعنی یومیہ تین غسل کی احصیت کی وجہ فرق و سہولت ہے۔

## کتاب الصلوٰۃ..... (صفحہ ۵۷)

رابطہ..... یہ ہے کہ پہلے مقدمہ للصلوٰۃ اور موقوف علیہ یعنی طہارت کا ذکر تھا اور اب موقوف اور اصل مقصود یعنی صلوٰۃ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ صلوٰۃ کی لغوی تحقیق..... اس کے مادہ اشتقاق میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے تین یہ ہیں۔ (۱)..... یہ صلی بمعنی دعا سے ہے تو یہ تسمیہ الکل باسم الجزء کے باب سے ہے۔ (۲)..... یہ صوین سے ہے مصلی اس بچھلے گھوڑے کو کہتے ہیں جو اگلے گھوڑے کی صلوین سے متصل ہو تو نمازی کو مصلی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے امام کے اقتداء اور اتباع کرتا ہے گویا اس کے صلوین سے متصل ہے کذا ذکرہ الباقلائی۔ (۳)..... یہ صلوٰۃ العود سے ہے جس کے معنی ہیں کہ میں نے ٹیڑھی لکڑی کو آگ سے سینگ کر سیدھا کیا۔ چونکہ نفسِ امارہ میں ٹیڑھا پن ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کی گرمی سے وہ سیدھا ہو جاتا ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

صلوٰۃ کی شرعی تعریف..... ہی ارکان معہرۃ و افعال مخصوصۃ من القيام و القراءۃ و غیرہما فی اوقات معینہ۔ ابتدائے فرضیت صلوٰۃ..... سب سے پہلے نماز تہجد فرض ہوئی پھر دو سال دو سال کے بعد کہ میں معراج سے قبل تہجد کی فرضیت منسوخ ہو کر دو نمازیں یعنی فجر و عصر فرض ہوئیں جیسا کہ قرآن میں ہے و سبح بحمد ربک بالعشی و الا بکاد (پارہ ۲۲) پھر ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل شب معراج میں باقی تین نمازیں ظہر، مغرب، عشاء فرض ہوئیں اور پھر ہجرت کے بعد ۲ حج میں روزہ، زکوٰۃ اور ۵ یا ۶ حج میں حج فرض ہوا۔

باب المواقیت..... یہ میقات کا جمع ہے بمعنی وقت متعین۔

الفصل الاول..... عن عبد اللہ بن عمرو و قوله: وکان ظل الرجل

کطوله مالئم یحضر العصر ..... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ اشتراک وقت بین الظہر والعصر ..... ابو حنیفہ، احمد، شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک ظہر اور عصر میں مشترک وقت نہیں ہے۔ امام مالک اور ابن مبارک کے نزدیک مثل اول کے بعد چار رکعت کا وقت ظہر اور عصر کے لئے مشترک ہے۔ دلیل جمہور ..... حدیث باب ہے کیونکہ مالئم یحضر العصر سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وقت ظہر وقت عصر کے شروع نہ ہونے تک ہے اور وقت عصر شروع ہونے سے وقت ظہر فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ دلیل مالکیہ ..... حدیث امامت جبرئیل ہے کیونکہ اس میں پہلے دن کی عصر کے بارے میں یہ لفظ ہے حین صار ظل کل شیء مثله اور دوسرے دن کی ظہر کے بارے میں بھی یہی لفظ ہے حین کان ظلہ مثله (مشکوٰۃ فصل ثانی جلد ۱ صفحہ ۵۹) اس سے معلوم ہوا کہ پہلے دن کی عصر اور دوسرے دن کی ظہر ایک ہی وقت میں ادا ہوئی۔ جواب نمبر ۱ ..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پہلے دن کی عصر کی ابتداء مثل اول پر ہوئی اور دوسرے دن کی ظہر کی انتہاء مثل اول پر ہوئی تو حین کان ظلہ مثله کا مطلب یہ ہے حین کان ظلہ قریباً من مثله۔

جواب نمبر ۲ ..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حدیث جبرئیل منسوخ ہے۔

مسئلہ ثانیہ ..... انتہائے وقت ظہر ..... امام اعظم ابو حنیفہ کی مشہور اور ظاہر روایت میں ظہر کا وقت مثلین تک ہے اور عصر کا وقت مثلین کے بعد شروع ہوتا ہے۔ لیکن شافعی، احمد، صاحبین، مالک اور جمہور علماء کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اور مثل اول کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ ظہر کا وقت مثل اول تک ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ ظہر تو ایک مثل ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے اور عصر مثلین کے بعد پڑھی جائے تاکہ نماز بالا جماع ہو جائے۔ (اوجز المسائل جلد ۱ صفحہ ۱۳)

دلائل احناف (۱) ... حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۰) کیونکہ بلاد عرب میں ابراہیم مثل اول کے بعد ہوتا ہے۔ (۲) ... عبد اللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہ سے اوقات نماز دریافت کی تو انہوں نے فرمایا صل الظہر اذا کان ظلمک منک والعصر اذا کان ظلمک منک (موطا مالک) دلائل جمہور (۱) ..... حدیث باب کقولہ

(۲) حدیث امامت جبرئیل۔ کیونکہ اس میں دوسرے دن وقت ظہر مثل اول تک بتایا گیا ہے فلما کان الغد صلی بی الظہر حین کان ظلہ مثله (رواہ ابو داؤد والنسائی و الترمذی و مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۵۹)

جواب نمبر ۱ ..... یہ حدیث استہاب اور افضلیت پر مبنی ہے اور ..... فلما وقت الایماء من قبلکم

جواب نمبر ۲..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حدیث جبرئیل منسوخ ہے کیونکہ باقی روایات متاخر ہیں اور عمل متاخر پر ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۳..... حدیث امامت جبرئیل مرجوح ہے کیونکہ اس کی سند حسن ہے اور روایات مذکورہ بالا کی سند صحیح ہے لہذا ترجیح ان کو ہوگی۔

قوله 'ووقت العصر ما لم تصفر الشمس' (صفحہ ۵۹) مسئلہ خلافیہ انتہاء وقت عصر... ابوحنیفہ، مالک، احمد اور جمہور علماء کے نزدیک وقت عصر غروب شمس تک ہے یعنی امفرار شمس سے پہلے تک مستحب ہے پھر جائز مع انکراہت ہے مگر فی نفسہ سارا وقت جواز کے حکم میں ہے۔ امام شافعی کے تین اقوال ہیں (۱) جمہور کے موافق۔ (۲) مثلیں تک (۳) امفرار شمس تک۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث ابی ہریرۃ مرفوعاً ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱) (۲) حدیث عبداللہ بن عمرو بن عامر مرفوعاً ووقت العصر ما لم تغرب الشمس (رواہ مسلم، مرقات جلد ۲، صفحہ ۱۳) دلائل شوافع (۱)..... حدیث ما لم تصفر الشمس (۲)..... حدیث امامت جبرئیل۔ کیونکہ اس میں دوسرے دن وقت عصر مثلیں تک بتلایا گیا ہے وصلی بسی العصر حين كان ظله مثليه (رواہ ابوداؤد والترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۹) جواب نمبر ۱..... یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں تاکہ تمام روایات میں تطبیق ہو جائے۔ جواب نمبر ۲..... حدیث جبرئیل کا مطلب یہ ہے کہ عصر کی ابتداء مثلیں پر کی۔

قوله 'ووقت صلوة المغرب ما لم يغب الشفق' (صفحہ ۵۹) یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں مسئلہ اولیٰ تو سب سے وقت مغرب..... ابوحنیفہ، احمد، صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک وقت مغرب غروب شفق تک وسیع ہے لیکن مالک، شافعی کے ایک ایک قول میں مغرب کا وقت صرف وضو اور تین یا پانچ رکعت تک ہے اور اس کے بعد مغرب قضاء ہو جائے گی تو گویا ان کے یہاں مغرب کا وقت ضیق ہوا۔ دلائل جمہور نمبر ۱..... حدیث باب ما لم یغیب الشفق۔ نمبر ۲..... حدیث بریدۃ وصلی المغرب قبل ان یغیب الشفق (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۵۹)

دلیل شوافع و مالکیہ..... حدیث امامت جبرئیل، کیونکہ اس میں دونوں دنوں میں ایک ہی وقت میں نماز مغرب پڑھائی گئی حالانکہ دوسرے دن انتہاء وقت بیان کرنا مقصود تھا۔

جواب نمبر ۱..... یہ حدیث افضل وقت پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث مرجوح ہے اور روایات مذکورہ بالا راجح ہیں۔ جواب نمبر ۳..... یہ حدیث منسوخ ہے (بذل الخمو جلد ۱، صفحہ ۱۲۸)

مسئلہ ثانیہ انتہائے وقت مغرب... غروب شفق ہے لیکن پھر شفق کی تفسیر میں دراقوال ہیں (۱) امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شفق ایضاً مراد ہے جو غروب شفق احمر کے بعد افق پر پھیلتی ہے۔ (۲) مالک، شافعی، احمد، صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک شفق احمر مراد ہے جو غروب شمس کے بعد افق پر پھیلتی ہے۔ دلائل احناف (۱)۔۔۔۔۔ حدیث ابی مسعود انصاریؓ ویصلی العشاء حین یسود الافق (رواہ ابو داؤد فی باب التوقیت) کیونکہ اسود افق غروب شفق ایضاً کے بعد ہوتا ہے۔

(۲) حدیث جابرؓ..... ثم اذن ای ہلال للعشاء حین ذهب بیاض النهار وهو الشفق (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کی اذان غروب شفق ایضاً کے بعد دی گئی۔

دلیل جمہور۔۔۔ حدیث عائشہؓ قالت کانوا یصلون العتمة فیما بین ان یغیب الشفق الی ثلث اللیل (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶) کیونکہ شفق ایضاً ثلث لیل تک باقی رہتا ہے تو معلوم ہوا کہ شفق احمر مراد ہے کیونکہ اگر شفق ایضاً مراد ہوتا تو عشاء ثلث لیل سے قبل جائز نہ ہوتی۔ جواب..... ہم یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ شفق ایضاً ثلث لیل تک باقی رہتا ہے بلکہ وہ اس سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ قاعدہ..... فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کہ وقت مغرب شفق احمر کے غروب تک ہے اور امام صاحب کا رجوع بھی ثابت ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ مغرب تو شفق احمر کے غروب سے پہلے پڑھ لی جائے لیکن عشاء شفق ایضاً کے غروب ہونے کے بعد پڑھی جائے تاکہ نماز مختلف فریضہ ہے۔

قوله، ووقت صلوٰۃ العشاء الی نصف اللیل الاوسط (صفحہ ۵۹)۔۔۔۔۔

مسئلہ خلافیہ انتہائے وقت عشاء..... ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک طلوع صبح صادق تک ہے اور شافعی اور مالک کے ایک ایک قول میں ثلث لیل تک اور دوسرے قول میں نصف لیل تک ہے۔

دلائل احناف (۱)۔۔۔۔۔ حدیث عائشہؓ قالت اعتم النبی ﷺ ذات لیلۃ حتی ذهب عامۃ اللیل وحتی نام اهل المسجد ثم خرج لصلی بہم (رواہ مسلم والنسائی)۔

(۲)۔۔۔۔۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا وصل العشاء ای اللیل شئت (رواہ الطحاوی)

(۳)۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے عبید بن جریجؓ نے پوچھا ما الفرط حد صلوٰۃ العشاء قال طلوع الفجر (رواہ الطحاوی) ثلث لیل کی دلیل..... حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام ویصلی بی العشاء الی

ثلث اللیل (مشکوٰۃ باب هذا فصل ثانی جلد ۱، صفحہ ۵۹) نصف لیل کے دلائل (۱)۔۔۔۔۔ حدیث باب (۲)۔۔۔۔۔ حدیث ابی ہریرہؓ وان آخر وقتها حین ینتصف اللیل (رواہ الترمذی) جواب.....

تمام ذخیرہ احادیث میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ ٹکٹ لیل تک عشاء کا مختار و مستحب وقت ہے اور نصف لیل تک مباح بلا کراہت ہے اور اس کے بعد صبح صادق تک جائز مع الکراہت ہے۔

قوله 'ووقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس (صفحہ ۵۹)..... مسئلہ خلافیہ انتہائے وقت فجر..... ابو حنیفہ اور امامت کے نزدیک طلوع شمس تک ہے اور شافعی و مالک کے ایک ایک قول میں اسفار تک ہے۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث باب ہے۔ (۲) حدیث ابو ہریرہؓ مروی عن ابن عمر عن ابي بكر بن الصديق قال: قال رسول الله ﷺ: 'ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح' (متفق علیہ مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۱) دلیل شوافع و مالکیہ..... حدیث امامت جبرئیل کیونکہ اس میں دوسرے دن اسفار میں نماز فجر واقع ہوئی ہے حالانکہ دوسرے دن انتہائے وقت بیان کرنا مقصود تھا۔ حدیث کے لفظ یہ ہیں و صلی بی الفجر فامسفو (فصل ثانی جلد ۱ صفحہ ۵۹) جواب نمبر ۱..... یہ افضل وقت پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۲..... یہ حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۳..... یہ حدیث مرجوح ہے اور روایات مذکورہ بالا ابراج ہیں۔  
**الفصل الثالث..... وعن ابن مسعود..... قوله 'في الصيف ثلثة اقدام الى خمسة اقدام الخ برجز كاساتواں حصه قدم كهلاتا ہے تو سب سے اقدام کا مطلب پورا مثل اور ثلثہ اقدام کا مفہوم تقریباً نصف مثل اور خمسہ اقدام کا حاصل تقریباً دو تہائی مثل ہوا۔ اس حدیث میں نماز ظہر کے متعلق آنحضرت ﷺ کا اکثری معمول بتایا گیا ہے کہ سردی کے موسم میں جلدی پڑھنے کا معمول تھا اور گرمی کے زمانے میں تاخیر سے پڑھنے کا معمول تھا کیونکہ شدید گرمی میں زوال کے وقت مدینہ طیبہ میں سایہ اصلی بالکل نہیں ہوتا اور موسم سرما میں سایہ اصلی خود مثل کے برابر ہوتا ہے باقی جن احادیث میں وقت ظہر زوال بقدر شراک کے بعد بتایا گیا ہے ان میں اول وقت ظہر مراد ہے۔**

### باب تعجيل الصلوٰۃ..... (صفحہ ۶۰)

**الفصل الاول..... عن سيار بن سلمة..... قوله 'كان يصلي الهجير التي تدعونها الاولى حين تدحض الشمس.....'**  
 مسئلہ خلافیہ ظہر کا مستحب وقت..... ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک سردی کی ظہر میں تعجیل اور گرمی کی ظہر میں تاخیر و ابراد مستحب ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک مطلقاً تعجیل افضل ہے۔

**دلائل احناف (۱)..... حدیث انسؓ قال قال رسول الله ﷺ: 'اذا كان الحر ابرد بالصلوٰۃ واذا كان البرد عجل' (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۲)**

(۲)..... حدیث ابی ہریرۃؓ مرویہا اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۰) شوافع کی دلیل اول..... حدیث باب۔ دلیل ثانی..... حدیث ام سلمہؓ قالت کان رسول اللہ

ﷺ اشد تعجیلا للظہر منکم (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۲) جواب ہر دو دلائل..... احادیث مذکورہ کی قرینے سے یہ روایات سردی کی ظہر پر محمول ہیں اور اس کی تعمیل کے ہم بھی قائل ہیں۔ دلیل ثالث..... حدیث خبابؓ قال شکونا الی رسول اللہ ﷺ حوا الرمضاء فی جباہنا واکفنا فلم یشکنا (رواہ مسلم والنسائی)

جواب..... یہ حدیث ابراہوالی حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ یہ سچی ہے اور احادیث ابراہمدنی ہیں۔ چنانچہ

ایک حدیث میں ہے کان آخر الامیین من رسول اللہ ﷺ الابراہ (العلیق الصبح صفحہ ۲۷۵)

قوله، ثم یرجع احدنا الی رحلہ فی اقصى المدینة و الشمس حية..... مسئلہ خلافیہ عصر کا وقت مستحب..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصر میں مطلقاً تاخیر مستحب ہے لیکن اتنی تاخیر نہ ہو کہ سورج کا رنگ زرد ہو جائے اور مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک مطلقاً تعمیل افضل ہے۔

دلائل احناف (۱)..... حدیث ام سلمہؓ و انتم اشد تعجیلا للعصر منه (رواہ احمد والترمذی، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۶۲) (۲)..... حدیث علی بن شیبانؓ قال قدمنا علی رسول اللہ ﷺ المدینة فکان

یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیة (رواہ ابو داؤد فی باب وقت العصر جلد ۱، صفحہ ۵۹)

دلائل جمہور..... وہ احادیث ہیں جن میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھ کر مغرب سے پہلے پہلے

مدینہ کی بالائی بستیوں عوالی میں پہنچ جاتے تھے۔ اور بعض عوالی چار میل تک تھے۔ (حدیث انسؓ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ

۶۰) اور ہم نوٹ ذرا کر کے مغرب سے پہلے پہلے گوشت کی تقسیم سے اور گوشت بھون کر کھانے پینے سے

فارس ہو جاتے تھے (حدیث انسؓ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱) جواب..... بعض عوالی دو تین میل پر بھی تھے

نیز تیز رفتار آدمی اگر دو تین میل سفر کر سکتا ہے۔ نیز امام فرماتے ہیں کہ ماہر قصاب اور طباشیر

اصفرا سے پہلے عصر پڑھ کر ایسا سنتے ہیں جس میں گرمی کے موسم میں تو بنا کرنا بہت ممکن ہے۔

قوله، و کان یرتجب ان یوحی العشاء..... نیز اسی عشاء کا وقت مستحب

ابو حنیفہؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کے نزدیک ٹھیک نزلت ہے۔ نیز عشاء مستحب..... مالکؒ کے نزدیک تعمیل افضل ہے۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث باب۔ (۲)..... حدیث ابی ہریرۃؓ مرویہا لو لانا

علی امتی لامر تہم ان یؤخروا العشاء الی ثلث اللیل او نفسہا (رواہ الترمذی وابن ماجہ)



مشکوٰۃ جلد ۶۱ صفحہ ۶۱) شواہح کی دلیل اول۔ حدیث نعمان بن بشیرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ  
صلیہا ای العشاء لسقوط القمر لثالثہ (رواہ ابوداؤد والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۶۱ صفحہ ۶۱) کیونکہ تیسری  
رات کا چاند شفق کے ساتھ ہی غروب ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ جلدی نماز پڑھتے تھے۔

جواب..... علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ دوسری رات کا چاند تو شفق کے قریب ہی غروب ہو  
جاتا ہے مگر تیسری رات کا چاند کافی دیر بعد میں غروب ہوتا ہے لہذا یہ استدلال صحیح نہیں۔ دلیل ثانی..... حدیث  
میں ہے کہ اول وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ جواب..... اول وقت افضل و مستحب مراد ہے۔

قولہ 'وکان یفتل من صلوٰۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ.....  
مسئلہ خلافیہ فجر کا وقت مستحب..... ابوحنیفہ، احمد، صاحبین، سفیان ثوری کے نزدیک نماز فجر اسفار  
میں افضل ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک تغلیس افضل ہے۔ امام طحاوی کے نزدیک شروع غسل میں  
کرے اور قرأت طویل کر کے ختم اسفار میں کرے۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث باب۔

(۲)..... حدیث رافع بن خدیجؓ مرفوعاً اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر (رواہ الترمذی و ابوداؤد  
الدارمی، مشکوٰۃ جلد ۶۱ صفحہ ۶۱) (۳)..... حدیث ابی الدرداءؓ مرفوعاً اسفروا تغنموا (مسند اسحاق و الطحاوی)

(۴)..... عن ابراہیم النخعی قال ما اجتمع اصحاب رسول اللہ ﷺ علی شیء ما  
اجتمعوا علی التویر (ابن ابی شیبہ و الطحاوی)۔ شواہح کی دلیل اول..... حدیث عائشہؓ قالت

کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصبح فتصرف النساء متلفعات بہر و طہن ما یعرفن من  
الغلس (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۶۰ صفحہ ۶۰) جواب..... یہ حدیث مسنون ہے کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے  
میں عورتوں کو بھی شرکت نماز کی ضرورت تھی تاکہ نماز کے بارے میں نئے نئے نازل ہونے والے احکام کو وہ  
بھی معلوم کر سکیں تو عورتوں کی رعایت کی وجہ سے غسل میں نماز پڑھتے تھے پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور قرینہ نسخ  
احادیث مذکورہ و نیز اجماع صحابہ ہے۔ دلیل ثانی..... حدیث ابی مسعود انصاریؓ قال ثم کانت صلواتہ

بعد ذلک التغلیس حتی مات ولم یعد الی ان یسفر (رواہ ابوداؤد صفحہ ۵۷)  
جواب نمبر ۱..... نماز تہجد اور اجماع صحابہ کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ جواب نمبر ۲..... تغلیس کے لئے

نسخ اجماع صحابہ ہے۔ جواب نمبر ۳..... صاحب التعلیق الصبح کہتے ہیں کہ اس میں اسفار شدید کی نفی مراد  
ہے۔ جواب نمبر ۴..... ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ حدیث معلول ہے۔

وعن ابی ہریرۃؓ..... قولہ 'ومن ادرك رکعة من الصبح قبل ان تطع

الشمس فقد ادرك الصبح ..... مسئلہ خلاfiہ طلوع وغروب شمس فی اثناء الصلوٰۃ

..... اس میں چار مذاہب ہیں۔ (۱)..... مالک، ستانی، احمد اور جمہور علماء کے نزدیک فجر و عصر دونوں کا

ایک ہی حکم ہے یعنی اگر نماز شروع کر چکا ہو اور درمیان میں آفتاب طلوع یا غروب ہو جائے تو نماز پوری کر لے۔

(۲)..... ابوحنیفہ، محمد کے نزدیک عصر وقتی پڑھ رہا ہو اور سورج غروب ہو رہا ہو تو نماز کی تکمیل کر لے اور اگر نماز

فجر پڑھ رہا ہو اور طلوع شمس ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی بعد میں اس نماز کی قضاء کرے اور یہ نماز نفل ہو جائیگی

(۳)..... امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فجر میں اساک کرے حتیٰ کہ وقت مکروہ گزر جائے تب اتمام نماز

کرے (۴)..... امام طحاوی کے نزدیک فجر و عصر دونوں نمازیں آفتاب کے طلوع و غروب سے فاسد ہو

جائیں گی دلائل احناف (۱)..... حدیث باب کے راوی ابو ہریرہ کا فتویٰ احناف کے مطابق ہے

چنانچہ کنز العمال میں بحوالہ مسند عبدالرزاق اس کی تصریح آئی ہے قال ان خشبت من الصبح فواتا

فبادر بالركعة الاولى الشمس فان سبقت بها الشمس فلا تعجل بالاخوة - کذا فی کنز الاحمال

جلد ۴، صفحہ ۲۳۸، وقال عمر ما كادت ان اصلي العصر حتى كادت الشمس تغرب فانه يدل

على ان عمر ادى الصلوة قبل المغرب (شرح المہتمم جلد ۲، صفحہ ۱۸۷) (۲)..... حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما

لا يتحرى احدكم فيصلي عند طلوع الشمس ولا عند غروبها (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ

۹۳) (۳)..... ابو سعید خدری کی حدیث مرفوع لا صلوة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس ولا صلوة

بعد العصر حتى تغيب الشمس (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳)

جمہور کی دلیل اول..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... امام طحاوی فرماتے ہیں کہ احادیث

متعارض ہیں تو تطبیق کے لئے تاویل ضروری ہے اور وہ یہ کہ جب صبحی بالغ ہو جائے یا حائضہ پاک ہو جائے یا

کافر مسلمان ہو جائے یا مجنون عاقل ہو جائے ایسے وقت میں کہ طلوع وغروب سے قبل ایک رکعت پڑھ سکتا ہو تو

اس نے وجوب صلوٰۃ کو پایا بعد میں اس پر قضا ضروری ہے۔

جواب نمبر ۲..... علامہ صدر الشریعہ اور حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ تعارض احادیث کی وجہ سے اصول فقہ

کے قاعدے کے مطابق ترجیح کے لئے قیاس کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور قیاس کا مقصد یہ ہے کہ عصر کی نماز

صحیح ہو اور فجر کی نماز صحیح نہ ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ فجر کا سارا وقت کامل ہے اور وجوب صلوٰۃ کا سبب آخری جزء

وقت ہے تو فجر میں وجوب کامل ہوا لہذا ادائے ناقص درست نہیں، بخلاف عصر کے کہ اس کا آخری وقت ناقص

ہے تو وجوب ناقص ہوا لہذا ادائے ناقص بھی درست ہے۔

جواب نمبر ۳..... یہ حدیث منسوخ ہے اور قرینہ نسخ راوی حدیث کا اپنا فتویٰ ہے۔

دلیل ثانی... آئندہ حدیث میں ہے فلینم صلواتہ (رواہ البخاری، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۱)

جواب..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عصر کا اتمام تو اسی وقت کر لے لیکن فجر کی نماز قضا کرنے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی اس تاویل کا قرینہ احادیث نہیں۔

## باب الاذان

اذان کے لغوی معنی..... اعلان و اخبار کے ہیں اور شرعی معنی..... یہ ہیں کہ ہو اعلام دخول وقت الصلوٰۃ بالفاظ مخصوصہ و کیفیت مخصوصہ۔ نماز کے لئے اذان کہنا سنت مؤکدہ ہے اور اذان اسلامی شعار ہے۔ اذان تو حیدور رسالت اور محاد اور نماز کا کامل و جامع اعلان ہے۔

ابتدائے اذان..... اکثر حقیقین اور مؤرخین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت کے بعد سال اول میں ہوئی جبکہ مسجد نبوی کی بناء کے بعد باہم مشورہ ہوا کہ نماز باجماعت کے لئے لوگوں کیسے جمع کیا جائے؟ تو بعض حضرات نے آگ جلانے کا اور بعض حضرات نے سینگ بجانے کا اور بعض صحابہؓ نے ناقوس یعنی ٹکڑی بجانے کا مشورہ دیا۔ اس پر یہ جرح ہوئی کہ اس میں مجوس، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ کلمہ ہو گا اس لئے حضرت عمرؓ کی تجویز کے مطابق الصلوٰۃ جامعۃ کے الفاظ عارضی طور پر مقرر کر دیئے گئے اور لوگ منتشر ہو گئے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زید بن عبدالرحمنؓ کو خواب میں فرشتے نے کلمات اذان سنائے نیز دیگر گیارہ صحابہ کرامؓ نے بھی یہی خواب دیکھا اور حضور ﷺ نے بھی شب معراج میں یہ کلمات سنے تھے اس لئے یہ کلمات مقرر کر دیئے گئے۔ تو اذان کی مشروعیت محض خواب سے نہیں ہوئی بلکہ تقریر نبوت سے ہوئی کیونکہ اس وقت وحی یا اجتهاد سے اس خواب کی تائید ہوگی چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا انہا لوؤبا حق (منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۲، سطر ۱۱)

الفصل الاول..... عن انس..... فامر بلال ان یشفع الاذان و ان یوتر الاقامة... یہاں تین مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ عدو تکبیرہ اولیٰ..... ابوحنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ کے نزدیک ابتدائے اذان میں تکبیر چار مرتبہ ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صرف دو مرتبہ ہے۔

دلیل جمہور (۱)... ابو محمد ورہ کی روایت میں تریج تکبیر کا ذکر ہے (رواہ مسلم و ابو داؤد و الدارمی و ابن ماجہ، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) (۲)..... عبداللہ بن زید کی روایت میں بھی تریج کا ذکر موجود ہے (رواہ ابو داؤد و الدارمی و ابن ماجہ، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ ابو محمد ورہ کی روایت کے بعض طرق میں تکبیر کا ذکر آیا ہے۔ جواب..... علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ تریج کا راوی ثقہ ہے اور ثقہ کی زیادتی

مقبول و معتبر ہوتی ہے۔ (اوجز المسالك جلد ۱، صفحہ ۱۸۶)

مسئلہ ثانیہ ترجیح شہادتین..... ابو حنیفہؒ، احمدؒ کے نزدیک اذان میں ترجیح شہادتین نہ مسنون ہے نہ مکروہ ہے البتہ صرف جائز ہے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک ترجیح شہادتین مسنون ہے اور ترجیح یہ ہے کہ اولاً شہادتین کو دو مرتبہ آہستہ آواز سے اور پھر دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے۔

دلائل احناف و حنابلہ (۱)..... ابو محذورہؒ کی اذان کے علاوہ عہد رسالت کی تمام اذانیں ترجیح سے خالی ہیں۔ مثلاً عبد اللہ بن زیدؓ کی اذان، ملک نازل من السماء کی اذان، ربکس المؤمنین حضرت بلالؓ کی اذان، مسجد نبوی کے مؤذن ثانی عبد اللہ بن ام مکتومؓ کی اذان، مسجد قبا کے مؤذن حضرت سعد القرظؓ کی اذان۔

(۲)..... حدیث ابن عمرؓ قال کان الاذان علی عہد رسول اللہ ﷺ مرتین مرتین (رواہ ابوداؤد، والدارمی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) دلیل شوافع و مالکیہ..... حدیث ابی محذورہؒ نہ خفض

بہا صوتک ثم ترفع صوتک بالشہادۃ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳)

جواب نمبر ۱..... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... ابو محذورہؒ نے شہادتین کے کلمات آہستہ آواز سے کہے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے ان سے شہادتین کے کلمات دوبارہ کہلوائے تعلیم و تلقین کے لئے نہ کہ تشریح کے لئے۔ لیکن ابو محذورہؒ نے غلبہ محبت کی وجہ سے اس طریقے کو پھر کبھی نہیں چھوڑا جیسا کہ ابو محذورہؒ کے بال محض اس لئے نہ کوائے تھے کہ ان کو حضور ﷺ کے ہاتھ مبارک لگے ہیں۔

جواب نمبر ۳..... ابو محذورہؒ کی ترجیح والی روایت مقدم ہے اور عدم ترجیح والی روایات مؤخر ہیں لہذا یہ روایت ان روایات سے منسوخ ہے۔ خلاصہ مسئلتین..... یہ کہ ابو حنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک کلمات اذان پندرہ ہیں کہ ترجیح ہے ترجیح نہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک سترہ ہیں کہ ترجیح نہیں اور ترجیح ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک انہیں ہے کہ ترجیح بھی ہے اور ترجیح بھی ہے۔

مسئلہ ثالثہ عدد کلمات اقامت..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک اقامت کے کلمات سترہ ہیں یعنی پندرہ اذان والے اور دو مرتبہ قد قامت الصلوة اور شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک گیارہ ہیں یعنی اول و آخر تکبیر۔ نیز قد قامت الصلوة دو دو مرتبہ یہ چھ ہو گئے اور باقی کلمات ثمنہ ایک ایک مرتبہ یعنی شہادت شہادت جعلہ جعلہ جلیل اور امام مالکؒ کے نزدیک دس ہیں کیونکہ ان کے یہاں قد قامت الصلوة بھی ایک مرتبہ ہے۔

دلائل احناف (۱)..... عن ابی محذورہؒ ان النبی ﷺ علمہ الاذان تسع عشرة کلمۃ والاقامۃ سبع عشرة کلمۃ (رواہ احمد والترمذی وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳)

(۲)..... حدیث اسود بن یزید قال ان بلالا كان يثنى الاذان ويثنى الائمة (رواه عبد الرزاق و

الحارثي والدارقطني) (۳)..... حدیث سوید بن غفلہ قال سمعت بلالا يؤذن منى ويقیم منى

(رواه الطحاوی) اور یہ سوید بن غفلہ مدینہ طیبہ میں اس وقت حاضر ہوئے جبکہ آنحضرت ﷺ کو ذن کیا جا چکا تھا

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضرت بلال اقامت میں تثنیہ کرتے تھے۔

ولیل شوافع وحنابلہ..... حدیث باب ہے وان یوتر الائمة (متفق علیہ، منکھوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) مگر الائمة

الائمة کے استثناء کے ساتھ۔ دلیل مالکیہ..... یہی حدیث ہے لیکن ان کے یہاں الا الائمة کے الفاظ

کسی روایت کی طرف سے مدرج ہیں مرفوع نہیں لہذا اقامت الصلوٰۃ بھی ایک ہی مرتبہ ہوگا۔

جواب نمبر ۱..... اول و آخر تکبیر کے تثنیہ کا استثناء کہاں سے لکھا ہے؟

جواب نمبر ۲..... تثنیہ اقامت کی روایات مؤخر ہیں لہذا یہ روایت ان روایات سے منسوخ ہے۔

جواب نمبر ۳..... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۴..... یہاں شفع اور دیگر کلمات کے

اعتبار سے نہیں بلکہ سانس کے اعتبار سے مراد ہے کہ اذان کے ہر کلمات دو الگ الگ سانسوں میں کہے جائیں

لیکن اقامت کے دو کلمات ایک ہی سانس میں کہے جائیں۔

الفصل الثانی..... وعن بلال..... قال قال لی رسول اللہ ﷺ قوله

لا تثنین فی شیء من الصلوات الا فی صلوة الفجر (صفحہ ۶۳).....

مسئلہ خلاقیہ..... تحویب کے لغوی معنی اعلام بعد اعلام کے ہیں اور اصطلاحی معنی دو ہیں۔

(۱) نماز فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا یہ بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔

(۲) اذان و اقامت کے مابین کسی طریقے سے نماز کی دوبارہ اطلاع دینا یا آتمہ ارجح کے نزدیک مکروہ

ہے۔ نیز حضرت علی سے مروی ہے کہ راوی مؤذنا یثوب فی العشاء فقال اخرجوا هذا المبتدع من

..... لیکن امام ابو یوسف نے قاضی اور مفتی جیسے مشغول آدمی کے لئے تحویب مستحسن قرار دی ہے۔

..... نماز میں نماز سے پہلے نماز ہے کیونکہ وہ نیند کا وقت ہے اور متاخرین نے تمام نمازوں کے لئے

..... نمازوں میں نماز سے پہلے نماز ہے بہر حال اگر تحویب کو لازم نہ سمجھا جائے

..... نماز امرائے کون من الفاظ کے ساتھ سلام کرنا وغیرہ ذلک تو اس کی گنجائش

..... (منکھوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۳) سے ثابت و معلوم ہوتا ہے۔

از حسن زیادہ بس الحارثی لصدائی..... قوله ومن اذن فهو یقیم

.....

..... مسئلہ خلاقیہ..... شافعی و احمد کے نزدیک غیر مؤذن کے لئے تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ مؤذن کو راضی بھی ہو۔ امام مالک کے نزدیک مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کا اقامت کہنا مساوی ہے اگرچہ مؤذن کو ناگواری ہی ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مؤذن کو ناگواری ہو تو دوسرے کے لئے اقامت کہنا مکروہ ہے ورنہ بلا کراہت درست ہے۔

دلیل احناف..... بعض روایات میں ہے کہ کبھی عبداللہ بن ام مکتوم اذان کہتے اور حضرت بلال اقامت کہتے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا اور حدیث باب میں ہے ومن اذن فهو یقیم۔  
دلیل شوافع وحنابلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ حدیث ناگواری کی صورت پر محمول ہے۔  
دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ جب عبداللہ بن زید نے اپنا خواب پیش کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایا القہ علی بلال اور جب حضرت بلال کہہ چکے تو عبداللہ بن زید سے حضور ﷺ نے فرمایا اقم انت۔  
جواب..... یہ حدیث عدم ناگواری کی صورت پر محمول ہے۔

### باب فیہ فصلان..... (صفحہ ۶۶)

الفصل الاول..... عن ابی عمر..... قوله، ان بلالا ینادی بلیل..... مسئلہ خلاقیہ..... ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک نماز فجر کے لئے صبح صادق سے قبل اذان دینا درست نہیں اور مالک، شافعی، احمد، ابو یوسف کے نزدیک نماز فجر کے لئے رات کے نصف اخیر میں صبح صادق سے قبل اذان دینا درست ہے۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث عائشہ قالت ما کانوا یؤذنون حتی ینفجر الفجر (رواہ ابن ابی شیبہ)۔ (۲)..... حدیث ابن عمر قال ان بلالا اذن قبل طلوع الفجر فامرہ النبی ﷺ ان یرجع فینادی الا ان العبد قد نام (رواہ ابوداؤد، الدرر النقی و الطحاوی و البیہقی)

اسل جمہور..... حدیث باب ہے۔  
جواب..... یہ اذان نماز کے لئے نہیں بلکہ تہجد و سحری کے لئے تھی ورنہ ابن ام مکتوم دوبارہ اذان نہ دیتے۔  
وعن ابی ہریرۃ..... قوله، و امر بلالا فاقام الصلوٰۃ.....

مسئلہ خلاقیہ..... ابوحنیفہ، شافعی، احمد کے نزدیک قضاء نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں ہونی چاہئیں امام مالک کے نزدیک فقط اقامت ہے اذان نہیں۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث ابی ہریرۃ مرثیہ عن اہل النبی ﷺ ان یرجع فینادی الا ان العبد قد نام (رواہ ابوداؤد)  
(۲)..... حدیث زید بن اسلم فلیصلہا کما کان یصلیہا فی وقتہا (رواہ مالک مرسل، مشکوٰۃ باب

ہذا نصل ثالث جلد، صفحہ ۶۷) (۳)..... ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے ان النبی ﷺ امر بلالا بالاذان والاقامة۔ دلیل مالکیہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔  
جواب نمبر ۲..... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے اقام الصلوۃ بعد الاذان۔ جواب نمبر ۳..... اقام بمعنی اعلم ہے جواز ان واقعات دونوں ہی کو شامل ہے۔

قولہ 'فليصلها اذا ذكرها'..... مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک اوقات ثلاثہ مکروہہ یعنی طلوع غروب استواء میں قضاء نماز بھی منع ہے لیکن شافعی، مالک، احمد کے نزدیک قضاء نماز جائز ہے۔ دلائل حنafi..... احادیث نمی ہیں مثلاً حدیث عبد اللہ الصنعجی ان الشمس تطلع ومعها قرن الشيطان الخ (رواه مالک و احمد والنسائی، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵) اور حدیث عقبہ بن عامر قال ثلث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا ان نصلي فيهن (رواه مسلم، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) دلیل جمہور حدیث باب ہے کیونکہ یہ عام ہے۔ جواب..... یہاں اوقات غیر مکروہہ مراد ہیں اور قرینہ احادیث نمی ہیں۔

## باب المساجد و مواضع الصلوۃ

الفصل الاول..... عن ابن عباسؓ..... قوله 'فلما خرج ركع ركعتين في قبل الكعبة'..... یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ صلوۃ فی داخل بیت اللہ..... ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور جمہور علماء کے نزدیک کعبے کے اندر فرائض و نوافل دونوں جائز ہیں۔ لیکن مالک و احمد کے نزدیک صرف نوافل جائز ہیں۔ دلائل احناف (۱)..... قوله 'تعالیٰ ان طهروا بيتي للطائفين والعكفين والركع السجود' (پارہ ۱) کیونکہ یہ آیت اپنے اطلاق و عموم کی وجہ سے فرائض و نوافل نیز داخل و خارج سب ہی صورتوں کو شامل ہے۔ (۲)..... حدیث عبد اللہ بن عمرؓ صلی (متفق علیہ، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۶۷) کیونکہ ہم فرائض کو نوافل پر قیاس کرتے ہیں۔

دلیل مالکیہ و حنبلیہ..... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کعبۃ اللہ کے اندر فرض نماز نہیں پڑھی۔

جواب..... یہ ہے کہ نہ پڑھنے سے عدم جواز لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو۔ مسئلہ ثانیہ صلوۃ فوق ظہر بیت اللہ..... احناف کے نزدیک اس میں بے ادبی ہے لہذا مکروہ ہے مگر جائز ضرور ہے امام شافعیؒ کے نزدیک سرے سے جائز ہی نہیں کیونکہ بیت اللہ اس کے سامنے نہیں البتہ اگر سامنے سترہ ہو تو پھر ان کے نزدیک بھی درست ہے کیونکہ اس صورت میں بیت اللہ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ قبلہ آسمان تک کی ساری فضا ہے لہذا بلا سترہ بھی کراہت کے ساتھ

درست ہے۔

وعن ابی سعید الخدریؓ، قوله، لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد  
مسئلہ خلاقیہ..... جمہور علماء کے نزدیک روضہ شریفہ اور قبور صلحاء کی زیارت کے لئے سفر کرنا مندوب ہے

بعض اہل ظاہر اور بعض مالکیہ کے نزدیک واجب ہے۔ ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز ہے۔

بعض اہل ظاہر اور بعض مالکیہ کے نزدیک واجب ہے۔ ابن تیمیہ اور غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز ہے۔  
دلائل جمہور (۱)..... حدیث ابن عمرؓ من ذاک، شیوخ، ریت نہ شفاعتی (رواہ ابن خزیمہ وغیرہ)۔

(۲)..... حدیث حاطبؓ من زارنی بعد مسائی لکانما زارنی فی حیاتی (رواہ الدارقطنی)۔

(۳)..... حدیث ابن مسعودؓ کنت نہیتکم عن زیارة القبور فزوروها (رواہ ابن ماجہ، منکلوۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۳)

ذیل ابن تیمیہ..... حدیث باب کا مضموم ہے۔ جواب..... یہ حصر اضافی ہے یعنی صرف مساجد کے

اعتبار سے ہے مطلب یہ ہے کہ نماز یا اجرو ثواب یا فضیلت و تقرب کی نیت سے کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنا بے

سوڈ ہے کیونکہ ان مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی فضیلت ثابت نہیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر حصر حقیقی ہو تو لازم

آئے گا کہ طلب علم تجارت، حج، جہاد، ہجرت، زیارت مشائخ وغیرہ کے لئے بھی سفر کرنا ناجائز ہو جو صریح

ابطحان ہے نیز مستد احمد کی حدیث میں لا تشد الرحال الی مسجد کی تصریح موجود ہے۔

وعن ابی ہریرہؓ..... قوله، ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض

الجنة..... اس کی تین توجیہات ہیں۔ (۱)..... اس مقام میں عبادت کرنا دخول جنت کا قوی سبب

ہے۔ (۲)..... حقیقت پر محمول ہے کہ یہ واقعی جنت کا ٹکڑا ہے۔ (۳)..... زمین کا مقام ننانہ ہوگا بلکہ اس

کو جنت الفردوس کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ امام مالکؒ سے یہی منقول ہے۔ ابن حجر اور جمہور محدثین نے

بھی اسی کو ترجیح دی ہے قوله منبری علی حاضی..... اس کی دو توجیہات ہیں۔ (۱)..... منبر نبوی کے پاس

عبادت و روضہ حوض کوثر کا سبب قوی ہے۔ (۲)..... منبر نبوی حقیقہ حوض کوثر پر ہوگا۔

وعن ابی قتادہؓ..... قوله، فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس (صفحہ ۲۸)

مسئلہ خلاقیہ..... جمہور علماء کے نزدیک تحیۃ المسجد مندوب ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے۔

دلیل جمہور..... حدیث زید بن اسلم قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یدخلون المسجد ثم

یخرجون ولا یصلون (رواہ ابن ابی شیبہ بحوالہ بذل الحیو جلد ۱، صفحہ ۲۶۸)

دلیل اہل ظاہر..... حدیث باب ہے۔ جواب..... امر استحبابی ہے اور قرینہ استحباب حدیث مذکور ہے

پھر شوافع اور حنابلہ کے نزدیک تحیۃ المسجد اوقات لمروہ میں بھی درست ہے لیکن احناف و مالکیہ کے نزدیک



درست نہیں بلکہ مکروہ ہے کیونکہ احادیث نبوی عام ہیں نیز محرم کو میح پر ترجیح ہوتی ہے

وعن ابی ہویرة <sup>ؓ</sup>، قوله، 'وليصبق عن يساره او تحت قدمه.....' مسجد کے اندر اپنے کپڑے میں تھوکے جو بائیں طرف ہو یا قدم کے نیچے ہو اور مسجد میں زمین کے اوپر تھوکانا درست نہیں اور مسجد کے باہر مطلقاً درست ہے لیکن قبلہ کی جانب اور دائیں طرف کا اکرام کرے البتہ اگر بائیں طرف کوئی آدمی ہو تو پھر دائیں طرف تھوکانا بلا کراہت درست ہے۔

الفصل الثانی ..... وعن عبد الرحمن بن عائش <sup>ؓ</sup> ..... قوله، 'فعلمت

ما فی السموات والارض ..... سوال ..... بظاہر اس سے آنحضرت <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کا علم عطائی کلی ثابت ہوتا ہے جو اہل بدعت کا نظریہ ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس سے تو بلکہ یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کو پہلے علم تھا۔ جواب نمبر ۲..... ما فی السموات والارض سے مراد اشیاء موجودہ ہیں تو یہ جمع ماکان وما یکون کا علم کیسے ہوا۔ جواب نمبر ۳..... یہاں ما خصوص کے لئے ہے اور قرینہ اگلی آیت ہے و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض تو اس سے مراد علم عطائی جزوی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں وهو عبارة عن سعة العلم الذي فتح الله به عليه اذ لا يصح اطلاق الجميع كما هو الظاهر (مرقات جلد ۲، صفحہ ۲۱۰) جواب نمبر ۴..... علم سے مراد تجلی ہے جو علم تفصیلی اور احاطہ کلیہ کو مستلزم نہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے فتجلی لی کل شیء (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۷۷) تو اس سے مراد علم عطائی کلی اجمال ہے جیسا کہ تجلی کے چمکنے سے اشیاء کا قدرے انکشاف تو ہو جاتا ہے لیکن تفصیلی علم اور احاطہ نہیں ہوتا۔

الفصل الثالث ..... وعن السائب بن يزيد ..... قوله، 'ترفعان اصواتكما

فی مسجد رسول الله <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> ..... مسجد میں آواز بلند کرنا۔ امام مالک کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ ذکر ہی کیوں نہ ہو لیکن امام اعظم ابوحنبلہ کے نزدیک ذکر میں تو مکروہ ہے مگر درس و تدریس کے لئے بلا کراہت درست ہے بشرطیکہ کسی نمازی کی نماز میں ظل واقع نہ ہو۔

وعن معاذ بن جبل <sup>ؓ</sup>، قوله، 'فتجلی لی کل شیء'. اس کی تین تو جہات ہیں

(۱)..... کل سے مراد عموم حقیقی نہیں بلکہ دم عرفی و کثرت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جس قدر چاہا علم عطا فرمایا۔ چنانچہ ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں ای مما اذن الله فی ظهور لی من العوالم العلویة والسفلیة مطلقاً او مما ینخصم به الملاء الاعلیٰ خصوصاً (مرقات جلد ۲، صفحہ ۲۲۶) اور کل ہمیشہ اشتقاقی نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات کل عرفی بمعنی شیز بھی ہوتا ہے مثلاً تم اجعل علی کل جبل (پارہ

(۳) اور فتحنا علیہم ابواب کل شیء (پارہ ۷) اور یاخذ کل سفینة غمیباً (پارہ ۱۶) اور واتیناہ من کل شیء سبباً (پارہ ۱۶) و اوتیت من کل شیء (پارہ ۱۹) اور خود احمد رضا خاں بھی لکھتا ہے کہ کبھی کل سے مراد اکثر ہوتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱، صفحہ ۷۳ (۲) تجلی کو احاطہ لازم نہیں۔ (۳) کل شیء سے مراد اشیائے موجودہ ہیں نہ کہ جمیع ماکان وما یكون فلا اشکال۔

و عن انس بن مالک، قوله، و صلوتہ فی مسجدی، بخمسين الف صلوة سوال..... پہلے ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے تو یہ تعارض ہوا۔ جواب نمبر ۱۰۰۰۔ حدیث مذکور میں صرف الف صلوة نہیں ہے بلکہ خیر من الف صلوة کے لفظ ہیں تو خیریت و زیادتی کی تحدید یہاں ذکر کی ہے۔

جواب نمبر ۲..... آنحضرت ﷺ کو پہلے ایک ہزار کا اور پھر پچاس ہزار نماز کا لم دیا گیا فلا اشکال۔ و عن ابی ذرؓ..... قوله، کم بینہما قال اربعون عاماً..... سوال..... تاریخ سے ثابت ہے کہ مسجد حرام کے بانی ابراہیم علیہ السلام اور مسجد اقصیٰ کی بانی سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک ہزار سال سے بھی زیادہ زمانے کا فاصلہ ہے؟

جواب نمبر ۱۰۰۰۰۔ ابن جوزی اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ مسجد حرام کے بانی اول آدم علیہ السلام ہیں اور پھر ان کے چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ خود آدم علیہ السلام نے یا ان کے کسی صاحبزادے نے بنائی ہے۔ جواب نمبر ۲..... بعض علماء کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ سے چالیس برس کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ بنائی اور پھر سلیمان علیہ السلام نے محض تجدید عمارت مسجد اقصیٰ کی ہے (مرقاۃ جلد ۲، صفحہ ۲۲۹)

## باب الستر..... (صفحہ ۷۲)

ستر عورت بھی شرائط نماز میں سے ہے اس لئے اب اس کو بیان کرتے ہیں مرد اور عورت کا ستر ناف سے کٹنے تک ہے۔ لیکن امام احمد اور بعض مالکیہ کے نزدیک ران ستر میں شامل نہیں۔

دلیل جمہور..... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص ان العورة من السرة الى الركبتین (رواہ الدارقطنی)

دلیل حنا بلکہ..... حدیث عائشہؓ قالت کان رسول اللہ ﷺ مضطجعاً لی بیتہ کاشفا عن

فخذیه او ساقیه الخ (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۵۶۰، باب مناقب عثمانؓ)

جواب نمبر ۱۰۰۰۰۔ شک راوی کے ہوتے ہوئے استدلال درست نہیں۔ جواب نمبر ۲..... حدیث ۲

مطلب یہ ہے کہ ان سے کرتے بنا ہوا تھا نہ کہ تہ بند بھی اور قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد وسوی لہبہ کے لفظ ہیں

یہ کہ ستر کے لفظ۔ فائدہ ہانڈی کا ستر مرد کے ستر کی طرح ہے لیکن اس کی پشت ہیٹ پہلو بھی ستر ہے اور حرہ ہستر یعنی مرد کے لئے تمام بدن ہے سوائے وجہ، یدین، قد میں کے اور عورت کے لئے مرد کی طرح ہے اور مرد کے لئے ہانڈی کی طرح ہے اور خاوند اور مولیٰ کے لئے تمام بدن کشف ہے۔

## باب السترة

تعریف سترہ..... یہ وہ چیز ہے جو نمازی کے سامنے کھڑی کی جائے۔ مثلاً دیوار، ستون، بکڑی، درخت وغیرہ کہ نمازی کا مقام سجدہ واضح و نمایاں ہو جائے اور اس کے آگے سے گزرنے والا گنہگار نہ ہو۔

مقدار سترہ..... یہ کہ کم از کم ایک شرعی گز یعنی ہاتھ کے برابر لمبا ہو اور انگلی کے بقدر موٹا ہو۔ حکمت سترہ (۱)۔

نمازی کا خشوع و خضوع اور حضور نماز فوت نہ ہو جائے۔ (۲)۔ سترہ کے آگے سے گزرنے والا شخص گنہگار نہ ہو۔

احکام سترہ..... یہ پانچ ہیں (۱)۔ سترہ الامام سترہ للمقتدی (۲) سترے کے اندر سے گزرتا جائز

نہیں البتہ اگر پہلی صف میں جگہ خالی ہو تو پھر دوسری صف کے آگے سے گزرتا جائز ہے۔ (۳)۔ لوگوں کی

اندگاہ میں سترہ گاڑنا واجب نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔ (۴)۔ اگر نمازی کے سامنے سترہ نہ ہو تو

گزرنے والا شخص مسجد کبیر اور صحراء میں تین گز دوز سے گزر سکتا ہے اور مسجد صغیر میں مطلقاً گزرنے کی ممانعت

ہے۔ (۵)۔ گزرنے والے شخص کا مرد و قاطع صلوة نہیں البتہ نماز کا خشوع و حضور منقطع ہو جاتا ہے۔

الفصل الاول..... وعن ابی سعید..... قوله 'فان ابی فلیقاتلہ'..... قاضی

عیاض، علامہ قرطبی، علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مقاتلہ لازم تو بالاتفاق نہیں ہے کیونکہ یہ حضور و خشوع اور

توجہ نماز کے خلاف ہے اور احناف کے نزدیک ترک دفاع اولیٰ ہے اور دفاع محض رخصت ہے۔

ذیل احناف..... حدیث فضل بن عباس قال اتانا رسول اللہ ﷺ ونحن لنا فی مادیة لنا

رمعہ عباس فصلی فی صحراء لیس بین یدبہ سترۃ و حمارة لنا و کلبۃ نعشان بین یدبہ فما

بالیٰ بذلک (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۴)

حدیث باب کا جواب نمبر ۱..... یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں نماز کے اندر کلام کرنے

کی بھی اجازت تھی تو یہ اس زمانے کا حکم ہے۔ جواب نمبر ۲..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد اس

استقامت و موذناہ کرے (بذل المجموع جلد ۱، صفحہ ۲۶۹)

ارعن ابی ہریرۃ..... قوله 'تقطع الصلوة المرءۃ و الحمار

والکلب (صفحہ ۷۴) مسئلہ خلافیہ... ابوحنیفہ، مالک، شافعی کے نزدیک نمازی

کے سامنے سے کسی چیز کا گزرنا مفید صلوٰۃ نہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک کلب اسود مفید صلوٰۃ ہے اور حمار و امروہہ میں توقف ہے اہل ظاہر کے نزدیک تینوں مفید صلوٰۃ ہیں۔ دلائل جمہور (۱)..... فضل بن عباسؓ کی حدیث بالا (۲)..... حدیث عائشہؓ قالت کان النبی ﷺ یصلی من اللیل وانا معترضة بینہ و بین القلعة کا اعتراض الجنازہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۴) (۳)..... حدیث ابی سعیدؓ مرویاً لا یقطع الصلوٰۃ شیء وادراء واما استطعتہم فانما هو شیطن (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۴) دلیل اہل ظاہر..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث احادیث مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ روایات قطع کے راوی ابن عباسؓ کا فتویٰ قطع کے خلاف ہے جو دلیل نسخ ہے اور ابن عباسؓ کا فتویٰ طحاوی میں موجود ہے۔ جواب نمبر ۲..... حدیث کا معنی ہے تقطع خشوع الصلوٰۃ اور قرینہ مذکورہ بالا احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز نہیں ٹوٹی۔

الفصل الثانی..... عن ابی ہریرۃؓ..... قوله، فلیخط خطا.....

مسئلہ خلافیہ..... ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ کے نزدیک خط کا اعتبار نہیں لیکن امام احمدؒ کے نزدیک خط معتبر ہے پھر خط ہلالی کی کیفیت راجح ہے ویسے قبلے کی جانب طویل خط یا سامنے جنوب یا شمالاً سیدھا خط بھی جائز ہے۔ دلیل جمہور..... یہ ہے کہ سترے کا فائدہ خط سے حاصل نہیں ہوتا کیونکہ وہ دور سے نظر نہیں آتا البتہ نمازی کے حق میں مفید ہے جیسا کہ فرمایا تم لا یضرہ ما مر امامہ۔ دلیل حنا بلکہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... امام شافعیؒ، سفیان بن عیینہؒ، علامہ بغویؒ وغیرہم نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے کیونکہ یہ مضطرب ہے۔ جواب نمبر ۲..... ابن ہمام نے خط کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ نمازی کے لئے کسی نہ کسی درجے میں موجب اطمینان ہوتا ہے (بذل المجہود، مظاہر حق)

## باب صفة الصلوٰۃ (صفحہ ۷۵)

صفت کے لغوی معنی اقام بالشیء کے ہیں اور صفة الصلوٰۃ کے شرعی معنی ہیں کیفیت الصلوٰۃ النبی شامل الفرائض والواجبات والسنن والآداب۔

الفصل الاول..... عن ابی ہریرۃؓ..... قوله، حتی تطمئن راکعاً.....

مسئلہ خلافیہ تعدیل ارکان صلوٰۃ..... رکوع و سجود میں اطمینان و تعدیل طرفین کے نزدیک واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک فرض ہے۔ دلیل طرفین..... یہ کہ رکوع و سجود نص قرآنی قطعاً ارکعوا و اسجدوا سے ثابت ہے جس کا مفہوم واضح ہے کہ محض سر جھکانے اور زمین پر پیشانی رکھنے سے یہ

ادا ہو جاتے ہیں تو خبر واحد سے اطمینان کو فرض قرار دینا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو درست نہیں لہذا قرآن سے نفس رکوع و سجود کی فرضیت اور حدیث سے تعدیل کا وجوب ثابت ہوا۔ دلیل جمہور..... حدیث باب ہے کیونکہ فانک لم فصل میں سرے سے نماز ہی کی نفی کی گئی ہے۔ جواب..... یہ ہے کہ فانک لم فصل میں صلوٰۃ کاملہ کی نفی مراد ہے قرینہ یہ ہے کہ ابوداؤد وغیرہ میں اس روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں فاذا فعلت هذا فقد تمت صلواتک وان نقصت شيئا من هذا فانما نقصته من صلواتک اس سے معلوم ہوا کہ ترک تعدیل محض نقصان صلوٰۃ کا باعث ہے نہ کہ بطلان صلوٰۃ کا بھی۔

وعن عائشة..... قوله والقراءة بالحمد لله رب العلمين (صفحہ ۷۵).....

مسئلہ خلاfiہ حکم تسمیہ..... ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک تسمیہ آہستہ پڑھنی چاہیے خواہ نماز سری ہو خواہ جہری ہو۔ جمہور صحابہ کرام و تابعین اور خلفاء راشدین کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جہری نماز میں جہز پڑھے اور سری نماز میں سزا پڑھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ فرائض میں نہ جہز ہے نہ سزا۔ البتہ نوافل میں اجازت ہے دراصل یہ اختلاف ایک دوسرے اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تسمیہ جو قرآن تو ہے مگر ہر سورۃ کا جز نہیں بلکہ اس کا نزول محض فصل بین السورتین اور برکت کے لئے ہوا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ہر سورۃ کا جز ہے۔ امام مالک کے نزدیک سرے سے قرآن کا جز ہی نہیں۔

دلائل احناف (۱)..... حدیث ابی ہریرہؓ ان سورة في القرآن ثلثون آية شفعت للرجل حتى غفر له وهي تبارك الذي بيده الملك (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۸۷) کیونکہ سورۃ ملک کی تیس آیات تسمیہ کے علاوہ ہیں معلوم ہوا کہ تسمیہ سورۃ کا جز نہیں۔ (۲)..... حضرت عائشہؓ کی حدیث باب۔ (۳)..... حدیث انسؓ قال صليت خلف رسول الله ﷺ و ابى بكر وعمر و عثمان

فلم اسمع احدا يجهر بيسم الله الرحمن الرحيم (رواہ الترمذی)

شواہد کی دلیل اول..... حدیث انسؓ قال قال رسول الله ﷺ انزلت على انفا سورة و

قرأ اسم الله الرحمن الرحيم انا اعطيتك الكون حتى ختمها (رواہ ابوداؤد و مسلم)

جواب نمبر..... یہ تسمیہ فصل بین السورتین کے لئے ہے۔ جواب نمبر ۲..... آپ نے تبرک کے لئے بسم

اللہ پڑھی کیونکہ ابتدا سورت میں بسم اللہ پڑھنا آداب تلاوت میں سے ہے۔ دلیل ثانی..... حدیث ابن

عباسؓ قال كان رسول الله ﷺ يفتح صلواته بيسم الله الرحمن الرحيم (رواہ الترمذی

بمشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۰) جواب نمبر ۱..... اس میں جہر کی صراحت نہیں ہے۔ جواب نمبر ۲..... امام ترمذی

فرماتے ہیں هذا حديث ليس اسناده مذاك۔ جواب نمبر ۳۔ یہ بیان جواز پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۴۔ تعلیم امت کے لئے احیاناً ایسا فرمایا۔ جواب نمبر ۵۔ یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ

ابوداؤد میں سعید بن جبیر کی روایت ہے ان النبی ﷺ كان يبجهر بسم الله الرحمن الرحيم  
وكان مسبلعة يدعى رحمن اليمامة فقال اهل مكة انما يدعوا له اليمامة فامر الله رسوله  
بالاخفاء فيما جهر بها حتى مات (التعليق اصح)

دلیل مالکیہ۔۔۔۔۔ حدیث ابن عبد اللہ ابن مغفل قال سمعت ابي وانا في الصلوة اقول بسم الله

الرحمن الرحيم فقال اي بنى محدث الي قوله فلا تقلها اذا انت في الصلوة (رواه الترمذی)

جواب۔ دلائل مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث میں جہر کی نفی مقصود ہے۔

قوله، و كان يفرش رجله اليسرى وينصب رجله اليمنى (صفحہ ۷۵)۔۔۔

مسئلہ خلاقیہ کیفیت قعدہ۔۔۔۔۔ احناف کے نزدیک دونوں قعدوں میں انتر اش مسنون ہے اور انتر اش

یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں قعدوں

میں توڑک مسنون ہے اور تورک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور بائیں کو ایک طرف نکال کر سرین زمین

پر رکھے۔ امام شافعی کے نزدیک سلام والے قعدے میں تورک اور پہلے قعدے میں انتر اش مسنون ہے۔ امام

احمد کے نزدیک جہاں دو قعدے ہوں وہاں صرف دوسرے میں تورک ہے اور پہلے قعدے میں اور علیٰ ہذا

صرف ایک قعدے والی نماز میں انتر اش مسنون ہے۔ الحاصل۔۔۔۔۔ یہ کہ ثنائی نماز یعنی فجر اور جمعہ میں مالک

وشافعی کے یہاں تورک اور ابوحنیفہ اور احمد کے نزدیک انتر اش ہوگا اور ثلاثی و رباعی نماز میں پہلے قعدہ میں فقط

امام مالک کے نزدیک اور دوسرے قعدے میں مالک شافعی، احمدیوں کے نزدیک تورک ہوگا۔

دلائل احناف (۱)۔ حضرت عائشہ کی حدیث باب۔ (۲) حدیث رفاعہ ان النبی ﷺ قال

للاعرابي اذا جلست فاجلس على رجلك اليسرى (ابوداؤد و مسند احمد) (۳) حدیث ابن عمر

قال من سنة الصلوة ان تنصب القدم اليمنى و استقباله باصابعها القبلة و الجلوس على اليسرى

(رواه النسائی صفحہ ۱۷۳) کیونکہ یہ تمام احادیث مطلق ہیں لہذا ان کو پہلے قعدے کے ساتھ مقید کرنا درست

نہیں۔ دلیل شوافع۔۔۔۔۔ حدیث ابی حمید الساعدی فاذا جلس في الركعة الآخرة قدم رجله

اليسرى و نصب الاخرى و قعد على مقعدته (رواه البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۵)

جواب نمبر ۱۔ احادیث مذکورہ کے قرینے سے یہ حالت عذر یعنی ضعف بڑھاپے، مرض وغیرہ پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۲..... یہ بیان جواز کے لئے ہے۔ دلیل مالکیہ..... یہ کہ حضرت عبید اللہ نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ مطلقاً تو رک کرتے تھے (موطا مالک صفحہ ۳۳)

جواب..... یہ بھی حالت عذر و ضعف پر محمول ہے کیونکہ موطا مالکؓ ہی میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ ابن عمرؓ نے تو رک کرنے کی وجہ یوں ارشاد فرمائی کہ وانما الفعل لهذا من اجل انی اشتکی (موطا امام مالکؓ صفحہ ۳۳) اور ایک روایت میں یوں ہے وان رجلی لا تحملائی۔

وعن ابی حمید الساعدیؒ، قوله، اذا کبر جعل یدیه حدًا منکبیه (صفحہ ۷۷) مسئلہ خلافیہ کیفیت رفع یدین..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک تکبیر تحریرہ کے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ جمہور آئمہ کے نزدیک کندھوں تک اٹھائے۔ لیکن یہ اختلاف محض اولیٰ و افضل کا ہے نہ کہ جواز اور عدم جواز کا۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث مالک بن حویرثؓ قال کان رسول اللہ اذا کبر رفع یدیه حتی یحاذی بہما اذنیہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷) (۲)..... حدیث وائل بن حجرؓ حاذی بہما یدیه اذنیہ ثم کبر (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷) دلیل جمہور... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... متکلمین والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں جیسا کہ ابوداؤد کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ سن وائل بن حجرؓ انہ قال رأیت النبیؐ حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حیال اذنیہ ثم اتیتهم فرائیتهم یرفعون یدیهم الیٰ صدورهم فی افتتاح الصلوٰۃ وعلیہم برانس واکسیۃ (رواہ ابوداؤد)

جواب نمبر ۲..... یہ نزاع لفظی ہے اور تطبیق یہ ہے کہ ہاتھ کی قبلی کندھے تک ہو اور انگوٹھے کان کی لوتک اور انگلیوں کے سرے کان کے بالائی حصے تک ہوں اس طرح تمام روایات پر عمل ہو جاتا ہے اور خود امام شافعیؒ نے بھی یہی تطبیق دی ہے۔

وعن ابن عمرؓ، قوله، واذا کبر للركوع واذا رفع راسه من الركوع رفعهما كذلك..... مسئلہ خلافیہ محل رفع یدین..... یہاں پانچ مباحث ہیں۔

(۱) بیان مذاہب (۲) دلائل احناف (۳) دلائل احناف پر شبہات اور ان کے جوابات (۴) دلائل شوافع مع جوابات (۵) نووہ تریح مذہب حنفیہ۔

تہ الذیل بیان المذہب..... ابو حنیفہؒ اور مالکؓ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریرہ میں ہے اور روبرو، غیرہ کے وقت مسنون نہیں۔ غلافائے اربعہ، عشرہ مبشرہ، جمہور صحابہ کرامؓ و تابعین کا مذہب صحیح یہی ہے نہ اچھا آثار السنن صفحہ ۱۰۱ میں ہے، واما الخلفاء الاربعۃ فلم یثبت عنہم رفع

الایدی غیر تکبیرۃ الاحرام اور ابن رشد مالکی بدایہ مجتہد میں فرماتے ہیں ان مالک کا رجحان ترک الرفع لعمل اهل المدينة به قول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین۔ لیکن امام شافعی اور احمد کے نزدیک رفع یدین تین مقامات میں مسنون ہے (۱) تکبیر تحریمہ میں (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ لیکن یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا نہیں بلکہ محض اولویت و افضلیت کا ہے لہذا اگر کسی نے اس کے خلاف عمل کیا تو اس کی نماز میں فساد یا کراہت لازم نہیں آئے گی۔

البحث الثانی..... دلائل احناف (۱)..... عن علقمة قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی

لکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ولم یرفع یدیه الا مرة واحدة مع تکبیرۃ الافتتاح (رواہ

الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۷۷ وحسنہ الترمذی وصحیح ابن حزم فی المحلی) (۲)..... عن جابر بن سمرة قال

خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كانها اذنان خيل شمس

اسكوا في الصلوة (رواه مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) (۳)..... عن البراء بن عازب قال ان رسول الله

ﷺ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه الى قريب اذنيه ثم لا يعود (رواه ابوداؤد صفحہ ۱۰۹)

(۴)..... عن ابن عباس قال لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن في افتتاح الصلوة واستقبال القبلة

وعلى الصفاء والمروة وبعرفات وجمع وفي المقامين عند الجمرتين (رواه الطبرانی والبيهقي)

(۵)..... حدیث ابن عباس ایضا قال ان العشرة المبشرة الذين شهدتهم رسول الله ﷺ بالجنة

ما كانوا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوة (یعنی نقلاً عن البدایع بحوالہ اوجز المسالك جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

البحث الثالث..... حدیث ابن مسعود پر شبہہ..... ابوداؤد کہتے ہیں ليس هو بصحيح على

هذا المعنى (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۷۷) یعنی اگرچہ اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر مضمون کے اعتبار سے یہ صحیح

نہیں کیونکہ دوسرے راوی رفع یدین کے ناقل ہیں۔ جواب نمبر ۱..... مضمون کی صحت کا دارو مدار سند کی

صحت پر ہے لہذا مضمون بھی صحیح ہے۔ جواب نمبر ۲..... ابوداؤد کے تمام مطبوعہ نسخے ہندی ہوں یا مصری

ہوں اس عبارت سے خالی ہیں البتہ صرف چٹھائی نسخے کے حاشیہ میں یہ عبارت موجود ہے اس لئے یہ مشکوک

ہے کہ مصنف کی ہے یا کسی اور کی ہے۔ جواب نمبر ۳..... صحت کی لٹی سے حسن کی لٹی لازم نہیں آتی تو ممکن

ہے کہ ابوداؤد کی مراد حسن ہو جیسا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حدیث حسن بھی قابل حجت

ہوتی ہے۔ حدیث جابر بن سمرة پر شبہہ..... مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلام والے رفع

یدین سے روکنا مقصود ہے نہ کہ رکوع والے رفع یدین سے بھی جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن قہطیہ عن جابر سے



معلوم ہوتا ہے یہ اعتراض امام بخاری نے کیا ہے۔ جواب نمبر ۱..... دونوں روایات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کا موقع و محل جدا جدا ہے کیونکہ عبد اللہ بن قہطیبہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نماز میں شریک تھے نیز اس حدیث میں اسکنوا فی الصلوٰۃ کے لفظ نہیں ہیں بخلاف تمیم بن طرفہ عن جابر کی حدیث کے کہ اس میں صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نماز میں شریک نہ تھے نیز اس میں اسکنوا فی الصلوٰۃ کے لفظ بھی ہیں۔ جواب نمبر ۲..... اسکنوا فی الصلوٰۃ ہرج و مرج کی ہے اس امر پر کہ اس رفع یدین سے روکنا مقصود ہے جو اثنائے نماز میں ہو حالانکہ سلام والا رفع یدین اختتام نماز میں ہے نہ کہ اثنائے نماز میں۔ حدیث براء بن عازبؓ پر شبہ..... ثم لا یعود کا جملہ یزید بن زیاد روای کی طرف سے مدرج ہے جو عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ سے یہ حدیث روایت کرتا ہے۔ جواب..... عیسیٰ اور حکم بن عسیمیہ بھی یہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں رواۃ ثقہ ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ پر شبہ..... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیرات عیدین دعائے قنوت اور استلام حجر اسود کے وقت بھی رفع یدین نہ کرنا چاہئے کیونکہ سبع مواضع والی حدیث میں ان کا بھی ذکر نہیں۔

جواب..... ان مقامات میں رفع یدین دوسری متاخر احادیث سے ثابت ہے لہذا وہ مسلم ہے بخلاف ما نحن فیہ کے کہ اس کے بارے میں کوئی متاخر حدیث ثابت نہیں۔

البحث الرابع..... والاکل شوائع..... احادیث باب ہیں یعنی حدیث ابن عمرؓ اور حدیث نافع عن ابن عمرؓ اور حدیث مالک بن حویرثؓ اور حدیث وائل بن حجرؓ یہ چاروں احادیث (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۵) پر موجود ہیں اور حدیث ابو حمید الساعدیؓ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۶) میں ہے۔ جواب نمبر ۱..... رفع یدین ان مقامات خلش کے علاوہ سجدے میں جاتے وقت اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت کی ابتداء میں بلکہ ہر رفع و خفض اور ہر انتقال کے وقت میں بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے حوالے کے لئے دیکھو سنن نسائی صفحہ ۱۶۰ پر حدیث مالک بن حویرثؓ واذا سجد واذا رفع رأسه من السجود اور ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں حدیث علیؓ اور سند ابی یعلیٰ میں حدیث انسؓ اور سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہؓ اور او جز المساکک جلد ۱، صفحہ ۲۱ پر امام احمد بن حنبلؓ کا قول علیؓ علیٰ هذا مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۵ پر حدیث نافع عن ابن عمرؓ میں اور جلد ۱، صفحہ ۷۶ پر حدیث ابی حمید الساعدیؓ میں رکعتین سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر موجود ہے تو جس طرح ان مقامات میں رفع یدین احادیث صحیحہ سے ثابت ہونے کے باوجود احادیث باب کی وجہ سے منسوخ ہے اسی طرح رکوع والے دو مواقع کا رفع یدین بھی ابن مسعودؓ وغیرہ کی مذکورہ بالا روایات کی وجہ سے منسوخ

ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھ کر فرمایا مہ کان ہذا  
 شینا فعلہ رسول اللہ ﷺ ثم نو کہ (رواہ الطحاوی والطرانی) بلکہ خود راوی رفع یدین یعنی ابن عمر کا  
 عمل بھی رفع کے خلاف ثابت ہے چنانچہ حضرت مجاہد کہتے ہیں جو ابن عمر کے شاگرد ہیں صلیبت خلف ابن  
 عمر فلم یکن یرفع یدیه الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ (رواہ الطحاوی وابن ابی شیبہ والبیہقی کی  
 فی کتاب العرۃ)۔ جواب نمبر ۲۔ ان احادیث سے رفع یدین کا محض وجود و حدوث ثابت ہوتا ہے جس  
 کے ہم بھی قائل ہیں حالانکہ اختلاف بقاء میں ہے اور بقاء کے متعلق حضرات شوافع ایک بھی صریح اور صحیح حدیث  
 پیش نہیں کر سکتے۔ شبہ..... لیجئے ہم پیش کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت میں ہے فما  
 زالت تلک صلوٰۃ حتی لقی اللہ تعالیٰ (رواہ البیہقی) اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے تا حین حیات  
 رفع یدین پر عمل و دوام فرمایا ہے۔ جواب..... اگر آنحضرت ﷺ آخر عمر تک رفع یدین پر عمل فرماتے تو  
 ناممکن تھا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور ابن مسعود وغیرہم اس کے برخلاف عمل کرتے باوجودیکہ یہ  
 حضرات اکابر صحابہ ہیں جو صف اول میں کھڑے ہوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے  
 آثار السنن علامہ نیوی صفحہ ۱۰۱ کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عبد الرحمن بن قریش ہے جس کے متعلق علامہ  
 خمس الدین ذمھی میزان الاعتدال میں کہتے ہیں۔ اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث۔ نیز اس کی سند  
 میں دوسرا راوی عاصم بن محمد انصاری ہے اس کے متعلق ابوحاتم کہتے ہیں لیس بالقوی اور علامہ عقیلی کہتے  
 ہیں یحدث بالبواطیل عن الثقات اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یضع الحدیث اور دارقطنی وغیرہ کا  
 قول ہے۔۔۔ متروک (حاشیہ آثار السنن صفحہ ۱۰۰)

### البحث الخامس..... وجوہ ترجیح مذہب حنفیہ..... یہ چھ ہیں۔ (۱)..... ترک

رفع یدین اوقی بالقرآن ہے جیسا کہ ارشاد ہے وقوموا للہ فتنین کیونکہ فتنین کی ایک تفسیر ساکنین ہے۔

(۲) نماز حرکات سے سکناات کی طرف منتقل ہوئی ہے۔ چنانچہ ابتداء نماز میں کلام، سلام، چلنا وغیرہ جائز و

سباح تھا پھر منسوخ ہو گیا لہذا تعارض روایات کے وقت اقرب الی السکون کو ترجیح ہوگی۔ (۳)..... لعلی

احادیث تعارض ہیں اور قوی حدیث اسکنوا فی الصلوٰۃ معارضے سے سالم ہے لہذا وہ راجح ہوگی۔ (۴)

لعلی اور قوی حدیث میں تعارض ہو تو قوی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے۔ (۵)..... ترک رفع یدین کے

رواۃ اکابر صحابہ ہیں جو صف اول میں کھڑے ہوتے تھے لہذا ان کی روایات مقدم ہے۔ (۶)..... ترک رفع

یدین کے رواۃ الفہ فی الدین میں کیونکہ حضرت عمار، امام ابن شہاب زہری سے اور ابراہیم نخعی حضرت سالم

سے زیادہ تقیمہ ہیں اور علقمہ نقاہت میں ابن عمرؓ سے کم نہیں اور ابن مسعودؓ تو ابن مسعودؓ ہی ہیں۔

وعنه (ای عن مالک بن حویرث) قوله لم ينهض حتى يستوي زعداً (صفحہ ۷۵) مسئلہ خلا فیہ جلسۃ استراحت..... ابو حنیفہؒ، احمدؒ، مالکؒ، اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ اور بیہقیہا کے نزدیک جلسۃ استراحت مسنون نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت میں جلسۃ استراحت مسنون ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث ابی ہریرہؓ قال کان النبی ﷺ ينهض في صلاة علي صدر قدميه (اپنے قدموں کے پنجوں پر) (رواہ الترمذی) (۲)..... مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن عمرؓ، ابن مسعودؓ، ابن زبیرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ کے آثار بھی اسی طرح مروی ہیں۔

(۲)..... حدیث نعمان بن ابی عیاشؓ قال امرکت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ فكان اذا بع احدہم رأسه من السجدة الثانية في الركعة الاولى والثالثة نهض كما هو ولم يجلس (رواہ ابن ابی شیبہ و اسنادہ حسن)۔ (۳)..... عن الشعبي قال كان عمر و علي واصحاب رسول ﷺ ينهضون في صلواتهم على صدور اقدامهم (رواہ ابن ابی شیبہ)

دلیل شواہح..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... جمع میں الروایات کی غرض سے یہ حدیث نذر یا ضعف و بڑھاپے مرض وغیرہ کی حالت پر محمول ہے جیسا کہ حضرت ﷺ کا ارشاد لا ینادوننی فانی قد ہدنتاس کے لئے موید ہے (بذل المحمود جلد ۲، صفحہ ۶۵)

وعن وائل بن حجر..... قوله ثم وضع يده اليمنى على اليسرى..... یہاں دو مسائل خلا فیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ وضع یدین و ارسال یدین..... ابو حنیفہؒ و احمدؒ و شافعیؒ کے نزدیک ہاتھوں کا ہانہنا مسنون ہے۔ امام مالکؒ کی مشہور روایت میں ارسال مسنون ہے ویسے ہاتھ ہانہنے

نہا ہا نہیں۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث باب۔ (۲)..... حدیث اہل بن سعدؓ قال کان الناس یلمسون ان یصبع الرجل الید الیمنی علی ذراعہ الیسری فی الصلوٰۃ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۵، صفحہ ۷۵) (۳)..... حدیث قیس بن یحبؓ عن ابیہ قال کان رسول اللہ ﷺ یؤمنا فیما خال

اسمانہ بيمينہ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۶، صفحہ ۷۶) دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ ارسال ابن عمرؓ اور ابن عمرؓ سے ثابت ہے۔ جواب..... یہ ان کا اجتہاد تھا جو مرفوع صحیح حدیث کے مقابلے میں جہت نہیں اور اگر کسی شاذ مرفوع روایت سے ارسال ثابت بھی ہو جائے تو وہ بیان جواز پر یا ضرورت پر یا ہانہنے سے نکل ارسال ابو حنیفہؒ پر محمول ہے۔ مسئلہ ثانیہ محل وضع یدین..... ابو حنیفہؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ، ائق بن راہویہؒ کے

نزدیک تحت السرة ہاتھ باندھنے مسنون ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فوق السرة اور تحت الصدر ہاتھ باندھنے مسنون ہیں اور بقول علامہ شوکانیؒ فوق الصدر کسی کا قول نہیں۔ (بذل المحمود جلد ۲، صفحہ ۲۵)

ولأكل احناف (۱)..... حدیث وائل بن حجر قال رأيت النبي ﷺ يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرة (رواه ابن ابي شيبة) (۲)..... حدیث علی قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة. (رواه ابوداؤد وغيره) اگرچہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے مگر یہ دوسری روایت سے مزید ہے مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ابی بکر و غیرہ اس کے لئے مؤید ہے۔

روایت سے مزید ہے مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ میں حدیث ابی بکر و غیرہ اس کے لئے مؤید ہے۔  
 دلیل شواہد..... حدیث وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله ﷺ فوضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره (رواه ابن خزيمة) جواب نمبر ۱..... آپ کا مذہب تحت الصدر کا ہے اور اس حدیث میں علی صدرہ کے لفظ ہیں لہذا یہ آپ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جواب نمبر ۲..... تحت السرة والی روایت چھ وجوہ سے افضل و راجح ہے۔ وجہ اول..... یہ کہ علی صدرہ کے لفظ غیر محفوظ ہیں۔ (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۶۴) وجہ ثانی..... یہ حدیث جزئی واقعہ ہے اور حدیث علی ضابطہ کلیہ ہے اور قاعدہ کلیہ واقعہ جزئی سے راجح ہوتا ہے۔ وجہ ثالث..... یہ کہ حضرت علیؓ، حضرت وائلؓ سے زیادہ حاضر باش ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نماز سے زیادہ واقف کار ہیں۔ وجہ رابع..... یہ کہ حضرت وائلؓ کی روایت میں تعارض ہے لیکن حضرت علیؓ کی روایت میں تعارض نہیں۔ وجہ خامس..... یہ کہ وضع یدین دونوں طرح ثابت ہے مگر عرفاً و عادتاً ادب تحت السرة میں ہے لہذا وہی راجح ہے۔ وجہ سادس..... یہ کہ تحت السرة ہاتھ باندھنے سے مرد کی کیفیت وضع عورت کی کیفیت وضع سے مختلف و متمیز ہو جاتی ہے۔

الفصل الثانی..... وعن الفضل بن عباس قوله: 'الصلوة مشى مشى'..... مسئلہ خلا فیہ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک رات اور دن دونوں میں نماز نفل چار رکعتیں، ایک سلام سے افضل ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دو دو رکعتیں افضل ہیں۔ صاحبین کے نزدیک دن میں چار رکعتیں اور رات میں دو رکعتیں افضل ہیں یہی مسلک راجح ہے۔

ولأكل احناف (۱)..... آنحضرت ﷺ ہمیشہ نماز چاشت چار رکعت ایک ہی سلام سے ادا فرماتے تھے۔ دلیل نمبر ۲..... حدیث عائشہؓ قالت كان يصلي اربعا فلا تستل عن حسنهن و طولهن ثم يصلي اربعا فلا تستل عن حسنهن و طولهن ثم يصلي ثلاثا فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر قال يا عائشہ ان عيني تنامان ولا ينام قلبي (متفق عليه)

(۳)..... حدیث ابی ایوب انصاریؓ اربع قبل الظهر لیس فیہن تسلیم تفتح لہن ابواب السماء (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۴) شواہح کی دلیل اول..... حدیث باب ہے۔  
 جواب نمبر ۱..... حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو رکعت میں تشهد و قعدہ ضروری ہے اور قرینہ یہ ہے کہ آگے  
 تشهد فی کل رکعتین اس کا بیان ہے۔ جواب نمبر ۲..... اس حدیث سے مقصود طاق نماز کی نفی کرنا  
 ہے کہ نماز میں ایک یا تین رکعت نفل نہیں ہے ورنہ نماز تیرا دم کٹی بن جائے گی۔ جواب نمبر ۳..... یہ بیان  
 جواز پر محمول ہے۔ دلیل ثانی..... حدیث ابن عمرؓ صلوٰۃ اللیل والنہار مثنیٰ مثنیٰ (رواہ الترمذی و ابو  
 داؤد)

جواب..... والنہار کا لفظ غیر محفوظ ہے چنانچہ دارقطنی کتاب الععل میں فرماتے ہیں ذکر النہار فیہ وہم۔  
 حاشیاء ثار السنن جلد ۲، صفحہ ۲۳ تو اصل حدیث صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ ہے جس کا مطلب پہلے گزر چکا ہے۔  
 دلیل صاحبین..... یہ کہ تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہے اور ہم نوافل کو تراویح پر قیاس کرتے ہیں۔ جواب  
 تراویح میں دو رکعات اس لئے ہیں کہ وہ جماعت سے ادا کی جاتی ہیں اور نماز باجماعت میں تیسیراً علی  
 الناس آسان صورت اختیار کی گئی ہے۔ فائدہ..... احناف کے نزدیک صاحبین کا مذہب راجح ہے جیسا کہ  
 حدیث ابن عمرؓ میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ صلوٰۃ النہار اربع اربع (کتاب الحجج للامام محمد)

## باب القراءة فی الصلوٰۃ..... (صفحہ ۷۸)

الفصل الاول..... عن عبادة بن الصامتؓ قال قال رسول الله

ﷺ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب... یہاں دو مسائل خلاقیہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ حیثیت فاتحہ و صم سورۃ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً ایک آیت کی قراءت فرض ہے  
 اور خاص فاتحہ اور ضم سورۃ واجب ہے۔ امام شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک فاتحہ فرض درکن ہے اور ضم سورۃ سنت مؤکدہ  
 ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دونوں فرض ہیں۔ دلائل احناف (۱)..... حدیث ابی ہریرہؓ قال قال لی

رسول اللہ ﷺ اخرج فناد فی المدینة ان لا صلوٰۃ الا بالقرآن ولو بفاتحة الكتاب فما زاد

(رواہ ابو داؤد) (۲)..... قوله تعالیٰ فاقرؤا ما تیسر من القرآن (پارہ ۲۹) اس آیت سے معلوم ہوا

کہ مطلقاً قراءت قرآن فرض ہے اور کسی خاص حصہ قرآن کی قراءت فرض نہیں لہذا خبر واحد سے فاتحہ کو فرض

قرار دینا کتاب اللہ پر زیادتی ہے جو ناجائز ہے۔ احناف کی دلیل ثانی پر دو شبہات۔ شبہ اولیٰ

..... مائیسر میں کلمہ ما مجمل ہے اور حدیث اس کی تفسیر ہے لہذا فاتحہ کے فرض قرار دینے کے میں کوئی قرینہ نہ

حرج نہیں۔ جواب..... ماجمل نہیں بلکہ عام ہے جو اپنے عموم پر باقی رکھا جاتا ہے۔

شبه ثانیہ .. حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب خبر واحد نہیں بلکہ خبر مشہور ہے لہذا اس

کے ذریعے کتاب اللہ پر زیادتی درست ہے۔

جواب نمبر ۱..... خبر مشہور وہ ہوتی ہے جس میں تابعین کا اختلاف نہ ہو حالانکہ اس مسئلے میں ان کا اختلاف

ہے لہذا یہ خبر واحد ہے۔ جواب نمبر ۲..... علی اسمیل العسلیم اس خبر مشہور سے زیادتی درست ہوتی ہے جو حکم ہو

اور یہاں احتمال ہے کہ لائق حقیقت کے لئے ہو یا لا صلوة لجمار المسجد الا فی المسجد کی طرح حنفی

کمال کے لئے ہو لہذا اس سے کتاب اللہ پر زیادتی درست نہیں۔ دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں لہذا جو قرآن سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو

حدیث سے ثابت ہو وہ واجب ہے۔ جواب نمبر ۲..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں لائق کمال کے

لئے ہے اور اس مزید پر قرینہ یہ ہے کہ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۴۰، ۴۱) پر حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے من

صلیٰ صلوة لم یقرأ فیہا بام القرآن فہی خداج غیر تمام اس سے معلوم ہوا کہ ترک فاتحہ سے کمال

نماز فوت ہوتا ہے نہ کہ نفس نماز بھی۔ دلیل مالکیہ..... فصاعدا والی روایت ہے جیسا کہ مصنف نے مسلم

کی روایت نقل کی ہے اس دلیل کے جوابات وہی ہیں جو ابھی دلیل شوافع میں گزرے ہیں۔

مسئلہ ثانیہ قرأت فاتحہ خلف الامام..... اس میں پانچ مباحث ہیں۔ (۱)..... بیان

مذہب (۲)..... دلائل احناف (۳)..... دلائل احناف پر شبہات اور ان کے جوابات (۴)..... دلائل شوافع

مع جوابات احناف (۵)..... وجود تہجد مذہب احناف

**البحث الاول بیان المذہب.....** اس میں چار مذاہب ہیں۔ (۱)..... ابو حنیفہ اور

صاحبین کے نزدیک مقتدی کے لئے امام کے پیچھے فاتحہ کی تلاوت مکروہ تحریمی ہے خواہ نماز جہری ہو یا سری ہو۔

(۲) امام مالک کے نزدیک سری نماز میں مستحب ہے اور جہری نماز میں مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) امام احمد کے نزدیک بھی جہری میں مکروہ تحریمی ہے اور سری میں اور علیٰ غلا جہری میں جب امام سے

دور ہو تو پڑھنا مستحب ہے۔ (۴) امام شافعی کے مشہور قول میں مطلقا واجب ہے لیکن تحقیقی قول میں جو

ان کی کتاب الام جلد ۲، صفحہ ۵۳ میں مذکور ہے۔ صرف سری نماز میں واجب ہے بہر حال موجودہ غیر مقلدین کا

یہ مسلک کہ قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقا ہے یعنی جہری نماز میں بھی ہے اور ہے بھی فرض، کہ اس کو نہ پڑھنے

سے نماز فاسد ہو جائے گی یہ کسی امام کا بھی قول نہیں۔ چنانچہ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ”معنی ابن قدامہ

جلد ۱، صفحہ ۶۲۵ میں امام احمد کا یہ قول منقول ہے ما سمعت احدا من اهل الاسلام يقول ان الامام

اذا جهر بالقراءة لا تجزى صلوة من خلفه اذا لم يقرأ

**البحث الثانی** ..... دلائل احناف وکیل نمبر ۱..... قوله تعالى واذا قرى القرآن

فاستمعوا له وانصتوا (پارہ ۹) اس آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں مثلاً نماز، خطبہ، جمعہ، وعظما

ونصیحت وغیرہ لیکن ان میں سے راجح قول یہی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔ چنانچہ علامہ ابن

تیمیر فرماتے ہیں و ذکر احمد بن حنبل الاجماع علی انها نزلت فی الصلوٰۃ (فتاویٰ ابن تیمیہ

جلد ۲، صفحہ ۱۳۳) حاصل یہ ہے کہ اس آیت سے پہلے فاقراء و اما تیسو سے امام مقتدی وغیر سب پر قراءت

فرض تھی لیکن پھر اس آیت سے مقتدی کے حق میں منسوخ ہو گئی وکیل نمبر ۲..... حدیث جابر بن عبد اللہ

مرفوعا من کان لہ امام فقراء الامام لہ قراءۃ (مسند احمد بن منیع، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند

عبد بن حمید، مستدرک حاکم، مؤطا امام محمد) اب اگر مقتدی بھی قراءت کرے گا تو دو قراءتیں جمع ہو جائیں گی جو غیر

شروع ہے۔

وکیل نمبر ۳..... حدیث ابی ہریرہ "ان رسول اللہ ﷺ انصرف من صلوٰۃ جہو فیہا بالقراءة

فقال هل قراء معی منکم احد انفا فقال رجل نعم انا یا رسول اللہ قال فقال رسول اللہ ﷺ ائی

اقول مالمی انزع القرآن فانتهی الناس عن القراءة مع رسول اللہ ﷺ فیما جہو فیہ رسول

اللہ ﷺ (مؤطا امام مالک جلد ۳، صفحہ ۲۹، ۳۰، مکتوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۱) وکیل نمبر ۴..... حدیث عبداللہ بن عمر

مرفوعا اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام (مؤطا امام مالک صفحہ ۲۹، والدارقطنی

جلد ۱، صفحہ ۱۵۳) وکیل نمبر ۵..... حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث شکل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام الكتاب

فہی خداج الا صلوٰۃ خلف الامام (کتاب القراءۃ للبیہقی جلد ۱، صفحہ ۱۳۵) فریق ثانی کا یہ مطالبہ کہ خلف

الامام فاتحہ نہ پڑھنے کے متعلق کوئی صریح مرفوع حدیث پیش کر داس حدیث سے آسانی پورا ہو سکتا ہے۔

وکیل نمبر ۶..... عن الشعبي قال ادركت سبعين بدريا كلهم يمنعون المقتدى عن القراءة

خلف الامام (روح المعانی جلد ۹، صفحہ ۱۳۵)

وکیل نمبر ۷..... عن جابر قال ان رجلا صلی خلف النبی ﷺ فی الظهر والعصر یعنی

لقراء فوامی الیہ رجل فنهاہ فابی فلما انصرف قال اتنهانی ان اقرأ خلف النبی ﷺ

لتذکرا حتی سمع النبی ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام

لہ قراءۃ (کتاب القراءۃ للبیہقی جلد ۱، صفحہ ۱۰۲)

وکیل نمبر ۸..... علامہ یحییٰ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں وقد روى منع القراءة عن ثمانين نفرا من

الصحابۃ منهم المرتضیٰ والعبادۃ الثلاثة (التعلیق المجد حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۹۵ حاشیہ)

دلیل نمبر ۹..... حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث منوعہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا

واذا قرأ فانصتوا (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۸۱)

دلیل نمبر ۱۰..... حدیث سعد بن ابی وقاص وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی جمرۃ

(جزء القراءۃ للبیہقی صفحہ ۱۱، موطا امام مالک صفحہ ۹۸)

البحث الثالث..... دلیل اول آیت قرآنیہ پر شبہ..... امام بخاری وغیرہ فرماتے ہیں کہ

استماع تب ہو سکتا ہے جب کہ جہر ہو لہذا سری نماز میں اس آیت سے استدلال صحیح نہیں؟

جواب نمبر ۱..... سری نماز میں قرأت فاتحہ خلف الامام کی ممانعت دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

جواب نمبر ۲..... فاستمعوا کا تعلق جہری نماز سے ہے اور وانصتوا کا تعلق سری نماز سے ہے۔

جواب نمبر ۳..... استماع کے معنی سننے کے نہیں بلکہ کان لگانے اور توجہ کرنے کے ہیں جس کو سماع لازم نہیں

جیسا کہ مفردات راغب، قاموس، منجد، مختار الصحاح میں ہے اور جیسا کہ باب الاذان میں ایک حدیث گزری

ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کسی بستی پر حملہ کرنا چاہتے تو کان یسمع الاذان اور پھر آگے دو شقیں بیان کی

ہیں فان سمع اذانا امسک والا اغار (مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۶۵) الغرض یہ آیت سری و جہری نماز قریب و

بعید سب صورتوں کو شامل ہے۔ دلیل ثانی حدیث جابرؓ پر تین شبہات..... شبہ نمبر ۱..... حافظ ابن

حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تمام سندیں معلول ہیں؟ جواب..... اس حدیث کی تقریباً چالیس سندیں

ہیں جن میں سے بعض بالکل صحیح اور قوی ہیں جو مصنفہ ابن ابی شیبہ اور مسند احمد بن منیع وغیرہ میں مذکور ہیں۔

شبہ نمبر ۲..... لہ قراءۃ میں ضمیر کا مرجع امام ہے نہ کہ مقتدی۔ جواب..... نحو کا قاعدہ کلیہ ہے کہ خبر جملہ ہوتی

اس میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتداء کی طرف لوٹے لہذا اس ضمیر کا مرجع من ہے نہ کہ امام۔

شبہ نمبر ۳..... قراءۃ امام سے مراد اذکار الفاتحہ ہے نہ کہ خود فاتحہ۔ جواب..... خود راوی حدیث حضرت

جابرؓ سے قرأت فاتحہ مراد لیتے ہیں چنانچہ آپ کا ارشاد ہے من صلیٰ رکعۃ ولم یقرأ فیہا بسم

القرآن فلم یصل الاوراء الامام (موطا مالک صفحہ ۹۳، جامع ترمذی صفحہ ۴۲)

دلیل ثالث حدیث ابی ہریرہؓ پر شبہ..... ممکن ہے کہ ان مقتدی صحابی نے جہر قراءت کی ہو اسی لئے

حضور ﷺ کو معلوم ہو گیا ہو اور جہر قراءت کو ہم بھی منع قرار دیتے ہیں۔ جواب..... اگر انہوں نے جہر قراءت

ت کی ہوئی تو حضور ﷺ ہل قراء کی بجائے ابکم افر افراتے دوسرے یہ نماز صحیح تھی تو ناممکن ہے کہ



آنحضرت ﷺ نماز میں جہر اقرأت فرما رہے ہوں اور آپ کے پیچھے وہ مقتدی صحابی بھی جہر کر رہے ہوں یہ بات بعید از قیاس ہے لہذا اماننا پڑے گا کہ انہوں نے آہستہ قراءت کی تھی اور اسی سے آپ نے منع فرمایا تھا پھر آپ کو آہستہ قراءت کا علم اس طرح ہو گیا کہ نماز میں آنحضرت ﷺ کا احساس و ادراک زیادہ قوی ہو جاتا تھا جیسا کہ سنن نسائی صفحہ ۱۱۰ میں ہے کہ بعض لوگ وضو درست نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم پر قراءت ملتحمس ہو جاتی ہے تو اسی طرح یہاں بھی آہستہ قراءت سے متاثر ہونا بعید نہیں۔

### البحث الرابع ..... شواہد کی دلیل اول ..... حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی حدیث باب

ہے کیونکہ مکہ تحت الہی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور من بھی عموم کا کلمہ ہے تو یہ حدیث ہر نمازی کو شامل ہے۔

جواب ..... بے شک کلمہ من اکثر و بیشتر عموم کے لئے آتا ہے مگر بسا اوقات قرآن و شواہد کی وجہ سے خصوص کے لئے بھی آتا ہے مثلاً و يستغفرون لمن فى الارض (پارہ ۲۵) میں صرف مؤمن مراد ہیں اور حدیث انما هلك من كان قبلکم (بخاری جلد ۲، صفحہ ۱۰۰۳) میں صرف کفار مراد ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب بھی امام اور منفرد کے ساتھ خاص ہے اور مزید تین قرآن یہ ہیں۔ قرینہ اولیٰ ..... احمد حنبلیؒ اور سفیان بن عیینہؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں هذا لمن يصلى وحده جامع ترمذی صفحہ ۳۲، سنن ابی داؤد یعنی امام کے علاوہ اس حدیث کا مصداق صرف منفرد ہے۔ قرینہ ثانیہ ..... امام کورکوع میں پانے والا مسبوق جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی وہ باتفاق جمیع فقہاء اس حدیث کے عموم سے مستثنیٰ ہے تو اسی طرح مقتدی بھی دلائل مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ قرینہ ثالثہ ..... اس روایت عبادہ بن صامتؓ کی بعض صحیح سندوں میں فصاعداً کی زیادتی بھی آئی ہے (صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۶۹، سنن نسائی صفحہ ۱۰۵) اور ما زاد على الفاتحة کا حکم فریق ثانی کے نزدیک بھی صرف امام اور منفرد کے لئے ہے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح فاتحہ کا حکم بھی صرف انہی کے لئے ہے۔

قرینہ ثالثہ پر شبہ ..... فصاعداً کی زیادتی معمر کا تفرد ہے لہذا معتبر نہیں۔ جواب نمبر ۱ ..... معرثہ ہیں بلکہ ان کے متعلق کہا گیا ہے هو اثبت الناس من الزهري اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... اس زیادتی کو نقل کرنے والے معرثہ کے علاوہ اور حضرات بھی ہیں مثلاً ابوداؤد صفحہ ۱۱۹ میں سفیان بن عیینہ اور کتاب القراءۃ للبیہقی صفحہ ۱۱ میں اوزاعیؒ اور شعیب بن ابی حمزہؒ فلا اشکال۔

دلیل ثانی ... حدیث باب عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلوٰۃ لم یقرأ  
 لیہا بام القرآن لہی خداج ثلثنا غیر تمام فقیل لابی ہریرۃؓ انا نکون وراء الامام قال  
 اقرأہا فی نفسک الخ (رواہ مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۶۹ بحوالہ مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۸) کیونکہ اقرأہا فی  
 نفسک سے مراد قرأت سر یہ ہے۔ جواب ... سری نماز کے بارے میں تو ابو ہریرہؓ کی حدیث اور دلیل  
 نمبر ۵ میں آچکی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث جبری نماز کے بارے میں ہے۔ باقی قرأت فی النفس سے مراد  
 تدریجی الفاظ اور فکر فی المعانی ہے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اذا قرأتہا فی نفسک لم یکتاہا  
 (کتاب النہایہ جلد ۲، صفحہ ۲۶۷) تو فرشتے جس چیز کو نہیں لکھتے وہ غور و فکر ہی ہے کیونکہ قرأت سر یہ تو وہ لکھتے  
 ہیں۔ اسی طرح ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث گزری ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز میں قرأت  
 کی تو آپ نے فرمایا اسی اقوال مانی انا زاع القرآن (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۱) ظاہر ہے کہ یہاں قول سے  
 مراد غور و فکر ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے دلیل ثالث ... حدیث عبادۃ بن صامتؓ قال کنا  
 خلف النبی ﷺ فی صلوٰۃ الفجر فقرأ فنقلت علیہ القراءة فلما فرغ قال لعلکم تقرؤن خلف  
 امامکم قلنا نعم یا رسول اللہ قال لا تفعلوہ الا بفتاحۃ الكتاب فانہ لا صلوٰۃ لمن یقرأ بہا  
 (رواہ ابوداؤد الترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۱) جواب نمبر ۱ ... یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے  
 کیونکہ عبادہ بن صامتؓ ان صحابہ کرام میں سے ہے جنہوں نے لیلۃ العقبہ میں بیعت اسلام کی ہے اور ابو ہریرہؓ  
 صحابہ کرام میں ہیں لہذا ان کی روایات راجح و معتبر ہیں اور ان کی روایات اور دلیل نمبر ۳، دلیل نمبر ۵، دلیل  
 نمبر ۹ میں گزر چکی ہے۔ جواب نمبر ۲ ... یہ روایت تین وجوہ سے معلول ہے۔ وجہ اول ... یہ کہ اس کی  
 سند میں ایک راوی کھول ہے جو مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کرتا ہے اور مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں ہوتا۔  
 وجہ ثانی ... یہ کہ اس کی سند میں اضطراب ہے کیونکہ کھول اس کو مختلف طریقوں سے روایت کرتا ہے چنانچہ  
 کبھی کھول عن عبادہ اور کبھی کھول عن نافع بن محمود عن عبادہ اور کبھی کھول عن محمود عن عبادہ اور کبھی کھول عن محمود عن  
 ابی نعیم ان سب عبادۃ نقل کرتے ہیں۔

وجہ ثالث ... یہ کہ کھول عن محمود عن عبادۃ والی سند میں کھول سے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہیں اور  
 وہ اگرچہ تاریخ اور مغازی میں معتبر ہیں مگر فن حدیث میں جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ چنانچہ قاضی  
 شوکانی فرماتے ہیں وابن اسحاق لیس بحجة لا سیما اذا عنعن (تہذیب الاوطار جلد ۱، صفحہ ۲۲۳) اور

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں محمد بن اسحاق حجت نیست (دلیل الطالب جلد ۱، صفحہ ۲۲۹)

## البحث الخامس ..... وجوہ ترجیح مذہب احناف .. چار ہیں۔

وجہ اول۔ امام کا سترہ، ہندہ سہو اور ضم سورۃ مقتدی کے لئے کافی ہے تو فاتحہ بھی کافی ہونی چاہیے۔

وجہ ثانی..... ترک قرآنہ حدیث قوی کیساتھ ساتھ حدیث فعلی سے بھی مؤید ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مرض

الوفات کی حدیث میں آتا ہے اخذ القراءة من حيث كان بلغ ابو بکر (سنن ابن ماجہ صفحہ ۸۸) اس

سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فاتحہ وغیرہ نہیں لوٹائی بلکہ یہاں حضرت ابو بکرؓ نے قرأت چھوڑی

حضور ﷺ نے وہی سے قرأت شروع فرمادی۔ وجہ ثالث..... نماز باجماعت کی حیثیت وند کی ہے اور امام

پوری قوم کا نمائندہ ہے لہذا اس کی قرأت پوری جماعت کے لئے کافی ہے۔ وجہ رابع..... صحابہ کرام کے

توختی آثار سے بھی قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ فرماتے ہیں من قرأ مع

الامام فليس على الفطرة (مصنفه عبد الرزاق) اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں ليت الذي يقرأ

خلف الامام ملي فوه ترابا. (طحاوی، مصنف عبد الرزاق) اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں وددت ان الذي

يقرأ خلف الامام في فيه جمرة (مصنف عبد الرزاق صفحہ ۷)

وعن جابر..... قال قال معاذ بن جبل يصلي مع النبي ﷺ ثم ياتي

فيوم قومه..... مسك خلافيه اقتداء المفترض خلف المتفعل..... ابو حنيفة، مالک اور اکثر

تابعين کے نزدیک متفعل کے پیچھے مفترض کی اقتداء جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام احمدؓ

سے دونوں روایتیں ہیں۔ ولالكل احناف (۱)..... حدیث ابی ہریرۃ الامام ضامن (رواہ احمد ابو داؤد

وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۵) کیونکہ امام کی ضمانت صحت و فساد صلوٰۃ کے اعتبار سے ہوتی ہے اور ضعیف قوی کی

ضمانت نہیں دے سکتا۔ البتہ مساوی مساوی کی نیز قوی ضعیف کی ضمانت دے سکتا ہے۔

(۲)..... صلوٰۃ خوف کا جائز ہونا کیونکہ اگر صلوٰۃ مفترض خلف المتفعل جائز ہوتی تو نماز خوف میں بلا وجہ دو

گروہ بنانے اور مشی کثیر اور عمل کثیر کی اجازت نہ ہوتی۔ دلیل شواہع..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... یہ حضرت معاذ کا اپنا فعل تھا اور جب آنحضرت ﷺ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ اما ان

تصلي معي و اما ان تخفف (رواہ الطحاوی، بئذ الجہود جلد ۱، صفحہ ۳۳۶)

جواب نمبر ۲..... یہ اس زمانہ کی بات ہے جبکہ تکرار فریضہ جائز تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ ابن عمرؓ

سے مروی ہے نہی رسول الله ﷺ ان نصلی لربضة فی یوم مونین (رواہ الطحاوی) اور ظاہر ہے

کہ نبی اباحت کی مقتضی ہوتی ہے۔ جواب نمبر ۳..... ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت معاذؓ کی نماز نفل کی نیت سے ہوتی ہو۔ تیسرے جواب پر شبہ..... بعض روایات میں فیصلی بہم العشاء وہی لہ نافلہ کے الفاظ آئے ہیں۔ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۳) جواب نمبر ۱..... اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ معاذؓ کے حق میں دو مرتبہ نماز پڑھنا زیادتی اجر کا باعث تھا کیونکہ پہلی نماز نفل تھی۔ جواب نمبر ۲..... وہی لہ نافلہ کی زیادتی صحاح ستہ میں موجود نہیں بلکہ صرف مصنفہ عبدالرزاق، مسند شافعی، طحاوی، دارقطنی، بیہقی میں ہے لہذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں اخشی ان لا تکون محفوظہ اور عامہ ابن جوزی فرماتے ہیں هذه الزيادة لا تصح۔

جواب نمبر ۳..... یہ زیادتی مرفوع نہیں بلکہ ابن جریر یا عمرو بن دینار یا امام شافعی یا حضرت جابرؓ کا قول ہے (اس لئے اصل مشکوٰۃ میں یہاں بیاض ہے) (حاشیہ آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۱۳۲، ۱۳۵، مرقات جلد ۳، صفحہ ۲۰۷) **الفصل الثانی..... وعن وائل بن حجر، قوله، فقال آمین مد بہا صوتہ،** یہاں دو مسائل خلاfiہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ تا مین امام..... ابوحنیفہ، شافعی اور احمد کے نزدیک امام کے لئے بھی آمین کہنا مسنون ہے۔ امام مالک کی مشہور روایت میں امام آمین نہ کہے۔

دلائل جمہور (۱)..... حدیث باب... (۲) حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً اذا امن الامام فامنوا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۹) دلیل مالکیہ..... حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً اذا قال الامام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۹) کیونکہ اس حدیث میں تقسیم ہے اور تقسیم منافی شریعت ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث امام کی آمین سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت پر مقدم ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۲..... نسائی، مصنفہ عبدالرزاق اور مسند ابن حبان کی روایت میں فان الامام یقولہا کی زیادتی بھی ہے۔ لہذا یہ حدیث مختصر ہے۔

مسئلہ ثانیہ جہر و ائخفاء آمین..... شافعی کے قول جدید میں۔ نیز ابوحنیفہ اور مالک کے نزدیک امام اور مقتدی کے لئے آمین بالسر کہنا مسنون و افضل ہے۔ امام شافعی کے قول قدیم نیز امام احمد کے نزدیک جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہنا افضل ہے تو یہ اختلاف محض استحباب میں ہے لہذا زیادہ تشدد نہ کرنا چاہئے۔

دلائل احناف (۱)..... عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی یجہران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین (رواہ المصنف ابی نعیم تہذیب الآثار بحوالہ بذل المجلد ۲، صفحہ ۱۰۱) (۲)..... حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی ائخفاء آمین مروی ہے بحوالہ مذکورہ۔

(۳) ..... عن وائل بن حجر قال صلى بنا رسول الله ﷺ فقال آمين و اخفى بها صوته  
(رواه احمد و اترمذی و ابوداؤد و الطيالسی و ابو یعلیٰ الموصلی و الدارقطنی و الجاکم)

(۴) ..... حضرت عطاء تابعی فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے اور دعا میں ادب انشاء ہے جیسا کہ قرآن مجید  
میں ارشاد ہے ادعو ربکم تضرعاً و حفیہ (پارہ ۸) اور اذ نادى ربه نداءً خفياً (پارہ ۱۶)

شواہد کی دلیل اول ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... بعض اذکار بالاتفاق سراپڑھے جاتے  
ہیں لیکن احادیث سے کبھی بغرض تعلیم ان کا جہر بھی ثابت ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر میں ایک  
آیت کا جہر فرمایا (حدیث ابی قتادہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷) علیٰ ہذا حضرت عمرؓ سے ثنا کا اور حضرت ابو ہریرہؓ  
سے تعوذ کا جہر بھی بغرض تعلیم ثابت ہے تو اسی طرح یہاں بھی آمین کا جہر بغرض تعلیم تھا نہ کہ بیان افضلیت کے  
لئے چنانچہ وائل بن حجر کی روایت میں ہے فقال آمین یمد بها صوته ما اراه الا ليعلمنا (اخرجه الجايف  
ابو بشر الدولابی فی کتاب الاسماء و الکنی، بحوالہ حاشیہ آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۱۲)

جواب نمبر ۲ ..... حدیث وائل بن حجر کے الفاظ متن میں اضطراب ہے لہذا یہ حدیث اضطراب کی وجہ سے  
ضعیف ہے اگرچہ بہت سے اہل علم نے اس کی تصحیح کی ہے اور بہت ممکن ہے کہ اسی ضعف کی وجہ سے امام بخاریؒ و  
امام مسلمؒ نے بھی اس حدیث کی تخریج نہ کی ہو باوجودیکہ یہ دونوں آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ (حاشیہ آثار السنن)  
دلیل ثانی ..... حدیث ابی ہریرہؓ قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من قراءة القرآن رفع صوته  
وقال آمین (رواه الدارقطنی و الجاکم) دلیل ثالث ..... حدیث ابی ہریرہؓ قال ترک الناس التامین  
و کان رسول اللہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین حتی یسمعها  
اہل الصف الاول فیرتج بہا المسجد (آمین کی آواز سے مسجد گونج اٹھتی) (رواہ ابن ماجہ)

جوابات ہر دو دلائل ..... جواب نمبر ۱ ..... یہ احادیث ابتدائی زمانے پر محمول ہیں جیسا کہ ترک  
الناس التامین سے معلوم ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... یہ احادیث تعلیم پر محمول ہیں۔

جواب نمبر ۳ ..... ان احادیث کے مقابلے میں انشاء آمین والی روایات قوی ہیں اور جہر آمین والی  
احادیث ضعیف ہیں کیونکہ ان دو احادیث میں سے پہلی حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم راوی ضعیف ہے جس  
کے متعلق نسائی نے کہا لیس بنقۃ ابوداؤد نے کہا لیس ہشیء (حاشیہ آثار السنن) اور دوسری حدیث کی سند  
میں بشر بن رافع راوی ضعیف ہے کیونکہ بخاری، احمد نسائی وغیرہم نے اس کی تضعیف کی ہے (آثار السنن  
جلد ۱، صفحہ ۹۴) نیز اس کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں یروی الموضوعات (بحوالہ سنن المصطفیٰ شرح سنن ابن

جلد ۲۸۱ صفحہ ۲۸۱) وجوہ ترجیح مذہب احناف..... یہ چار ہیں۔ (۱)..... اخفائے آئین والی روایات تو ہی ہیں اور ان کے مقابلے میں جہر آئین والی احادیث ضعیف سے خالی نہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں لم یثبت الجہر بالتأمین عن النسبیؒ ولا عن الخلفاء الاربعة وما جاء فی هذا الباب لا یخلو عن شیء (آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۹۴) (۲)..... اخفائے آئین قرآن کے موافق ہے کیونکہ آئین دعاء ہے اور دعا کے متعلق ارشاد خداوندی ہے ادعوا ربکم تضرعاً و خفیة (پارہ ۸)۔ (۳)..... حضرت وائل بن حجرؓ صرف ایک دو مرتبہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ہیں اور ان کے مقابلے میں کثرت سے حاضر باش حضرات حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہم ہیں جو اخفائے آئین کے قائل ہیں۔ (۴)..... خلفائے اربعہ بھی اخفائے آئین کے قائل ہیں۔ (آثار السنن صفحہ ۹۴)

## باب السجود وفضله

الفصل الثانی..... وعن ابی ہریرۃؓ قولہ: اذا سجد احدکم فلا یرک کما یرک البعیر ولیضع یدیه قبل رکبتيہ (صفحہ ۸۴)..... مسئلہ خلافتیہ کیفیت سجدہ۔ ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے کا پھر ہاتھ کا زمین پر رکھنا مستحب ہے۔ امام مالکؒ واوزاعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے رکھنا مستحب ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث وائل بن حجرؓ قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا سجد وضع رکبتيہ قبل یدیه واذناہض رفع یدیه قبل رکبتيہ (رواہ ابوداؤد و الترمذی وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۴) (۲)..... حدیث سعد بن ابی وقاصؓ قال کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین (رواہ ابن تزییمہ)

(۳)..... حدیث ابی ہریرۃؓ مرفوعاً اذا سجد احدکم فلیبدأ برکبتيہ قبل یدیه ولا یرک کسروک الفحل (سائڈ) (ابن ابی شیبہ، مسانی، الآثار للطحاوی)۔ دلیل مالکیہ..... حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... علامہ ابوسلیمان خطابی فرماتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجرؓ اتوئی اثبت ہے کیونکہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اسکی تصحیح کی ہے اور یہ اضطراب سے بھی خالی ہے۔ بخلاف حدیث ابی ہریرۃؓ کے کہ حضرات محدثین نے اسکو صحیح بھی نہیں کہا اور وہ مضطرب بھی ہے لہذا حدیث وائل بن حجرؓ راجح ہے۔ جواب نمبر ۲..... بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث مذکور سے منسوخ ہے جو اوپر دلیل نمبر ۲ میں گذری چکی ہے یہ دونوں جوابات صاحب مشکوٰۃ نے بیان کئے ہیں۔

جواب نمبر ۳..... حافظ ابن قیم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا آخر و لیضع یدہ قبل رکبۃ اس کے اول فلا یرک کما یرک البعیر کے معارض ہے اس لئے کہ اونٹ بھی پہلے ہاتھ رکھتا ہے حالانکہ اس کیفیت سے پہلے منع کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے متن میں بعض رواۃ سے تبدیلی ہو گئی ہے اور اصل عبارت یوں ہے ولیضع یدہ قبل یدہ جیسا کہ اوپر دلیل نمبر ۳ میں ابن ابی شیبہ اور معانی الآثار کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی حدیث اس کے مطابق گزر چکی ہے۔ بعض حضرات نے اس کی تاویل یوں کی ہے کہ اونٹ کے گھٹنے اس کے ہاتھ میں ہوتے ہیں تو وہ اگر چہ ہاتھ ہی پہلے رکھتا ہے مگر اس کے باوجود بھی حقیقہ گھٹنے پہلے رکھتا ہے تو تم اس کے خلاف ہاتھ پہلے رکھو لیکن یہ تاویل مفید نہیں کیونکہ اہل لغت میں سے کسی سے بھی یہ معنی منقول نہیں و نیز اس صورت میں لازم آئے گا کہ اونٹ کے چاروں قوائم ٹانگیں ہوں حالانکہ یہ بعید از قیاس ہے تو گویا اس مؤول کی عقل خود اس کے گھٹنوں میں ہے۔ الغرض وائلؓ کی روایت راجح ہے۔

### باب التَّشَهُد..... (صفحہ ۸۴)

مسئلہ خلافیہ الفاظ تشہد..... ابو حنیفہؒ، احمدؒ، سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور جمہور صحابہ کرامؓ و تابعینؓ اور ائمہ محدثینؓ کے نزدیک تشہد ابن مسعودؓ افضل ہے جس کے الفاظ مشہور ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تشہد ابن عباسؓ افضل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ التحیات المبارکات والصلوات الطیبات للہ السلام علیک الخ (رواہ مسلم جلد ۱، صفحہ ۸۵) امام مالکؒ کے نزدیک تشہد عمرؓ افضل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ التحیات للہ الزاکیات للہ الطیبات والصلوات للہ السلام علیک الخ (رواہ الحاکم والبیہقی)

جوابات احناف..... تشہد عمرؓ موقوف ہے چنانچہ دارقطنی فرماتے ہیں ولم یختلفوا فیہ انہ موقوف علیہ باقی تشہد ابن مسعودؓ تشہد ابن عباسؓ سے چار وجوہ سے راجح ہے۔ وجہ اول..... تشہد ابن مسعودؓ صحاح ستہ میں ایک ہی طرح سے مروی ہے لیکن تشہد ابن عباسؓ صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔

وجہ ثانی..... تشہد ابن مسعودؓ کے متعلق امام ترمذیؒ فرماتے ہیں ہذا اصح حدیث فی التشہد۔

وجہ ثالث..... تشہد ابن مسعودؓ کے بارے میں امر کا صیغہ وارد ہوا ہے چنانچہ حدیث میں ہے اذا جلس احدکم فی الصلوٰۃ فلیقل التحیات للہ والصلوات الخ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۵)

وجہ رابع..... تشہد ابن مسعودؓ میں دو واؤ آتے ہیں جن سے تین مستقل جملے ثناء کے بنتے ہیں۔ بخلاف تشہد ابن عباسؓ کے کہ اس میں سب صفتیں..... ہیں۔ جو موصوف سے مل کر ایک مستقل ثناء ہوگی باقی واؤ کی تقدیر خلاف اصل ہے۔

## باب الدعاء فی التشهد..... (صفحہ ۸۸)

الفصل الثالث..... وعن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ يسلم في الصلوة تسليمه تلقاء وجهه..... مسكنا خلافيه..... ابو حنيفةؒ شافعيؒ اور احمدؒ کے نزدیک مقتدى، امام، منفرد ہر نمازی دونوں طرف سلام کہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک امام اور منفرد صرف ایک سلام آگے کی طرف کہے اور مقتدى مشہور قول کی بناء پر تینوں طرف سلام کہے۔

دلائل جمہور (۱)..... عن عبد الله بن مسعودؓ قال ان رسول الله ﷺ كان يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده الايمن وعن يساره السلام عليكم

ورحمة الله حتى يرى بياض خده الايسر (رواه ابوداؤد والنسائي والترمذى، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۸) (۲)..... عن عامر بن سعد عن ابيه قال كنت ارى رسول الله ﷺ عن يمينه وعن يساره

حتى ارى بياض خده (رواه مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۷) (۳)..... عن الازرق بن قيس قال فصلى نبي الله ﷺ ثم سلم عن يمينه وعن يساره حتى رأينا بياض خديه (رواه ابوداؤد، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۸۹) دليل مالكيہ..... ایک سلام کے بارے میں تو حدیث باب ہے اور تین سلاموں کے متعلق غالباً ان کی دلیل یہ ہے کہ سامنے والے سلام کو تسلیم حسین کے علاوہ سمجھا گیا ہے حالانکہ یہ فاسد ہے (بذل الحمد

جلد ۲، صفحہ ۱۳۰) حدیث باب کا جواب نمبر ۱..... اکثر احادیث صریحہ اس حدیث کے خلاف ہیں اور یہ ان کے مقابلے میں شاذ ہے لہذا یہ مؤول ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پہلے سلام کی ابتداء قبلہ رخ

فرماتے تھے اور پھر دوران سلام میں کچھ دائیں طرف چہرہ انور کو پھیرتے تھے اور اس سلام کو اونچا فرماتے تھے جو سب کو سنائی دیتا تھا۔ لیکن دوسرے سلام کو آہستہ فرماتے تھے جو کہ صرف قریب والوں کو سنائی دیتا تھا۔

جواب نمبر ۲..... ابن مسعودؓ صحیح حدیث راجح اور زیادہ معتبر ہے کیونکہ وہ صف اول میں کھڑے ہوتے تھے اور حضرت عائشہؓ دور ہوتی تھیں۔ لہذا ان کی روایت مرجوح ہے۔ جواب نمبر ۳..... ثقہ راوی کی زیادتی

مقبول ہے (ادجز المسائلک، جلد ۱، صفحہ ۲۷۶) جواب نمبر ۴..... حضرت عائشہؓ کی حدیث دوسرے سلام سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت سے مقدم درج ہوتا ہے۔

باب ما لا يجوز من العمل في الصلوة وما يباح منه..... (صفحہ ۹۰)

الفصل الاول..... عن معاوية بن الحكم..... قوله ان هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس..... مسكنا خلافيه كلام في الصلوة..... ابو حنيفةؒ



اور احمدؒ کے نزدیک نماز میں کلام الناس مطلقاً مفسد صلوٰۃ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کلام قلیل جو چھ یا سات حروف سے زائد نہ ہو نسیان یا جہلۃ مفسد صلوٰۃ نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک کلام قلیل اصلاح صلوٰۃ کے لئے مفسد نہیں خواہ جان بوجہ کر ہی ہو۔ باقی اس امر پر اجماع ہے کہ جو کلام عمدہ اور مشکم کو کلام کے عدم جواز کا علم بھی ہو اور اس کلام سے مقصود مصلحت صلوٰۃ بھی نہ ہو ایسا کلام باتفاق آئمہ اربعہ مفسد صلوٰۃ ہے۔

دلائل احناف (۱)..... حضرت معاویہ بن حکمؓ کی حدیث باب کیونکہ یہ ہر قسم کے کلام کو شامل ہے۔

(۲)..... حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ کہ ہم جب حبشہ سے واپس لوٹے تو حضور ﷺ کو نماز کی حالت میں سلام

کیا۔ آپ ﷺ نے جواب نہ دیا اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا ان اللہ یحدث من امرہ ما یشاء وان مما

احدث ان لا تتکلموا فی الصلوٰۃ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۱)

(۳)..... عن زید بن ارقم قال کانتکم فی الصلوٰۃ یکلم الرجل صاحبه وهو الی جنبہ فی

الصلوٰۃ حتی نزلت و قوموا اللہ قنتین فامرنا بالسکوت و نہینا عن الکلام (رواہ مسلم جلد ۱، صفحہ ۲۰۴)

و لیل شوافع و مالکیہ..... ذوالیدین والی مشہور حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۹۲، ۹۳ پر آ رہی ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ میں نماز میں ہوں تو یہ کلام

نسیان کی وجہ سے ہوا۔ لہذا معاف ہو اور مالکیہ کہتے ہیں کہ ذوالیدین اور آنحضرت ﷺ کا کلام اصلاح صلوٰۃ

کیلئے تھا اس لئے اس کو مفسد صلوٰۃ قرار نہیں دیا گیا۔

جواب نمبر ۱..... اس حدیث میں کئی وجوہ سے اضطراب ہے مثلاً صحیحین میں صلوٰۃ الظہر کا نام آیا ہے اور صحیح

مسلم میں صلوٰۃ العصر کا ذکر بھی ہے۔ اسی طرح صحیحین میں سجدہ سہو کا ذکر ہے لیکن ابوداؤد اور نسائی میں سجدہ سہو کا

ذکر نہیں۔ علیٰ ہذا صحیحین میں ۲ رکعات پر سلام پھیرنے کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں تین رکعات پر سلام پھیرنے

کا ذکر بھی ہے۔ اس لئے یہ حدیث قابل استدلال نہیں کیونکہ اضطراب موجب ضعف ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۲..... قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۳..... کلی حدیث جزئی واقعہ سے راجح ہے۔ جواب نمبر ۴..... محرم صحیح سے راجح ہے۔

جواب نمبر ۵..... واقعہ ذوالیدین منسوخیت کلام سے قبل کا ہے جبکہ کلام فی الصلوٰۃ کی اجازت تھی اور نماز

میں وسعت تھی پھر اس واقعہ کے بعد مذکورہ بالا روایات و دلائل کی بناء پر جواز کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہو گیا اس پر

قرینہ یہ ہے کہ ذوالیدین کی حدیث میں کلام کثیر شی عمل کثیر واقع ہوا ہے جو بالاتفاق مفسد صلوٰۃ ہے۔ معلوم ہوا

کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے۔ نیز کلام فی الصلوٰۃ کا نسخ آیت و قوموا اللہ قنتین سے واقع ہوا ہے اور آیت مدینہ

میں غزوہ بدر کے متصل بعد نازل ہوئی ہے حالانکہ ذوالیدین کا واقعہ غزوہ بدر کے واقعہ سے کچھ قبل واقعہ ہوا ہے چنانچہ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں ان قصة ذی الیدین کانت قبل بدر ثم علمت الامور بعد صحیح ابن حبان اور شیخ ابن وہب فرماتے ہیں انما کان حدیث ذی الیدین فی بدء الاسلام (الجوہر النعی بحوالہ آثار السنن جلد ۱، صفحہ ۱۳۳) حاصل یہ ہے کہ ذوالیدین کا واقعہ غزوہ بدر سے پہلے ہوا ہے اور آیت وقوم اللہ فنتین اور علیٰ ہذا حدیث ابن مسعود دونوں بعد کی ہیں لہذا ذوالیدین کی حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۵ پر شوافع کی طرف سے شبہ... ذوالیدین کا واقعہ نسخ کلام کے بعد کا ہے کیونکہ اس واقعہ کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں جس ۵ میں اسلام لائے ہیں اور وہ اس واقعہ میں شریک تھے جیسا کہ صلی بنا رسول اللہ ﷺ سے واضح معلوم ہوا کہ ذوالیدین کا واقعہ نسخ کلام کے بعد کا ہے۔

جواب ... ابو ہریرہؓ کا شرف باسلام ہونا ذوالیدین کی بدر میں شہادت کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کان اسلام ابی ہریرہؓ بعد ما قتل ذوالیدین (رواہ الطحاوی) معلوم ہوا کہ ابو ہریرہؓ اس واقعہ میں شریک نہ تھے۔ لہذا صلی بنا کے مجازی معنی صلی بالمسلمین کے مراد ہیں جیسا کہ واذا قتلتم نفساں قتل نفس کی نسبت موجودہ یہودیوں کی طرف مجازی ہے۔ اسی طرح یہودینہ کے اخراج کے بارے میں خود حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے بینا نحن فی المسجد اذ خرج الینا رسول اللہ ﷺ فقال انطلقوا الی یہود۔ حالانکہ حضرت ابو ہریرہؓ بنو قریظہ کے بہت بعد اسلام لائے تو یہ نسبت بھی مجازی ہے پس اسی طرح یہاں بھی ہے۔

### باب السہو..... (صفحہ ۹۲)

مسئلہ خلافیہ..... کیفیت سجدہ سہو..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک سجدہ سہو مع سلام مسنون ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نقصان صلوٰۃ کی صورت میں بلا سلام اور زیادتی صلوٰۃ کی صورت میں مع سلام مسنون ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک منصوص صورتوں میں نص کے مطابق ہے مثلاً ترک تعدہ اولیٰ کی صورت میں عبد اللہ بن محسنہؒ کی حدیث کے موافق بلا سلام ہے اور زیادتی رکعت خلسہ کی صورت میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے موافق مع سلام سجدہ سہو ہے۔ علیٰ ہذا القیاس باقی غیر منصوص صورتوں میں ان کے نزدیک سجدہ سہو بلا سلام مسنون ہے تو یہ اختلاف محض سلیب اور اولویت میں ہے ویسے جائز دونوں طرح ہے۔

دلائل احناف (۱)..... حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ ان رسول اللہ ﷺ صلی الظہر خمساً الی قولہ فسجد سجدتین بعد ما سلم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۲) (۲)..... عمران بن حصینؓ کی ذوالیدین والی حدیث میں ہے ثم سلم ثم سجد سجدتین ثم سلم (رواہ مسلم، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۹۳) (۳)..... حدیث ثوبان مرفوعاً لکل سہر سجدتان بعد السلام (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ و عبد الرزاق) دلائل شواہع (۱)..... حدیث عبد اللہ بن حسینؓ ان النبی ﷺ صلی بہم الظهر الی قوله فسجد سجدتین قبل ان یسلم ثم سلم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳)

(۲)..... حدیث ابی سعیدؓ ثم یسجد سجدتین قبل ان یسلم (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب ہر دو دلائل..... در حقیقت یہاں دو سلام ہیں ایک نماز سے فراغت کے لئے اور دوسرا سجدہ سہو کے لئے تو قبل السلام والی روایات سلام فراغت پر اور بعد السلام والی روایات سلام سجدہ سہو پر محمول ہیں جیسا کہ عمران بن حصینؓ والی مذکورہ بالا روایت سے یہی توجیہ معلوم ہوتی ہے۔ دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ روایات متعارض ہیں لہذا ہم زیادہ اور نقصان پر محمول کرتے ہیں تاکہ تمام احادیث میں تطبیق ہو جائے۔

جواب..... اگر نقصان و زیادت دونوں جمع ہو جائیں تو پھر کیا کرے اگر ایک طریق پر عمل کرے تو وجہ ترجیح کیا ہے اور اگر تکرار سجدہ سہو کرے تو یہ غیر مشروع ہے لہذا احناف کی تطبیق راجح ہے جو تمام صورتوں کو جامع اور شامل ہے۔

### باب سجود القرآن..... (صفحہ ۹۳)

یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں..... مسئلہ اولیٰ حکم سجدہ تلاوت..... ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہے اور ائمہ ثنائیہ کے نزدیک مستحب ہے۔ دلائل احناف (۱)..... قرآن مجید میں سجدہ تلاوت کا امر ہے مثلاً فاسجدوا للہ واعبدوا اور واسجدوا اقترب اور اصل امر وجوب کے لئے ہے۔ (۲)..... حدیث ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یقرأ السجدة ونحن عنده

فسجد ونسجد معه فنزدحم حتی ما یجد احلنا لجهته موضعاً یسجد علیہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) کیونکہ اگر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوتا تو اس کے لئے اس قدر اہتمام اور ازراہام نہ کیا جاتا۔

دلیل جمہور..... یہ ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے عدم وجوب مروی ہے چنانچہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں امرنا بالسجود یعنی للتلاوة فمن سجدها فقد اصاب ومن لم یسجد فلا اثم علیہ (رواہ البخاری) اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ان اللہ لم یکنہا علینا الا ان نشاء (رواہ البخاری)

جواب نمبر ۱..... یہ ان حضرات کا اجتہاد ہے جو آیت قرآنیہ اور حدیث مرفوعہ کے مقابلے میں حجت نہیں۔ جواب نمبر ۲..... ان اقوال میں فرضیت کی لٹی مراد ہے نہ کہ وجوب کی بھی۔

مسئلہ ثانیہ عدد سجدات تلاوت..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں یعنی سورہ حج کا صرف پہلا ہے نہ کہ دوسرا بھی اور سورہ ص میں بھی ہے اور اسی طرح سورہ حجرات سے آخر قرآن تک کے تین سجدات بھی

ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہیں لیکن ان کے یہاں سورہ حج کے دونوں ہیں اور سورہ صافات میں نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ ہیں یعنی سورہ حج کا دوسرا بھی نہیں اور حجرات سے آخر قرآن تک کے تین سجدات بھی نہیں اور سورہ صافات کا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ کے پندرہ ہیں۔ حاصل یہ کہ اعراف، رعد، نمل، بنی اسرائیل، مریم، حج کا پہلا، فرقان، نمل، الم السجدہ، حم السجدہ۔ یہ دس سجدے اتفاقی ہیں اور حج کا دوسرا اور صافات اور فصل سورتوں کے تین، نجم، الشقاق، علق یہ پانچ اختلافی ہیں۔

بحث سجدہ ثانیہ سورہ حج..... یہ سجدہ شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک ہے لیکن ابوحنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک نہیں۔

دلائل احناف (۱)..... یہاں سجدے کے ساتھ رکوع کا بھی ذکر ہے کما قال تعالیٰ یا ایہا الذین

امنوا ارکعوا واسجدوا معلوم ہوا کہ یہ سجدہ صلاتیہ ہے۔ سجدہ تلاوتیہ نہیں جیسا کہ واسجدی وارکعی

(پارہ ۳) میں ہے۔ (۲)..... ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان الاولیٰ عزیمۃ والاخریٰ تعلیم (رواہ

الطحاوی و ابن ابی شیبہ)۔ جمہور کی دلیل اول..... حدیث عمرو بن عاصؓ و فی سورۃ الحج سجدتین

(رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب..... ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کے مقابلے میں یہ

مرجوح ہے کیونکہ ابن قطان نے اس کی تضعیف کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن متین

کلابی مجہول ہیں۔ اور حارث بن سعید تمیمی عبداللہ مذکور غیر معروف ہے (اوجز المسالک جلد ۲، صفحہ ۳۷۴)

دلیل ثانی..... حضرت عقبہ بن عامرؓ قال قلت یا رسول اللہ فضلت سورۃ الحج بان فیہا

سجدتین قال نعم (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب..... یہ بھی ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کے

مقابلے میں مرجوح ہے چنانچہ ترمذیؒ فرماتے ہیں ہذا حدیث لبس اسنادہ بالقوی وجہ اس کی یہ ہے کہ

اس کی سند میں ابن لہیعہ اور شرح بن عاصم ضعیف راوی ہیں بحوالہ مذکورہ۔

بحث سجدہ سورہ ص..... ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک یہ سجدہ تلاوت ہے لیکن شافعیؒ کے نزدیک

سجدہ تلاوت نہیں بلکہ سجدہ شکر ہے۔ دلیل احناف..... حدیث ابی سعید خدریؓ قال قرأ رسول اللہ

ﷺ وهو علی المنبر ص فلما بلغ السجدة نزل فسجد و سجد الناس معه (رواہ ابوداؤد و صفحہ

۲۰۰) دلیل شواہح..... حدیث ابن عباسؓ قال سجدة صاڈ لیس من عزائم السجود (رواہ البخاری

، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۳) جواب..... ابن عباسؓ اس قول میں سجدہ تلاوت کی لٹی نہیں فرما رہے ہیں کیونکہ یہ بات تو

اگلی عبارت کے خلاف ہے۔ وقد رأیت النبی ﷺ سجد فیہا و فی روایۃ قال مجاہد قلت لابن

عباسؓ السجد لى ص فقرأ و من ذریتہ داؤد و سلیمان حتی اتی لہما ہم الخدہ فقال نبیکم ﷺ

عن امر ان یقتدی بهم - بلکہ ابن عباسؓ اس سجدہ تلاوت کی حقیقت اور حیثیت و جوہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ سجدہ ہم پر بلا واسطہ واجب نہیں ہوا بلکہ بواسطہ سجدہ داؤد کے واجب ہوا ہے کہ انہوں نے بطور توبہ کے یہ سجدہ کیا اور ہم ان کی قبولیت توبہ پر بطور شکر گزاری کے یہ سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ اس باب کی آخری روایت سے واضح ہوتا ہے

عن ابن عباسؓ قال ان النبی ﷺ سجد فی ص وقال سجدھا داؤد توبۃ ونسجدھا شکرا (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۴) باقی سجدہ شکر سے سجدہ تلاوت کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ دونوں میں منافات نہیں۔

بحث سجدات سور مفصل ..... ابو حنیفہ، احمد، شافعی کے نزدیک یہ تینوں سجدات ہیں لیکن امام مالک کے نزدیک نہیں۔ دلائل جمہور (۱)..... عن ابن مسعودؓ ان النبی ﷺ قرأ والنجم فسجد فیھا

وسجد من کان معہ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۴) (۲)..... عن ابن عباسؓ قال سجدنا

النبی ﷺ بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس (رواہ البخاری، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۹۴) (۳)..... عن ابی ہریرہؓ قال سجد مع النبی ﷺ فی اذا السماء انشقت

واقرا باسم ربک (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۴)۔ مالکیہ کی دلیل اول... عن زید بن ثابتؓ

قال قرأت علی رسول اللہ ﷺ والنجم فلم یسجد فیھا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۴)

جواب..... احادیث مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث میں فوری سجدہ کرنے کی نفی مراد ہے نہ کہ نفس و جوہ

سجدہ کی نفی کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ کو وضو نہ ہو یا وقت مکروہ ہو یا تاخیر سجدہ کا بیان جواز مقصور

ہو۔ دلیل ثانی..... عن ابن عباسؓ قال ان النبی ﷺ لم یسجد فی شیء من المفصل منذ

تحول الی المدینۃ (رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۴) جواب نمبر ۱..... ابو ہریرہؓ متاخر الاسلام ہیں اور

ثبت ہیں جبکہ ابن عباسؓ متقدم الاسلام ہیں اور ثانی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ متاخر الاسلام اور ثبت راوی مقدم

ہوتا ہے۔ متقدم الاسلام اور ثانی راوی پر۔ جواب نمبر ۲..... احادیث مذکورہ کے مقابلے میں یہ حدیث

ضعیف اور مرجوح ہے کیونکہ اس کی سند میں ابو قدامہ عارض راوی ضعیف ہے چنانچہ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں

فلما حلث منکر و ابو قدامہ لیس بشیء (بذل الخیر جلد ۲، صفحہ ۲۱۶)

### باب اوقات الذہی..... (صفحہ ۹۵)

الفضل الاول..... وعن کربیب قولہ فشغلونی عن الرکعتین

اللتین بعد الظهر فہما ہاتان..... مسئلہ خلافیہ..... امام شافعی کے نزدیک سنت کی قضا

بھی ہے نیز یہ قضاے سنت بعد العصر بھی جائز ہے لیکن جمہور کے نزدیک نہ قضاے سنت ہے اور نہ بعد العصر

تقائے سنت جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... تقاضا نام ہے واجب کی ادا کا اور سنت سرے سے واجب ہی نہیں۔ (۲).... نماز عصر کے بعد نوافل کی ممانعت احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور حضرت عمرؓ تو نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے والے کے ہاتھوں پر مارا کرتے تھے (رواہ الطحاوی و مسلم مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

(۳)..... وعن معاوية قال انكم لتصلون صلوة لقد صحبتنا رسول الله ﷺ فما رأيناه يصليهما ولقد نهى عنهما يعني الركتين بعد العصر (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵)

دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ حضور ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے چنانچہ طحاوی اور وارثی قطنی میں اسی حدیث ام سلمہؓ میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں انقضیہما اذا فاتتا قال لا اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ان رسول الله ﷺ كان يصلي بعد العصر وينهى عنها ويواصل وينهى عن الوصال (رواہ ابو داؤد و دارقطنی)

الفصل الثاني..... عن محمد بن ابراهيم عن قيس بن عمرو قال رأى النبي ﷺ رجلاً يصلي بعد صلوة الصبح ركعتين (صفحہ ۹۵)

مسئلہ خلافیہ تقضائے سنت فجر..... صبح کی اکیلی سنتیں رہ جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کی تقضائے نہیں قضا کا تا کیدی و وجوبی حکم نہیں ہاں اگر فرضوں کے ساتھ رہ جائیں تو زوال سے قبل قضا ضروری ہے۔ امام محمدؒ، احمد و مالک کے نزدیک اکیلی سنتیں رہ جائیں تب بھی طلوع آفتاب کے بعد قضا کرے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض کے بعد طلوع شمس سے قبل بھی قضا کر سکتا ہے۔ دلائل شیخین (۱)..... قضا دراصل نام ہے ادا کما وجب کا اور سنت واجب ہی نہیں لہذا اسکی قضا بھی نہیں لیکن خلاف قیاس فرض کے تابع ہو کر سنت فجر کی قضا حدیث لیلۃ التمریس میں وارد ہوئی ہے۔ لہذا وہ اپنے مورد پر منحصر رہے گی۔ (۲)..... نمی عن صلوة بعد صلوة الصبح والی حدیث تقریباً بیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ مثلاً ابو سعید خدریؓ اور عمرو بن عبسہؓ مشکوٰۃ ص ۹۴ ج ۲) دلیل امام محمدؒ..... عن ابو هريرة مرفوعاً من لم يصل ركعتي الفجر فليصلهما بعد ما تطلع الشمس رواه ترمذی. جواب..... یہ استحباب اور اولویت پر محمول ہے۔

دلیل شوافع حدیث الباب ہے جواب نمبر ۱..... نمی دال احادیث کے مقابلے میں یہ حدیث ضعیف و مرجوح ہے چنانچہ امام نوویؒ تہذیب الالفاظ واللغات میں کہتے ہیں وهو حديث ضعيف جدا (بحوالہ آثار السنن ص ۳۵ ج ۲) اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع السند ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم کا سماع قیس بن عمرو سے ثابت نہیں جیسا کہ خود صاحب مشکوٰۃ نے بیان کیا مشکوٰۃ ص ۹۵ ج ۱۔

جواب نمبر ۲..... نماز صبح کے بعد تقضائے سنت جواز مع الکراہت ہے تو یہاں جواز کیلئے آپ نے سکوت

اختیار فرمایا۔ جواب نمبر ۳..... یہاں آپ نے سکوت اختیار فرمایا لیکن دوسری آحادیث میں ممانعت کی صراحت فرمادی تو صراحت و سکوت میں تعارض ہو لہذا صراحۃً والی آحادیث راجح ہیں وعن جیسر بن مطعم قوله یا بنی عبد مناف لا تمنعوا احدنا الخ۔

مسئلہ خلافتیہ..... احناف کے نزدیک مکہ معظمہ میں بھی اوقاتِ خمسہ میں نماز منع ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ دلائل احناف (۱)..... آحادیثِ نبوی کا عموم و اطلاق جو تمام امکانہ کو شامل ہے

(۲)..... عن معاذ بن الافرع انه طاف بعد العصر ولم يصل فسنل عن ذلك فقال نهی رسول اللہ ﷺ عن الصلوٰۃ بعد صلوٰۃ الصبح حتى تطلع الشمس و بعد العصر حتى تغرب (مسند الحق بن راہویہ) شواہد کی دلیل اول..... حدیث باب ہے۔ جواب..... آحادیثِ نبوی کے قرینے سے یہاں اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ دوسرے اوقات مراد ہیں۔

دلیل ثانی..... اس باب کی ابو ذرؓ والی آخری حدیث جس میں یہ لفظ ہیں الا بمعكة الا بمعكة (رواہ احمد و رزین، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵)

جواب نمبر ۱..... ابو ذرؓ نے حدیث یا بنی عبد مناف الخ سے اجتہاد کیا ہے۔ لہذا مرفوع آحادیثِ نبوی کے مقابلے میں یہ غیر معتبر ہے۔ جواب نمبر ۲..... آحادیثِ نبوی کے مقابلے میں یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث چار وجوہ سے معلول ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ مجاہد کا سماع ابو ذرؓ سے ثابت نہیں لہذا یہ منقطع ہے (حاشیہ آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۳۲)

وعن ابی ہریرۃؓ..... قوله، الا یوم الجمعة..... مسئلہ خلافتیہ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسرے ایام کی طرح جمعہ کے روز بھی استواء کے وقت نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کے یہاں جمعہ کے روز درست ہے۔ دلیل احناف..... آحادیثِ نبوی کا عموم ہے جو کثیر و متواتر ہیں۔

شواہد کی دلیل اول..... حدیث باب ہے۔ جواب..... ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں فی سندہ مقال لہذا یہ حدیث آحادیثِ نبوی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دلیل ثانی..... عن ابی الخلیل عن ابی قتادۃ قال کان النبی ﷺ یکرہ الصلوٰۃ نصف النهار حتی تزول الشمس الا یوم الجمعة (رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۹۵) جواب..... یہ حدیث منقطع السند ہے جیسا کہ ابو داؤد فرماتے ہیں ابو الخلیل لم یلق ابا قتادۃ۔ لہذا یہ موصول صحیح حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

باب الجماعة و فضلها..... (صفحہ ۹۵)

جماعت صلوٰۃ..... اہل ظاہر کے نزدیک فرض اور صحت نماز کے لئے شرط ہے، امام احمد، ابو ثور، ابن خزیمہ، ابن منذر، ابن مہبان کے نزدیک فرض عین ہے الا عند العذر۔ امام شافعی کے یہاں فرض کفایہ ہے۔ امام ابو حنیفہ اور مالک کے نزدیک مشہور قول میں سنت مؤکدہ قریب بالواجب ہے فتح القدیر میں ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے اور اس کو سنت اس لئے کہتے ہیں کہ سنت سے ثابت ہے جیسا کہ نماز عید میں ہے اور بدائع میں بھی جماعت کو واجب لکھا ہے۔

الفصل الاول..... وعن ابی ہریرۃؓ..... قوله، اذا اقيمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المكتوبه..... مسئلہ خلافیہ سنت فجر..... جب فرض کی اقامت شروع ہو جائے تو مسجد میں بالاتفاق سنتیں پڑھنا درست نہیں لیکن فجر کی سنتوں میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک رکعت پانے کی امید پر خارج مسجد میں یا داخل مسجد میں پیچھے ہٹ کر سنتیں پڑھ لے۔ امام شافعی، احمد کے نزدیک مطلقاً یعنی داخل و خارج دونوں صورتوں میں سنتیں پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ ایک رکعت پانے کی امید ہو۔ امام مالک کے نزدیک دو رکعتیں پانے کی امید پر صرف خارج مسجد میں سنتیں پڑھ لے۔

دلائل احناف (۱)..... احادیث میں فجر کی سنتوں کی بہت تاکید آئی ہے مثلاً آیات مرفوع حدیث میں ہے۔ لا تدعوہما ولو طردتکم الخیل (رواہ ابوداؤد وغیرہ اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لم یکن النبی ﷺ علی شیء من النوافل اشد تعاهدا منہ علی رکعتی الفجر (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۴) تو احادیث تاکید اور حدیث باب میں تطبیق کی صورت یہی ہے کہ ایک رکعت پانے کی امید پر پڑھ لے۔

(۲)..... عن نافع یقول ایقظت ابن عمرؓ لصلوٰۃ الفجر وقد اقيمت الصلوٰۃ فقام فصلی السرکین (رواہ البخاری) دلیل شوافع و مالکیہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... دلائل مذکورہ کے قرینے یہاں... مراد یہ ہے کہ جماعت کی صف میں مل کر نہ پڑھے۔ جواب نمبر ۲..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے سنت فجر مستثنیٰ ہے۔ جواب نمبر ۳..... اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں اختلاف ہے اور محدثین کی ایک جماعت نے اسکو موقوف قرار دیا ہے (ادجزالسالک جلد ۱، صفحہ ۲۵۴)

## باب الامامة

الفصل الثالث..... عن عمرو بن سلمہؓ..... قوله، فقد مونی بن ایدیہم وانا ابن ست او سبع سنین..... مسئلہ خلافیہ امامت صبی..... ابو حنیفہ، مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، یحییٰ بن راہویہ کے نزدیک نابالغ کے پیچھے بالغ کا نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ امام



شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... حدیث ابی ہریرۃؓ مروی عن الامام ضامن (رواہ احمد، ابوداؤد وغیرہما، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۶۵) کیونکہ صبی کی نماز نفل ہے اور بالغ کی نماز فرض یا واجب ہے تو ضعیف قوی کو حتمن نہیں ہو سکتا۔ (۲)..... عن ابن عباسؓ قال لا یؤم الغلام حتی یحتلم (مسند عبدالرزاق)

(۳)..... عن ابن مسعودؓ قال لا یؤم الغلام الذی لا تجب علیہ الحدود (رواہ الاثرم فی سننہ) دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... عمرو بن سلمہؓ کی امامت حضور ﷺ کے حکم سے نہیں تھی بلکہ لوگوں کے اجتہاد سے تھی کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا لیؤمکم اکثرکم قرأنا اور ان کو دوسروں سے زیادہ قرآن یاد تھا اس لئے ان کو امام بنا دیا گیا۔ جواب نمبر ۲..... اس حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے سرین نماز میں کھل جاتے تھے حالانکہ اس کے آپ بھی قائل نہیں فما ہو جو ابکم فہو جو اننا

جواب نمبر ۳..... علامہ خطابی فرماتے ہیں ویضعف حدیث عمرو بن سلمہ اور امام احمد کہتے ہیں لا ادری ما ہذا لہذا درجے کے اعتبار سے بھی یہ حدیث الامام ضامن والی حدیث سے مرجوح ہے۔

فائدہ..... صبی کی امامت نوافل میں حنفیہ کا اختلاف ہے مشائخ بلخ و مہر و شام کے نزدیک جائز ہے لیکن مشائخ ماوراء النہر کے نزدیک ناجائز ہے اور عدم جواز رائج ہے کیونکہ شروع کرنے سے بالغ کی نماز نفل واجب ہو جاتی ہے اور نابالغ کی نماز نفل ہی رہتی ہے تو قوی کی اقتداء ضعیف کے پیچھے لازم آئے گی جو الامام ضامن کے خلاف ہے۔ نیز ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے مذکورہ بالا آثار مطلق ہیں جو اس صورت کو بھی شامل ہیں۔

## باب ما علی الماموم من المتابعة (صفحہ ۱۰۰)

الفصل الاول... وعن انسؓ، قوله، واذا صلی نجلسا فصلوا جلوسا اجمعون...

مسئلہ خلاقیہ..... امام احمدؒ، اسحاقؒ، اوزاعیؒ، ابن حزمؒ کے نزدیک قاعد امام کی اقتداء قلعہ ابھی جائز ہے امام مالکؒ کے نزدیک سرے سے قاعد امام کی اقتداء ہی جائز نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، شافعیؒ، ابوثورؒ اور جمہور سلف کے نزدیک قاعد امام کے پیچھے قیام پر قادر مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

دلیل جمہور..... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی مرض الوفا میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی آپ ﷺ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا اور آپ ﷺ کا یہ آخری نفل ہے۔ دلیل حنابلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث منسوخ ہے اور ناسخ مرض

اوقات کا واقعہ ہے یہ جواب صاحب مشکوٰۃ نے خمیدی استاذ بخاری کے حوالے سے بیان فرمایا ہے۔  
 جواب نمبر ۲..... یہ حکم مسبوق کے متعلق ہے کہ وہ امام کو جس حالت میں بھی پائے شریک ہو جائے۔  
 جواب نمبر ۳..... یہ عدم جواز قعود کا حکم اس وقت ہے جبکہ مقتدی فرض نماز پڑھ رہے ہوں اور یہاں ممکن ہے کہ صحابہ کرام کی نماز نفل ہو اور نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بلاشبہ درست ہے۔ جواب نمبر ۴..... سیاق حدیث کے قرینے سے حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ جب امام جلے اور قعدے میں بیٹھے تو تم بھی بیٹھ جاؤ۔

الفصل الثانی ..... وعن ابی سعید الخدری ..... قوله 'الا رجل  
 يتصدق علی هذا فیصلی معہ' ..... مسئلہ خلاfiہ جماعت ثانیہ ..... ابوحنیفہ، مالک

، شافعی اور جمہور ائمہ کرام کے نزدیک مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ البتہ ابو یوسف کے نزدیک تبدیلی بیعت مثلاً محراب اور مصلی وغیرہ کی تبدیلی سے کراہت جاتی رہتی ہے۔ امام احمد کے نزدیک مطلقاً کراہت جائز ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... عن ابی بکر۔ ؓ ان رسول اللہ ﷺ اقبل من نوحی

المدينة یزید الصلوٰۃ فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله فجمع اہلہ فصلی بہم (رواہ الطبرانی) اگر جماعت ثانیہ بلا کراہت جائز ہوتی تو آنحضرت ﷺ مسجد نبوی کی فضیلت کو نظر انداز نہ فرماتے (۲)..... مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ان اصحاب رسول اللہ ﷺ كانوا اذا فاتتهم الجماعة

ذهبوا الی مسجد آخر۔ دلیل حنابلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ بیان جواز پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ امام و مقتدی دونوں کے فرض رہے ہوں اور اس حدیث میں ایک کا نفل اور دوسرے کا فرض ہے جو بالاتفاق غیر مکروہ ہے۔

فائدہ..... یا اختلاف مسجد محلہ میں ہے جس میں امام و مقتدی متعین ہوں اور وہ نماز باجماعت پڑھ چکے ہوں اگر مسجد طریق ہے جس میں امام و مقتدی مقرر نہیں ہوں تو اس میں تکرار جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں۔ علیٰ هذا اگر مسجد محلہ میں نااہل امام نے نماز پڑھائی ہو تب بھی اس میں جماعت ثانیہ بالاتفاق غیر مکروہ ہے

## باب السنن و فضائلها

الفصل الاول ..... عن ام حبیبہؓ، قوله 'اربعا قبل الظهر' ..... مسئلہ خلاfiہ سنت مؤکدہ قبل الظهر ..... ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحاق اور اکثر اہل علم کے نزدیک ظہر سے قبل سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں اور شافعی اور احمد کے نزدیک دو رکعت ہیں۔ نیز شافعی اور احمد سے دو سلاموں کے ساتھ چار رکعات بھی مروی ہیں۔ دلائل جمہور (۱)..... ام حبیبہؓ کی حدیث باب۔

(۲) .. عن عائشة قالت ان رسول الله ﷺ ما كان يدع اربعاً ليل الظهر (رواه البخاری و ابوداؤد والنسائی) (۳) .. عن علي قال كان النبي ﷺ يصلي قبل الظهر اربعاً (رواه الترمذی) (۴) .. عن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول اربع قبل الظهر بعد الزوال بحسب بمنزلهم في صلوة السحر (رواه الترمذی و ابویوسف فی شعب الایمان، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۵) و ليس شواہع ..... ابن عمر زالی آئندہ روایت ہے و رکعتیں قبل الظهر (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۳) جواب نمبر ۱ ..... قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔

جواب نمبر ۲ ..... آنحضرت ﷺ نے گھر میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھی اور پھر مسجد میں دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی تو ابن عمر نے ان دو رکعت کو سنت مؤکدہ سمجھ لیا۔ جواب نمبر ۳ ..... اقل اکثر کی نفی کو مستلزم نہیں۔ و عنہ ..... قال كان النبي ﷺ لا يصلي بعد الجمعة حتى ينصرف فيصلي ركعتين في بيته ..... مسئلہ خلافیہ سنت مؤکدہ بعد الجمعة ..... طرفین کے نزدیک جمعہ کے بعد سنت مؤکدہ چار رکعت ہیں۔ امام ابو یوسف کے نزدیک چھ اور شافعی و احمد کے نزدیک دو رکعت ہیں۔ دلیل طرفین ..... عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من كان منكم مصلياً بعد الجمعة فليصل اربعاً (رواه مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۴) و دلیل شواہع ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... کبھی مشغولیت کی وجہ سے آپ ﷺ نے صرف دو رکعت پراکتفاء کیا ہوگا۔ جواب نمبر ۲ ..... قولی حدیث فعلی حدیث سے راجح ہے۔ دلائل ابی یوسف (۱) ..... وہ قولی و فعلی دونوں احادیث کو جمع کرتے ہیں۔ (۲) ..... عن علي قال من كان مصلياً بعد الجمعة فليصل ستاً (رواه الطحاوی) (۳) ..... عن ابی موسی الاشعری كان يصلي بعد الجمعة ست ركعات (رواه ابن ابی شیبہ) (۴) ..... عن عطاء قال رأيت ابن عمر صلي بعد الجمعة ركعتين ثم صلي بعد ذلك اربعاً (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۵)

فائدہ نمبر ۱ ..... بحر الرائق کے حاشیے پر کتاب الذخیرہ سے منقول ہے کہ شمس الارنہ حلوانی وغیرہ اکثر مشائخ حنفیہ نے ابو یوسف کے مسلک کو اختیار کیا ہے (اوجز المسالك جلد ۲، صفحہ ۱۷۲)

فائدہ نمبر ۲ ..... جمعہ کے بعد چار رکعات کو مقدم کرے کیونکہ وہ با اتفاق ائمہ ثلاثہ حنفیہ ثابت ہیں۔

**باب الوتر** ..... (صفحہ ۱۱۱) یہاں تین مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولی حیثیت و حکم وتر ابو حنیفہ، مجاہد، جہون، اصعب بن خریج کے نزدیک وتر واجب ہے اور مالک، شافعی، احمد اور صاحبین کے

نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن وتر کی تاکید ان کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ سے زیادہ ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے فرماتے ہیں من ترک الوتر اذبح وردت شہادتہ۔ ولأئمل احناف (۱)..... عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال الوتر واجب علی کل مسلم (مسند بزار) (۲)..... احادیث میں وتر کا حکم امر اللہ سے آیا ہے مثلاً حضرت علیؓ کی مرفوع حدیث میں ہے ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اہل القرآن (رواہ الترمذی والبوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۲) اور مطلق امر واجب کے لئے ہوتا ہے۔

(۳)..... وتر کی قضاء کا حکم ہے مثلاً حضرت ابوسعید خدریؓ کی مرفوع حدیث میں ہے من نام عن الوتر او نسبه فلیصل اذا ذکر اذا استیقظ (رواہ الترمذی والبوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳) اور امر بالقضاء فرع ہے وجوب وتر کی۔ جمہور کی دلیل اول..... عن عبادة بن الصامت مرفوعاً ان اللہ کتب علیکم فی کل یوم وليلة خمس صلوات (بذل الحجور) جواب..... کتب سے مراد فرضیت ہے اور فرضیت کا انحصار پانچ ہی نمازوں میں ہے اور ہم تو وجوب وتر کے قائل ہیں نہ کہ فرضیت وتر کے۔ دلیل ثانی..... اعرابی والی مشہور حدیث کہ آنحضرت ﷺ نے جب پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا تو اس نے عرض کیا اہل علی غیر ہن آپ ﷺ نے فرمایا لا الا ان تطوع (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳) اس حدیث میں وتر کا ذکر نہیں معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں۔

جواب..... وتر نماز عشاء کے تابع ہے اس لئے اس کو علیحدہ بیان نہیں فرمایا۔

مسئلہ ثانیہ عدد رکعت وتر۔ ابو حنیفہؒ، صاحبین کے نزدیک وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں اور مالکؒ، شافعیؒ احمدؒ کے نزدیک ایک رکعت سے نور رکعات تک جائز ہیں البتہ تین رکعات دو سلاموں سے افضل ہے اور موجودہ غیر مقلدین کے نزدیک ایک رکعت سے تیرہ رکعات تک جائز ہیں۔

ولأئمل احناف (۱)..... حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مرفوعہ ہے ثم اوتر بثلاث (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۶) (۲)..... عن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الا فی آخرہن (رادہ الحاکم) (۳)..... عن ابی بن کعب قال کان یقرأ رسول اللہ ﷺ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الركعة الثانية نقل یا ایہا الکفرون وفی الركعة الثالثة نقل ہو اللہ. لا یسلم الا فی آخرہن (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ) (۴)..... حسن بصریؒ فرماتے ہیں

اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاثة لا یسلم الا فی آخرہن (رواہ ابن ابی شیبہ)

فریق ثانی کی دلیل اول..... حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث میں ہے ویوتر بواحدة (متفق علیہ)

مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۰۵) وسیل ثانی..... حدیث ابن عمرؓ فرموا العوטר رکعة من آخر الليل (رواه مسلم مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۱) جواب ہر دو دلائل..... مذکورہ بالا روایات کے قرینے سے ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کے ذریعے دو گانے کو طاق بناتے تھے اس پر مزید قرینہ یہ ہے کہ احادیث میں صلوٰۃ بتیراء یعنی تنہا ایک رکعت والی نماز سے نئی وارو ہوئی ہے معلوم ہوا کہ یہاں ایک رکعت دو گانے کے ساتھ ملا کر مراد ہے۔ نہ کہ علیحدہ وسیل ثالث..... عن عائشةؓ قالت یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیء الا فی آخرها (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر پانچ رکعت ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے قعدہ صرف اخیر میں کیا ہے دوسری اور چوتھی رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور یہ دونوں باتیں احناف کے خلاف ہیں؟ جواب نمبر ۱..... یہ ابتداء پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۲..... دراصل وتر تین ہی رکعت تھے جیسا کہ مذکورہ بالا روایات سے واضح ہے باقی دو گانہ نفل وتر کا تھا۔ اور حدیث میں مجازاً تعلیماً ابوین، شرفین، قمرین کی طرح مجموعہ پانچ رکعات پر وتر کا اطلاق کر دیا گیا ہے پھر یہ حدیث ایک دوسری حدیث الصلوٰۃ منشی منشی تشهد فی کل رکعتین کے خلاف ہے (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۷۷) لہذا یہ مؤول ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کبھی دو گانہ اور کبھی چار رکعات پڑھ کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاتے یا استراحت فرماتے تو یہاں استراحت اور ذکر کے جلسے کی نفی ہے نہ کہ جلسہ تشهد کی بھی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ یہ پانچ رکعات یعنی تین وتر اور دو نفل وتر اس طرح ادا فرماتے تھے کہ ان کے درمیان میں جلسہ استراحت نہ فرماتے۔

وسیل رابع..... عن سعد بن هشام ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیہا الا فی الثامنة ولا یسلم فیصلی التاسعة ثم یقعد بذكر الله ویحمدہ ویدعوہ ثم یسلم الخ (رواه مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۱ جلد ۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کی نو رکعت ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے صرف آٹھ رکعت پر قعدہ بلا سلام کیا اور نویں رکعت پر قعدہ مع سلام کیا اور یہ دونوں باتیں احناف کے خلاف ہیں۔

جواب..... یہ روایت حضرت عائشہؓ کی دوسری روایات کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ان کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر دو گانے پر سلام پھیرتے تھے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ ص ۱۱۵ ج ۱ پر یسلم من کل رکعتین گزرا ہے اور حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ تین وتر پڑھتے تھے۔ جیسا کہ اوپر احناف کی دلیل نمبر ۲ میں مذکور ہوا اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی ایک صحیح حدیث میں ہے صلوٰۃ اللیل منشی منشی (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۱۱۱ ج ۱) بلکہ ابن عباسؓ سے تو آپ کا ہر دو گانہ کے بعد سونا اور وضو کرنا بھی ثابت ہے چہ جائیکہ جلوس اور قعدہ دیکھو

مشکوٰۃ ص ۱۰۶ انا الحدیث کے پیش نظر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نو رکعات میں سے چھ رکعات تہجد تو دو گانہ دو گانہ کر کے اس طرح پڑھتے تھے کہ ہر دو گانہ پر عام معمول کے مطابق قعدہ کرتے اور سلام پھیرتے اسکے بعد تین وتر پڑھتے اور ان تین وتروں میں سے دوسری رکعت پر عام معمول کے برخلاف قعدہ بلا سلام کرتے جیسا کہ ولایسلم سے معلوم ہوتا ہے اور پھر تیسری رکعت پر قعدہ کرتے اور سلام پھیرتے باقی اس حدیث میں مجازاً تعلیلاً تشریحاً پوری صلوٰۃ اللیل پر وتر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ جیسا کہ بخاری عرب میں تعلیلاً و مجازاً نماز پ کو ابو یوسف اور مشرق و مغرب کو مشرقین اور شمس و قمر کو قمرین کہتے ہیں۔

دلیل خامس.....: حدیث ابی ایوبؓ مرفوعاً الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۱۱۲ ج ۱) یہ پانچ رکعات اور ایک رکعت وتر کی دلیل ہے۔

جواب.....: اسکے مرفوع اور مقوف ہونے میں اختلاف ہے اور راجح وقف ہے جیسا کہ نسائی ابو حاتم، ذہبی بیہقی، درر تقنی نے روایت کیا ہے۔ اور یہ ابو ایوب کے اجتہاد پر مبنی ہے لہذا مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۷۷ ج ۲)

دلیل سادس.....: عن ابن عباسؓ قیل له هل لک فی امیر المؤمنین معاویہ ما ویرثہ الا بواحدة قال حسب انه فقیہ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص ۱۱۲ ج ۱) جواب: وہی روایت والی متصل عبارت حدیث ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ ایک رکعت وتر میں منفرد اور اکیلے تھے جو ان کیلئے اجتہاد پر مبنی تھا اور نہ ابن عباس کے آزاد کردہ غلام کریم ان پر انکار نہ کرتے اور ابن عباسؓ گوان کے صحابی اور مجتہد ہونے کا حوالہ نہ دینا پڑتا۔

مسئلہ ثالثہ نقض وتر.....: جمہور صحابہ اور تابعین اور آئمہ اربعہ اسکے قائل نہیں البتہ بعض صحابہ مثلاً ابن عمرؓ وغیرہ اسکے قائل تھے اور نقض وتر کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شروع رات میں وتر پڑھے اور پھر آخر رات میں اسکی آنکھ کھل جائے اور وہ ایک رکعت پڑھ کر وتر توڑ دے اور انگوٹھ بنا دے پھر نماز تہجد کے بعد وتر پڑھ لے۔

دلیل جمہور.....: عن طلق بن علی قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلۃ (رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی) دلیل فریق ثانی.....: وعن ابن عمرؓ مرفوعاً اجعلوا آخر

صلواتکم باللیل وقرآ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۱) جواب.....: یہ امر استحبابی ہے اور استحباب بھی صرف اس صورت میں ہے جبکہ اول رات میں وتر نہ پڑھے ہوں باقی ابن عمر کا عمل ان کا اپنا اجتہاد تھا جو مرفوع حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

## باب القنوت

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ زمان قنوت وتر۔ ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک نماز وتر میں سال بھر دعائے قنوت پڑھنی چاہئے اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک صرف رمضان کے نصف اخیر میں وتروں میں دعائے قنوت پڑھنی چاہئے۔ مسئلہ ثانیہ مکان قنوت وتر..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک دعائے قنوت وتر میں رکوع سے قبل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک رکوع کے بعد ہے۔

مسئلتین میں دلائل احناف (۱)..... عن ابی بن کعبؓ ان رسول اللہ ﷺ کان یوتر فیقنت قبل الركوع (رواہ ابن ماجہ والنسائی بسند جید۔ (۲)..... عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ کان یوتر بثلاث و یجعل القنوت قبل الركوع (رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) یہ دونوں احادیث مطلق ہیں۔ اور رمضان کے ساتھ مقید نہیں۔ شوافع کی دلیل اول..... عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعبؓ فكان یصلی بهم عشرين ليلة ولا یقنت بهم الا فی النصف الباقی (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳) جواب نمبر ۱..... قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے عن عمر ان السنة اذا اتعصف رمضان ان یلعن الکفرة فی الوتر (مرقات جلد ۳، صفحہ ۱۸۲) جواب نمبر ۲..... یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حسن بصریؒ نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا۔ دلیل ثانی..... حدیث باب عن ابی ہریرہؓ قنت بعد الركوع (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳)

جواب..... یہاں قنوت سے مراد قنوت وتر نہیں۔ بلکہ قنوت نازلہ ہے جیسا کہ حدیث کے سیاق و سباق سے مفہوم ہوتا ہے اور قنوت نازلہ ہمارے نزدیک بھی رکوع کے بعد ہے اور یہ توجیہ حضرت انسؓ بن مالک کی متصل آئندہ حدیث سے بھی معلوم و ثابت ہوتی ہے۔ فقنت رسول اللہ ﷺ بعد الركوع شهراً یدعو علیہم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳) مسئلہ ثالثہ قنوت فی صلوٰۃ الصبح..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز صبح میں دائمی قنوت نہیں۔ بلکہ صرف حادثے کے وقت رکوع کے بعد ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دائمی قنوت مستحب ہے۔ دلائل احناف (۱)..... عن ابی ہریرہؓ قال کان رسول اللہ ﷺ لا یقنت فی صلوٰۃ الصبح الا ان یدعو لقوم او یدعو علی قوم (رواہ ابن حبان بسند صحیح)

(۲)..... عن انس ان النبی ﷺ قنت شهراً ثم تركه (رواہ ابوداؤد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳)  
(۳)..... ابو مالک اشجعی کے والد دائمی قنوت صبح کے متعلق فرماتے ہیں ای ہنسئ محدث (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۳) دلیل شوافع..... عن انس قال ما زال رسول اللہ ﷺ

قطنی والطحطاوی

یقنت فی الفجر حتی فارق الدنيا (رواه احمد والدارقطنی والطحطاوی)  
جواب نمبر ۱..... قنوت سے مراد قنوت نازلہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ ہمیشہ حادثے کے وقت صبح کی نماز  
میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور آخر زندگی تک اس معمول کو نہ چھوڑا تو یہ عمل منسوخ نہیں اور ممکن ہے کہ  
آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت بھی اس کی ضرورت درپیش ہو۔

جواب نمبر ۲.... قنوت کے معنی طول قیام کے مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ صبح کی نماز میں  
طول قیام فرماتے تھے۔

جواب نمبر ۳..... اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ راوی ضعیف ہیں جن کے متعلق احمد اور نسائی کہتے  
ہیں یس بالقوی۔ لہذا یہ روایت مذکورہ بالا صحاح احادیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

مسئلہ رابعہ الفاظ قنوت وتر..... ابوحنیفہ کے نزدیک نماز وتر میں دعائے قنوت اللهم انا نستعینک  
الخ اوئی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اللهم اهدنی فیمن ھدیت الخ اوئی ہے اور یہ پوری دعا  
مشکوٰۃ جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۲ پر درج ہے۔ دلائل احناف (۱)..... خالد بن ابی عمران سے مروی ہے کہ حضرت  
جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو اس دعا کی تعلیم دی ہے (رواه ابو داؤد و الطبرانی)

(۲)..... عن ابن عباس ان عمر بن الخطاب کان یقنت بالسورتین اللهم انا نستعینک  
واللهم ایاک نعبد (رواه الطحاوی وابن ابی شیبہ) (۳)..... حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں یہ دو  
سورتیں تھیں اور علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر اتقان میں فرماتے ہیں کہ یہ دو سورتیں منسوخ التلاوت ہیں۔

دلیل شواہح..... عن الحسن بن علی قال علمنی رسول اللہ ﷺ کلمات اقولہن فی  
قنوت الوتر اللهم اهدنی فیمن ھدیت الخ (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۲)

جواب..... آنحضرت ﷺ سے دونوں دعائیں منقول ہیں اور دونوں جائز ہیں لیکن اللهم انا نستعینک  
والی دعا جمہور صحابہ کرام کا معمول اور سابقہ جزء قرآن ہونے کی وجہ سے راجح و اولیٰ ہے اور اگر کوئی دونوں کو جمع  
کرے تو نور علی نور ہے۔

## باب قیام شہر رمضان

نفس تراویح سنت نبویہ ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تیس، پچیس، ستائیس کی رات کو جماعت  
کے ساتھ تراویح کا قیام فرمایا تیس کو مٹ لیل تک پچیس کو نصف لیل تک اور ستائیس کو اختتام سحری تک اور پھر  
لوگوں سے فرمایا گھروں میں الگ الگ پڑھو کہ کہیں یہ جماعت تراویح فرض نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ سے



آٹھ گیارہ، بیس رکعات تینوں روایات آئی ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ ان النسبی رحمۃ اللہ علیہ کہاں یقوم فی رمضان بعشرین رکعة فی غیر جماعۃ والوتر (سنن بیہقی جلد ۱، صفحہ ۲۹۶) پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں عدد رکعات تراویح، جماعت تراویح، ختم قرآن فی التراويح، قیام تراویح کی اول لیل یہ چاروں چیزیں شروع ہوئیں۔ حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کی تعداد معین قطعی کسی صحیح قوی سند سے ثابت و منقول نہیں۔ البتہ خلفاء راشدین اور جمہور تابعین سے بیس رکعات تراویح منقول ہیں اور آئمہ اربعہ کا بیس سے کم نہ ہونے پر اجماع ہے۔ لہذا یہی رائج ہے، امام مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں کیونکہ وہ تعالیٰ اہل مدینہ کو لیتے تھے اور اہل مدینہ چھتیس رکعات پڑھتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ کئے والے ہر ترویجہ کے بعد طواف کرتے اور طواف کے بعد دو گنا پڑھتے تھے تو ان کی ریس میں مدینہ والوں نے ہر ترویجہ کے بعد چار رکعت نفل پڑھنے شروع کر دیئے لیکن آخری ترویجہ کے بعد نہیں پڑھتے تھے تو اس طرح چار ترویجوں میں سولہ رکعات کا اضافہ ہوا اور کل میزان چھتیس ہو گیا۔

بیس رکعات تراویح کے دلائل (۱)..... ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت (۲) عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطابؓ فی شہر رمضان بعشرین رکعة (سنن بیہقی جلد ۲، صفحہ ۲۹۳) (۳)..... عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطابؓ فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة (موطا امام مالک)

آٹھ رکعت تراویح کے دلیل..... عن السائب بن یزید قال امر عمر ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوموا للناس باحدی عشر رکعة (رواہ مالک، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۵)

جواب..... یہ ابتدائے خلافت عمرؓ کے زمانے میں تھا پھر جب لوگوں کو تطویل قراءت سے مشقت ہوئی تو بیس رکعات مقرر ہو گئیں چنانچہ سائب بن یزید ہی کی دوسری روایت میں ہے قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطابؓ بعشرین رکعة والوتر (رواہ بیہقی فی کتاب المعرفة) علامہ نووی کتاب الخلاصہ میں فرماتے ہیں اسنادہ صحیح اور بیس رکعات تراویح کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خیر المصابیح فی عدد رکعات التراويح للشیخ مولانا خیر محمد صاحب قدس سرہ۔

## باب صلوٰۃ السفر..... (صفحہ ۱۱۸)

اعادہ ازیں فرمایا کہ میں خلیفہ المسلمین ہوں تمام مسلمانوں کا مسکن میرا ہی مسکن ہے، غرض آپ نے یہ ہرگز نہ

فرمایا کہ میں عزیمت پر نکل کر تا ہوں۔ ۱۱۳

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حکم قصر و اتمام صلوٰۃ فی السفر..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر صلوٰۃ واجب ہے اور اتمام ناجائز ہے۔ (۱) ثانیؒ کے نزدیک قصر صلوٰۃ رخصت ہے واجب نہیں اور اتمام افضل و عزیمت ہے۔ دلائل احناف (۱)..... آنحضرت ﷺ نے قصر پر موافقت با ترک فرمائی ہے جو علامت وجوب ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے صحبت رسول اللہ ﷺ فی السفر فلم یزد علی الرکعتین حتی قبضہ اللہ (رواہ البخاری وغیرہ) (۲)..... عن عائشہ قالت فرضت الصلوٰۃ رکعتین ثم ہاجر رسول اللہ ﷺ ففرضت اربعاً و ترکت صلوٰۃ السفر علی الفریضۃ الاولیٰ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۹) (۳)..... عن ابن عباسؓ قال فرض اللہ الصلوٰۃ علی لسان نبیکم ﷺ فی الحضر اربعاً و فی السفر رکعتین و فی الخوف رکعۃ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۹) شواہد کی دلیل اول..... قولہ تعالیٰ فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (پارہ ۵) کیونکہ جناح کی نفی اباحت کی دلیل ہے نہ کہ وجوب کی۔ جواب..... اس امر کا امکان تھا کہ صحابہ کرام یا دوسرے لوگ کثرت ثواب کے شوق میں قصر صلوٰۃ میں حرج محسوس کریں اس لئے اس وہم کو رفع کرنے کے لئے جناح کی نفی فرمادی۔ دلیل ثانی..... حضرت عائشہؓ اور حضرت عثمانؓ کا فعل سفر شرعی میں اتمام صلوٰۃ کا تھا جیسا کہ اسی باب میں جلد ۱، صفحہ ۱۰۹ پر فصل ثالث کی حدیث عائشہ میں مذکور ہے۔

جواب نمبر ۱..... یہ ان دونوں حضرات کا اجتہاد تھا کہ وہ قصر صلوٰۃ کے حکم کو سفر سیر کے ساتھ مخصوص سمجھتے تھے اور اگر سفر کے دوران کسی جگہ ٹھہر جاتے تو اس صورت میں ان کے نزدیک اتمام صلوٰۃ ضروری تھا۔

جواب نمبر ۲..... حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں نو مسلم اعراب کی تعلیم اور رفع مغالطہ کے لئے یہ اقدام کیا۔

جواب نمبر ۳..... حضرت عائشہؓ نے یہ اجتہاد کیا کہ وہ ام المؤمنین ہیں اس لئے ہر جگہ مقیم ہیں اور حضرت عثمانؓ نے مکہ میں کچھ عرصہ کے بعد نکاح کر لیا تھا جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے انہ ای عثمان صلیٰ بطنی اربع رکعات فانکر الناس علیہ فقال یا ایہا الناس انی تاہلت بمکہ منذ قدمت و انی سحبت رسول اللہ ﷺ یقول من تاہل ببلدہ فلیصل صلوٰۃ المقیم (مرقات جلد ۳، صفحہ ۲۲۶)

دلیل ثالث..... عن عائشہؓ قالت کل ذلک قد فعل رسول اللہ ﷺ قصر الصلوٰۃ و اتم (رواہ فی شرح السنۃ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۸) جواب نمبر ۱..... قصر صلوٰۃ کا تعلق سفر کے ساتھ ہے اور اتمام صلوٰۃ کا تعلق حضر کے ساتھ ہے۔ جواب نمبر ۲..... اتمام سے مراد اقامت سفر کا اتمام ہے۔

جواب نمبر ۳..... قصر صلوٰۃ کا تعلق رباعی نماز سے ہے اور اتمام صلوٰۃ کا تعلق ثلاثی و ثنائی نماز سے ہے۔

جواب نمبر ۴..... یہ حکم ابتدائی زمانے میں تھا پھر بعد میں قصر صلوٰۃ کے وجوب کا حکم ہو گیا۔

جواب نمبر ۵..... اس حدیث کی سند میں امیر المومنین بن یحییٰ ضعیف راوی ہے لہذا قوی احادیث کے مقابلے

میں یہ مرجوح ہے۔ دلیل رابع..... یعلیٰ بن امیہ کی حدیث میں قصر صلوٰۃ کے متعلق ارشاد نبوی ہے صدقۃ

تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقته (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۸، فصل اول) کیونکہ صدقہ نقل ہوتا

ہے نہ کہ واجب تو معلوم ہوا کہ قصر صلوٰۃ واجب نہیں۔

جواب نمبر ۱..... اللہ کے صدقہ نفلیہ کا قبول کرنا واجب ہے۔

جواب نمبر ۲..... صدقہ کبھی واجب بھی ہوتا ہے کما قال تعالیٰ انما الصدقات للفقراء (پارہ ۱۰)۔

جواب نمبر ۳..... فاقبلوا امر کا صیغہ ہے جس کی اصل وجوب ہے معلوم ہوا کہ قصر صلوٰۃ واجب ہے۔

مسئلہ ثانیہ مدت اقامت..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک سفر میں مدت اقامت پندرہ دن ہے اور شافعی و مالکیؒ

کے نزدیک چار دن۔ امام احمدؒ کے نزدیک چار دن سے زائد اور اسحق و ابن عباسؒ کے نزدیک انیس دن سے زائد

مدت ہے۔ دلیل احناف..... عن مجاہد ان ابن عمرؓ کان اذا جمع علی اقامة خمسة

عشر یوما تم الصلوٰۃ (رواہ ابن ابی شیبہ، سند صحیح)

دلیل شوافع..... یہ ہے کہ مہاجرین کے لئے مکہ میں اقامت ممنوع تھی لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ

نے ادائے حج کے بعد ان کو مکہ میں تین دن ٹھہرنے کی اجازت فرمائی۔ معلوم ہوا کہ تین دن کی اقامت حکم

اقامت میں نہیں بلکہ اس سے زائد مدت حکم اقامت میں ہے۔ جواب..... ہماری روایت مذکورہ

سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زائد مدت بھی حکم اقامت میں نہیں۔

دلیل ابن عباسؒ..... یہ ہے کہ ایک سفر میں آنحضرت ﷺ نے انیس روز تک قیام فرمایا لیکن اس کے

باوجود قصر کرتے رہے معلوم ہوا کہ کہ انیس دن سے زائد مدت حکم اقامت میں ہے (رواہ البخاری، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۱۱۸، فصل اول، حدیث رابع) جواب..... آنحضرت ﷺ کا قصر عدم نیت اقامت کی بناء پر تھا کہ

یکدم پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ عزم نہ تھا بلکہ امروز و فردا میں چلے جانے کا خیال تھا اور ایسی صورت میں مطلقاً

قصر صلوٰۃ ہے خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے ان اصحاب رسول اللہ

ﷺ اقاموا بمرہرز تسعة اشهر یقصرون الصلوٰۃ (رواہ البیہقی باسناد حسن علی حدیث ابن عمرؓ مقام

آذربائیجان میں چھ ماہ تک بلا نیت اقامت قصر کرتے رہے۔

۱۔ جن روایات سے بظاہر بعد غروب شفق مغرب پر دھنا معلوم ہوتا ہے جن میں شفق سے مراد شفق احمر ہے اور امام صاحب

شفق ابیض تک مغرب کا وقت کہتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ شفق احمر غالب ہو گیا نہ کہ شفق ابیض بھی کذا قال ابی حنیفہؒ

مسئلہ ثالثہ جمع بین الصلوٰتین ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بجز عرفات و مزدلفہ کی جمع کے اور کسی موقع پر جمع بین الصلوٰتین حقیقی جائز نہیں۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جمع حقیقی سفر میں مطلقاً اور حضر میں بارش کی وجہ سے جائز ہے۔ دلائل احناف (۱) قولہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ كانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً (پارہ ۵)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا وقت متعین ہے اور اس کا دوسری نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز نہیں۔

(۲) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال کان رسول اللہ ﷺ یصلی الصلوٰت لو فتنها الا بجمع و عرفات (رواہ النسائی جلد ۲، صفحہ ۳۶۳ باسناد صحیح) دلیل جمہور ..... احادیث باب ہیں یعنی

حدیث ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یجمع بین صلوٰۃ الظهر والعصر الخ اور حدیث

معاذ بن جبل قال کان النبی ﷺ فی غزوة تبوک اذا زاغت الشمس قبل ان یرتحل جمع

بین الظهر والعصر الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۸) جواب نمبر ۱ ..... مذکورہ بالا نصوص کی وجہ سے یہ احادیث

جمع صوری پر محمول ہیں۔ کیونکہ جمع حقیقی نص قطعی کے خلاف ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے قالت

کان رسول اللہ ﷺ فی السفر یؤخر الظهر ویقدم العصر ویؤخر المغرب ویقدم العشاء

(متدرک حاکم، مسند احمد، طحاوی، مسند حسن) اور حضرت نافعؓ سے مروی ہے ان ابن عمرؓ سار حتی اذا کان

الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی وغاب الشفق فصلی العشاء (کتاب الحج للامام محمد بن سعد حسن)

جواب نمبر ۲ ..... حدیث معاذ بن جبل کے متعلق ابوداؤد کہتے ہیں هذا حدیث منکر و لیس فی جمع

التقدیم حدیث قائم۔ مسئلہ رابعہ مقدار مسافت سفر شرعی ..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک سفر شرعی کی

مقدار مسافت تین دن رات کی مسافت ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک چار برید ہے اور ایک برید بارہ میل ہے تو

کل مقدار (۳۸) میل انگریزی بنتے ہیں۔ دلائل احناف (۱) ..... احادیث میں مسافر کے لئے مسح علی

الخصین کی مدت تین دن رات بیان کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ تین دن رات سے کم مسافت سفر شرعی کے حکم میں

نہیں ورنہ یہ حکم مسافرین کے تمام افراد کو شامل نہ ہوگا۔ (۲) ..... عن عمرو قال تقصر الصلوٰۃ فی

مسیرة ثلاث لیل (کتاب لا ینالیہ الامام محمد) دلیل جمہور ..... عن مالک بلغه ان ابن عباس کان

یقصر الصلوٰۃ فی مثل ما یکون بین مکة والطائف الخ قال مالک وذلك اربعة برد (رواہ فی المؤطا

بمشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۱۹) جواب نمبر ۱ ..... یہ ابن عباسؓ کا اجتہاد ہے جو حدیث مرفوع کے مقابلے میں مرجوح

ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... ہمارے نزدیک تین دن رات مسلسل چلنا مراد نہیں بلکہ سال کے سب سے

پھولے دن میں متوسط قوت و رفتار کے آدمی کا صبح صادق سے زوال آفتاب تک پیدل چلنا مراد ہے اور یہ

صاف راستے میں تقریباً اڑتالیس (۳۸) میل ہی بنتے ہیں فلذا اشکال (العلق اصح جلد ۲، صفحہ ۱۲۹)

## باب وجوبها ..... ای الجمعة

مسئلہ خلافیہ جمعہ فی القرۃ ..... مصر اور اطراف مصر اور قریہ کبیرہ میں بالاتفاق جمعہ جائز ہے اور جنگل میں بالاتفاق ناجائز ہے اور قریہ صغیرہ میں ابوحنیفہ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعی اور احمد کے نزدیک اس قریہ میں جمعہ جائز ہے جس میں کم از کم چالیس مرد آزاد، بالغ، عاقل ہمیشہ رہتے ہوں اور نماز و خطبہ جمعہ میں بھی ان چالیس آدمیوں کی حاضری شرط ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس قریہ میں جمعہ صحیح ہے جس میں گھر اور بازار متصل ہوں۔ دلائل احناف (۱)۔ ... قوله تعالى اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الي ذكر الله وذروا البيع (پارہ ۲۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کامل وہ مقام ہے جس میں کثرت سے تجارت اور خرید و فروخت ہوتی ہو اور وہ شہر ہے کیونکہ دیہات میں تو زیادہ کھیتی باڑی ہوتی ہے۔

(۲) ..... آنحضرت ﷺ جب ہجرت فرما کر قبا پہنچے تو بخاری کی روایت کے مطابق چودہ روز تک وہاں قیام فرمایا مگر اس کے باوجود وہاں آپ سے جمعہ پڑھنا ثابت نہیں حالانکہ جمعہ کی فرضیت ہجرت سے قبل وحی نفل کے ذریعے ہو چکی تھی جیسا کہ علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں اور ابن حجر مکی نے شرح المنہاج میں اور علامہ تاضی شوکانی نے نیل الاوطار میں اس کی تصریح کی ہے۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کامل شہر ہے بستی نہیں۔

(۳) ..... عن ابن عباس قال ان اول جمعة جمعت بعد الجمعة في مسجد رسول الله ﷺ في مسجد عبد القيس بجواثا (رواه البخاري) حالانکہ وفد عبد القیس ۸ھ میں فتح مکہ سے قبل مدینہ طیبہ میں آیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی بیسیوں آبادیاں ہو چکی تھیں مگر اس کے باوجود کہیں جمعہ پڑھنا ثابت نہیں۔ معلوم ہوا کہ جمعہ کا مقام مصر جامع ہے نہ کہ بستی بھی۔

(۴) ..... عن علي قال لا تشريق ولا جمعة الا في مصر جامع مصنف عبد الرزاق ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کی تضعیف کی ہے مگر چونکہ یہ تضعیف ابن اریطہ کی وجہ سے ہے حالانکہ اس حدیث کی دوسری قوی سندیں بھی موجود ہیں اس لیے یہ بلاشبہ حجت ہے۔

(۵) ..... عن حذيفة قال ليس على اهل القرى جمعة فانما الجمعة على اهل الامصار (رواه ابن ابی شیبہ بسند مرسل) فریق ثانی کی دلیل اول ..... قوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا نودي (پارہ ۲۸) کیونکہ یہ تمام اہل ایمان کو خطاب ہے۔ جواب: روایات مذکورہ کی وجہ سے و نیز وذروا البيع کے قرینے سے یہاں اسم موصول الذین عہد کے لیے ہے اور اس سے مراد شہری مسلمان ہیں کما مر سابقاً۔

دلیل ثانی ..... ابن عباس کی جواثا والی مذکورہ بالا روایت کیونکہ سنن ابی داؤد میں اس روایت میں یہ الفاظ

زائد ہیں قریب من قرى البحرين۔ جواب.....: قریہ کا اطلاق بستی کی طرح شہر پر بھی آتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهله (پارہ ۵) اس سے مراد شہر مکہ ہے اور واسئل القرية التي كنا فيها (پارہ ۱۳) اس سے مراد شہر مصر ہے اور قاموس میں ہے القرية المصر الجامع تو قریہ کے اطلاق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو اٹا بستی ہے بلکہ اس میں بستی و شہر دونوں کا احتمال ہے۔ لہذا اب اس کا فعلہ اطلاق سے ہونا چاہیے تو تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اٹا بحرین کا ایک تجارتی مرکز اور مشہور قلعہ تھا جس تاریخ سے ہونا چاہیے تو تاریخی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اٹا بحرین اور علامہ جوہری کی کتاب الصحاح اور میں ہزاروں کی آبادی تھی چنانچہ بمسوط میں ہے انہما مدینۃ فی البحرین اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح زحمری کی بلدان اور سیوطی کی درعمر میں ہے حصن فی البحرین اور علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ جو اٹا ایک شہر ہے جس میں چار ہزار کی آبادی تھی معلوم ہوا کہ جو اٹا بستی نہیں شہر تھا۔ دلیل ثالث..... عن ابی ہریرۃ "انہم کتبوا الی عمر ینسلون الجمعة لکتب جمعوا حیث ما کنتم (ابن ابی شیبہ) جواب نمبر ۱..... حضرت ابو ہریرہ "خلافت فاروقی میں بحرین کے گورنر تھے اور گورنر کا محل قیام شہر ہوتا ہے نہ کہ بستی تو مطلب یہ ہے جمعوا حیث ما کنتم من الامصار معلوم ہوا کہ کل جمعہ شہر ہے۔ جواب نمبر ۲..... دلائل و نصوص مذکورہ کی وجہ سے حیث ما کنتم شہر کے ساتھ مقید ہے۔

## باب الخطبة والصلوة

الفصل الاول..... وعن جابر..... قوله: اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين..... مسئلہ خلاقیہ..... ابو حنیفہ، مالک، سفیان ثوری، ماتح بن راہویہ اور جمہور صحابہ کرام و تابعین کے نزدیک خطبے کے دوران نفل پڑھنا جائز نہیں اور شافعی اور احمد کے نزدیک تحیۃ المسجد کا دو گانہ پڑھنا مستحب ہے۔ دلائل جمہور (۱)..... عن ابن عمر قال سمعت النبی ﷺ يقول اذا دخل احدكم المسجد والامام على المنبر فلا صلوة ولا كلام حتى يفرغ الامام من خطبته (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن)۔ (۲)..... حدیث ابی ہریرہ "مرنوعا اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۲) حالانکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے تو جب واجب ناجائز ہے تو نفل بطریق اولیٰ ممنوع ہے دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... روایات مذکورہ کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے اور بخطبہ یعنی یزید ان بخطبہ ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ ابتداء پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۳..... بحر میح سے راجح ہوتا ہے (بذل المحمود)

## باب صلوٰۃ الخوف ..... (صفحہ ۱۲۲)

یہاں دو مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حکم صلوٰۃ الخوف ..... امام یوسفؒ کی ایک روایت میں نماز خوف ضروری ہے کی خصوصیت تھی۔ امام مزنی شافعیؒ تنخ کے قائل ہیں۔ لیکن آئمہ اربعہ کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ دلیل جمہور ..... یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ابو موسیٰ نے اصفہان میں اور ابن

عمر، ابن عباسؓ، حدیفہؓ وغیر ہم نے طبرستان میں نماز خوف پڑھی ہے (او جز المساک جلد ۲، صفحہ ۲۶۰)

دلیل ابی یوسف و مزنی . قوله 'نعالیٰ و اذا كنت فيهم فاقعت لهم الصلوة' (پارہ ۵) کیونکہ اس میں خاص آنحضرت ﷺ کے لئے خطاب ہے۔ جواب ..... یہ قید اتفاقی و واقعی ہے جیسا کہ قصر صلوٰۃ کے حکم میں ان عفتہم کی قید واقعی ہے (بذل المجموع جلد ۲، صفحہ ۲۳۵)

مسئلہ ثانیہ طریقہ صلوٰۃ الخوف ..... احادیث سے صلوٰۃ الخوف کی سولہ صورتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن ان میں سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک افضل صورت یہ ہے کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے پھر وہ دشمن کے مقابلے میں چلا جائے اور اب دوسرا گروہ آجائے امام اس کو دوسری رکعت پڑھا کر سلام پھیرے پھر یہ دوسرا گروہ چلا جائے اور پہلا گروہ واپس آ کر یا اپنی جگہ پر باقی نماز لاحق کی طرح بدون قراءت کے ادا کر لے اور اس کے بعد دوسرا گروہ مسبوق کی طرح قرأت کے ساتھ باقی نماز پڑھے اور شافعی و مالک کے نزدیک افضل صورت یہ ہے کہ امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھا کر انتظار کرے حتیٰ کہ وہ اپنی نماز پوری کر کے واپس چلا جائے اور اب دوسرا گروہ آجائے امام اس کو دوسری رکعت پڑھا کر پھر انتظار کرے یہاں تک کہ وہ اپنی نماز پوری کر لے تب امام ان کے ساتھ سلام پھیرے۔ دلیل احناف ..... حدیث ابن عمرؓ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۲)

دلیل شوافع ..... حدیث یزید بن رومانؓ بحوالہ مذکورہ۔ جواب ..... یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے۔

وجوہ ترجیح مذہب حنفی ..... پانچ ہیں۔ وجہ اول ..... یہ صورت ظاہر قرآن کے موافق ہے کیونکہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم (پارہ ۵، رکوع ۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ طائفہ اولیٰ

یعنی رکعت کا سجدہ کرتے ہی واپس چلا جائے۔ وجہ ثانی ..... حدیث ابن عمرؓ صحیح ستہ میں موجود ہے۔

وجہ ثالث ..... ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ، حدیفہؓ، جابرؓ، زید بن ثابتؓ ان پانچ حضرات صحابہ کرام کی مرفوع

روایات سے بھی ہمارے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ وجہ رابع ..... شافعیہ کے طریقہ پر قلب موضوع لازم

آتا ہے کیونکہ اس میں امام کو مقتدی کے تابع ہو کر اس کی انتظار کرانی پڑتی ہے۔

وجہ خامس ..... ابن عباسؓ کا اثر موقوف بھی اسی طریقے پر وال ہے۔

## باب صلوة العیدین ..... (صفحہ ۱۲۵)

یہاں دو بھی مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ حکم صلوة العیدین ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز عید واجب ہے۔ اور شافعیؒ و مالکیؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ ابو سعیدؓ اصطخری شافعیؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ولائل احناف (۱) ..... قولہ 'تعالیٰ فصل لربک وانحو (سورۃ الکوثر) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے نماز عید مراد ہے اور مطلق امر وجوب کے لئے ہوتا ہے (۲) ..... آنحضرت ﷺ نے نماز عید پر بشارت موانعت فرمائی ہے۔ جو علامت وجوب ہے۔ دلیل شوافح ..... حدیث اعرابی فقال هل علی غیرہن فقال لا الا ان تطوع (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳)

جواب نمبر ۱ ..... وہ شخص دیدہائی تھا اور دیہات میں نماز عید واجب نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۲ ..... اس حدیث میں ہچگانہ نماز کی فرضیت کا بیان ہے اور ہم تو نماز عید کے وجوب کے قائل ہیں نہ کہ فرضیت کے۔ جواب نمبر ۳ ..... حضور ﷺ نے فریضہ یومیہ بیان فرمایا ہے اور نماز عید تو فریضہ سنویہ ہے۔ جواب نمبر ۴ ..... یہ وجوب نماز عید سے قبل کا واقعہ ہے۔

مسئلہ ثانیہ عدد تکبیرات عیدین ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز عید میں زائد تکبیرات چھ ہیں تین پہلی رکعت میں قرأت سے قبل اور تین دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں ہیں اور دونوں رکعات میں قرأت سے قبل ہیں۔

دلیل احناف ..... عن سعید بن العاص قال سالت ابا موسیٰ وحذیفہ کیف کان رسول اللہ ﷺ یكبر فی الاضحی والقطر فقال ابو موسیٰ کان یکبر اربعا تکبیرة الجنائز فقال حذیفہ صدق (رواہ ابوراؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۵) دلیل آئمہ ثلاثہ ..... عن کثیر بن عبد اللہ عن ابيه عن جده ان النبی ﷺ کبر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءة وفی الاخرة خمساً قبل القراءة (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۶) جواب ..... مذکورہ روایت کے مقابلے میں یہ حدیث مرجوح ہے کیونکہ کثیر بن عبد اللہ کے متعلق یحییٰ بن معین فرماتے ہیں لیس بشی اور شافعیؒ و ابوراؤد کہتے ہیں کن من ارکان الکذب اور نسائی کا قول ہے لیس بئقة (حاشیاً آثار السنن جلد ۲، صفحہ ۱۵۴)

## باب فی الاضحیة ..... (صفحہ ۱۲۷)

مسئلہ خلافیہ ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک: مقیم صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ و صاحبین کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں۔ ولائل احناف (۱) ..... قولہ 'تعالیٰ وانحو (سورۃ



الکوثر) کیونکہ مطلق امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ (۲)..... آنحضرت ﷺ نے قربانی پر دس سال تک مواظبت با ترک فرمائی ہے جو دلیل وجوب ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ ﷺ بالمدينة عشر سنين يضحى (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۹) (۳)..... حدیث جناب مرفوعاً من ذبح قبل الصلوٰۃ فيذبح مكانها اخرى (متفق عليه، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۶) کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو اعادے کا حکم نہ ہوتا۔

جمہور کی دلیل اول..... حدیث ام سلمہ مرفوعاً اذا دخل العشر و اراد بعضكم ان يضحى فلا يمسه من شعره و بشره شيئا (رواه مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۲۷) کیونکہ اس حدیث میں قربانی کو ارادے کے ساتھ معلق ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ واجب نہیں۔ جواب..... ارادے کے تعلق وجوب و سنت دونوں صورتوں کے ساتھ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے من اراد الجمعة فليعجل۔ دلیل ثانی..... ایک حدیث میں ہے ان ابا بكر و عمر كانا لا يضحيان مخافة ان يري الناس ذلك و اجبا۔ جواب..... حضرات شیخین صاحب نصاب نہ تھے اس لئے وہ قربانی نہیں کرتے تھے تاکہ فقراء پر وجوب کا شبہ نہ ہو۔

## باب صلوٰۃ الخسوف ..... مسئلہ خلا فیہ..... ابوحنیفہ کے نزدیک نماز کسوف کی

ہر رکعت میں حسب معمول ایک رکوع ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک دو رکوع ہیں۔

دلائل احناف (۱)..... عن النعمان بن بشير ان النبي ﷺ صلى حين انكسفت الشمس مثل صلواتنا ير كع ويسجد (رواه النسائي، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۰)

(۲)..... عن قيصة الهلالي قال خسفت الشمس على عهد رسول الله ﷺ الي قوله قال قال رسول الله ﷺ فصلوا كما حدثت صلوٰۃ صليتموها من المكتوبه (رواه ابوداؤد، والنسائي بسند صحيح)۔

(۳)..... عن ابى بكر انه صلى ركعتين مثل صلواتكم هذه في كسوف الشمس والقمر (رواه الحاكم وقال هو على شرط الشيخين) دلائل جمہور..... حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کی وہ احادیث ہیں جو اسی باب کی فصل اول کے شروع میں جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰ پر مذکور ہیں۔

جواب نمبر ۱..... نماز کسوف کے رکوع کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی فعلی احادیث مختلف و مضطرب ہیں چنانچہ اسی باب میں ایک رکوع سے پانچ رکوع تک کی روایات موجود ہیں لیکن ان کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ کی قولی حدیث اضطراب سے محفوظ ہیں لہذا وہی راجح و معتبر اور قوی ہیں۔

جواب نمبر ۲..... آنحضرت ﷺ نے نماز کسوف میں رکوع بہت لمبا کیا تو پہلی صف والے بار بار سر اٹھا کر دیکھتے کہ آپ ﷺ رکوع میں ہیں یا نہیں تو ان کے بار بار دیکھنے اور سر اٹھانے کی وجہ سے پچھلی صف والوں کو تعدد رکوعات کا مبالغہ ہو گیا۔

جواب نمبر ۳..... نماز کسوف میں آنحضرت ﷺ کے سامنے دوزخ کا منظر پیش کیا گیا تو گھبراہٹ کی وجہ سے کبھی سر اٹھاتے اور پیچھے ہٹتے اور اس سے بعض حضرات کو تعدد رکوعات کا خیال ہو گیا۔

جواب نمبر ۴..... درو رکوعات کے راوی عائشہ اور ابن عباس ہیں اور یہ دونوں پچھلی صفوں کے دو مقتدی ہیں

لہذا ان کے مقابلے میں دوسرے حضرات کی روایات راجح ہیں۔ (اوز المسائلک جلد ۲، صفحہ ۳۰۱)

**باب الاستسقاء..... مسئلہ خلافیہ..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز سنت مؤکدہ نہیں بلکہ فقط مستحب ہے اور استسقاء کی سنت محض دعا سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ لیکن امام شافعیؒ اور صاحبین وغیرہم کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز باجماعت کا دو گنا سنت مؤکدہ ہے۔**

**دلائل احناف (۱).....** استسقاء کی اکثر احادیث میں نماز کا ذکر نہیں مثلاً حدیث "بد اللہ بن زید" فصل ثانی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۱ اور حدیث عمرو بن شعیب جلد ۱، صفحہ ۱۳۲ اور حدیث جابر جلد ۱، صفحہ ۱۳۲ وغیرہ ذلک۔

(۲)..... عن عطاء بن ابی مروان عن ابیہ قال خرجنا مع عمر بن الخطاب نسسقی فما زاد علی الاستسقاء (ابن ابی شیبہ) دلیل شواہد..... حدیث باب ہے۔

جواب..... اس حدیث سے استسقاء کے لئے نماز پر مداومت اور اس کی کثرت ثابت و معلوم نہیں ہوتی لہذا وہ سنت مؤکدہ نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔

**باب غسل المیت و تکفینہ..... الفصل الاول..... عن ام عطیہؓ**

، قوله، فضفرنا شعرها ثلثة قرون..... مسئلہ خلافیہ..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کے بال اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں اور ان کا گوندھنا مسنون نہیں۔ شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک تین لمحوں اور تین چوٹیوں میں گوندھنا مسنون ہے۔ دلیل احناف..... ایک حدیث میں ہے ان النساء کن ضفرون

اشعارها فقالت عائشہ لم لا تترکن علی حالها (مصنفہ عبدالرزاق) دلیل شواہد حدیث باب ہے۔

جواب..... یہ غسل دیئے والیوں کا اپنا فعل تھا اور حضور ﷺ کا حکم یا اذن ثابت نہیں۔

**وعن عائشہؓ..... قوله، لیس فیہا قمیص..... مسئلہ خلافیہ..... ابوحنیفہؒ کے**

زودیک مرد کے لئے دو چادریں اور ایک قمیص یعنی کفنی مسنون ہے اور شافعیؒ کے نزدیک تین چادریں کافی ہیں

اور قیص مسنون نہیں۔ دلائل احناف (۱)..... عن ابن عباس قال كفن رسول الله ﷺ في  
ثلاثة اثواب نجرانية الحلة ثوبان والقميص الذي مات فيه (رواه ابوداؤد)

(۲)..... عن جابر قال كفن رسول الله ﷺ في ثلاثة اثواب قميص وازار ولفافة (کامل بن عدی)  
وسئل شوانع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱۰۰... اس حدیث میں مستقل قیص کی نفی مراد ہے۔  
جواب نمبر ۲..... آنحضرت ﷺ کے کفن کا حال بنسبت صحابیات کے صحابہ کرام کو زیادہ معلوم ہے لہذا ابن  
عباس اور جابر کی روایات حضرت عائشہ کی روایت کے مقابلے میں راجح ہیں۔

وعن عبد الله بن عباس..... قوله 'لا تمسوه بطيب ولا تخمره وارأسه  
(صفحہ ۱۲۳) مسئلہ خلاقیہ... ابوحنیفہ مالک کے نزدیک محرم میت کا حکم دوسرے موتی کی طرح ہے کہ اس کا سر  
ڈھانکنا اور خوشبو لگانا دونوں باتیں درست ہیں اور شافعی و احمد کے نزدیک دونوں باتیں درست نہیں۔ دلائل  
احناف (۱)..... عن ابن عباس عن رسول الله ﷺ في المحرم يموت قال خمره (رواه  
الدارقطني) (۲)..... عن عائشة قالت اصنعوا به ما تصنعون سموتاكم (موطا امام مالک)

وسئل شوانع..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ اس محرم صحابی کی خصوصیت پر محمول ہے جیسا کہ  
فوق صتہ ناقصہ اور فاتہ، یبعث یوم القيامة ملیباے معلوم ہوتا ہے۔

**باب المشی بالجنائزہ والصلوٰۃ علیہا..... الفصل الاول**  
..... وعنہ 'قوله' اذا رأیت الجنائزۃ فقوموا..... جمہور علماء کے نزدیک  
جنائزہ کے لئے کھڑے ہونے کی احادیث منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث علی ہے قال کان رسول الله  
ﷺ امرنا بالقیام فی الجنائزۃ ثم جلس بعد ذلك فامرنا بالجلوس (رواه احمد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ  
۱۲۷) لہذا میت کے لئے کھڑا نہ ہونا چاہیے لیکن بعض علماء نے کہا کہ کھڑا ہونا مستحب ہے۔

وعنه 'ان النبي ﷺ نعى للناس النجاشی الخ..... مسئلہ خلاقیہ... ابوحنیفہ کے  
نزدیک غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں اور شافعی کے نزدیک درست ہے۔ وسیل احناف..... یہ ہے کہ بہت  
سے صحابہ کرام عزوات اور سفرات میں فوت ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ سے ان کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت نہیں  
حالانکہ آپ ﷺ کا ارشاد یہ تھا لا يموت احدكم الا اذتموني به فان صلوتی علیہ رحمة له۔

وسئل شوانع..... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی کیونکہ آپ کے لئے  
نجاشی کا جنازہ منکشف ہو گیا تھا چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے کشف للنبي ﷺ عن سوير النجاشی

حتیٰ راہ و صلی علیہ (مرقات جلد ۲، صفحہ ۲۶)

و عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ..... قوله 'وانه کبر علی جنازة خمساً  
..... مسئلہ خلاقیہ : نمبر ۱۰۰ کے نزدیک نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں۔ لیکن بعض علماء ابن ابی لیلیٰ  
وغیرہ کے یہاں چار سے زائد ہیں۔ دلیل جمہور ..... صحاح ستہ کی بہت سی احادیث ہیں مثلاً حدیث نجاشی و  
کمر اربع تکبیرات جو ابھی جلد ۱، صفحہ ۱۳۴ پر گزری ہے۔ دلیل فریق ثانی ..... حدیث باب ہے۔

جواب ..... یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے اور منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس کی حدیث میں ہے آخر ما کبر  
النبی ﷺ علی الجنائز اربع تکبیرات و کبر عمر علی ابی بکر و کبر ابن عمر علی  
عمر و اربعاً و کبر الحسن علی علی و کبر الحسین علی الحسن و کبر  
الملائکة علی آدم علیہ السلام اربعاً (حاکم، طبرانی، بیہقی)

و عن طلحة بن عبد الله بن عوف ..... قوله 'فقراً فاتحة الكتاب  
الخ (صفحہ ۱۳۵) مسئلہ خلاقیہ ابو حنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں فاتحہ کا پڑھنا بیعت قرأت درست  
نہیں البتہ بیعت و عاودت اور مست ہے۔ امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ میں فاتحہ کی قرأت مسنون ہے۔

دلیل احناف ..... عن نافع ان عبد الله بن عمر كان لا يقرأ في الصلوة علی الجنائز  
(موطا مالک) شوافع کی دلیل اول ..... حدیث باب ہے۔ جواب ..... حدیث مذکور کے قرینے سے  
یہ دعاء و شاپر محمول ہے اور مقصد یہ ہے کہ دعاء کی سنت فاتحہ سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ دلیل ثانی ..... حدیث  
ابن عباس جو مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۶ پر مذکور ہے جواب ..... ترمذی فرماتے ہیں لهذا حدیث لیس اسنادہ  
سذلک القوی و ابو اہیم بن عثمان الراوی منکر الحدیث ....

و عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ..... قوله 'والله لقد صلی رسول  
الله ﷺ علی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل و اخیه . مسئلہ خلاقیہ

ابو حنیفہ و مالک کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے ..... اور شافعی و احمد کے نزدیک  
بلا کر بہت جائز ہے بشرطیکہ مسجد کے ملامت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ دلائل احناف (۱) ..... حدیث ابی  
ہریرة قال من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء له (ابوداؤد و مسند احمد، طحاوی و مسند حسن)۔

(۲) ..... نجاشی کی نماز جنازہ کے لئے حضور ﷺ عید گاہ تشریف لے گئے اور مسجد میں نہ پڑھی (مشکوٰۃ  
جلد ۱، صفحہ ۱۳۴) (۳) ..... مدینہ طیبہ میں جنازہ گاہ مسجد سے الگ مقرر تھی۔

دلیل شوافع حدیث باب ہے۔ جواب.... تمام صحابہ کرام کا انکار کرنا خود عدم جواز اور نسخ کی دلیل ہے۔ باقی آنحضرت ﷺ کا فعل کسی عذر کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ تکلف تھے یا بارش کی حالت تھی لیکن حضرت عائشہ نے اس حکم کو عام سمجھ لیا تو یہ ان کی اجتہاد کی خط تھی۔

وعن سمرة بن جندب... قوله 'فقام وسطها'..... مسکله خلافیہ..... امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام مطلقاً میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔ امام شافعی کے نزدیک مرد کے سر کے اور عورت کی کمر کے برابر کھڑا ہونا چاہئے۔ ولأکل احناف (۱)..... عن نافع ابی غالب قال صلیت خلف انس علی جنازة فقام حیاں صدره (مسند احمد) (۲)..... عن ابراهیم النخعی قال يقوم الرجل الذی یصلی علی الجنازة عند صدرها (طحطاوی)۔ شوافع کی دلیل اول..... حدیث باب ہے۔

جواب.... صدر بھی وسط ہے کیوں کہ اس کے اوپر سر اور دونوں ہاتھ اور اس کے نیچے پیٹ اور دو رانیں ہیں۔ دلیل ثانی..... حدیث نافع ابی غالب جو مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱ پر مذکور ہے اور جس میں حیاں رأسہ کے لفظ آئے ہیں۔ جواب..... مسند احمد میں نافع ابو غالب کی حدیث میں اس کے برخلاف صدر کا لفظ مروی ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔ لہذا تعارض کے وقت استدلال درست نہیں یا اس سے مراد سر کی طرف تھوڑا سا میلان ہے۔ وعن جابر..... قوله 'ولم یصل علیہم ولم یغسلوا'..... مسکله خلافیہ ابو حنیفہ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور شافعی کے نزدیک نہ پڑھی جائے۔

دلیل احناف عن عطاء بن ابی رباح قال ان السبی بنی علی قتلی احد (روہ ابو داؤد) اور گویہ روایت مرسل ہے مگر جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے بالخصوص جبکہ اس کے مؤیدات بھی موجود ہوں۔ دلیل شوافع حدیث باب ہے۔

جواب..... اصول حدیث کا مسلم قاعدہ ہے کہ مثبت ثانی سے راجح ہوتا ہے۔

الفصل الثانی..... عن المغيرة بن شعبه..... قوله 'الراكب يسير خلف الجنازة'..... بل اعذر سوار ہو کر جنازے کیساتھ چلنا مکروہ ہے اور پیدل چلنا افضل ہے جیسا کہ حدیث ثوبان سے معلوم ہوتا ہے جو اس جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ پر مذکور ہے باقی یہ حدیث باب عذر پر یا بیان جواز پر محمول ہے۔

قوله 'والماشی یمشی خلفها و امامها'..... مسکله خلافیہ..... ابو حنیفہ کے نزدیک جنازہ کے پیچھے چن اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک آگے چن افضل ہے۔

والأکل احناف (۱)..... حدیث ابن مسعود فرموا الجنازة متبوعة ولا تبع لیس معها من تقدمها

(رواہ الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۶) اور گو ترمذی نے ابو ماجد راوی کو مجہول کہا ہے مگر چونکہ وہ امام صاحب کے زمانے کے بعد کاراوی ہے لہذا اس کا ضعف مضر اور قاصر نہیں۔

(۲) ... عن عبد الرحمن بن ابی زبیر قال كنت امشى في جنازة فيها ابو بكر وعمر وعلي

وكان ابو بكر وعمر يمشيان امام الجنازة وعلي يمشي خلفها فقلت بعلي اراك تمشي

خلف الجنازة وهذا يمشيان امامها فقال علي لقد علما ان فضل المشى خلفها على

المشى امامها كفضل صلوة الجماعة على صلوة الفذ ولكنهما احبا ان تيسر ا على الناس

(طحاوی مسند عبد الرزاق مصنف ابن ابی شیبہ بند صحیح) دلیل آئمہ ثلاثہ ..... احادیث باب ہیں۔

جواب ... یہ احادیث عذر پر یا بیان جواز پر یا لطم و ضبط پر محمول ہیں جیسا کہ حضرت علیؑ کے ارشاد سے معلوم

ہوتا ہے۔ قولہ 'والسقط يصلى عليه' (صفحہ ۱۳۶) مسئلہ خلافیہ ..... ابو حنیفہ، مالک اور شافعی

کے نزدیک اگر بچے کی زندگی صوت یا حرکت وغیرہ سے معلوم ہو جائے تب تو اس کی نماز پڑھی جائے ورنہ نہیں۔

امام حماد کے نزدیک اگر بچہ چار ماہ دس روز کے بعد پیدا ہو تو بہر حال اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

دلائل جمہور (۱) ..... حدیث جابر مرفوعاً الطفل لا يصلى عليه ولا يرث ولا يورث حتى

يستهل (رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۳۸) نمبر ۲ ..... حدیث جابر اذا استهل الصبي

صلى عليه وورث (رواہ النسائی) دلیل حنابلہ ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ ... حضرت جابرؓ کی حدیث مفصل ہے اور مفصل حدیث مجمل و مبہم پر حاکم و مقدم ہوتی ہے۔

جواب نمبر (۲) ... یہاں سقط سے مراد طفل ہے بشرطیکہ اس کی زندگی محسوس ہو جائے۔

جواب نمبر ۳ ... حدیث میں چار ماہ دس روز کی قید مذکور نہیں۔

وعن ابی هريرة ... قوله 'حمل جنازة سعد بن معاذ بين العمودين' ...

مسئلہ خلافیہ ابو حنیفہ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ چار آدمی جنازہ کے چاروں پائے اٹھائیں اور شافعی

کے نزدیک افضل یہ ہے کہ ایک آدمی آگے سے اور دو آدمی پیچھے سے اٹھائیں۔

دلیل احناف ... حدیث انس من حمل جوانب السرير الاربع كفر الله عنه اربعين كبيرة

(رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط) دلیل شوافع ... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... یہ واقعہ جزئیہ ہے

۱. عداوہ از میں ابو ماجد اگرچہ مجہول ہیں لیکن اور کسی قسم کی ان میں خرابی نہیں۔ بڑے بڑے محدثین سفیان ثوری و ابن عیینہ و شعبہ جیسے ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۲۳

جو حدیث علی کے مقابلہ میں مروج ہے۔ جواب نمبر ۲۔ یہ حدیث تنلی مکان پر یا قلت مالین پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے بھی زیادہ قوی نہیں۔

وعن ابی ہریرة..... قوله 'اذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء..... نماز جنازہ کے بعد اجتماعی بیعت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ اور بدعت ہے کیوں کہ بیعت کذا یہ کے ساتھ یہ دعا آنحضرت ﷺ صحابہ و تابعین اور آئمہ اربعہ میں سے کسی سے بھی ہرگز ثابت نہیں۔ چنانچہ بحر الرائق جلد ۲، صفحہ ۱۸۳ میں ہے ان الدعاء بعد الجنازة مکروہ ولا يدعو بعد التسليم اور تادی سراجیہ صفحہ ۳۳ میں ہے اذا فرغ من الصلوة لا يقوم للدعاء اور مرقات جلد ۴، صفحہ ۲۱۹ میں ہے ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة لانه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة۔ لیکن بدعتی لوگ مرجحہ دعا بعد الجنازہ پر اصرار کرتے ہیں۔ اہل بدعت کی دلیل اول..... حدیث باب ہے کیوں کہ صلینم ماضی کا صیغہ ہے معلوم ہوا کہ اخلاص دعا کا حکم نماز جنازہ کے بعد ہے۔ جواب..... اس حدیث کے معنی یہ ہیں اذا اردتم الصلوة على الميت فاخلصوا له الدعاء جیسا کہ اذا فتمت الى الصلوة فاغسلوا الخ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله اور اذا اتى احدكم الجمعة فليغتسل وغیرہ میں ہے۔ اس کا مزید قرینہ یہ ہے کہ پہلی اس حدیث کو باب الدعاء فی الصلوة علی الجنازة میں لائے ہیں (تیسری جلد ۴، صفحہ ۲۲۵) وعلى هذا يجزى صنيع صاحب المشكوة۔ دلیل ثانی..... ان عند الله من سلام فاتته الصلوة على جنازة عمر فلما حضر قال ان سبقتوني بالصلوة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له (بموسوٹر حسی جلد ۲، صفحہ ۶۷)

جواب نمبر ۱..... اس میں نماز کے بعد متصل دعا کا ذکر نہیں بلکہ مطلق دعا کا ذکر ہے جس کی ممانعت نہیں۔  
 جواب نمبر ۲..... یہ روایت فقہاء کی نظر میں بھی تھی لیکن انہوں نے اس کے باوجود دعا کی نفی کی ہے۔  
 جواب نمبر ۳..... یہ انفرادی دعا پر محمول ہے۔ دلیل ثالث..... امام فضلی نے دعا بعد الجنازہ کے بارے میں لا باس بہ کہا ہے۔ جواب نمبر ۱..... علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ لفظ مکروہ ترکیبی پر بولا جاتا ہے۔  
 جواب نمبر ۲..... زیادہ سے زیادہ اس لفظ سے اہانت ثابت ہو سکتی ہے اور فقہاء کا سلمہ قاعدہ ہے کہ اگر عوام کسی مستحب کو واجب سمجھنے لگیں تو اس کا ترک واجب ہے چہ جائیکہ وہ مباح ہے۔  
 دلیل رابع..... مطلق دعا کی فضیلت میں بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں۔  
 جواب..... خاص دعویٰ کے لئے عام دلیل ہونا عقلاً و شرعاً دونوں طرح باطل ہے۔

باب دفن المیت..... (صفحہ ۱۳۸) الفصل الاول وعن ابن

عباس قال جعل فی قبر رسول اللہ ﷺ قطیفة حمراء .. قبر میں کفن کے

غزادہ اور کپڑا رکھنا اور بچھنا مکروہ ہے کیوں کہ اس میں اسراف ہے۔ حدیث باب کا جواب نمبر ۱۔

یاد رہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مولیٰ حضرت عثمان نے صحابہ کی اجازت کے بغیر رکھی تھی اور وہ یہ بیان کی تھی

کہ ہمت ان یلسسھا احد بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جواب نمبر ۲۔ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی۔

جواب نمبر ۳ حافظ ابن مہدی کتاب الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ وہ چادر بعد میں نکال لی گئی تھی۔

(التعلیق الصبح) چنانچہ شیخ عراقی الفیہ السنۃ میں فرماتے ہیں۔

وفرشت فی قبرہ قطیفة وقیل اخرجت و هذا اثبت

جواب نمبر ۴۔۔۔ وہ زمین نرم تھی لہذا مزید چادر بچھادی گئی۔

وعن سفیان التمار..... انه رای قبر النبی ﷺ مسنما... مسئلہ خلافیہ

ابوظیفہ، مالک اور احمد کے نزدیک قبر کا مسنم یعنی بصورت کو ہان شتر ہونا افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک

مسلم یعنی ہموار اور پھیلا ہوا ہونا افضل ہے۔ دلائل جمہور (۱) حدیث باب (۲) عن سفیان

ذیل دحلت البیت الذی فیہ قبر النبی ﷺ وقبر ابی بکر و عمر مسنما (ابن ابی شیبہ)

ذیل شوافع..... عن ابی الھیاج الاسدی الی قولہ ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ (رواہ مسلم مشکوٰۃ

جلد ۱ صفحہ ۱۳۸) جواب۔۔۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو قبر بہت بلند ہو یا اس پر تعمیر ہو اس کو پست کر

دیا جائے اور منادیا جائے۔ وعن ابن عباس قال سئل رسول اللہ ﷺ من قبل

رأسہ مسئلہ خلافیہ ابوظیفہ کے نزدیک میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا افضل ہے کیوں کہ قبلہ کی

جانب شہم ہے اور شافعی کے نزدیک قبر کے پاؤں کی جانب سے بصورت سل اتارنا بہتر ہے۔

ذیل احناف نمبر ۱۔ حدیث ابن عباس ان النبی ﷺ دخل قبر الیلا فاسرج له بسراج

فاخذ من قبل القبلة (رواہ الترمذی مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸) اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

ذیل نمبر ۲۔ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ و ابو بکر و عمر یدخلون

المیت من قبل الکعبۃ (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر) شوافع کی دلیل اول۔۔۔ حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱۔ یہ سل عذر کی وجہ سے تھا کیوں کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک قبلہ کی جانب سے ایوار

کے بہت قریب تھی (مرقات) جواب نمبر ۲۔۔۔ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں روایات مغرب ہیں



کیوں کہ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے اخذ من قبل القبلة (رواہ ابن ماجہ) اور ابراہیم نخعی سے مروی ہے ان النبی ﷺ ادخل القبر من قبل القبلة (رواہ ابوداؤد فی المرائل) لہذا اضطراب کی وجہ سے استدلال درست نہیں جب کہ مذکورہ بالا روایات اضطراب سے خالی ہیں لہذا وہ راجح ہیں۔

وسیل ثانی . عن ابی رافع قال سئل رسول اللہ ﷺ معدا ورش علی قبرہ ماء (رواہ ابن ماجہ مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹) جواب نمبر ۱۰۰۰۰ یہ حدیث ضرورت و عذریا بیان جواز پر محمول ہے۔

## کتاب الزکوٰۃ ..... (صفحہ ۱۵۵)

ما قبل سے ربط یہ ہے کہ صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ کو اس لئے لائے کہ قرآن میں دونوں کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز زکوٰۃ ۲۔ ۳ یا ۳۔ ۴ میں روزے سے قبل فرض کی گئی ہے۔ زکوٰۃ کے مادہ اشتقاق میں دو اقوال ہیں۔ اول..... زکا الزرع ای کھتر سے ہے اور زکوٰۃ سے بھی مال میں کثرت و برکت ہو جاتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات (پارہ ۲) دوم..... ترکیب معنی تطہیر سے ہے اور زکوٰۃ سے بھی مال و مزکی دونوں میں صفائی و طہارت آ جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی شرعی تعریف یہ ہے ہی تملیک جزء معین من النصاب الشرعی للفقیر او من یقوم مقامہ۔

### الفصل الاول ..... وعن ابی حمید الساعدی ..... قوله قال الخطابی

فی قوله ہلا جلس فی بیت امہ او ابیہ الخ ..... اس حدیث سے علامہ خطابی نے دو اصول مستنبط کئے ہیں اول..... یہ کہ معصیت کا وسیلہ بھی معصیت ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان مخالف کو جو تسامح کا وسیلہ بن گئے تھے ناجائز قرار دیا۔ اس اصل پر تو سب کا اتفاق ہے۔ دوم..... یہ کہ فرض کے ربوا سے بچنے کے لئے حیل کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کوئی شخص دس روپے کی چیز سو روپے میں بیچے اور یہی بائع مشتری کو ہزار روپیہ قرض بھی دے اور اس قرض کے ربوانوے روپے کو بیچ کاٹن سمجھے یہ اصل مالک و احمد کے موافق اور ابو حنیفہ، شافعی کے مخالف ہے کیوں کہ ان دونوں آئمہ کے نزدیک ربوا سے بچنے کے لئے حیل کرنا جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عامل نبیر سے فرمایا کہ ایک صاع عمدہ کھجور دو صاع رومی کھجور کے عوض میں نہ خریدے ورنہ رومی لازم آئے گا البتہ یہ صورت جائز ہے کہ اواردی کھجور کی بیچ درابم سے کرے اور پھر ان درابم سے عمدہ کھجور خرید لے (مرقات)

وعن ابن عمر ..... قوله من استفاد مالا فلازکوٰۃ فیہ حتی یحول علیہ

الحول ..... مسئلہ خلاقیہ ..... اگر کسی کے پاس نصاب موجود ہو اور پھر سال کے دوران اسی کی جنس

میں سے اور مال آجائے تو ابو حنیفہ کے نزدیک مال مستفاد کے لئے مستقل حولان حول شرط نہیں بلکہ پہلے نصاب کے ساتھ ہی اس کی زکوٰۃ ادا کرے اور شافعی و احمد کے نزدیک حولان حول شرط ہے۔ دلیل احناف  
 ..... حدیث ان من السنة شهر اتؤدوں فیہ زکوٰۃ اموالکم فما حدث بعد ذلک فلا زکوٰۃ فیہ حتی  
 یجسی راس الشهر (رواہ الترمذی) اس حدیث سے معلوم ہو کہ ماہ زکوٰۃ سے قبل جو زیادتی حاصل ہوگی اس  
 میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دلیل شوافع ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمر پر موقوف ہے جیسا  
 کہ ترمذی نے بیان کیا ہے لہذا مرفوع حدیث کے مقابلے میں مرجوح ہے۔  
 جواب نمبر ۲ ..... یہ حدیث غیر مجانس مال پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۳ ..... یہ حدیث مال مستفاد ابتداء پر محمول ہے مثلاً مال وراثت، مال ہبہ، مال بیع۔

وعن عمرو بن شعيب ..... قوله 'الا من ولي يتيم له مال فليتجر فيه  
 ولا يتركه' حتى تاكله الصدقة (صفحہ ۱۵۷) مسئلہ خلافیہ ..... ابو حنیفہ کے نزدیک نابالغ  
 کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک واجب ہے۔

دلایل احناف (۱) حدیث عائشہؓ نونا رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ وعن  
 الصبي حتى يحتلم وعن المجنون حتى يفیق (رواہ النسائی و ابوداؤد و دارالماکم و صحیح الحاكم)  
 (۲) ..... حدیث ابن مسعودؓ لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ (کتاب الاثار لمام محمد)۔

دلیل جمہور ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... خود صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے  
 کیونکہ اسکی سند میں شی بن صباح راوی ضعیف ہے۔ جس کے متعلق نسائی کہتے ہیں متبروک الحدیث اور  
 یحییٰ بن معین کہتے ہیں لبس بشیء۔ جواب نمبر ۲ ..... اس حدیث میں صدقہ سے مراد بیوی اور اقارب کا  
 نفقہ واجب ہے اور اس کا قرینہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں ولا يتركه حتى تاكله الصدقة۔ کیوں کہ زکوٰۃ  
 سے مال ختم نہیں ہو سکتا اس لئے کہ مال نصاب سے کم ہو جائے گا تو زکوٰۃ ہی واجب نہیں ہوگی۔ باقی نفقہ پر  
 صدقہ کا اطلاق اس حدیث میں ہے نفقة المرء علی عیالہ صدقة (حاشیہ زجاہ الصالح جلد ۱، صفحہ ۲۹۰)  
 جواب نمبر ۳ ..... اگر زکوٰۃ ہی مراد ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ بلوغ یتیم کے بعد اس کے مال میں تجارت کرو  
 تا کہ زکوٰۃ جو واجب ہونے لگی ہے آکل مال نہ ہو جائے کیوں کہ یتیم بالغ ہو گیا ہے لیکن بجز بلوغ تو لیت  
 ولایت فتح نہیں ہو جاتی۔ پس تجارت جائز ہے۔

الفصل الثالث ..... عن عائشة ... قوله 'وقد احتج به من يرمى تعلق  
الزکوٰۃ بالعين الخ . مسئلہ خلاقیہ ..... ابو حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ میں واجب چیز کی قیمت ادا  
کرنا بھی جائز ہے اور شافعی کے نزدیک قیمت ادا کرنا جائز نہیں۔ دلائل احناف (۱) قوله 'تعالیٰ  
خذ من اموالهم صدقة (پارہ ۱۱) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اخذ زکوٰۃ کا کل مطلق مال ہے اور بکری وغیرہ  
کی کوئی قید نہیں۔ (۲) ..... حدیث انس قال فان لم تکن عنده بنت مخاض علی وجہها وعنده  
ابن لبون فانه يقبل منه وليس معه شيء (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۸) کیوں کہ ابن لبون اونٹ  
کی زکوٰۃ میں بطور قیمت ہی مراد ہے اس لئے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ میں بز جانور کہیں نہیں ہے۔

دلیل شوافع . حدیث باب ہے۔ جواب ..... امام شافعی کے استدلال کی بنیاد مخالفت کے مجازی  
صوری ظاہری معنی پر ہے یعنی زکوٰۃ اور غیر زکوٰۃ کا محض صورتہ مخلوط ہونا باوجودیکہ وہ قیمت ادا کر چکا ہے حالانکہ  
یہاں مخالفت کے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی مالدار آدمی دوسرے سے زکوٰۃ لے کر اپنے مال میں ملا لے جیسا کہ  
امام احمد سے منقول ہے لہذا امام شافعی والے مجازی معنی لینے کی ضرورت نہیں۔

باب ما يجب فيه الزکوٰۃ ..... الفصل الاول عن ابی سعید

الخدري ..... قوله 'ليس فيما دون خمسة اوسق من التمر صدقة

مسئلہ خل فیہ ... ابو حنیفہ کے نزدیک اناج ہو یا پھل ہو ان میں مطلقاً عشر واجب ہے۔ قلیل ہو یا کثیر اور  
شافعی و صاحبین کے نزدیک پانچ و سق سے کم میں عشر واجب نہیں۔ دلائل احناف (۱) . قوله 'تعالیٰ  
ومما اخو جنالکم من الارض (پارہ ۳) کیوں کہ اس میں لفظ "ما" عام ہے جو قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہے۔

(۲) ..... حدیث عبد اللہ بن عمر بن نوفل قال فيما سقت السماء والعيون او كان عشرياً (تالاب ۱۲)

العشر الخ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۹) کیوں کہ انہیں لفظ "ما" عام ہے۔

دلیل شوافع . حدیث باب ہے۔ جواب . اس حدیث میں صدقے سے مراد مال تجارت کی زکوٰۃ ہے

اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس حدیث کے آخری دو جملوں یعنی چاندی اور اونٹ والے دونوں جملوں میں بالاتفاق  
صدقے سے مراد زکوٰۃ ہے۔ دراصل آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کھجور وغیرہ کی تجارت و سق سے کرتے تھے  
اور عموماً ایک و سق کھجور کی قیمت چالیس درہم ہوتی تھی تو اس حساب سے پانچ و سق کی مالیت دو سو درہم ہوتی۔

وعن ابی هريرة ..... قوله 'ولا في فرسه ..... مسئلہ خلاقیہ ..... تجارتی گھوڑوں میں  
بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے اور ذاتی ضروریات یعنی نسل دودھ اور سواری وغیرہ کے لئے پالتو گھوڑوں میں اور علی

ہذا فرس غازی میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب نہیں اور سائمه مخلوط یعنی نرو مادہ ملے ہوئے گھوڑے اور گھوڑیاں جو اکثر سال مفت گھاس چریں اور بقدر نصاب ہوں ان میں اختلاف ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ واجب ہے اور آئمہ ثلاثہ اور صاحبینؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں۔

دلائل احشاف (۱)..... حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے ثم لم ینس حق اللہ فی ظہورہا ولا رقبہا (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۵) کیوں کہ اس حدیث میں حق رقبہ سے مراد زکوٰۃ ہی ہے۔

(۲)..... عن السائب بن یزید انه کان یاتی عمر بن الخطابؓ بصدقات الخیل (ابن ابی شیبہ)

دلیل جمہور... حدیث باب ہے۔ جواب..... یہاں فرس سے مراد فرس خدمت اور فرس جہاد ہے نہ کہ

مطلق فرس جیسا کہ عبد سے مراد عبد خدمت ہے مطلق غلام مراد نہیں ہے۔ فائدہ نمبر (۱)..... گھوڑوں کی زکوٰۃ

کی صورت یہ ہے کہ اگر عربی گھوڑے ہوں تو اختیار ہے چاہے ہر گھوڑے کی زکوٰۃ میں ایک دینار دے دے اور

چاہے تو سب گھوڑوں کی قیمت لگا کر ہر دو سو روپے میں پانچ روپے ادا کر دے اور اگر عجمی گھوڑے ہوں تو پھر

صرف قیمت والی صورت اختیار کرے۔ فائدہ نمبر ۲..... فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول

پر ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں (مظاہر حق جلد ۲، صفحہ ۹۶)

وعن انس..... قوله و من سئل فوقها فلا یعط (صفحہ ۱۵۸)..... شبہ..... پہلے ایک

حدیث میں آیا ہے ارضوا مصدقکم وان ظلمتم (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۵۷) اور یہاں سے اس کے

خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جواب نمبر ۱..... ظلم کی صورت میں زائد زکوٰۃ کا دینا مستحب ہے اور نہ دینا رخصت

ہے۔ جواب نمبر ۲..... گذشتہ حدیث صدقین صحابہؓ پر محمول ہے جو ظالم نہیں ہو سکتے اور یہ حدیث صدقین

خالدین پر محمول ہے فلا تعارض بینہما۔ قوله و اذا زادت علی عشرين و مائه ففی

کل اربعین بنت لبون و فی کل خمسین حقة..... مسئلہ خلاقیہ..... جب اونٹ ۱۲۰

سے زائد ہو جائیں تو ابوحنیفہؒ کے نزدیک استیناف فریضہ ہوتا ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری اور ۲۵ پر ایک

۱۔ آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً (۶۱) اونٹ دو اشخاص کے درمیان مخلوط طور پر مشترک ہوں اس طرح کہ ۲۵ اونٹ

ایک شریک کے اور ۳۶ دوسرے کے ہیں تو گویا ہر اونٹ کے اکتھ حصوں میں سے ۲۵ حصے ۲۵ اونٹ والے کے اور

۳۶ حصے ۳۶ اونٹ والے کے ہیں اب ساری ۲۵ اونٹ والے کی طرف سے بنت مخاض اور ۳۶ اونٹ والے کی طرف سے بنت لبون

لے جائیگا لہذا ۲۵ کاما لک بنت مخاض کی قیمت کے ۶۱ حصے کر کے ۱۲۵ اپنے پاس رکھے اور ۳۶ دوسرے کو دے دے اور

۳۶ کاما لک بنت لبون کی قیمت کے ۶۱ حصے کر کے ۳۶ حصے اپنے پاس رکھے اور ۲۵ دوسرے کو دے دے اس طرح

بنت خنوخ ہے۔ اہام شافعی کے نزدیک استیناف فریضہ نہیں بلکہ ہر ۲۰ پر ایک بنت لبون اور ہر ۵۰ پر ایک حقہ ہوگا  
مثلاً ۱۲۱ میں تین بنت لبون اور ۱۳۰ میں دو بنت لبون ایک حقہ اور ۱۴۰ میں دو حقے ایک بنت لبون و علیٰ طذا  
القیاس۔ دلائل احناف (۱) .. آنحضرت ﷺ نے عمرو بن حزم کے دادا کے نام خط لکھا تھا اذا كانت اکثر  
من عشرين ومائة بعاد الى اول فریضة الابل وما كان اقل من خمس وعشرين ففيه الغنم في  
كل خمس شاة (مراہل ابوداؤد وسند الحق بن راہویہ) (۲) .. حدیث علیؑ اذا زادت الابل علی  
عشرين ومائة نستقبل بها الفریضة بالغنم فی كل خمس شاة (مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۵)

دلیل شوافع .. حدیث باب ہے۔ جواب ... ہم دونوں قسم کی روایات پر عمل کرتے ہیں تو اس کا  
مطلب یہ ہے کہ نیک سوئیس کے بعد فریضہ اولیٰ کی طرح استیناف ہوگا حتیٰ کہ تین خمینت یعنی ڈیڑھ سواونٹ  
میں وہی کس خمینت حقہ کے اعتبار سے سب کے مطابق تین حقے ہوں گے پھر اس کے بعد دوبارہ فریضہ اولیٰ کی  
میں استیناف ہوگا حتیٰ کہ پانچ خمینت یا پانچ اربعینت یعنی دو سواونٹوں میں چار حقے، پانچ بنت لبون ہوں گے۔  
قولہ 'ولا یجمع بین متفرق ... حنفیہ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً دو آدمیوں کی  
اسی بھریوں مشترکہ ہیں ہر ایک کی چالیس چالیس تو ہر ایک پر ایک بھری واجب ہے لہذا وہ دونوں حصوں کو ایک  
نصاب قرار دے کر جمع نہ کریں۔ اس غرض کے لئے کہ ایک ہی بھری لازم ہو اور شوافع کے نزدیک اس کی  
صورت یہ کہ ایک شخص کی بیس میں بھریوں دو گھون میں ہوں تو عامل ان کو یکجا نہ کرے تا کہ مجموعہ سے نصاب  
کٹ ہو اور زکوٰۃ واجب ہو جائے کیوں کہ شافعی کے نزدیک زکوٰۃ گھون کے حساب سے ہوتی ہے۔

قولہ 'ولا یفرق بین مجتمع خشية الصدقة' (صفحہ ۱۵۹) حنفیہ کے نزدیک اس کی  
صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کی چالیس بھریوں دو چار گھونوں میں ہیں ہر ایک میں ہیں بیس تو اس پر ایک بھری  
واجب ہوتی لہذا ایک کے لئے چار نہیں کہ وہ ان کو ایک ایک میں بیس نہ کرے اس غرض کے لئے کہ زکوٰۃ  
زمانہ سواونٹوں کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں کی چالیس چالیس بھریوں ایک گھے میں جمع  
ہوں تو شافعی کے یہاں ایک ہی بھری لازم ہوتی لہذا عامل ان کو متفرق نہ کرے۔

قولہ 'وما كان من خلیطین فانہما یتراجعان بالنسب' اس کی  
صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک سو بیس بھریوں دو اشخاص کے درمیان چھوڑا ہوا مشترک ہوں تو صرف کہ چالیس  
بھریوں ایک شریک نہ ہوں اور اسی بھریوں دوسرے شریک نہ ہوں تو ہر بھریوں میں ایک شٹ چالیس کے  
دو شٹ کرے کہ جس میں بھریوں دو بھریوں سے چالیس جن کے چھ شٹ میں سے چھ  
شٹ کرے کہ اس میں دو شٹ چالیس کے ہیں تو اب اس بھریوں ایک شریک نہ ہوتی

بکری کی قیمت چالیس والے سے وصول کر لے کیوں کہ اس پر بھی پوری بکری لازم تھی (مثلاً دو بکریوں کی قیمت ڈیڑھ ڈیڑھ سو کے حساب سے تین سو روپے ہے جن میں سے چار تہائی یعنی دو سو روپے اسی والے کے ہیں اور باقی دو تہائی یعنی ایک سو روپے چالیس والے کے ہیں تو اب اسی بکریوں والا شریک ایک تہائی بکری کی قیمت یعنی پچاس روپے چالیس والے سے وصول کرے گا) تو اب چالیس والے کی پوری انتالیس اور اسی والے کی پوری اسی بکریاں باقی رہ جائیں گی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی چالیس گائیں تھیں اور دوسرے کی تیس تو صدق ایک مسنہ اور ایک تمیعیہ لے جائے گا اب چالیس والا چار سو بیعہ کے تیس والے سے لے لے اور تیس والا تین سو بیعہ مسنہ کے چالیس والے سے لے لے۔

وعن ابی ہریرۃؓ ..... قوله، وفي الركاز الخمس (صفحہ ۱۵۹) مسئلہ خلافیہ۔  
یہاں تین الفاظ ہیں۔ کنز، معدن، رکاز۔ تو کنز شرعاً دینہ جاہلیت و دینہ کافر کو کہتے ہیں اور معدن قدرتی کان کو کہتے ہیں اور رکاز کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ ابو حنیفہؒ کے نزدیک رکاز کا لفظ معدن و کنز دونوں کو شامل ہے لہذا ان کے نزدیک دونوں میں خمس واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک رکاز کا مصداق صرف کنز ہے لہذا ان کے یہاں معدنیات میں خمس واجب نہیں تو اختلاف معدنیات میں ہوا۔

والا اکل احناف (۱)..... رکاز رکز بمعنی گاڑنا و ثابت کرنا سے مشتق ہے اور یہ معنی کنز و معدن دونوں میں موجود ہیں چنانچہ لغت کی کتاب المغرب میں ہے الرکاز هو المعدن والکنز لان کلا منہما مرکوز فی الارض وان اختلف الراجز۔ (۲)..... عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کنز کے متعلق فرمایا ان وجدته فی خربة جاہلیۃ او فی قرية غیر مسکونة فقیہ وفي الرکاز الخمس (رواہ الشافعی و ابو داؤد و الحاكم و البیہقی و ابن ابی شیبہ) اس سے معلوم ہوا کہ معدن میں بھی خمس واجب ہے ورنہ کنز کے بعد وہی الرکاز کے اضافے کے کیا معنی ہیں؟ دلیل شوافع..... حدیث باب ہے کیونکہ یہاں رکاز معدن کے مقابلے میں آیا ہے معلوم ہوا کہ معدنیات میں خمس معاف ہے کما قال والمعدن جبار۔

جواب..... اس حدیث میں اولاً مسئلہ ظمان کا بیان ہے کہ کان کھودتے وقت جو مزدور اس میں گر کر ہلاک ہو جائے اس کا خون معاف ہے کما قال (والمعدن جبار) اور پھر مسئلہ ظنن کا بیان ہے کہ خمس کنز و معدن دونوں ہی میں واجب ہے کما قال وفي الرکاز الخمس۔ حاصل یہ کہ پہلے ظرف کا اور پھر مظهر و ف کا حکم نہ کو رہے۔ فلا اشکال۔

الفصل الثانی..... وعن عتاب بن اسیدؓ ..... قوله، انها تخرص کما تخرص النخل (صفحہ ۱۵۹) مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہؒ کے نزدیک خمس و تخمینہ شرعاً حجت نہیں اور

شافعی کے نزدیک حجت ہے۔ دلیل احناف..... حدیث جابرؓ ان النسبی رضی اللہ عنہ نہی عن الخمر  
 وقال اریتم ان هلك الثمر ایحب احدکم ان یاکل مال اخیه بالباطل (رواہ الطحاوی)  
 دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ خرص محض عرفان مزارعین اور مالکین کے ڈرانے  
 کے لئے تھا تا کہ وہ خیانت نہ کریں۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث حرمت ربوا سے قبل کی ہے اور منسوخ ہے  
 کیونکہ ربوا کی حرمت حجۃ الوداع میں ہوئی ہے۔

وعن سهل بن ابی حثمہ..... قوله اذا خرصتم فخذوا ودعوا الثالث.....  
 مسئلہ خلاقیہ..... ابوحنیفہؒ مالک اور شافعی کے نزدیک زکوٰۃ اور عشر میں تخفیف جائز نہیں کیوں کہ وہ حقوق و  
 زرائع الہیہ ہیں جن میں کمی بیشی ناجائز ہے لیکن امام احمدؒ کے نزدیک تخفیف جائز ہے۔ ان کی دلیل حدیث  
 باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ تخفیف اس لئے تھی کہ مالک اس ثلث یا ربع کو خود فقراء اور راہ گیروں پر تقسیم  
 کرے۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث یہود خیبر کے متعلق ہے جیسا کہ اس سے آئندہ حدیث سے معلوم ہوتا  
 ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور یہود خیبر سے مساقات کا معاملہ تھا اور مساقات میں احتیاطاً تخفیف و  
 رعایت جائز ہے تا کہ وہ خیانت نہ کریں۔

وعن ابن عمر..... قوله فی العسل فی کل عشرة ازق زق..... ابوحنیفہؒ اور احمدؒ  
 کے نزدیک شہد میں عشر واجب ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک واجب نہیں اور شافعی کے دونوں اقوال ہیں۔  
 دلائل احناف نمبر ۱..... حدیث باب اور یہ حدیث اگرچہ بقول ترمذی ضعیف ہے مگر تائید کے لئے کافی ہے۔  
 نمبر ۲..... حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ ان النسبی رضی اللہ عنہ اخذ من العسل عشرا (رواہ ابن ماجہ و ابوداؤد)  
 اور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ ابوداؤد و احمد جس حدیث پر سکوت اختیار کرتا ہے وہ کم از کم حسن ضرور ہوتی ہے اور  
 یہاں بھی انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے۔ نمبر ۳..... مشہور حدیث ما آخر جتہ الارض لقیہ  
 العشر (منظبر الحق جلد ۲، صفحہ ۱۰۲)

دلیل مالکیہ..... یہ ہے کہ ثبوت عشر فی العسل کی حدیث ضعیف ہیں جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے بھی  
 فرمایا ہے جواب..... تفسیرش کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض روایات اس بارے میں حسن و قوی ہیں مثلاً  
 ابوداؤد و ابویوسف و ابویاریس و غیرہ اور بعض روایات استدلال کے لئے کافی ہیں۔

وعن زینب..... قوله یصعشر النساء تصدقن ولو من حلین.....  
 مسئلہ خلاقیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمام زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور آئینہ تلاش کے نزدیک

مباح زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ دلائل احناف نمبر ۱۔ قولہ 'تعالیٰ والذین یکنزون الذهب والفضة الخ (پارہ ۱۰) کیوں کہ یہ آیت عام زیورات کو بھی شامل ہے۔

نمبر ۲.... حضرت زینب کی حدیث باب جس کے متعلق علامہ میرک شاہ کہتے ہیں بحوالہ موثقون (مرقات) حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاص ان امرائین اتنا رسول اللہ ﷺ وفي ایدیہما

نمبر ۳.... حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاص ان امرائین اتنا رسول اللہ ﷺ وفي ایدیہما سواران من ذهب فقال لهما تؤدبان زکوٰۃ، قالنا لا فقال لهما رسول اللہ ﷺ الی قولہ

فادیا زکوٰۃ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۶۰)۔ شبہ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف السند ہے جیسا کہ مؤلف مشکوٰۃ نے نقل کیا ہے؟ جواب..... امام ترمذی نے اس حدیث کو دو ضعیف سندوں سے روایت کیا ہے مگر ابوداؤد وغیرہ نے قوی سند کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے چنانچہ محدث ابن الملقن اور

علامہ ابوالحسن القحطان فرماتے ہیں (رواہ ابوداؤد صحیح اور علامہ منذری فرماتے ہیں طریق ابی داؤد لا مقال فیہ (مرقات) نمبر ۴.... عن ام سلمة قالت كنت البس اوضاحا من ذهب فقلت یا رسول اللہ اکثر هو فقال ما بلغ ان تؤدی زکوٰۃ فزکی فیس بکنو (رواہ مالک و ابوداؤد، مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۱۶۰) اس حدیث کے متعلق ابن العربی کہتے ہیں بحوالہ رجال البخاری اور علامہ میرک شاہ کہتے ہیں اسنادہ جید (مرقات) جمہور کی دلیل اول حدیث جابر لیس فی الحلی زکوٰۃ۔

جواب مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے کہ حمل سے مراد موتی وغیرہ کے زیورات ہیں اور قرآن میں موتی وغیرہ پر بھی حلیہ کا اطلاق کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا وتستخرجون حلیة تلبسونها (پارہ ۱۲) و لیل ثانی..... امام ترمذی کا قول ہے ولا یصح فی هذا الباب عن النبی ﷺ شیء کبیرا کہ مؤلف

مشکوٰۃ نے جلد ۱، صفحہ ۱۶۰ پر نقل کیا ہے۔ جواب علامہ منذری فرماتے ہیں قولہ لا یصح فی هذا الباب مؤول والا فخطا (مرقات)

وعن ربیعة بن ابی عبد الرحمن قولہ 'فتلك المعادن لا تؤخذ منها الا الزکوٰۃ الی الیوم سوال اس حدیث سے امام شافعی کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ معدن اور کان میں نوسا واجب نہیں؟ جواب نمبر ۱۔ روایت مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے کہ زکوٰۃ سے مراد نوسا ہی ہے کیوں کہ چیزیں زکوٰۃ اس وقت ہی ہوتی ہیں جیسا کہ زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ عشر ہے۔

جواب نمبر ۲۔ مختلفہ تفسیر سے صرف جائیداد ثابت ہے نوسا کی نوسا نہیں بلکہ نوسا کی نوسا کا پناہ جہتہ وقت جیسا کہ احناف کا اجتہاد ثابت نوسا کا ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ ابوداؤد و ابن مہران نے



فلنک المعادن الخ والی زیادتی نقل نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ بعض حکام شمس پتے تھے۔

### الفصل الثالث ... عن علیؑ، قوله 'ليس في الخضر اوات صدقة

(صفحہ ۱۶۰) مسئلہ خلافیہ۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک بزیوں اور ترکاریوں میں بھی عشر واجب ہے اور اگر عمرہ مکہ

کے نزدیک ان میں عشر واجب نہیں۔ دلائل احناف۔۔۔۔۔ وہ عام نصوص ہیں جو ظلمت بیدار کے عشر کے

وجوب پر دلالت دیتے ہیں مثلاً قوله 'نعالی' ومما اخرجنا لكم من الارض (پارہ ۳) اور حدیث ما اخرجتہ

الارض فھيہ العشر کیوں کہ لفظ ما عام ہے۔ (دلیل جمہور۔۔۔۔۔ حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱ امام ترمذیؒ یہ حدیث نقل کر کے لکھتے ہیں لا یصح فی هذا الباب عن رسول اللہ ﷺ

شبی لہذا یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ بصورت صحت یہ حدیث مؤول ہے اور مراد اس حدیث

کی نفی ہے جو عاشر لیتا ہے اور بزیوں کا صدقہ عاشر نہیں لیتا بلکہ مالکین خود ہی فقراء کو دیتے تھے کیوں کہ اگر بزیوں

کا صدقہ دیہات میں جا کر خود عاشر جمع کیا کرے تو بڑی دقت پیش آئے گی (اوجز المسائل جلد ۳، صفحہ ۱۵)

### باب صدقة الفطر..... (صفحہ ۱۶۰)

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ نمبر ۱۔۔۔۔۔ ماذا الحکم؟ نمبر ۲۔۔۔۔۔ علی من

تجب؟ نمبر ۳۔۔۔۔۔ ممن تجب؟ نمبر ۴۔۔۔۔۔ کم تجب؟

مسئلہ اولیٰ۔ حکم صدقہ فطر۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقہ فطر واجب اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک فرض

اور مالکؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱۔۔۔۔۔ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ ان

السبی <sup>مسئلہ</sup> بعث منا دبا فی فجاج مکہ الا ان صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم الخ (رواہ

الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۶۰ فصل ثالث) نمبر ۲۔۔۔۔۔ صدقہ فطر اخبار آحاد سے ثابت ہے جو ظنی ہیں اور ظنی

دلیلیں سے زیادہ سے زیادہ وجوب ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ دلیل شوافع۔ عن ابن عمرؓ قال فرض رسول

اللہ رکوۃ الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر الخ (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۶۰، فصل بول) جواب

اس سے مراد فرض اعتقادی نہیں بلکہ فرض عملی ہے جو واجب کو بھی شامل ہے تو مال کے اعتبار سے دونوں

مذہب میں کوئی فرق نہیں کیوں کہ شافعیہ فرض کے دو درجات مانتے ہیں قطعی ظنی اور واجب کو فرض ظنی میں

داخل کرتے ہیں اسی لئے شوافع کے نزدیک بھی منکر صدقہ فطر کا فرض نہیں۔

مسئلہ ثانیہ علی من تجب (کس پر واجب ہوتا ہے؟) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

صدقہ فطر صرف مالک نصاب پر واجب ہے اگرچہ نصاب غیر نامی ہو اور شافعیؒ کے نزدیک ہر اس شخص پر



او صاعاً من زبيب (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۶۰، فصل اول) کیوں کہ ان کے نزدیک یہاں طعام سے مراد گندم ہے اس لئے کہ شعیر وغیرہ کا ذکر اس کے بعد آگے آ رہا ہے۔ جواب ..... مذکورہ بالا روایات کے قرینے سے یہاں طعام سے مراد گندم کے ماسوا دوسرا اناج ہے جیسے جو، باجرہ وغیرہ اور اس صورت میں آگے جو کا ذکر عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے جس کی وجہ کثرت وجود ہے چنانچہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عامر مسدان من قمح او سواہ او صاع من طعام میں یقیناً طعام سے مراد گندم کے ماسوا اناج ہے کیوں کہ یہ طعام نخ کے ... مقابلے میں ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے فثبت المقصود و تم۔

### باب من لا يعود فی الصدقة ..... الفصل الاول .. وعن بریدة

قولہ 'افاصوم عنها قال صومی عنها' (صفحہ ۱۷۳)۔ ... مسئلہ خلا فیہ صوم عن الغیر ... امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک میت کی طرف سے فرض روزے کی قضاء درست نہیں بلکہ نذیہ دینا چاہیے۔ امام احمدؒ کے نزدیک صوم نذر میں قضاء روزہ رکھنا بھی درست ہے۔ دلائل جمہور نمبر ۱۔۔۔۔۔ حدیث ابن عمرؓ فرماتا من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکینا (رواہ الترمذی وحسن القریطی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۷۸) نمبر ۲۔۔۔۔۔ عن مالک بلغہ ان ابن عمر کان یسئل هل یصوم احد عن احد او یصلی احد عن احد فقال لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد (رواہ فی الموطا، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۷۸) دلیل حنا بلکہ ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱۔۔۔۔۔ دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہاں صوم حکمی یعنی نذیہ مراد ہے۔

جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ مذکورہ احادیث سے یہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) و تم کتاب الزکوٰۃ

## کتاب الصوم ..... (صفحہ ۱۷۳)

صوم کے لغوی معنی ..... بمطلق اساک کے ہیں اور شرعی معنی ..... ہیں ہو الامساک عن المفطرات

الثلاثة ای الاکل والشرب والجماع من طلوع الفجر الی غروب الشمس بنية مخصوصة.

فرضیت صوم رمضان ..... پہلے عاشرہ کا روزہ فرض تھا پھر شعبان ۲ھ تکمیل قبلہ سے دس روز کے بعد ہجرت

کے اٹھارہویں مہینے میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور عاشرہ کے روزے کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

باب ..... الفصل الثانی ..... عن حفصة ..... قوله 'من لم یجمع الصیام

قبل الفجر فلا صیام له' (صفحہ ۱۷۵) یہاں دو مسائل خلا فیہ ہیں مسئلہ اولیٰ نیت صوم نفل

جمہور آئمہ کے نزدیک نفل روزے کی نیت زوال شرعی سے پہلے جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صبح

صادق سے پہلے ضروری ہے۔ دلیل جمہور ..... عن عائشہ ؓ قالت دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال هل عندکم شیء فقلنا لا قال فانی اذا صائم (رواہ مسلم مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

دلیل مالکیہ ... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں اضطراب ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا ہے لہذا یہ ضعیف ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... یہ غیر نقل پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۳ ..... نفی کمال پر محمول ہے۔ مسئلہ ثانیہ نیت صوم معین ..... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک معین وقت والے روزے یعنی ادائے رمضان اور نذر معین میں زوال شرعی سے پہلے نیت جائز ہے اور جمہور آئمہ کے نزدیک صبح صادق سے پہلے نیت ضروری ہے۔

دلیل احناف ..... عن سلمۃ بن الاکوع ؓ وانہ قال بعث رسول اللہ ﷺ رجلا من اسلم یوم عاشوراء فامرہ ان یؤذن فی الناس من کان لم یصم فلیصم ومن اکل فلیتم صیامہ الی اللیل (متفق علیہ) کجہ استدلال یہ ہے کہ یوم عاشوراء کا روزہ جب لازم تھا تو اس کا وقت متعین تھا اور دن میں اس کی نیت کرنا حدیث مذکور سے ثابت ہو رہا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر معین روزے کا یہی حکم ہے۔ دلیل جمہور ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱ ... اس حدیث کے رفع و وقف میں اضطراب ہے لہذا یہ ضعیف ہے۔ جواب نمبر ۲ ... یہ صوم غیر معین یعنی تضاے رمضان اور کفارات اور نذر مطلق پر محمول ہے۔

و عن ابی ہریرۃ ؓ ..... قوله ' اذا سمع النداء احدکم و الاناء فی یدہ فلا یضعہ (صفحہ ۱۷۵) بعض علماء اس حدیث کے ظاہر کی بناء پر صبح صادق کے طلوع کے بعد بھی جواز اکل و شرب کے قائل ہیں لیکن جمہور کی طرف سے اس کی تین توجیہات ہیں۔ توجیہ اول ... یہ اذان بلال پر محمول ہے جو سحری کے لئے ہوتی تھی۔ توجیہ دوم ..... یہ ایراد و غبار کی صورت پر محمول ہے جبکہ طلوع صبح صادق کا یقین نہ ہو تو اس وقت آدمی سحری کر کے اس پر عمل کرے اور اذان پر عمل نہ کرے۔ توجیہ سوم ..... یہ اذان مغرب پر محمول ہے یعنی جب اذان کے وقت برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی حاجت پوری کر لے اور نماز مغرب میں جلدی نہ کرے لیکن یہ توجیہ بعید ہے۔

باب تنزیہ ..... الصوم الفصل الاول ..... و عنہ قال بینما نحن جلوس عند النبی ﷺ الخ ... یہاں دو مسائل خلاقیہ ہیں۔ مسئلہ اولی ..... وجوب کفارہ عن الاکل و الشرب (صفحہ ۱۷۶)۔ امام ابو حنیفہؒ و مالک کے نزدیک رمضان کے روزے میں جماع کی طرح عمد اکھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہوتا ہے اور شافعیؒ اور احمد کے نزدیک کفارہ

صرف جماع سے واجب ہوتا ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... حدیث عائشہؓ انہ علیہ الصلوۃ والسلام سألہ الرجل فقال افطرت فی رمضان فامرہ بالتصدق بالعرق ولم یسنلہ بما اذا افطر (رواہ النسائی بسند صحیح) نمبر ۲..... حدیث ابی ہریرۃؓ ان رجلا اکل فی رمضان فامرہ النبی ﷺ ان یعتق رقبة او یصوم شہرین او یطعم ستین (رواہ الدارقطنی) اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر حدیث بالا سے مؤید ہے۔ دلیل شواہد... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس حدیث میں اکل و شرب کے موجب کفارہ ہونے کی نفی نہیں۔ جواب نمبر ۲..... جماع میں وجوب کفارہ کی علت افطار ہے اور یہی علت اکل و شرب میں بھی پائی جاتی ہے۔ مسئلہ ثانیہ سقوط کفارہ... جمہور آئمہ کے نزدیک تنگ دست سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ امام احمدؒ کی ایک روایت میں و نیز بعض علماء کے نزدیک کفارہ ساقط ہو جاتا ہے دلیل جمہور..... وہ عام نصوص ہیں جن میں تنگ دست اور مالدار کا کوئی فرق مذکور نہیں۔

دلیل حنا بلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... چونکہ یہ صحابی سلمہ بن صحراؓ یا ضعیفی کفارہ کی تینوں صورتوں اعتاق، صوم، اطعام سے عاجز تھے اس لئے کفارہ ان کے ذمے میں دین ہو گیا اس حدیث میں کفارے کی نفی نہیں کی گئی۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۳..... یہ اس صحابی کی خصوصیت تھی اور اسی لئے آپ ﷺ نے وہ خیرات ان کے گھروالوں کے لئے مخصوص فرمادی تھی۔

**الفصل الثانی**..... و عنہ قوله 'من ذرعه القیء وهو صائم فلیس علیہ قضاء' (صفحہ ۱۷۶) مسئلہ خلا فیہ..... آئندہ بعد کے نزدیک اگر خود قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن بعض آئمہ کے نزدیک قے مطلقاً مفسد صوم ہے۔

دلیل جمہور..... حدیث باب ہے اور اگرچہ امام بخاریؒ نے غرابت کی وجہ سے اس کو غیر محفوظ کہا ہے مگر اس سند کے لحاظ سے فی ذلک یہ حدیث صحیح ضروری ہے چنانچہ دارقطنی کہتے ہیں رواہ کلہم ثقات (مرقات) دلیل بعض آئمہ... عن معدان بن طلحہ ان ابا الدرداءؓ حدثہ ان رسول اللہ ﷺ فاء فافطر (رواہ ابوداؤد الترمذی، ودارمی، منکھوۃ جلد ۱، صفحہ ۱۷۶) جواب نمبر ۱..... یہ حدیث قے عمد پر محمول ہے جس کا مقصود بیان افطار تھا۔ جواب نمبر ۲..... حدیث مذکور کے قرینے سے یہ حدیث کسی عذر پر محمول ہے کہ نقلی روزے میں قے آنے کے بعد کسی عذر یا بیماری یا ضعف کے سبب روزہ توڑ ڈالا (مرقات)

و عن عامر بن ربیعۃ..... قال رأیت النبی ﷺ ما لا احصى یتسوک وهو صائم (صفحہ ۱۷۶) مسئلہ خلا فیہ..... امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ کے نزدیک روزے کی حالت میں بھی

سواک کرنا مسنون ہے۔ زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد شافعی و احمد کے نزدیک زوال کے بعد سواک کرنا مکروہ ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... حدیث باب جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔

نمبر ۲..... عن عبد الرحمن بن غنم قال سألت معاذ بن جبل أتسوك وأنا صائم قال نعم قلت ای النهار تسوك قال ای النهار شئت عدوة و عشيًا (رواه الطبرانی)

دلیل شواہح..... حدیث ابی ہریرہؓ مروثاً لخلوف فم الصائم اطیب عند الله من الريح المسک (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلوف صوم محمود ہے اور یہ بدبو زوال کے بعد

پیدا ہوتی ہے لہذا زوال کے بعد اس کا ازالہ مکروہ ہے۔ جواب نمبر ۱..... خلوف وہ بدبو ہے جو خلومعدہ کی وجہ

سے پیدا ہوتی ہے اور وہ سواک سے بھی زائل نہیں ہو سکتی کیونکہ سواک سے بھی صرف دانتوں کی بدبو زائل ہوتی ہے۔ جواب نمبر ۲..... اس حدیث سے صرف روزے کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے یہ مقصد نہیں کہ

اس بدبو کا ازالہ بھی نہ کیا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے من اغبرت قدماء فی سبیل اللہ حرّمہ اللہ تعالیٰ علی النار اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غبار کا زائل کرنا بھی مذموم ہے۔

و عن شداد بن اوس..... قوله، فقال افطر الحاجم والمحجوم...

(۱۷۷) مسئلہ خلاقیہ۔ امام ابو حنیفہؒ مالک اور شافعی کے نزدیک احتجام روزے کے لئے نہ مقصد ہے اور نہ

مکروہ ہے۔ امام احمد کے نزدیک مشد اور بعض آئمہ کے یہاں مکروہ ہے۔ دلائل جمہور نمبر ۱..... عن ابن

عباس قال ان النبی ﷺ احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ

۱۷۶، فصل اول) نمبر ۲..... عن انس ان النبی ﷺ احتجم بعد ما قال افطر الحاجم

والمحجوم (طبرانی و مستدرا بی حنیفہ) نمبر ۳..... ابو سعید اور انس بن مالک کی احادیث جو جلد ۱ صفحہ ۱۷۷

فصل ثالث میں مذکور ہیں۔

دلیل حنا بلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حدیث منسوخ ہے اور نسخ کا قرینہ حدیث انسؓ

ہے۔ جواب نمبر ۲..... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ محی السنہ نے فرمایا کہ مجموع

ضعف کی وجہ سے اور حاتم خوف وصول دم کی وجہ سے افطار کے قریب ہو گیا ہے۔

باب (صفحہ ۱۸۱)۔ الفصل الثانی... عن ام ہانی قولہ، فلا یضرک ان

کان تطوعاً مسئلہ خلاقیہ..... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نقلی روزہ توڑنے سے قضا لازم ہے اور شافعی

کے نزدیک قضا لازم نہیں۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... حدیث عائشہؓ قالت کنت انا وحفصہ

صائمین السی قولہ اقصیا یوما آخر مکاتہ (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۸۱) اگرچہ اس حدیث کے بعض طرق منقطع ہیں جیسا کہ ترمذی نے فرمایا۔ مگر اس کی بعض سندیں متصل بھی ہیں چنانچہ نسائی ابن حبان، ابن ابی شیبہ، طبرانی، مسند بزار میں متعدد سندوں سے یہ حدیث موصول بھی مروی ہے لہذا حجت ہے (مرقات) نمبر ۲ عن عائشہ قالت دخل علی النبی ﷺ فقلت له یا رسول اللہ انا هیانا لک حیسا فقال اما انی کنت اریہ الصوم ولکن قریبہ سا صوم یوما آخر مکان ذلک (طحاوی، بیہقی، دارقطنی، شوانع کی دلیل اول)..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں فی اسنادہ مقال اور علامہ منذری فرماتے ہیں لا یثبت ولی اسنادہ اختلاف کثیر (مرقات) جواب نمبر ۲..... اس حدیث میں نقلی روزہ توڑنے پر محض عدم حضرت کا حکم لگایا گیا باقی یہ حدیث قضا سے ساکت ہے اور احادیث مذکورہ ناطق ہیں اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔

دلیل ثانی..... حدیث ام ہانی مرفوعا الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر (رواہ احمد و الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۸۱)

جواب نمبر ۱..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نقلی روزہ کا ارادہ رکھنے والا خود مختار ہے خواہ شروع کرے یا نہ کرے۔ جواب نمبر ۲..... یہ حدیث بھی قضا سے ساکت ہے لہذا ناطق اس پر مقدم ہے۔

**باب الاعتکاف**..... الفصل الاول وعن ابن عمر قولہ کنت نذرت فی الجاہلیۃ ان اعتکف لیلۃ (صفحہ ۱۸۳) یہاں دو مسائل خلا فیہ ہیں..... مسئلہ اولیٰ نذر کا فر..... اگر کافر حالت کفر میں اعتکاف یا صدقے وغیرہ کی نذر کرے تو ابو حنیفہؒ و مالک کے نزدیک حالت اسلام میں اس کا ایثار واجب نہیں اور شافعیؒ و احمد کے نزدیک واجب ہے۔

دلیل احناف..... حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص مرفوعا انما النذر مما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالیٰ (رواہ الطحاوی) اور چونکہ کافر کا فعل لوجہ اللہ نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کی نذر بھی صحیح نہیں۔

دلیل شوانع..... حدیث باب ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے فاوف بنذرتک۔ جواب..... حافظ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں امر استحباب کے لئے ہے تاکہ بظاہر خلاف نذر نہ ہو۔

مسئلہ ثانیہ..... صوم اعتکاف نذر..... امام ابو حنیفہؒ و مالک کے نزدیک اعتکاف نذر میں روزہ شرط ہے اور شافعیؒ و احمد کے نزدیک شرط نہیں۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... حدیث عائشہؓ ولا اعتکاف الا

بصوم (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۱۸۳، فصل ثانی) نمبر ۲..... عن ابن عباس و ابن عمر قالوا  
اعتكف بصوم (رواہ البیهقی) دلیل شواہغ..... حدیث باب ہے کیوں کہ حضرت عمر کا اعتکاف مذرات  
کا تھا اور رات کو روزہ نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ اعتکاف نذر کے لئے روزہ شرط نہیں۔

جواب نمبر ۱۔ بقول حافظ ابن حجر عسقلانی یہ امر استجاب کے لئے ہے اور اعتکاف مستحب میں بالاتفاق  
روزہ شرط نہیں۔ جواب نمبر ۲..... یہ روایت مختصر ہے دراصل یہ مذرات و دنوں کی تہی چنانچہ صحیحین کی  
بعض روایات میں لفظ یوم مذکور ہے۔ مثلاً صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۴۲۵ میں ہے انہ کان علی اعتکاف یوم  
فی الجاہلیۃ اور صحیح مسلم جلد ۲، صفحہ ۵۰ میں ہے انی نذرت فی الجاہلیۃ ان اعتکف یوما فی  
المسجد الحرام۔ لہذا حدیث باب میں لیل مع النہار مراد ہے۔

**الفصل الثانی..... و عنہا قوله 'ولا اعتکاف والا فی مسجد جامع' (صفحہ**  
۱۸۳) مسئلہ خلافیہ..... امام ابو حنیفہؒ و احمدؒ کے نزدیک مرد کا اعتکاف صرف مسجد جماعت میں جائز ہے اور  
شافعی و مالکؒ کے نزدیک ہر مسجد میں درست ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... حدیث باب ہے۔

نمبر ۲..... عن حذیفۃؒ مرفوعاً کل مسجد لہ امام و مؤذن فالاعتکاف فیہ یصح (رواہ الدارقطنی  
والن الجوزی) دلیل شواہغ..... قوله 'تعالیٰ وانتم عکفون فی المسجد' (پارہ ۲) اس آیت سے معلوم  
ہوا کہ محل اعتکاف مطلق مسجد ہے۔ جواب..... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہاں مسجد جماعت مراد ہے۔

## کتاب المناسک..... (صفحہ ۲۳۰)

مناسک..... حج ہے منک بمعنی عبادت و نذر کی اور یہاں اس سے مراد امور و افعال حج ہیں۔

حج کے لغوی معنی۔ قصد کے ہیں اور شرعی تعریف یہ ہے ہو قصد امکانہ مخصوصہ بصفة  
مخصوصہ فی زمان مخصوصہ۔

حج کی فرضیت..... میں پانچ اقوال ہیں یعنی ۵ھ سے بالترتیب ۹ھ تک لیکن جمہور کے نزدیک  
رانج قول ۱۰ھ کا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تعلیم افعال حج اور تیاری اسباب سفر حج کی مشغولیت کے  
سبب نیز حج کے متعلق وجوب علی التراخی کی تعلیم دینے کے لئے و نیز مقامات مقدرہ کو کفار و مشرکین سے پاک و  
صاف فرمانے کے لئے تاخیر کی پھر ۹ھ میں ابو بکر محمد تقی کو امیر حج بنا کر بھیجا اور دوین سال خود حج کے  
لئے تشریف کے لئے۔

**الفصل الاول (صفحہ ۲۲۱)..... و عنہ 'ای عن ابن عباس قوله 'ادركت اہی**



شیخا کبیرا ..... مسئلہ خلا فیہ ..... امام ابوحنیفہ کے نزدیک شیخ فانی پر حج فرض نہیں اور شافعی کے نزدیک حج فرض ہے۔ دلیل احناف ..... قولہ 'تعالیٰ من استطاع الیہ سبیلا' (پارہ ۴) چونکہ شیخ فانی سواری پر ٹھہر نہیں سکتا اس لئے استطاعت سے محروم ہونے کے سبب اس پر حج فرض نہیں۔

دلیل شوافع ..... حدیث باب ہے۔ جواب ..... اس شیخ فانی پر پہلے سے حج فرض تھا جیسا کہ ادراکت کے صیغہ ماضی سے معلوم ہوتا ہے لیکن سوال شیخوخت کے زمانے میں کیا گیا۔

وعن ابن عباس <sup>رض</sup> ..... قولہ 'لمن کان یرید الحج والعمرة' (صفحہ ۲۲۱)

مسئلہ خلا فیہ ..... امام ابوحنیفہ کے نزدیک آفاق کے لئے مطلقاً بغیر حرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں خواہ تجارت کے لئے جا رہا ہو بشرطیکہ دخول مکہ کا ارادہ ہو اور شافعی کے نزدیک اگر حج یا عمرہ کا ارادہ ہے تو احرام ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں۔ دلیل احناف ..... حدیث ابن عباس <sup>رض</sup> مرفوعاً لا یجاوز الوقت الا باحرام (رواہ ابن ابی شیبہ والطرینی) دلیل شوافع ..... حدیث باب ہے۔ جواب ..... یہ حدیث غیر حج و عمرہ سے سرت ہے اور روایت مذکورہ عموم کی وجہ سے ناطق ہے اور ناطق ساکت سے راجح ہوتا ہے۔

**باب الاحرام والتلبیة** ..... الفصل الاول ..... عن عائشہ <sup>رض</sup> ..... قولہ 'واهل رسول الله <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> بالحج' ..... (صفحہ ۲۲۲) ..... مسئلہ خلا فیہ .....

ابوحنیفہ کے نزدیک حج قرآن اور شافعی و مالک کے نزدیک افراد اور احمد کے نزدیک تمتع افضل ہے۔ دراصل یہ اختلاف حضور <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کے حج کی کیفیت کی تعیین پر مبنی ہے۔ روایات حج قرآن .....

نمبر ۱ ..... عن انس <sup>رض</sup> قال سمعت رسول الله <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> اهل بهما لیبیک عمرة وحجا (رواہ مسلم)

نمبر ۲ ..... عن عمران بن حصین <sup>رض</sup> قال ان رسول الله <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> جمع بین حج و عمرة (رواہ مسلم)

نمبر ۳ ..... عن البراء بن عازب <sup>رض</sup> مرفوعاً قال فانی سفت الہدی وقرنت (رواہ ابوداؤد والنسائی)

روایات افراد تمتع کے جوابات ..... جواب نمبر ۱ ..... قرآن کی نسبت حضور <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> کی طرف حقیقی ہے اور افراد تمتع کی نسبت آمر ہونے کی وجہ سے مجازی ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... علامہ ابن حمام اور علامہ ابن نجیم حنفی

فرماتے ہیں کہ قارن کے لئے تلبیہ تینوں طرح درست ہے تو اختلاف روایات بوجہ اختلاف سماع تلبیہ کے ہے

جواب نمبر ۳ ..... علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں کہ ابتدا آپ <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے صرف حج کا احرام

باندھا ہے لیکن پھر عمرے کو ساتھ ملا لیا تو ابتداء کے اعتبار سے آپ <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> مفرد اور انجام کے اعتبار سے قارن تھے اور تمتع کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے ہوا ہے یعنی آپ <sup>صلی اللہ علیہ وسلم</sup> نے ایک ہی سفر میں دو عبادتوں سے فائدہ و نفع

اٹھایا۔ باقی ربی روایت فہاہل بالعمرة ثم اهل بالحج والی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تلبیہ اس ترتیب سے کہا تو یہاں اہلال تلبیہ کے معنی میں ہے نہ کہ احرام کے معنی میں۔ وجوہ ترجیح مذہب احناف..... تین ہیں۔ وجہ اول..... سترہ جلیل القدر صحابہ و صحابیات سے ہیں سے زائد احادیث آپ ﷺ کے حج قرآن کے متعلق مروی ہیں (ادجز المساک جلد ۳، صفحہ ۳۵۴) وجہ ثانی..... افراد کے راوی چار صحابہ ہیں۔ عائشہ، ابن عمر، جابر، ابن عباس، لیکن ان سے قرآن کی روایات بھی منقول ہیں جبکہ قرآن کے ناقلین بعض دوسرے صحابہ کرام بھی ہیں مثلاً براء بن عازب، عمر بن الخطاب، انس بن مالک، عمران بن حصین، حفصہ وغیرہم اور ان کی روایتیں تعارض سے سالم ہیں۔ وجہ ثالث..... قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے حضور ﷺ کے حج قرآن کے دلائل کے بارے میں ایک ہزار ورق پر مشتمل کتاب لکھی ہے۔

### باب قصة حجة الوداع ..... الفصل الاول (۲۲۲) ..... عن جابر

بن عبد اللہ..... قوله؛ لابل لا بدابد ..... مسئلہ خلافیہ فسخ حج..... امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حج کا عمرے کے ساتھ فسخ کرنا رسم جاہلیت کو توڑنے کے لئے تھا اور یہ فسخ... حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھا اور اب بعد میں جائز نہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک تا قیامت جائز ہے۔ دلیل جمہور..... عن بلال بن الحارث عن ابيه قال قلت يا رسول الله ارأيت فسخ الحج بالعمرة لنا خاصة ام للناس عامة فقال ﷺ بل لنا خاصة (رواه ابوداؤد والنسائی)

دلیل حنا بلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب..... روایت مذکورہ کے قرینے سے لا بد کا مطلب یہ ہے کہ ایام حج میں عمرے کا ادا کرنا تا قیامت جائز ہے۔ قوله؛ فصلی بہا المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین... مسئلہ خلافیہ (۲۲۵)..... کیفیت جمع تاخیر..... امام ابوحنیفہؒ احمدؒ کے نزدیک مزدلفہ کی جمع تاخیری میں ایک اقامت افضل ہے اور شافعیؒ، زفرؒ، طحاویؒ، ابن ہمامؒ کے نزدیک در اقامتیں بہتر ہیں۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن جابر ان رسول الله ﷺ صلى المغرب والعشاء بجمع باذان واحد واقامة واحدة ولم يسبح بينهما (رواه ابن ابی شیبہ)

نمبر ۲..... عن ابن عمر قال جمع رسول الله ﷺ بين المغرب والعشاء بجمع صلى المغرب ثلاثا والعشاء ركعتين باقامة واحدة (رواه مسلم جلد ۱، صفحہ ۳۱)

دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اگر دونوں نمازوں میں کھانے وغیرہ کا فاصلہ ہو جائے تو دوسری اقامت مسنون ہے اور یہ حدیث فصل ہی پر محمول ہے کہ بعض صحابہ کرام نے اسباب سفر کی

مشغولیت کی وجہ سے فصل کیا اور پھر دوسری اقامت کہی پھر چونکہ صحابہ کرام کا یہ عملی آپ کی اجازت سے تھا اس لئے مجازاً آپ ﷺ کی طرف نسبت کر دی۔ جواب نمبر ۲..... احادیث مختلف ہیں لہذا قیاس کو مرتجح بنانا چاہیے اور قیاس کا فیصلہ یہ ہے کہ عرفات میں تو عصر کے لئے دوسری اقامت کہی جائے کیوں کہ عصر اپنے وقت سے قبل پڑھی جا رہی ہے تو اقامت سے اعلان ہو جائے گا کہ عصر بھی ابھی پڑھی جا رہی ہے بخلاف مزدلفہ میں عشاء کے کدہ اپنے وقت میں پڑھی جا رہی ہے لہذا دوسری اقامت کی ضرورت نہیں۔

و عن عائشہ..... قوله: واما الذين جمعوا الحج و العمرة فانما طافوا طوافاً واحداً (صفوہ ۲۲۵) مسئلہ خلا فیہ عدد طواف قارن..... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قارن پر دو سعی اور دو طواف ہیں ایک عمرے کی وجہ سے اور دوسرا طواف قدم حج کے لئے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف ایک طواف قدم ہی ہے تو ان کے نزدیک عمرے کے افعال حج کے افعال میں داخل ہیں۔

دلائل احناف نمبر ۱..... عن عمران بن حصین ان النبی ﷺ طاف طوافین و سعی سعین (رواہ الدارقطنی) نمبر ۲..... محمد بن حنفیہ کی روایت میں ہے انہ: قد جمع بین الحج و العمرة فطاف لهما طوافین و سعی لهما سعین و حدث ان علیاً فعل ذلك و قد حدثه ان رسول الله ﷺ فعل ذلك۔ (سنن کبریٰ، نسائی، نصب الرایہ، حافظ ابن حجر الدرراییہ میں فرماتے ہیں رواہ موثقون۔

دلیل آئمہ ثلاثہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قارن نے ایک ہی احرام میں دو طواف کئے اور حج میں احرام نہیں کھولا تو گویا یہ متحصنین کے مقابلے میں حکماً و مجازاً ایک ہی طواف ہو اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ جملہ آیا ہے قالت ای عائشہ فطاف الیذین کانوا اهلوا بالعمرة بالبيت و بین الصفاء و المروة ثم حلوا ثم طافوا طوافاً بعد ان رجعوا من منیٰ۔

جواب نمبر ۲..... متمتع کے لئے دو طواف حلت ہیں اور قارن پر صرف ایک طواف حلت ہے یعنی طواف زیارت جس کے بعد قارن حج و عمرہ دونوں کے احرام سے فارغ ہو جاتا ہے تو حدیث میں طواف واحد سے مراد طواف حلت ہے۔ جواب نمبر ۳..... امام طحاویؒ، قاضی ثناء اللہ پانی پٹی اور علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث میں طواف واحد سے مراد طواف عمرہ ہے جو کہ فرض ہے پھر طواف قدم کا اس میں داخل ہو گیا ہے جیسا کہ فرض نمازوں میں تحیۃ المسجد کا داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن آئمہ ثلاثہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا پہلا طواف قدم کا تھا جو کہ سنت ہے نہ کہ طواف عمرہ مگر چونکہ ضعیف قوی کو متضمن نہیں ہو سکتا اس لئے یہ توجیہ مرجوح ہے۔

باب دخول مكة و الطواف. الفصل الثانی..... عن المهاجر

المکی ..... قوله، فلم نكن نفعله، (صفحہ ۲۲۷) مسئلہ خلا فیہ رفع یدین عند نظر البیت  
..... امام ابو حنیفہ، احمد، شافعی کے نزدیک جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مسنون ہے۔ لیکن  
امام مالک کے نزدیک ہاتھ نہ اٹھائے۔ دلیل جمہور ..... عن ابن جریج قال كان النبي ﷺ اذا رأى  
البیت رفع یدیه وقال اللهم زد هذا البیت تشریفاً (مسند شافعی) دلیل مالکیہ ..... حدیث باب  
ہے۔ جواب نمبر ۱ ..... علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ ثبت نانی پر مقدم ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... ملا علی  
قاری فرماتے ہیں کہ اثبات پہلی دفعہ دیکھنے پر محمول ہے اور نفی بار بار دیکھنے پر محمول ہے (مرقات)  
جواب نمبر ۳ ..... نفی وجوب کی ہے اور اثبات استحباب کا ہے۔

باب ..... الفصل الاول ..... عن عبد الله بن عمرو بن عاص ..... قوله،  
اذبح ولا حرج (۲۲۳) ..... مسئلہ خلا فیہ ترتیب افعال یوم النحر ..... ابو حنیفہ مالک کے  
زودیک دسویں تاریخ ذی الحجہ میں قارن و متمتع کے لئے رمی، ذبح، حلق، وطواف زیارۃ ان چاروں افعال میں  
ترتیب واجب ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور شافعی و احمد کے نزدیک ترتیب محض سنت ہے۔

دلیل احناف ..... عن ابن عباس قال من قدم شیناً من حجه او اخر فلیهرق لذلك دماً  
(ابن ابی شیبہ، طحاوی، مؤطا محمد) دلیل شوافع ..... حدیث باب ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے تقدیم و  
تاخیر پر کوئی چیز واجب نہیں فرمائی۔ جواب نمبر ۱ ..... حرج سے مراد گناہ ہے یعنی لاعلمی یا نسیان کی بناء پر گناہ  
نہیں باقی یہاں دم کی نفی مقصود نہیں اس پر دو قرآن ہیں۔ قرینہ اولی ..... لا حرج کے راوی ابن عباس کا  
فتویٰ وجوب دم کا ہے معلوم ہوا کہ انہوں نے لا حرج سے گناہ کی نفی سمجھی۔ قرینہ ثانیہ ..... آگے فصل ثالث  
کی حدیث اسامہ بن شریک میں یہ لفظ آرہے ہیں لا حرج الا علی رجل افترض عرض مسلم وهو  
ظالم فذلک الذی حرج وھلک (رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۲۳) اس میں لا حرج سے گناہ نگار  
کا استثناء کیا ہے۔ جواب نمبر ۲ ..... یہ ابتدائے اسلام کے واقعات ہیں جبکہ احکام و مسائل کی تعلیم دی  
جاری تھی تو ایسے وقت میں شریعت نے ناواقفیت کو عذر سمجھا اور گناہ اور دم میں سے کسی چیز کو واجب نہیں کیا۔

باب ما یجتنبہ المحرم (۲۲۵) ..... الفصل الاول ..... وعن  
عثمان، قوله، لا ینکح المحرم ..... مسئلہ خلا فیہ نکاح محرم ..... ابو حنیفہ کے نزدیک  
حلت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱ ..... عن ابن عباس ان النبی ﷺ تزوج میمونۃ وهو محرم (متفق علیہ)

مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) نمبر ۲..... محرم کے لئے باقی عقود و معاملات جائز ہیں تو ان پر قیاس کرتے ہوئے نکاح بھی جائز ہونا چاہیے۔ جمہور کی دلیل اول... حضرت عثمانؓ کی حدیث باب ہے۔

جواب..... حدیث مذکور کے قرینے سے لایسکح المحرم میں نمی کراہت تزیہیہ کے لئے ہے جیسا کہ لایسخطب میں آپ کے نزدیک بھی نمی کراہت تزیہیہ کے لئے ہے۔ دلیل ثانی و ثالث..... حدیث یزید بن اسم (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) اور حدیث ابی رافع (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۶) کہ آنحضرت ﷺ نے حلال ہونے کی حالت میں حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا ہے۔ جواب نمبر ۱..... آنحضرت ﷺ نے یہ نکاح عمرۃ القضاء کے لئے مکہ کو جاتے وقت مقام سرف پر کیا جو مکہ سے دس میل پر ہے پھر واپسی میں اسی مقام پر تیزیہ کیا تو ان دونوں احادیث میں نکاح سے مراد نکاح کی شہرت، صحبت، جماع، خستی اور ولیمہ ہے چنانچہ ایک حدیث میں صراحتاً مردی ہے تزوجھا وهو محرم وبنی بہا وهو حلال۔ جواب نمبر ۲..... ان دونوں احادیث کے مقابلے میں حدیث ابن عباسؓ تین وجوہ سے راجح ہے۔ وجہ اول..... ابن عباسؓ کی حدیث صحیح ستہ میں موجود ہے لیکن حدیث یزید بخاری و نسائی میں نہیں۔ وجہ ثانی..... ابن عباسؓ افقہ، اضبط اور احفظ ہیں۔ وجہ ثالث..... حضرت عباسؓ حضرت میمونہؓ کی طرف سے وکیل نکاح تھے تو ان کے صاحبزادے کو واقعہ کا علم زیادہ ہو سکتا ہے۔ صاحب مصابیح کی طرف سے حدیث ابن عباسؓ کی توجیہ..... صاحب مصابیح نے روایات صحت و حرمت میں یوں تطبیق دی ہے کہ تزوج تو حلال ہونے کی حالت میں ہوا تھا لیکن اس کی شہرت محرم ہونے کی حالت میں ہوئی۔ جواب..... یہ بات تو تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ یہ نکاح مقام سرف میں ہوا ہے تو اب یہ نکاح دو حال سے خالی نہیں یا تو مکہ کو جاتے وقت ہوایا آتے وقت ہوا۔ اگر جاتے وقت ہوا ہے تو آپ محرم تھے اور اگر آتے وقت ہوا واپسی میں مقام سرف میں ہوا ہے تو واقعی آپ ﷺ اس وقت حلال تھے لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے بعد کون سا احرام ہے جس میں اس کی شہرت ہوئی۔ لہذا تطبیق وہی راجح ہے جو احناف نے دی ہے۔

**باب المحرم یجتنب الصيد** (صفحہ ۲۳۶)..... مسئلہ خلافیہ..... محرم خود شکار کرے یا اس کے حکم یا اشارے یا دلالت یا اعانت و اجازت سے غیر محرم شکار کرے تو ایسا شکار محرم کے لئے بالاتفاق ناجائز ہے بلکہ محرم پر جزاء بھی لازم ہے لیکن اگر غیر محرم محرم کو کھلانے کی نیت سے بدوں محرم کے امر وغیرہ کے شکار کرے تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ شکار محرم کے لئے حلال ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ شکار بھی حرام ہے اور بعض صحابہ و تابعین کے نزدیک شکار و مطلقاً محرم کے لئے حرام ہے اگرچہ اس

نے امر وغیرہ بھی نہ کیا ہو اور وہ شکار اس کی نیت سے بھی نہ کیا گیا ہو۔ دلیل احناف..... حدیث ابی

قَادَةَ فَلَمَّا اتَّوَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ اَمْنِكُمْ اِحْدِ اَمْرِهِ اَنْ يَحْمَلَ عَلَيْهَا اَوْ اِشَارَ اِلَيْهَا قَالُوا لَا قَالِ

فَكَلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا (مشفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۶) اس واقعے میں آنحضرت ﷺ نے محرمین

سے تو تحقیق فرمائی کہ تم نے امر یا اشارہ وغیرہ تو نہیں کیا تھا لیکن خود ابو قادہ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے محرمین کو

کھلانے کی نیت سے تو شکار نہیں کیا تھا معلوم ہوا کہ اگر نیت کی بھی ہوتی تب بھی کھانا حلال و جائز ہے۔ دلیل

آئمہ ثلاثہ..... حدیث جاہل مرفوعاً لحم الصيد لكم في الاحرام حلال ما لم تصيدوه او

يصاد لكم (رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۶) جواب نمبر ۱..... حدیث مذکور کے

قرینے سے یہاں مضاف محذوف ہے اسی یصاد لامر کم کہ تمہارے امر اور اشارے وغیرہ سے شکار نہ کیا

جائے ورنہ وہ تمہارے لئے حلال نہ ہوگا۔ جواب نمبر ۲..... یہ روایت زندہ جانور..... پر محمول ہے۔

دلیل بعض اسلاف..... حدیث صحب بن جثامہ کہ حضور اکرم ﷺ نے حمار وحشی کو رد فرمایا تھا (مشکوٰۃ

جلد ۱، صفحہ ۲۳۶) جواب نمبر ۱..... وہ حمار وحشی زندہ تھا۔ جواب نمبر ۲..... حضور ﷺ نے یہ خیال

فرمایا کہ یہ خاص میرے لئے شکار کیا گیا ہے تو تقویٰ کی بناء پر قبول نہ فرمایا۔

الفصل الثانی..... وعن عبد الرحمن بن ابی عمار..... قوله، فقلت

ایوب کل فقال نعم..... مسئلہ خلا فیہ حلت و حرمت اکل صبح..... ابو حنیفہ و مالک کے نزدیک صبح

مکروہ تحریمی ہے اور شافعی و احمد کے نزدیک حلال ہے۔

دلایل احناف نمبر ۱..... عن حنیفہ بن جزی قال سالت رسول الله ﷺ عن اكل الضبع

قال باوینا کل الضبع احد (رواه الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۷) اور گویہ حدیث محض ایک سند کے لحاظ

سے ضعیف ہے مگر دوسری روایات و اسانید سے مؤید ہونے کے سبب قابل استدلال ہے بلکہ مجتہد کا استدلال

خود اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک صحیح ہے اگرچہ بعد کے زمانے میں طول سند کی وجہ سے

ضعیف پیدا ہو گیا ہو نمبر ۲..... عن ابی ہریرۃ مرفوعاً قال کل ذی ناب من السباع فاکله حرام

(مشفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۵۹) اور ضیح بھی کبھی دالا درندہ ہے اور اگرچہ مذکورہ بالا دو روایات کا تقاضا یہ ہے

کہ ضیح حرام ہو مگر حلت کی روایات کی وجہ سے کراہت کا قول کیا گیا ہے۔ دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... تجارض روایات کے وقت محرم کو صیغ پر ترجیح ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۲..... روایات مذکورہ کے قرینے سے یہاں حلت اکل مع کراہت تحریمی ہے۔

## باب الاحضار و فوت الحج (صفحہ ۲۳۰) مسئلہ خلا فیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

مرض اور دشمن دونوں سے احضار ثابت ہو جاتا ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف دشمن کے روکنے سے ہوتا ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن الحجاج بن عمرو والانساری مرفوعاً من کسوا او عرج

فقد حل و علیہ الحج من قابل (رواہ الترمذی والبوداؤد والنسائی وغیرہم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۷)

نمبر ۲..... قرآن مجید میں فان احصرتم کالفظ آیا ہے اور لغت میں احضار دراصل بیماری کے ساتھ اور حصر دشمن کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ آئمہ لغت میں سے فراء بن سکیت ابو عبیدہ انخس کسائی وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور اگر احضار عام بھی ہو تو دشمن کے ساتھ مرض کو بھی شامل ہے۔

دلیل آئمہ ثلاثہ..... یہ ہے کہ حدیبیہ میں دشمن نے روکا تھا اس پر آیت احضار نازل ہوئی اور مرض دشمن کے حکم میں نہیں تاکہ قیاس والحاق کیا جاسکے۔ جواب..... مسلمہ قاعدہ ہے کہ العبورۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد بالخصوص جبکہ روایات سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

## باب حرم المدینۃ حرسہا اللہ تعالیٰ (صفحہ ۲۳۸) مسئلہ خلا فیہ..... ابو

حنیفہؒ کے نزدیک حرم مدینہ حرمت و تقظیم کے لحاظ سے ہے اور شکار اور قطع شجر وغیرہ کی حرمت کے اعتبار سے نہیں تو حرم مدینہ میں ان کے نزدیک شکار وغیرہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے حرام یا موجب جزا نہیں اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک حرم مدینہ میں حرم مکہ کی طرح شکار کرنا وغیرہ بھی منع ہے۔ البتہ مالک و شافعی کے نزدیک ضمان نہیں۔

دلائل احناف نمبر ۱..... عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال ولا تخبط فیہا شجرة الا لعلف

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۹) ظاہر ہے کہ حرم مکہ کا درخت چارے کے لئے بھی جھاڑنا جائز نہیں اور حرم

مدینہ میں یہ جائز ہے معلوم ہوا کہ دونوں کا حکم برابر نہیں۔ نمبر ۲..... حدیث انس کہ میرے چھوٹے بھائی کی

ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلتا تھا جب وہ مر گئی تو آنحضرت ﷺ نے مزاحاً فرمایا ایسا ابا عمیر ما فعل النعبور

(متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۱۶) اگر حرم مدینہ حرم مکہ کی طرح ہوتا تو آپ ﷺ غیر کے چھوڑ دینے کا حکم فرما

دیتے۔ دلیل آئمہ ثلاثہ..... احادیث باب ہیں مثلاً وانسی حرمت المدینۃ حراماً وغیر ذلک

مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۱) جواب نمبر ۱..... مذکورہ احادیث سے یہ منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۲..... احادیث

مذکورہ کے قرینے سے یہ حرمت تقظیم کے معنی میں ہے نہ کہ حرام ہونیکے معنی میں جیسا کہ حدیث زبیر میں ہے ان

صیددج وعضاہد حرم محرم للہ (رواہ البوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۹) اور یہ آپ کے نزدیک بھی مؤول

ہے کیوں کہ مقام دج حرمین کی بھی حدود سے باہر طائف کی جانب میں ہے لہذا جو ابکم لہو جو ابنا .

## کتاب البیوع .....

باب الکسب و طلب الحلال ..... الفصل الاول ..... وعن رافع

بن خدیج ..... قوله 'ثمن الكلب خبیث ..... مسئلہ خلا فیہ ..... امام ابوحنیفہؒ کے

نزدیک کتے کی بیع جائز ہے البتہ کلب عقور جو تعلیم کے قابل نہ ہو اسکی بیع ناجائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک

مطلقاً ناجائز ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... عن جابر ان النبی ﷺ نہی عن ثمن السور

والكلب الا کلب صید (نسائی بسند جید)

نمبر ۲..... عن جابر ان النبی ﷺ نہی عن ثمن الكلب الا الكلب المعلم (نسائی و مسند احمد)

نمبر ۳..... حضرت عثمان بن عفانؓ نے ایک شخص سے کتے کی قیمت کے بدلہ میں چالیس اونٹ تاوان میں

وصول کئے تھے اسی طرح حضرت عمرو بن عامرؓ نے چالیس درہم جرمانہ کے وصول فرمائے تھے۔

دلیل شوافع ... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱... خبیث بمعنی مکروہ تزیہی ہے۔

جواب نمبر ۲..... مذکورہ روایات کے قرینے سے یہ ابتداء اسلام پر محمول ہے اور منسوخ ہے کیوں کہ ابتداء

میں کتوں کے بارے میں سخت احکام تھے اور ان کو قتل کرنے کا حکم بھی تھا بعد میں تخفیف کر دی گئی۔

جواب نمبر ۳..... یہ کلب عقور پر محمول ہے۔

باب الخیار ..... الفصل الاول (صفحہ ۲۳۰) عن ابن عمر ..... قوله

المتبايعان كل واحد منهما بالخيار علی صاحبه ما لم يتفرقا ..... مسئلہ

خلا فیہ خیار مجلس ..... شریعت میں خیار شرط، خیار رویت، خیار عیب، خیار تعین، خیار قبول پانچوں قسمیں بالاتفاق

ثابت و جائز ہیں البتہ خیار مجلس مختلف فیہ ہے۔ شافعی و احمد کے نزدیک ثابت ہے۔ ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک

لازم نہیں بلکہ صرف مستحب ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱..... ایجاب و قبول کے ذریعے عقد تام ہو چکا ہے اور ارشاد باری ہے او فوا بلسعقود

(پارہ ۶) جب تراضی سے عقد اور ایجاب و قبول تام ہو چکا ہے تو اب زبردستی واپس کرنا ایفائے عہد کے منافی ہے۔

نمبر ۲..... عن عمر و بن شعيب عن ابيه عن جده ولا یحل له ان یفارق صاحبه خشية ان

یستقبله (رواہ الترمذی وغیرہ و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۲) کیونکہ قالہ عقد کے پورا ہو جانے کے بعد ہوتا ہے معلوم

ہوا کہ خیار مجلس نہیں اگر خیار مجلس ہوتا تو اس کو قالہ اور واپس کرنے کا مطالبے کی ضرورت نہ ہوتی۔

دلیل شوافع ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... اس حدیث میں خیار سے خیار قبول اور تفرق سے



تفرق بالا تو ایل یعنی ایجاب و قبول کے ذریعے عقد سے فراغت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ جب تک ایجاب و قبول سے فراغت نہ ہو اس وقت تک ہر ایک کو رد کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ ایجاب والا ایجاب واپس کر لے یا رد سرا آدی قبول نہ کرے۔ اس پر فریضہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ما لم يتفرقا عن بيعهما کے الفاظ آئے ہیں و نیز ابراہیم نخعی سے منقول ہے ما لم يتفرقا عن منطلق البيع۔ پھر تفرق کا اطلاق تفرق بالا بدران کی طرح تفرق بالا تو اس پر بھی آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا (پارہ ۲) اور تفریق زوجین کے متعلق ارشاد ہے وان يتفرقا يغن الله كلا من سعته (پارہ ۵)۔

جواب نمبر ۲..... اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ خیار مجلس مراد ہے تو پھر یہاں خیار مجلس کا لزومی طور پر ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ محض اس کا استحباب بیان کرنا مقصود ہے اور استحباب کے ہم بھی قائل ہیں۔

**باب الربوا..... الفصل الاول..... وعن جابر، قوله، فاشتراه بعبدین**

اسودین (صفحہ ۲۳۰) مسئلہ خلافیہ بیع الحيوان بالحيوان..... حیوان کی بیع حیوان سے دست بدست تفاضل کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے البتہ بیع نسیرہ میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ احمد کے نزدیک منع ہے کیونکہ اتحاد جنس کی وجہ سے نسیرہ حرام ہے اور شافعی و مالک کے نزدیک جائز ہے۔

دلیل اختلاف..... حدیث سرہ بن جندب ان النبی ﷺ نہی عن بیع الحيوان بالحيوان نسینہ (رواہ الترمذی وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) شواہد کی دلیل اول..... حدیث باب ہے کیوں کہ یہ مطلق ہے جواب..... سیاق و سباق کی وجہ سے و نیز یہ حدیث مذکور کے فریضے سے یہ نقد پر محمول ہے۔

دلیل ثانی..... حدیث عبد اللہ بن عمرو بن عاص فکان یأخذ البعیر بالبعیرین الی ابل الصدقة (رواہ ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) جواب نمبر ۱..... یہ حدیث ضرورت و مجبوری اور ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ جواب نمبر ۲..... یہ حکم آیت ربوا سے پہلے کا ہے جو معاملات کے باب میں سب اخیر میں نازل ہوئی ہے تو اب یہ حکم منسوخ ہے اس نسخ پر فریضہ یہ ہے کہ سرہ بن جندب کی حدیث میں نمی کا لفظ آیا ہے اور نمی اس فعل سے ہوتی جو پہلے جاری ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قسم کی بیع پہلے ہوتی تھی پھر ممانعت ہو گئی۔

**الفصل الثانی..... وعن سعد بن ابی وقاص..... قوله، سئل عن شری**

التمر بالرتب (صفحہ ۲۳۵) مسئلہ خلافیہ بیع التمر بالرتب..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تمر کی بیع رطب سے جائز ہے جبکہ دونوں برابر ہوں، در بیع دست بدست ہو۔ لیکن مالک، امام شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے کیوں کہ بعد میں مماثلت نہیں رہے گی۔ دلیل اختلاف..... یہ ہے کہ تمر اور رطب دونوں ہم جنس ہیں

اور رطوبت ایسوت یہ دونوں اوصاف ہیں اور اسوال ربویہ میں اوصاف کا اعتبار نہیں ہوتا کما جاء فی الحدیث  
جیدھا وردیھا سواء لہذا بیع جائز ہے۔ دلیل جمہور۔۔ حدیث باب ہے فقہاء عن ذلک۔  
جواب نمبر ۱..... یہ بھی تفسیحی ہے تاکہ رطب کے خشک ہو جانے کے بعد بائع کا نقصان نہ ہو۔  
جواب نمبر ۲..... یہ حدیث بیع نسیدہ پر محمول ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کی دوسری روایت  
میں یوں مذکور ہے ان رسول اللہ ﷺ نہی عن بیع الرطب بالتمر نسیئة (ابوداؤد، والدارقطنی  
، مستدرک حاکم لہذا یہاں بھی نسیدہ کی قید ملحوظ ہے۔

وعن سعید بن المسیب مرسلًا..... قوله 'نہی عن بیع اللحم بالحيوان  
..... مسئلہ خلافیہ بیع اللحم بالحيوان ان..... امام ابوحنیفہ، ابو یوسف اور احمد کے نزدیک گوشت کی بیع حیوان  
سے نقدًا جائز ہے کیوں کہ گوشت موزون ہے اور حیوان غیر موزون ہے لہذا اتحاد قدر نہ ہونے کی وجہ سے کی اور  
بیشی کے احتمال کے باوجود یہ بیع جائز ہے۔ امام محمد کے نزدیک صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ گوشت کی  
مقدار زیادہ ہو تاکہ جانور کے گوشت کے مقابلے میں گوشت کی مقدار ہو جائے اور اسکی کھال وغیرہ کے مقابلے  
میں باقی گوشت ہو جائے۔ شافعی و احمد کے نزدیک یہ بیع مطلقاً ناجائز ہے یعنی نقدًا بھی اور نسیدہ بھی۔ دلیل  
شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب..... اہل جاہلیت اس طریقے سے جو کھیتے تھے جیسا کہ سعید بن  
مسیب کا قول ہے کان من میسر اهل الجاهلیة (رواہ فی شرح السنہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۵) تو جوئے  
کے سدباب کے لئے یہ ممانعت کی گئی ہے۔

باب المنہی عنہا من البیوع..... الفصل الاول..... وعن ابی  
ہریرۃؓ... قوله 'من اشتوی شاة مصراة فهو بالخيار ثلثة ایام..... (صفحہ ۳۷۷)  
مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع مصراة میں مشتری کے لئے واپسی کا اختیار اور علیٰ حد ایک صاع  
کھجور کی واپسی یہ دونوں احکام وجوبی نہیں بلکہ محض استحبابی ہیں اور آئمہ ثلثہ و صاحبین کے نزدیک وجوبی ہیں۔  
دلائل احناف و دلیل نمبر ۱..... عقد تام ہو چکا ہے لہذا واپسی کا اختیار نہیں لقولہ تعالیٰ او فوا بالعقود  
(پارہ ۶) نمبر ۲..... قرآن میں ارشاد ہے فاعتدوا علیہ بمنل ما اعتدای علیکم (پارہ ۲) اور جزاء  
سینۃ سینۃ مثلھا (پارہ ۲۵) ان نموس سے معلوم ہوا کہ چیز کا ضمان ضروری ہے اور کسی چیز کا ضمان بالمثل ہوتا  
ہے پھر مثل کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ۱... صوری مثلاً دودھ کا ضمان دودھ سے۔ نمبر ۲..... منخوی مثلاً دودھ کی  
قیمت اور یہاں ظاہر ہے کہ کھجور کا صاع نہ تو دودھ کا مثل صوری ہے اور نہ اس کی قیمت ہے معلوم ہوا کہ یہ حکم

ضمان لازمی نہیں۔ (۳)..... حدیث میں ہے ان الخراج بالضممان (رواہ فی شرح السنہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۹) اس سے معلوم ہوا کہ جس کی ضمانت اور ذمہ داری میں چیز ہوتی ہے نفع اسی کا حق ہوتا ہے تو یہاں دودھ مشتری کا حق ہے کیوں کہ جانور اس کی ذمہ داری میں ہے اگر ہلاک ہوگا تو تادان و نقصان مشتری پر ہوگا تو اسی طرح آمدنی و نفع بھی مشتری ہی کا ہونا چاہیے تو پھر اس پر ضمان کیسے ہو سکتا ہے؟ دلیل جمہور..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... یہ حکم قضاء نہیں بلکہ محض دیانتہ استجابی ہے جو دفع خصومت کے لئے ہے۔

جواب نمبر ۲..... مذکورہ بالا دلائل و نصوص سے یہ حدیث منسوخ ہے۔

**باب..... الفصل الاول..... وعن جابر**..... قوله 'فاستثیت

حملانہ الی اہلی (صفحہ ۲۳۹)..... مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک جانور کی بیع اس شرط پر کہ بائع اتنی مسافت سوار ہوگا مطلقاً ناجائز ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مسافت کم ہو تو جائز ہے۔ زیادہ ہو تو ناجائز ہے۔ دلیل احناف..... حدیث مشہور نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع و بشرط۔ دلیل حنابلہ..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... حدیث مذکور کے قرینے سے یہ حضرت جابرؓ کے ساتھ مخصوص ہے کیوں کہ یہ بیع محض صوری تھی جس سے اصل مقصود انعام دینا تھا۔

جواب نمبر ۲..... یہ شرط اصل عقد میں نہیں بلکہ عقد ہو جانے کے بعد محض ایک وعدہ اور عاریت کی شکل تھی چنانچہ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں قذا عرتک ظہرہ الی المدینۃ۔ جواب نمبر ۳..... یہ تحریم شرط سے قبل کا واقعہ ہے۔

**باب السلم والرهن (صفحہ ۲۵۰)..... الفصل الاول..... وعن ابی**

ہریرہ..... "قوله الظهر یرکب بنفقته اذا کان مرہونا....." مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک مرہون چیز کا نفع دودھ وغیرہ راہن کا حق ہے اور نفع بھی اسی کے ذمے ہے اور مرہون کے لئے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مرہون بقدر نفع فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ ﷺ قال لا یغلق الرهن الرهن من صاحبه الی رهنه له غنمه وعلیہ غرمہ (رواہ الشافعی برسلاً مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۰) اور ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث متصل بھی مروی ہے۔ نمبر ۲..... اگر مرہون کے لئے نفع اٹھانا جائز ہو تو ربا لازم آئے گا جو

حرام ہے۔ دلیل جنابہ۔ حدیث باب ہے۔

جواب یہ تحریم روایہ سے قائل پر محمول ہے اور آیت وحدیث دونوں سے منسوخ ہے۔

باب الغصب والعاریة (صفحہ ۲۵۶)..... الفصل الثانی..... وعن امیة

بن صفوان عن ابیہ..... قوله بل عاریة مضمونة..... مسئلہ خلافیہ..... امام

ابوضیفہ کے نزدیک عاریتہ امانت ہے تعدی ہو تو ضمان ہے اور بلا تعدی کے ضمان نہیں اور شافعی واحمد کے

ز نزدیک مطلقاً ضمان لازم ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص مرفوعاً قال

لیس علی المستودع غیر المغل ضمان وليس علی المستعیر غیر المغل ضمان (رواہ الدارقطنی و

البیہقی) نمبر ۲..... عن عمرو قال العاریة ودیعة لا ضمان علیها الا ان یعدی (مصنف عبدالرزاق)

دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... مذکورہ احادیث کے قرینے سے یہ مؤول ہے اور

مضمونہ کے معنی مردودہ و مردودہ کے ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں ہے العاریة مردودہ باقی اس

حدیث میں آنحضرت ﷺ نے صفوان کی تسلی کے لئے لفظ ضمان بولا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم ضرور واپس

کریں گے جیسا کہ شی کا ضمان ضروری طور پر دیا جاتا ہے (التعلیق الصیح) جواب نمبر ۲..... صاحب تمہید

کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اضطراب ہے چنانچہ بعض طرق میں مضمونہ کے لفظ نہیں لہذا یہ ضعیف ہے۔

جواب نمبر ۳..... یہ حدیث تعدی کی صورت پر محمول ہے۔

باب الشفعة (صفحہ ۲۵۶) الفصل الاول..... عن جابر، قوله فاذا وقعت

الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة..... مسئلہ خلافیہ شفیعہ جوار..... ابوضیفہ کے

ز نزدیک شفیعہ جوار ثابت ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ثابت نہیں۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن امی

رافع قال قال رسول اللہ ﷺ الجار احق بشفעתہ ینظر لہا وان کان غالباً اذا کان طریقہما واحداً

نمبر ۲..... حدیث جابر مرفوعاً الجار احق بشفעתہ ینظر لہا وان کان غالباً اذا کان طریقہما واحداً

(رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۷) دلیل جمہور..... حدیث باب ہے۔ جواب..... احادیث

مذکورہ کے قرینے سے اس کا مطلب یہ ہے کہ تقسیم کے بعد شرکت والا شفیعہ نہیں گوجوار والا شفیعہ ہے۔

الفصل الثالث..... عن عثمان بن عفان..... قوله ولا شفعة فی بئر ولا فحل

النخل... مسئلہ خلافیہ..... امام ابوضیفہ کے نزدیک ہر غیر منقول چیز میں شفیعہ ہے خواہ وہ قابل تقسیم ہو

خواہ نہ ہو اور شافعی وغیرہ کے نزدیک غیر قابل تقسیم چیز میں شفیعہ نہیں مثلاً کنواں، چکی، حمام وغیرہ۔

دلیل احناف... عن جابر قال فظنی النبی ﷺ بالشفعة فی کل مال یم یقسم (رواہ البخاری مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۶) کیوں کہ فی کل مال یم یقسم کا لفظ عام ہے۔ دلیل شوافع... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... یہ حدیث موقوف ہے جو مرفوع کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

جواب نمبر ۲..... اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کنویں وغیرہ میں شفعہ کرنا لائق و مناسب نہیں۔

## باب المساقات والمزارعة (صفحہ ۲۵۷) ... مسئلہ خلاقیہ... امام ابوحنیفہؒ کے

نزدیک مساقات و مزارعہ دونوں ناجائز یعنی مکروہ ہیں اور مالک و شافعی کے نزدیک مساقات مطلقاً جائز ہے اور مزارعہ صرف مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے نہ کہ مستقلاً بھی اور متابعت کی صورت یہ ہے کہ درختوں کے

درمیان جو صاف اور خالی زمین ہو اس میں الگ کام کرنا مشکل ہو۔ امام احمد، ائلیٰ اور صاحبین کے نزدیک مساقات و مزارعہ دونوں مطلقاً جائز ہیں۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن جابر قال نہی رسول اللہ

ﷺ عن المنخبرة الی قولہ والمنخبرة کراء الارض بالثلث والرابع (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۳۶)

نمبر ۲..... عن عبد اللہ بن عمر قال کنا نحابر ولا نری بذلك بأصاحتی زعم رافع بن

خدیج ان النبی ﷺ نہی عنها فسر کنا من اجل ذلك (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۷)

نمبر ۳..... یہ اجارہ ارض ایک مجہول و معدوم چیز پر ہے جو جائز نہیں۔ دلیل شوافع... یہ ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے خیبر کی زمین اور باغات یہود کو بیانی پر دیئے تھے۔ جواب... خیبر کا معاملہ بجائے جزیرے

کے خراج مقاسمہ کے طور پر کیا تھا اور یہود کو نصف پیداوار ان کی محنت کے پیش نظر بطور احسان کے دی جاتی تھی

اس کا قرینہ یہ ہے کہ معاملہ خیبر میں کسی بھی حدیث میں مدت کی تعیین ثابت نہیں حالانکہ مزارعہ میں تعیین مدت

ضروری ہے دوسرا قرینہ یہ ہے کہ جزیرے کے حکم کے باوجود کسی حدیث سے بھی یہود خیبر سے اس معاملے کے

علاوہ جزیرے لینا ثابت نہیں۔ دلیل حنا بلہ... قیس بن مسلم کی روایت ہے جو اسی باب کی فصل ثالث میں

آ رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین کے زمانے میں مزارعہ کا عام رواج تھا۔ جواب... اس

وقت ضرورت و مجبوری اور رفع حاجت کی بناء پر فتویٰ دیا گیا تھا اور اب بھی فتویٰ اسی قول پر ہے۔

احادیث نہیں مخبرہ کے تین جوابات نمبر ۱..... یہ احادیث ابتداء پر محمول ہیں اور منسوخ ہیں اور اس کا

قرینہ یہ ہے کہ خلفاء کے زمانے میں مزارعہ کا عام رواج تھا۔ نمبر ۲..... نہیں مزارعہ صرف اس صورت میں

ہے جبکہ کسی خاص قطعہ زمین کی پیداوار کی شرط کر لی جائے جیسا کہ عن حنظلہ بن قیس اور عن رابع بن

خدیج قال کنا اکثر اهل المدينة حقلنا الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۷) والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے

نمبر ۳..... نہی مزارعہ کراہت تشریحیہ کے لئے یعنی مزارعت کے خلاف ہے جیسا کہ عن عمر و قال قلت لطائوس الخ (مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۷) والی حدیث سے مفہوم ہوتا ہے۔

نمبر ۴..... یہ نہی جہالت بدل کی صورت پر محمول ہے۔

الفصل الثانی ..... عن رافع بن خدیج "..... قوله من زرع فی ارض

قوم بغیر اذنیہم فلیس لہ من الزرع شیء ولہ نفقته (صفحہ ۲۵۷) مسئلہ خلاقیہ... اگر

ایک شخص دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کے کاشت کر لے تو اس کی پیداوار ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیچ والے

کی ہے اور زمین والے کو کرایہ ملے گا۔ امام احمدؒ کے نزدیک پیداوار مالک زمین کی ہے اور بیچ والے کے لئے

صرف بیچ ہے۔ دلیل احناف..... حضرت مجاہدؒ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانے میں چار اشخاص

نے شرکت کی اس طرح کہ ایک کا بیج دوسرے کی محنت تیسرے کی زمین اور چوتھے کے نمل ہوں گے ان کے

بارے میں آنحضرتؐ کا فیصلہ یہ ہے فجعل الزرع لصاحب البذر وجعل لصاحب العمل

اجراً معلوماً وجعل لصاحب الفدان درهماً فی کل یوم والغی الارض فی ذلک

(رواہ الطحاوی بسند جید مرسل) دلیل حنا بلہ... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... یہ حکم مصلحت بطور سزا کے تھا کیوں کہ زمین اس نے غصب کی تھی اور قرینہ حدیث مذکور ہے۔

جواب نمبر ۲..... علامہ خطابی معالم السنن میں فرماتے ہیں وحديث رافع بن خديج لا يثبت

عند اهل العلم بالحديث اور امام بخاریؒ نے بھی اس کی تضعیف کی ہے کیوں کہ اس میں شریک راوی

منفرد وضعیف ہے۔ جواب نمبر ۳..... اس حدیث میں بیچ والے کو پورا خرچ مل رہا ہے نہ کہ صرف بیچ

بہذا یہ آپ کی دلیل بھی نہیں بن سکتی۔

باب الاجارة ..... الفصل الثالث (صفحہ ۲۵۸) عن عتبة بن النذر

..... قوله ان موسى عليه السلام آجر نفسه ثمان سنين او عشرا على عفة

فرجہ..... مسئلہ خلاقیہ... اگر کوئی آزاد مرد اپنی عورت کی خدمت پر نکاح کرے اور اس کی خدمت کو بھر

بنائے تو یہ صورت ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعی کے نزدیک جائز ہے ہاں اگر عورت کے علاوہ کسی

اور شخص کی خدمت کی شرط وہ تو یہ باا اتفاق جائز ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱... قوله تعالى ان تبغوا

بما سواکم (پارہ ۵) اور بیوی کی خدمت ابتغاء بالمال نہیں۔ نمبر ۲... بیوی کی خدمت میں قلب موضوع

لازم آتا ہے کیونکہ بیوی کو خادمہ ہونا چاہیے نہ کہ مخدوم۔ دلیل شوافع... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱۔ یہ حکم شریعت موسویہ میں درست تھا لیکن شریعت محمدیہ میں آیت مذکورہ کیساتھ منسوخ ہے۔  
 جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ یہاں بیوی کی خدمت نہ تھی بلکہ شعیب علیہ السلام کی خدمت کی شرط تھی اور یہ ہمارے  
 نزدیک بھی درست و جائز ہے۔ جواب نمبر ۳۔۔۔۔۔ ممکن ہے کہ اصل مہر خدمت کے علاوہ کوئی اور چیز ہو لیکن  
 خدمت کی شرط بطور تبرع و احسان کے ہو۔

**باب احياء الموات والشرب (صفحہ ۲۵۹)۔۔۔۔۔ الفصل الاول۔۔۔۔۔ عن**

عائشہؓ۔۔۔۔۔ قولہ من عمر ارض ليست لاحد فهو احق۔۔۔۔۔ مسئلہ خلافیہ

۔۔۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک احياء موات میں اذن امام شرط ہے اور شافعیؒ و صاحبین کے نزدیک شرط  
 نہیں۔ دلائل احتاف نمبر ۱۔ حدیث ابن عباسؓ مرفوعاً لاحمی الالہ ورسولہ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ  
 جلد ۳، صفحہ ۲۵۹) یعنی اذن امام کے بغیر ارض موات میں تصرف جائز نہیں۔ نمبر ۲۔۔۔۔۔ عن طاؤس مرسلہ  
 دعاوی الارض للہ ورسولہ ثم ہی لکم منی (رواہ الشافعی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۵۹) جواب  
 نمبر ۳۔۔۔۔۔ حدیث مشہور لیس للمرء الا ما طاب بہ نفس امامہ (مرقات)  
 دلیل شوافع۔۔۔۔۔ حدیث باب ہے۔ جواب۔۔۔۔۔ یہ مطلق ہے لہذا یہ مقید پر محمول ہے۔

**باب العطايا۔۔۔۔۔ الفصل الاول وعن ابی ہریرۃ۔۔۔۔۔ قولہ**

العمری جائزۃ (صفحہ ۲۶۰)۔۔۔۔۔ مسئلہ خلافیہ۔۔۔۔۔ عمری میں تین صورتیں ہیں۔ نمبر ۱۔۔۔۔۔ جس

میں معمر کے ورثہ کی وراثت کی تصریح ہو مثلاً اعمر تک ہذہ الدار فاذا مت فہی لورثک۔

نمبر ۲۔۔۔۔۔ جو مطلق ہو مثلاً اعمر تک ہذہ الدار۔ نمبر ۳۔۔۔۔۔ جس میں واپسی کی تصریح ہو مثلاً جعلتها

لک عمرک فاذا مت عادت الی تو ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کے نزدیک تینوں صورتوں میں مطلقاً ہیہ ہے اور

واپسی کی شرط باطل ہے لہذا معمر کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ لیں گے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تینوں

صورتوں میں مطلقاً تملیک منفعہ ہے لہذا معمر کی موت کے بعد سمر کی طرف واپس ہو گا۔ دلائل جمہور

نمبر ۱۔۔۔۔۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال ان العمری میراث لا ہلہا (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۰)

نمبر ۲۔۔۔۔۔ فصل ثانی وثالث کی تینوں احادیث۔ دلیل مالکیہ۔۔۔۔۔ حدیث جابرؓ فاما اذا قال ہی لک

ما عشت فانہا ترجع الی صاحبہا (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۰) جواب۔۔۔۔۔ یہ حضرت جابرؓ کا

اپنا اجتہاد ہے جو حدیث مرفوعہ کے مقابلے میں مرجوح ہے۔

**باب۔۔۔۔۔ الفصل الثانی وعن ابن عمر و ابن عباسؓ۔۔۔۔۔ قولہ لا یحل**

للرجل ان يعطى عطية ثم يرجع فيها الا الوالد فيما يعطى ولده (صفحہ ۲۶۱)۔  
 مسئلہ خلاف رجوع فی الحسبہ ..... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اجنبی کے لئے ہبہ میں رجوع جائز مع انگریزیت  
 ہے اور والد کے لئے ناجائز ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ اجنبی کے لئے ناجائز اور والد کے  
 لئے جائز ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱ ..... حدیث سمرہ بن جندبؓ مرفوعاً اذا كانت الهبة لذی رحم  
 محرم لم يرجع فيها (مشدرک حاکم، دار قطنی، بیہقی) نمبر ۲ ..... حدیث ابی ہریرہؓ مرفوعاً الرجل احق  
 بهبته مالم يشب منها (ابن ماجہ والدارقطنی) دلیل شواہح ..... حدیث باب ہے۔  
 جواب ..... مذکورہ نصوص کی وجہ سے یہ حدیث مؤول ہے کہ لا یسحل نفی جواز کے لئے نہیں بلکہ نفی لیاقت  
 کے لئے ہے اور الا الوالد کے استثناء کا مطلب یہ ہے کہ والد بوقت ضرورت اپنی اولاد کا مال مطلقاً استعمال کر  
 سکتا ہے خواہ وہ مال موہوب ہو یا کچھ اور ہو۔

### باب اللقطة ..... (صفحہ ۲۶۲)

یہاں چار مسائل خلافیہ ہیں۔ مسئلہ اولی مدت تعریف لقطہ ..... ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے  
 نزدیک تشہیر کی مدت مقرر نہیں بلکہ وہ مجتہلی بہ کی رائے پر مؤول ہے اور ائمہ ثلاثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک قلیل و  
 کثیر دونوں میں ایک سال کی تشہیر ضروری ہے۔ دلیل احناف ..... مسند عبد الرزاق میں حضرت علیؓ کی  
 مرفوع روایت میں تین دن کا اور ابو داؤد میں حضرت ابی بن کعبؓ کی مرفوع روایت میں تین سال کا ذکر آیا ہے۔  
 دلیل جمہور ..... حدیث زید بن خالدؓ ثم عرفها سنة (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۲)  
 جواب ..... یہاں سال کا ذکر اکثر حالات کے اعتبار سے ہے مسئلہ ثانیہ حکم استعمال لقطہ ..... ابو  
 حنیفہؒ ابن عباسؓ، ابن مبارکؓ، سفیان ثوریؓ کے نزدیک تعریف لقطہ کے بعد مالک نہ آئے تو ملقط اگر فقیر ہو تو  
 خود استعمال کر سکتا ہے اور نفی ہو تو اس پر صدقہ کرنا لازم ہے اور شافعیؒ و احمدؒ کے نزدیک ملقط تعریف لقطہ کے  
 بعد مطلقاً خود استعمال کر سکتا ہے وان كان غنيا۔ دلیل احناف ..... عن ابی ہریرہؓ ان رسول الله  
 ﷺ سئل عن اللقطة فقال ان اللقطة لا يحل شئنا فان جاء صاحبہ فليرده اليه وان لم يات  
 فليصدق به (مشدرک اور دارقطنی) دلیل شواہح ..... عن ابی بن کعبؓ قال وجدت مرة فيها  
 مائة دينار فانيت النبي ﷺ التي فوله فان جاء صاحبها فبها والا فاستمتع بها (رواه ابو داؤد  
 ) حال نکہ ابی بن کعبؓ مثنی تھے۔ جواب ..... حضرت ابی بن کعبؓ پہلے فقیر تھے چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی  
 روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ نے ابی بن کعبؓ اور حسان بن ثابتؓ دونوں پر باغ ہیرا کا صدقہ کیا تھا لہذا



بعد میں غنی ہو جانے کے احتمال سے استدلال درست نہیں۔ مسئلہ ثالثہ فضالۃ الابل..... ابوحنیفہؒ کے نزدیک گم شدہ اونٹ کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو بکری کی طرح اس کا اتقاط بھی مستحب ہے اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اونٹ کا لقطہ بنانا خلاف اولیٰ ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... ہم اونٹ کو بکری پر قیاس کرتے ہیں۔ نمبر ۲..... ابتداء میں لقطے کا حکم صرف بکری کے لئے تھا بعد میں فساد زمانہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اتقاط ابل کا بھی حکم دے دیا۔ دلیل جمہور..... حدیث زید بن خالد قال فضالۃ الابل قال مالک ولها معها سقاء ها وحذاء ها (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۲) جواب..... اس حدیث سے اتقاط ابل کے ترک کا جواز معلوم ہوتا ہے وجوب ترک معلوم نہیں ہوتا۔ مسئلہ رابعہ لقطہ حرم..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حل و حرم کا لقطہ برابر ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک لقطہ حرم کی دائمی تعریف ضروری ہے اور تمسک و تصدق درست نہیں۔ دلیل احناف... ابن المنذر نے عمر بن عباسؓ، عائشہؓ، سعید بن مسیبؓ سے نقل کیا ہے ان حکم لقطۃ مکة کحکم سائر البلدان (زجاجۃ المصابیح جلد ۲، صفحہ ۲۰۰) دلیل شوافع..... عن عبدالرحمن بن عثمان التیمی ان رسول اللہ ﷺ نہی عن لقطۃ الحاج (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۲۶۲) جواب..... روایت مذکورہ کے قرینے سے یہ امن کے زمانے پر محمول ہے اور اب فساد و نقصان کا اندیشہ ہے لہذا اٹھانے میں فائدہ ہے۔

باب الفرائض..... الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمروؓ۔ قولہ، لا یتوارث اهل ملتین شتی (صفحہ ۲۶۳) مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غیر مسلم باوجود اختلاف مذہب کے باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں مثلاً یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ باہم بھی ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ دلیل احناف..... عن عمرو قال المشرکون بعضهم اولیاء بعض لا تورثهم ولا یورثونہا (رواہ احمد) دلیل جمہور..... حدیث باب ہے۔ جواب..... الکفر ملۃ واحده کے تحت ملحدین سے مراد اسلام و کفر ہے۔

وعن المقدم..... قولہ، والنخال وارث من لا وارث له..... مسئلہ خلافیہ..... امام ابوحنیفہؒ و احمدؒ کے نزدیک ذوی الفروض و عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام وراثت کے مستحق ہیں مثلاً ماسوں، خالہ، پھوپھی وغیرہ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ وراثت کے حق دار نہیں۔

دلائل احناف۔ نمبر ۱..... قولہ، تعالیٰ وارلوا الارحام بعضهم اولیٰ بعض فی کتاب اللہ (پارہ ۱، ص ۲۱۰) نمبر ۲..... حدیث باب۔ دلیل شوافع..... ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پھوپھی اور خالہ

کی وراثت کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا اخبار نبی جبرئیل ان لا شیء لهما۔  
جواب نمبر ۱ یہ ابتداء پر محمول ہے اور آیت سے منسوخ ہے۔ جواب نمبر ۲..... اس حدیث کا مطلب  
یہ ہے کہ ذوی القروض اور عصبات کے ہوتے ہوئے ان کو کچھ نہیں ملے گا۔ تم الجلد الاول۔

## کتاب النکاح..... (جلد ۲، صفحہ ۲۶)

یہاں دس مباحث ہیں۔ البحث الاول..... معنی النکاح... نکاح کے لغوی معنی  
تداخل و ملی جماع جمع ہونے ملنے ملانے کے ہیں اور شرعی تعریف..... یہ ہے "هو عقد يتحقق  
بالایجاب والقبول علی ملک البضع قصدا بلفظی الماضي"۔

## البحث الثانی..... حکم النکاح... نکاح کے پانچ احکام ہیں۔ نمبر ۱..... ابتلاء زنا کے

یقین ہو تو فرض ہے۔ نمبر ۲..... تو قان یعنی غلبہ شہوت اور ابتلاء زنا کا ظن و خوف ہو تو واجب ہے۔ نمبر ۳.....  
اعتدال کی حالت ہو جبکہ گناہ کے ابتلاء کا نہ ظن ہو اور نہ یقین ہو تو سنت ہے لیکن ان تینوں صورتوں میں یہ شرط  
ہے کہ حقوق نکاح مثلاً صحبت، نفقہ، مہر کی ادائیگی پر قدرت بھی حاصل ہو۔ نمبر ۴..... اگر عورت پر ظلم اور عدم  
ادائیگی حقوق کا یقین ہو تو حرام ہے۔ نمبر ۵..... ان دونوں چیزوں کا ظن و خوف ہو تو مکروہ ہے۔

## البحث الثالث..... رکن النکاح..... وہ ایجاب و قبول ہے بلفظ الماضي۔

## البحث الرابع..... لفظ النکاح..... تزوج، تزویج، نکاح اور ہر وہ لفظ جو تملیک عین فی الحال پر دال

ہو مثلاً بیع، شراء، ہبہ، صدقہ وغیرہ ہر ایسا لفظ نکاح میں استعمال ہو سکتا ہے نہ کہ وہ الفاظ جو جارحہ، عاریہ، باحت  
و وصیت پر دال ہوں۔ البحث الخامس..... شرائط النکاح..... وہ چار ہیں۔ نمبر ۱..... عاقدین  
میں سے ہر ایک اصلت یا وکالت یا دلالت دوسرے کے لفظ سے۔ نمبر ۲..... ایسے دو گواہوں کا موجود ہونا جو آزاد  
عاقل، بالغ مسلمان ہوں۔ نمبر ۳..... گواہوں کا اجتماعی طور پر متما کسین میں سے ہر ایک کے الفاظ کا سننا اگر  
دونوں نے صرف ایک کے الفاظ کو سنایا ایک گواہ نے ایک طرف کے اور دوسرے گواہ نے دوسری طرف کے لفظ  
سے یا دونوں نے متفرقاً سننا تو یہ نکاح شرعاً درست نہ گا۔ نمبر ۴..... محل نکاح یعنی مکوٰحہ انسان ہو عورت ہو مشرکہ  
نہ ہو محرمات میں سے نہ ہو۔

## البحث السادس..... مقاصد نکاح..... بڑے مقاصد تین ہیں۔ نمبر ۱..... بقائے

نسل انسانی۔ نمبر ۲..... حفظ انساب۔ نمبر ۳..... خانگی زندگی کا استحکام

## البحث السابع..... مستحبات نکاح..... یہ چھ ہیں۔ (۱)..... اعلان و تشہیر (۲)..... نطفہ

نکاح (۳) مسجد میں ہونا (۴)۔۔۔ جوہ کے دن میں ہونا (۵)۔۔۔ گواہوں کا عادل ہونا (۶)۔۔۔۔۔  
مطلوبہ کی رویت بشرطیکہ شہوت سے امن ہو اور بد نظری مقصود نہ ہو۔۔۔۔۔

**البحث الثامن**۔۔۔۔۔ فوائد ومصالح نکاح۔۔۔ بے شمار ہیں جن میں صرف پانچ یہ ہیں۔

(۱) صنف نازک کی ضروریات زندگی کا انتظام (۲) مرد و عورت کی عزت کی حفاظت (۳) اولاد صالحہ کا عطا ہونا (۴) نکاح کے سبب سے اقارب کی صلہ رحمی (۵) اس کی وجہ سے انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق ہوتی ہے۔

**البحث التاسع**۔۔۔۔۔ اوصاف منکوحہ۔۔۔ یہ آٹھ ہیں (۱)۔۔۔ دیداری (۲)۔۔۔ قلت

مہر (۳)۔۔۔ حسن صورت (۴)۔۔۔ حسن سیرت و اخلاق (۵)۔۔۔ و لود و ودود ہونا (۶)۔۔۔ بکارت (۷)۔۔۔ نسبی شرافت (۸)۔۔۔ بیوی کا صحت مند اور کم عمر ہونا۔

**البحث العاشر**۔۔۔۔۔ مسئلہ خلاfiہ۔۔۔ حالت اعتدال میں نکاح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

سنت مؤکدہ ہے اور نقلی عبادت سے افضل ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں نکاح مباح ہے اور نقلی عبادت نکاح سے افضل ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱۔۔۔۔۔ بجز یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے اور تمام انبیاء نے

نکاح کیا ہے۔ جیسا کہ ایوب کی مرفوع حدیث ہے اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر

والسواک والنکاح (رواہ الترمذی، مشکوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۳۳) اور عیسیٰ علیہ السلام بھی نزول کے بعد نکاح

کریں گے اور حضور ﷺ نے بھی متعدد نکاح فرمائے اگر نقلی عبادت افضل ہوتی تو انبیاء علیہم السلام افضل کو

اختیار فرماتے۔ نمبر ۲۔۔۔۔۔ کوئی عبادت ایسی نہیں جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک شروع رہی اور پھر

جنت میں بھی باقی ہو۔ سوائے نکاح و ایمان کے۔ دلیل شواہع۔۔۔۔۔ یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں

کیا اور قرآن نے ان کی یہ صفت بطور مدح بیان کی ہے چنانچہ فرمایا و سبدا و حصورا و نبیا من الصالحین

(پارہ ۳) حصور اس کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے عورتوں سے جدا رہے۔

جواب نمبر ۱۔۔۔۔۔ یہ شریعت من قبلنا کا حکم ہے جو اب منسوخ ہے لہذا حضور ﷺ کی سنت راجح ہے۔

جواب نمبر ۲۔۔۔۔۔ یہ حکم عام نہ تھا بلکہ یحییٰ علیہ السلام کے خاص احوال تھے مثلاً مجاہدہ نفس کے ذریعے شہوت نفس کا

مغلوب کرنا یا طلب رزق حلال کے لئے فارغ نہ ہونا وغیرہ ذلک اس لئے ان کے حق میں حضور ہونا افضل تھا۔

**باب الولی فی النکاح واستیذان المرأة**۔۔۔۔۔ (جلد ۲، صفحہ ۲۷)

یہاں دو مسائل خلاfiہ ہیں۔ مسئلہ اولیٰ و ولایت اجبار۔ یعنی کیا ولی عورت کی اجازت و رضا کے

بغیر اس کا نکاح کرا سکتا ہے یا نہیں؟ تو ولایت اجبار کی علت ابوحنیفہؒ کے نزدیک صغر اور شافعیؒ کے نزدیک

بکارت ہے تو عورتوں کی چار صورتیں ہوں گی۔ نمبر ۱..... باکرہ صغیرہ۔ اس پر بالاتفاق ولایت اجبار ہے۔ نمبر ۲..... شبیبہ بالغہ۔ اس پر بالاتفاق ولایت اجبار نہیں۔ نمبر ۳..... شبیبہ صغیرہ۔ اس پر احناف کے نزدیک ولایت اجبار ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں۔ نمبر ۴..... باکرہ بالغہ۔ اس پر نمبر ۳ کے برعکس شوافع کے نزدیک ولایت اجبار ہے لیکن احناف کے نزدیک نہیں۔.....

دلائل احناف نمبر ۱..... حدیث ابی ہریرۃؓ مروغالا تنکح البکر حتی تستاذن (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۰) اس حدیث میں البکر عام ہے مگر باکرہ صغیرہ پر بالاتفاق ولایت اجبار ہے معلوم ہوا کہ یہاں باکرہ بالغہ مراد ہے جس پر ولایت اجبار نہیں اور یہ مذہب شوافع کے خلاف ہے۔ نمبر ۲..... عن ابن عباسؓ قال ان جاریۃ بکرت انت رسول اللہ ﷺ فلذکرت ان اباها زوجها وہی کارہۃ فخیرها النبی ﷺ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۱) یہ عورت باکرہ صغیرہ نہیں تھی ورنہ آپ اس کو باپ کے لئے ہونے میں اختیار فرمادیتے بلکہ یہ باکرہ بالغہ تھی جس پر ولایت اجبار حاصل نہ تھی بلکہ صحت نکاح کے لئے اس کی اجازت درضا شرط تھی اس لئے آپ نے اس کو اختیار نکاح دے دیا۔

دلائل شوافع نمبر ۱..... حدیث لا تنکح الایم حتی تستامر۔ نمبر ۲..... حدیث الایم احق نفسہا من ولیہا کیوں کہ ایہم کے معنی شبیبہ کے ہیں اور یہ مطلق ہے معلوم ہوا کہ شبیبہ صغیرہ پر بھی ولایت اجبار نہیں اور یہ احناف کے خلاف ہے۔ نمبر ۳..... عن خنساء بنت خزام ان اباها زوجها وہی شبیبہ فکرت ذلک فانت رسول اللہ ﷺ فرد نکاحها (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۰)

دلائل شلبہ کا مشترکہ جواب..... یہ تینوں احادیث شبیبہ بالغہ پر محمول ہیں اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ حدیث اول میں حتی تستامر کے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوا کہ شبیبہ سے صریح اذن لینا شرط ہے حالانکہ شبیبہ صغیرہ سے صریح اذن بوجہ کثرت حیاء کے مشکل ہے دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس سے اگلے جملے ولا تنکح البکر میں بالاتفاق باکرہ بالغہ مراد ہے تو اسی طرح یہاں بھی شبیبہ بالغہ مراد ہے اور شبیبہ بالغہ پر ہمارے نزدیک بھی ولایت اجبار نہیں۔ مسئلہ ثانیہ نکاح امرأہ بغیر اذن ولی..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ عورت کا از خود نکاح کرنا جائز ہے البتہ غیر کفو میں ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے یہ ظاہر روایت ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنا باطل ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے اور شافعی، احمد، صاحبین کے نزدیک یہ نکاح مطلقاً یعنی کفو میں بھی ناجائز ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... قولہ تعالیٰ حتی تنکح زوجاً غیرہ اور ان ینکحن ازواجہن اور فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن (پارہ ۲) ان

آیات میں نکاح کا اسناد عورتوں کی طرف ہے اور اسناد میں حقیقت اسناد الی الفاعل ہے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اپنے نکاح کا اختیار حاصل ہے۔ نمبر ۲..... حدیث ابن عباسؓ مروفاً لا یمسحون بنفسها من ولیها (رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۰) شواہح کی دلیل اول..... حدیث ابی موسیٰ مروفاً لا نکاح الا بولی (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۰)

جواب..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث صغیرہ یا مجنونہ یا باندی کے نکاح پر یا غیر کفو پر محمول ہے۔  
دلیل ثانی..... حدیث عائشہؓ مروفاً ایما امرأة نکحت نفسها بغير اذن ولیها فکاحها باطل (رواہ احمد وغیرہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۰) جواب..... اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہؓ نے خود اپنی بھتیجی حضرت بنت عبد الرحمنؓ کا نکاح اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے کر دیا جبکہ عبد الرحمنؓ جو اپنی لڑکی کے ولی تھے شام گئے ہوئے تھے۔ حضرت عبد الرحمنؓ نے واپس آ کر ناگواری کا اظہار بھی کیا لیکن نکاح کو برقرار رکھا (طحاوی، موطا مالک) اور جب راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف ہو تو وہ نسخ یا تاویل کی دلیل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا صغیرہ وغیرہ پر محمول ہے۔ دلیل ثالث..... حدیث ابی ہریرہؓ مروفاً لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانية هي التي تزوج نفسها (رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۱) جواب..... دلائل مذکورہ کے قرینے سے یہ بھی تنزیہی ہے کیوں کہ یہ عورت کی حیاء کے بھی خلاف ہے اور نقصان عقل کے سبب اس کی مصلحت کے بھی خلاف ہے باقی فان الزانية الخ والی عبارت کی تاویس یہ ہے کہ جب عورت کسی سے بغیر گواہوں کے یا غیر کفو میں نکاح کرے گی تو وہ نکاح باطل ہوگا اور عورت زانیہ ہوگی۔

### باب اعلان النکاح والخطبة والشرط..... (جلد ۲، صفحہ ۲۷۱)

الفصل الاول وعن ابن عمر..... ان رسول اللہ ﷺ نهى عن الشغار..... مسئلہ شغار..... وہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط پر کرے کہ وہ دوسرا شخص بھی اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح پہلے شخص سے کرے اور مہر کسی کی جانب سے نہ ہو بلکہ ہر عورت کا وضع گویا دوسری کا مہر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا نکاح ہو جاتا ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور شافعیؒ و مالکؒ کے نزدیک سرے سے نکاح ہی باطل ہے۔ دلائل احناف۔ نمبر ۱..... یہ نکاح اس نکاح کے مثل ہے جس میں تیسہ مہر ناسد ہو مثلاً شراب وغیرہ پر نکاح کرنا اور ایسی صورت میں نکاح بالاتفاق صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی ہے۔ نمبر ۲..... حضرت عطاء بن شہاب زہریؒ محمول اور سفیان ثوریؒ سے منقول ہے عقد النکاح علی الشغار جائز ولکل واحدة منها صدق مثلہا



جواب ..... یہاں استمتاع کے لغوی معنی نفع حاصل کرنے کے مراد ہیں اور یہ معنی نکاح صحیح میں پائے جاتے ہیں اور متعہ اصطلاحی مراد نہیں اس کا قرینہ علاوہ دلائل مذکورہ کے یہ ہے کہ اس سے پہلے محصنین غیر مسافحین کے لفظ آئے ہیں کہ نکاح سے مقصود پانچ کدائی ہو شہوت رانی نہ ہو حالانکہ متعہ کا بڑا مقصد قضاء شہوت ہے لہذا وہ ممنوع ہے۔ دلیل ثانی ..... حضرت ابن عباسؓ سے متعہ کا جواز منقول ہے۔

جواب ..... حضرت ابن عباسؓ ابتداء عدم علم نسخ کی بناء پر جواز متعہ کے قائل تھے بعدہ جب متعہ کے نسخ کا علم ہوا تو رجوع فرمایا جیسا کہ مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۳ کی حدیث ابن عباسؓ سے واضح ہے حتیٰ اذا انزلت الآية الا علیٰ ازواجہم او ما ملکت ایمانہم قال ابن عباسؓ فکل فرج سواہما فهو حرام (رواہ الترمذی) اور ابن عباسؓ کے عدم علم کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ابن عباسؓ کو مستورات اور بچوں کے ساتھ مدینے بھیج دیا تھا اور حرمت متعہ کا اعلان ان کی غیبت میں ہوا اس کے بعد صرف دو سال ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہے اور اس عرصے میں صحیحے کا کوئی قائل ذکر واقعہ پیش نہ آیا اس لئے ابن عباسؓ اولاً اضطراب اور سفر کی حالت میں جواز متعہ کے قائل تھے لیکن پھر جب خلافت فاروقی میں اس مسئلے کی بحث چلی اور حرمت متعہ کی آیت و حدیث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی تو رجوع فرمایا۔ دلیل ثالث ..... بعض روایات میں ہے کہ صحیحے کو حضرت عمرؓ نے حرام کیا ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... متعہ کی حرمت نصوص مذکورہ سے ہوئی تھی مگر حضرت عمرؓ نے اس حرمت کی تشہیر کی تھی۔

جواب نمبر ۲ ..... سنن ابن ماجہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کی ممانعت حدیث نبوی سے تھی نہ کہ اپنے اجتہاد سے۔ دلیل رابع ..... مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۳ کی حدیث ابن مسعودؓ سے بھی جواز متعہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... یہ روایت غزوہ اور جہاد کے ساتھ متعہ ہے حالانکہ روایات مطلقاً ہر حال میں صحیحے کے قائل ہیں۔

جواب نمبر ۲ ..... یہ روایت زمانہ قبل از نسخ پر محمول ہے۔

جواب نمبر ۳ ..... حافظ ابن حجر بروایت اسمعیلی حضرت ابن مسعودؓ سے نقل کرتے ہیں ففعله ثم مکرک ذلک لہذا ابن مسعودؓ کے یہاں بھی اب متعہ حرام ہے۔

جواب نمبر ۴ ..... بصورت تسلیم یہ ابن مسعودؓ کا تفرؤ اور ذاتی خیال ہے جو غیر معتبر ہے۔

دلیل خامس ..... صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک متعہ جائز ہے۔

جواب نمبر ۱ ..... یہ صاحب ہدایہ کا تسامح ہے کیوں کہ خود امام مالکؒ نے مؤطا میں حرمت متعہ کی روایات ذکر کی ہیں اور فقہ مالکی کی کتابوں میں بھی حرمت متعہ کی واضح تصریحات موجود ہیں۔

جواب نمبر ۲..... یہ مضمون کسی شیعہ کی طرف سے ہدایہ میں مدرج ہے اور صاحب ہدایہ اس سے بری ہیں۔

## باب المحرمات ..... الفصل الاول وعن الفضل، قوله لا

تحرم الرضعة او الرضعتان ..... مسئلہ خلا فیہ..... ابو حنیفہ و مالک اور جمہور تابعین و ائمہ کے

نزدیک مطلق رضاعت موجب حرمت ہے ابو عبیدہ، ابو ثور اور اہل ظاہر کے نزدیک... تین رضعات

موجب حرمت ہیں کم نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک پانچ رضعات موجب حرمت ہیں کم نہیں۔

دلائل احناف نمبر ۱..... قوله، تعالیٰ و امهتکم الّتی ارضعنکم (پارہ ۴) کیوں کہ یہ آیت مطلق ہے۔

نمبر ۲... ان علیا و ابن مسعود کانا یقولان یحرم من الرضاع قلبه و کثیره (نسائی)

دلیل اہل ظاہر حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... کتاب اللہ کے مقابلے میں خیر واحد مرجوح ہے۔

جواب نمبر ۲..... نصوص مذکورہ سے یہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے۔

دلیل شوافع..... حضرت عائشہؓ کی آئندہ حدیث ہے ثم نسخت بن خمس، معلومات الخ۔ (ایک نسخہ

میں رضعات ہے)

جواب..... پہلے عشر رضعات معلومات پھر خمس رضعات معلومات کا حکم نازل ہوا اسکے بعد یہ بھی مذکورہ مطلق

آیت سے منسوخ ہو گیا تو جن حضرات کو منسوخیت کا علم نہ ہوا وہ اسی طرح پڑھتے رہے اور یہی مطلب ہے

فتوئی رسول اللہ وہی فی ما یقرأ من القرآن کہ خمس رضعات کی تلاوت کا نسخ آنحضرت ﷺ کی وفات

سے اس قدر قریب واقع ہوا ہے کہ بعض کو اس نسخ کا علم ہی نہ ہوسکا اور وہ بدستور پڑھتے رہے اگر یہ تاویل نہ کریں

تو لازم آئے گا کہ قرآن میں آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تغیر آ گیا ہو جو و انالہ لحظون کے خلاف

ہے۔

## الفصل الثانی ..... وعن ابن عمر، قوله، امسک اربعا و فارق

ساترهن ..... مسئلہ خلا فیہ... اگر کسی کافر کے نکاح میں چار سے زائد عورتیں ہوں یا دو بیٹیاں ہوں اور

وہ مرد اور تمام عورتیں مسلمان ہو جائیں تو شیخین، ابراہیم حنفی، قتادہ کے نزدیک اگر پہلے نکاح اکٹھے ہوئے تھے تو

سب باطل ہیں اب از سر نو نکاح کرے اور اس کو انتخاب کا حق حاصل ہوگا اور اگر ترتیب وار ہوئے ہوں تو پہلے

چار صحیح ہیں باقی باطل ہیں علیٰ ہذا پہلی بہن کا نکاح صحیح ہے اور دوسری کا باطل ہے۔ لیکن آئمہ ثلاثہ اور امام نمبر ۲ کے

نزدیک دونوں صورتوں میں انتخاب کا اختیار حاصل ہے۔ دلیل شیخین..... یہ ہے کہ نکاح کے مسائل میں

مسلمانوں کی طرح کفار بھی مکلف ہیں اور مسلمان کا بالاتفاق یہی حکم ہے لہذا کافر کا بھی یہی حکم ہوگا۔



دلیل جمہور.... احادیث باب ہیں۔ جواب نمبر ۱..... طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ نکاح نزول شریعت سے قبل کے ہیں جبکہ جمع بین النخس اور جمع بین الاختین جائز تھی تو اس صورت میں یہ تمام عقد صحیح تھے لہذا تحریم کے بعد انتخاب کا حق حاصل ہوگا۔

جواب نمبر ۲..... ممکن ہے کہ یہ نکاح اکٹھے ہوئے ہوں اور تخیر و انتخاب عقد جدید کے ساتھ ہو۔

و عن ابن عباسؓ.... قال اسلمت امرأة الخ..... مسئلہ خلا فیہ..... ابوحنیفہؒ، ابراہیمؒ، یحییٰؒ، صاحبینؒ کے نزدیک اختلاف دارین موجب فرقت ہے دوسرے آئمہ کے نزدیک نہیں بلکہ ان کے یہاں عورت کا قیدی ہونا موجب فرقت ہے خواہ اختلاف دارین ہو یا نہ ہو۔

دلائل احناف۔ نمبر ۱..... مہاجرات کے متعلق ارشاد خداوندی ہے لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (پارہ ۲۸) اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کا مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جانا موجب فرقت ہے۔

نمبر ۲..... حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ان النبی ﷺ رد ابنتہ علیٰ ابی العاص بمہور جدید و نکاح جدید (رواہ الترمذی) اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت ہے ورنہ نکاح جدید کی ضرورت نہ ہوتی۔ جمہور کی دلیل اول..... احادیث باب ہیں کہ باوجود اختلاف دارین کے آنحضرت ﷺ نے فرقت واقع نہیں کی بلکہ نکاح اول کو برقرار رکھا۔

جواب..... حضرت صفوان کی حدیث میں بتا دین ثابت نہیں کیوں کہ صفوان کو مرثاء السفن سے واپس لایا گیا تھا جو مکہ کے توابع میں سے ہے اسی طرح حضرت عکرمہؓ سائل تک پہنچے تھے جو حدود مکہ میں داخل ہے کذا ذکرہ العلامة الواقدی فی تاریخہ۔ لہذا بتا دین دارین نہ پایا گیا۔ دلیل ثانی..... حضرت ذہبؒ کے متعلق ایک روایت میں ہے انہ ﷺ رد ابنتہ علیٰ ابی العاص بالنکاح الاول۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت نہیں ورنہ نکاح جدید کی ضرورت ہوتی۔

جواب نمبر ۱..... چون کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں نکاح جدید کی تصریح ہے لہذا یہ مؤول ہے کہ نکاح اول کی رعایت کی وجہ سے نکاح جدید کر دیا۔ معلوم ہوا کہ اختلاف دارین موجب فرقت ہے۔ (مرقات) جواب نمبر ۲..... رد بالنکاح الاول والی حدیث ابن عباسؓ کی ہے جس کی سند میں ابن اخیلق اور واؤد بن حصین ضعیف ہیں۔ جواب نمبر ۳..... ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ بصورت صحت یہ نزول شریعت سے قبل کا حکم ہے اور منسوخ ہے کیوں کہ بعد العدة کوئی بھی رد بالنکاح الاول کا قائل نہیں۔

باب... الفصل الاول عن عروۃ عن عائشہ (جلد ۲، صفحہ ۲۷۶)..... قولہ

وکان زوجها عبدا..... مسئلہ خلاقیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک معتقہ کو خیار عتق مطلقا ملتا ہے خواہ اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد ہو۔ لیکن آئمہ ثلاثہ کے نزدیک خیار عتق صرف غلام ہونے کی صورت میں ملتا ہے۔ دلائل احناف نمبر ۱..... عن الاسود ان عائشہ اشترت بربرة لتعتقها الی قوله قال الاسود وکان زوجها حورا (بخاری و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ) نمبر ۲..... صحیح مسلم میں عبد الرحمن بن قاسم سے بھی حرمت کی روایت آئی ہے۔ دلیل آئمہ ثلاثہ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... حضرت عائشہ کے شاگرد اسود اور عبد الرحمن سے صرف حریت کی روایت ہے اور عروہ سے حرمت اور عبدیت دونوں کی روایت ہے نیز حریت کا ذکر صحاح ستہ میں ہے نیز حریت میں ایک زیادتی کا اثبات ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے۔ لہذا حریت کی روایت راجح ہے۔

جواب نمبر ۲..... حدیث باب مطلب یہ ہے کہ مغیث بد صورتی میں غلام کی مانند سیاہ تھا یا وہ پہلے غلام تھا۔ فائدہ..... اگر زوجین اکٹھے آزاد ہوں یا صرف خاوند آزاد ہو تو پھر عورت کے لئے خیار عتق نہیں ہے۔

### باب الصدق..... (جلد ۲، صفحہ ۷۷۷) الفصل الاول عن سهل بن

سعد... قوله 'فالتمس ولو خاتما من حديد'..... مسئلہ خلاقیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے

زادیک اقل مہر دس درہم ہے یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی اور شافعی کے نزدیک حد مقرر نہیں بلکہ جو

چیز بیع میں شمن بن سکتی ہے وہی چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے۔ دلیل احناف..... قوله 'تعالیٰ قد علمنا

ما فرضنا علیہم فی ازواجہم (پارہ ۲۲) معلوم ہوا کہ خاوند کے ذمے مہر شرطاً مقرر ہے لیکن وہ مجمل ہے

اور اس کی تفصیل حدیث جاہل میں ہے لا مہر اقل من عشرة دراهم (الدارقطنی و البیہقی)

دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب..... نصوص مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث راجح یعنی نقد مہر پر محمول ہے کیوں کہ اس وقت یہ عرف تھا

کہ ہر کی کچھ مقدار عورت کی تالیف و تطیب قلب کے لئے فوری طور پر

دے دیتے تھے چنانچہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ان علیا لما تزوج فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ اراد ان

یدخل بہا فمنعه رسول اللہ ﷺ حتی یعطیہا شیئا فقال یا رسول اللہ لیس لی شیء فقال له

النبی ﷺ اعطیہا درعک فاعطاہا درعہ ثم دخل بہا (ابوداؤد و الترمذی) حالانکہ حضرت فاطمہ کا

مہر پانچ سو درہم تھے یعنی ایک مہر دس چھٹا تک، ایک تولہ، تین ماشہ چاندی۔

بقولہ 'قد زرجتکھا بما معک من القرآن'..... مسئلہ خلاقیہ..... امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعلیم

قرآن کا مہر بنانا درست نہیں اور شائقی کے نزدیک درست ہے۔

دلیل احناف۔ قولہ 'تعالیٰ ان تبتغوا بما هو الکم' (پارہ ۵) اور ظاہر ہے کہ تعلیم قرآن مال نہیں۔

دلیل شوافع..... حدیث باب ہے۔ جواب نمبر ۱..... بما معک میں باء عوض کی نہیں بلکہ ہیئت کی ہے

کہ تیری قرآن دانی کی وجہ سے یہ عقد کیا جا رہا ہے باقی مہر ان صحابی کے ذمے دین ہو گا یا عورت نے معاف کر

دیا گا اس کی نظیر یہ ہے کہ ابو طلحہ کے اسلام کی وجہ سے ام سلیم سے ان کا نکاح کیا گیا اور ان کے اسلام کی وجہ سے

ام سلیم نے مہر معاف کر دیا تھا اس کا ذکر باب کی آخری حدیث میں ہے۔

جواب نمبر ۲..... اگر تعلیم قرآن کو مہر بنانا تسلیم کر لیں تو پھر یہ ان صحابی کی خصوصیت تھی جیسا کہ حدیث نعمان

میں ہے قال ان رسول اللہ ﷺ زوج امرأۃ علی سورۃ من القرآن ثم قال لا یكون لاحد

بعدک مہرا (سنن سعید بن منصور مرسل)

باب القسم..... الفصل الاول..... (جلد ۲، صفحہ ۲۷۹)

وعن ابی قلابۃ عن انسؓ..... قال من السنۃ اذا تزوج الرجل البکر

علی الثیب اقام عندها سبعا وقسم الخ.....

مسئلہ خلا فیہ..... ابو حنیفہ کے نزدیک متعدد بیویوں میں باریوں کی مساوات فرض ہے ثیبہ، باکرہ، قدیرہ،

جدیدہ کا کوئی فرق نہیں اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک نکاح جدید کے بعد باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے

تین دن زائد ہوں گے اور پھر یاری شروع ہوگی۔

ولائل احناف نمبر ۱..... قولہ 'تعالیٰ فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ايمانکم' (پارہ ۲)

علیٰ هذا فصل ثانی کی دونوں احادیث ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ عدل مطلقاً فرض ہے۔

نمبر ۲..... عن ابی بکر بن عبد الرحمن ان رسول اللہ ﷺ حين تزوج ام سلمة واصبحت

عنده الی قولہ ان شئت سبت عندک و سبت عند من وان شئت ثلثت عندک و حوت

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۷۹) دلیل آئمہ ثلاثہ..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... خبر واحد کے مقابلے میں کتاب اللہ راجح ہے۔

جواب نمبر ۲..... نصوص مذکورہ کے قرینے سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نکاح جدید کے بعد ابتداء

جدیدہ سے کرے کہ باکرہ کے پاس سات راتیں اور ثیبہ کے پاس تین راتیں گزارے اور پھر دوسری عورتوں

کے پاس بھی اتنا ہی ٹھہرے، بہر حال یہ ترجیح اولیت و ابتداء میں ہے نہ کہ زیادتی ایام میں۔

## باب الخلع و الطلاق الفصل الثانی ..... (جلد ۲، صفحہ ۲۸۳)

وعن عائشة، قوله، لا طلاق ولا عتاق في اغلاق. مسأله خلافیه۔ ابوحنیفہ کے نزدیک حالت اکراه میں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور شافعی کے نزدیک واقع نہیں ہوتی۔

وکیل احتراق عن صفوان بن عمرو الطائی قال ان امرأة كانت تبغض زوجها فوجدته نائماً

فاخذت شفرة وجلست على صدره ثم اكرهته وقالت لتطلقني ثلاثاً او لا ذبحنك فاشدها

اللہ فابت فطلقها ثلاثاً ثم اتى رسول اللہ ﷺ فسأله عن ذلك فقال رسول اللہ ﷺ لا قيلولة

في طلاق (رواه محمد باسنادہ والعقيلي في كتابه) وکیل شوافع۔ حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... اغلاق کے معنی جنون کے ہیں۔

جواب نمبر ۲۔ ابو داؤد میں یہ روایت لاطلاق فی غلاق کے لفظ سے مروی ہے اور غلاق کے تفسیر ابو داؤد نے

اپنے ظن کے مطابق غضب سے کی ہے حالانکہ صحیح تفسیر جنون ہے لہذا اضطراب کی وجہ سے یہ حدیث قابل استدلال

نہیں بلکہ مرجوح ہے۔

جواب نمبر ۳..... یہ حدیث اکراه علی الکفر کی صورت پر محمول ہے کہ اس صورت میں اظہار کفر سے اس کی بیوی

پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

## باب المطلقة ثلاثاً ..... (جلد ۲، صفحہ ۲۸۴)۔۔۔

انصار بعد اور جمہور سلف و خلف کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں مثلاً انت طالق

ثلاثاً۔ بعض اہل ظاہر کے نزدیک صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور شیعہ کے نزدیک ایک بھی نہیں ہوتی۔

والا ل۔ جمہور نمبر ۱..... عن سهل بن سعد الساعدي قال ان عويمر العجلاني قال يا رسول

اللہ ارأيت رجلا الی قوله فطلقها ثلاثاً (متفق علیہ، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۵)

نمبر ۲..... عن ركانة ابن عبد يزيد انه طلق امرأته سهيمة البتة الی قوله فقال رسول اللہ

ﷺ واللہ ما اردت الا واحدة (رواه ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۴) معلوم

ہوا کہ کرتین کی نیت بھی صحیح تھی ورنہ آپ ایک کا سوال نہ فرماتے۔

نمبر ۳..... عن ابن عمر قال قلت يا رسول اللہ ارأيت لو انی طلقنها ثلاثاً كان يحل لی ان

اراجعها قال لا فقال اذا قد عصيت ربك وبانت منك زوجتك (الدارقطني والبيهقي وابن ابی شیبہ)

نمبر ۴..... مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں تین طلاقوں کے وقوع کا فیصلہ کیا



## باب العدة ..... (جلد ۲، صفحہ ۲۷۸)

مطلقہ رجعیہ اور مطلقہ بائندہ حاملہ کے لئے بالاتفاق نفقہ و سکنی واجب ہے اور معتدہ وفات کے لئے بالاتفاق واجب نہیں اور معتدہ بائندہ غیر حاملہ میں اختلاف ہے۔ ابو حنیفہ، عمر، جابر، ابن مسعود، عائشہ، سعید بن مسیب، ابراہیم خضمی، سفیان ثوری کے نزدیک نفقہ و سکنی دونوں واجب ہیں۔ امام احمد اور حضرت ابن عباس کے نزدیک دونوں واجب نہیں اور شافعی و مالک کے نزدیک نفقہ واجب نہیں اور سکنی واجب ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱..... قولہ 'تعالیٰ' وللمطلقات متاع بالمعروف (پارہ ۲)

نمبر ۲..... لا تخرجوهن من بیوتھن (پارہ ۲۸) نمبر ۳..... قولہ 'تعالیٰ' اسکنوهن من حیث سکتھن (پارہ ۲۸) کیوں کہ یہ سب آیات عام ہیں جو تمام مطلقات کو شامل ہیں۔

نمبر ۴..... حدیث ابن مسعود ان المطلقة ثلثا لها السکنیٰ والنفقة (راہ الطحاوی)

نمبر ۵..... مطلقہ اپنے خاوند کے حق میں محبوس ہے لہذا خاوند پر اس کا نفقہ اور سکنی واجب ہے۔  
و دلیل محتابلہ..... حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... خبر واحد کی مقبولیت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ سلف میں سے کسی نے اس پر طعن نہ کیا ہو

حالانکہ یہ روایت مطہون ہے چنانچہ حضرت عمر فرماتے ہیں لا نترک کتاب اللہ ولا سنة نبینا بقول

امراة لا یسری لعلھا حفظت او نسیت لها النفقة والسکنیٰ (رواہ مسلم) اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں

ما لفاطمة الا تنقی الله تعنی فی قولها لا سکنیٰ ولا نفقة (رواہ البخاری، مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۸)

جواب نمبر ۱..... نصوص مذکورہ کے قرینے سے یہ حدیث واجب التاویل ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاتون زبان

در از تھیں ان سے خاوند کے اقارب و اعزاء تک آگئے تھے اس لئے ان کو گھر سے نکال دیا گیا جیسا کہ سعید بن

مسیب تابعی نے بیحد بیان کی ہے (مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۸۸) اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ وہ مکان غیر محفوظ

اور ویران تھا۔ بحوالہ مذکورہ اور نفقہ نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خاوند کے گھر سے منتقل کر دیا گیا تھا یا اس لئے کہ

فاطمہ کے خاوند غائب تھے اور ان کا مال کسی حاضر کے پاس موجود نہ تھا تو حضور اکرم ﷺ نے غائب پر ڈگری نہ

کی جس کی وجہ سے فاطمہ بنت قیس کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے یہ حکم عام سمجھ لیا (مرقات)

دلیل مالکیہ و شوافع..... وجوب سکنی کے بارے میں ان کی دلیل آیت اسکنوهن من حیث

سکتھن ہے اور عدم وجوب نفقہ کے بارے میں آیت وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن (پارہ ۲۸)

ہے کیونکہ اس آیت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوا کہ غیر حاملہ کے لئے نفقہ نہیں۔

جواب..... نصوص صریحہ کے مقابلے میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

## باب بلوغ الصغیر و حضانتہ فی الصغر..... (جلد ۲، صفحہ ۲۹۲)

الفصل الثانی وعن ابی ہریرۃ..... ان رسول اللہ ﷺ خیر غلاما بین

ابہ و امہ..... مسئلہ خلافیہ..... ابو حنیفہؒ لک کے نزدیک نابالغ بچے کی تربیت کا حق ماں کو ہے اور

جب وہ کھانے پینے لگ جائے یعنی سات یا نو سال کا ہو جائے تو پھر باپ کا حق ہے بہر حال ان آئمہ کے

زردیک بچے کو اختیار نہیں ملتا۔ لیکن شافعی و احمد کے نزدیک تمیز دار بچے کو اختیار ملتا ہے۔

دلائل احناف نمبر ۱..... حدیث عبد اللہ بن عمرو ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ الی قولہ انت احق

بہ ما لم تنکحہ (رواہ احمد و ابوداؤد و مشکوٰۃ جلد ۲، صفحہ ۲۹۳)

نمبر ۲..... حضرت عمرؓ کا اپنی ایک بیوی سے اس معاملہ میں جھگڑا ہو گیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا اخیل

بینہ و بینہا فما راجعہ عمر الکلام (یعنی، مصنفہ عبدالرزاق، مؤطا مالک)

و لیل شوافع..... حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱..... آنحضرت ﷺ نے محض اس بچے کے باپ کی دلجوئی کے لئے اختیار دیا تھا اور بچے کے

لئے یہ دعا کر دی تھی کہ وہ اپنے لئے ماں کو ترجیح دے دے۔ چنانچہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں

ثم خیرہ و قال اللهم اهدہ لامہ (مرقات)

جواب نمبر ۲..... اس حدیث میں غلام سے باعتبار ماکان کے بالغ مراد ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ فصل

ثالث کی روایت میں ہے کہ وہ لڑکا میرا بیٹا ہے پانی کھینچ کر لاتا تھا اور ایسا اہم کام نابالغ بچے نہیں کر سکتا اور

بالغ کو بالاتفاق اختیار ملتا ہے۔

جواب نمبر ۳..... لیکن ہے کہ یہ تخریر الدین کی رضا مندی سے ہو۔ فلا اشکال

وہہنا تم منا الکلام مع کمال الخیر و العافیۃ و السلام و الحمد لله رب العلمین

و صلی اللہ علیٰ خاتم النبیین و سید الاولین و الآخرین قائد الغر المحجلین محمد و علی

آلہ و اصحابہ و اہل بیتہ و ذریاتہ و عترتہ و محبیہ و ناصریہ و مشیدی دینہ اجمعین

محمد اشرف الاعراب و العجم محمد خیر من یمشی علی قدم

محمد ذکرہ روح لانفسنا محمد شکرہ فرض علی الامم

و ابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمانی البتانی عصمة للاء رامل

وفينا رسول الله يتلوا كتابه  
 اذ انشق معروف من الفجر ساطع  
 ارانا الهدى وبعد العمى لقلوبنا  
 به مواقفنا ان ما قال واقع؟  
 بيت يجالسى جنبه عن فراشه  
 اذا استقلت المشكرين المضجع  
 (صحیح بخاری جلد ۱، صفحہ ۵۵)

واحسن منك لم تر قط عيني  
 واكمل منك؟ طلع النساء  
 خلقت مبراء من كل عيب  
 كانك قد خلقت كما تشاء  
 طلع البدر علينا! من ثبات الوداع  
 وجب الشكر علينا ما دعا الله داع  
 ايها المبعوث فينا جئت بالامر المطاع  
 جئت شرفت المدينة مرحبا يا خير داع  
 ان تلت يا ربيع الصبا:  
 يوم ما الى ارض الحرم  
 بلغ سلامي روضة  
 فيها النبي المحترم  
 من وجهه شمس الضحى  
 من خضه بدر الدجى  
 من قائه نور الهدى  
 من كفه بحر الكرم  
 يا رب صل على المختار ذي شرف  
 وشيخ بدر الليل بل انت انور  
 امامي كتاب الله والبيت قبلي  
 انا من الاديان اعلى وافخر  
 شفيعي رسول الله والله غافري  
 ولا رب الا الله والله اكبر  
 يا رب صل وسلم دائما ابدا  
 هو الحبيب الذي ترجي شفاعته!  
 لي في حديثك يا رسول عرائس  
 من الحسان ان قبلت تكرما  
 فسهل يا الهى كل صعب  
 انت كاف انت واف في مهمات الامور  
 نعم المولى ونعم النصير وحسبي الله ونعم الوكيل  
 لاله خير حافظا وهو ارحم الراحمين  
 انت ربي انت حسبي انت لي نعم الوكيل  
 اللهم تقبل مني انك انت السميع العليم واجعل هذا وصليتي بيني وبينك يوم

اللهم تقبل مني انك انت السميع العليم واجعل هذا وصليتي بيني وبينك يوم



لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم . اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل  
 سيدنا محمد واصحابه صلوة تكون لك رضوا له جزاء ولحقه اداء واعطه الوسيلة  
 والفضيلة والمقام المحمود الذي وعدته واجزه عنا ما هو اهله واجزه ماجازيت نبياً عن  
 لومه ورسولاً عن امته وصل على جميع اخوانه من النبيين والمرسلين يا ارحم الراحمين  
 (آمين) تمت بالخير والسلام خیر ختام .

بندہ ناچیز و سیر کار محمد طاہر الرحیمی غفرلہ اللہ ذنوبہ و ستر محبوبہ

حال مقیم مدرسہ جامعہ رحیمیہ اشلتہ القراءات

مغربی باب الرحمتہ مغل آباد محمد معصوم روڈ، ملتان شہر

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۰۳ھ بمطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۳ء بروز شنبہ

## افادات

مولانا خورشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث..... جامعہ خیر المدارس، ملتان

## کتاب العتق

حدیث ابی ہریرہؓ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۳، جلد ۲) قولہ، حتی فرجہ بفرجہ... کیونکہ شرک کے بعد فرج (شرمگاہ) اکبر الکبائر یعنی زنا کا مکمل ہے کلام میں مبالغہ کرنے کے لئے اس کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔

### باب اعتاق عبد المشترك

حدیث ابن عمرؓ..... قولہ، والا فقد عتق منه ما عتق..... مسئلہ خلافیہ... جو

غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اگر ایک شریک نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا ہے تو مالک، شافعی، احمد کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا مال دار ہے تو شریک ثانی جس نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا بغیر کسی دیشی کے اس کے حصے کی قیمت کا اندازہ کر کے شریک ثانی کو دے گا۔ اور اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہے تو اس معنی پر کوئی ضمان نہیں اور معتق کا بعض آزاد رہے گا۔

دلیل آئمہ ثلاثہ... حدیث باب ہے۔ مذہب احناف... صاحبین اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مابین اختلاف دو اصولوں پر مبنی ہے۔ اصل اول..... صاحبین کے نزدیک اعتاق میں تجزی نہیں آتی لہذا پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اصل دوم... جس شریک نے اپنے حصے کو آزاد کیا تو موسر (مالدار) کی صورت میں شریک ثانی کو اس کے حصے کی ضمان دے گا اور معسر کی صورت میں غلام خود کما کر شریک ثانی کے حصے کی قیمت ادا کرے گا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اعتاق کے اندر تجزی ہو سکتی ہے لہذا اگر ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے تو صرف آزاد کرنے والے شریک کا حصہ آزاد ہوگا پورا غلام آزاد نہ ہوگا جیسا کہ حدیث ابن عمر میں ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۳، جلد ۲)

حدیث عمران بن حصینؓ..... قولہ، فاعتق النین وارق اربعة..... مرض الموت میں اگر کسی نے اعتاق کیا ہو تو اس کے مال کے ساتھ درناہ کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے وہ اعتاق اس کے ثلث مال میں نافذ ہوگا مالک، شافعی، احمد کے نزدیک اگر کسی شخص نے اپنے تمام غلاموں کے متعلق آزادی کی

وصیت کی ہو۔ مرض الموت میں اس کے پاس صرف چھ غلام ہوں اور چھ غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال بھی نہ ہو تو قرعہ ڈال کر ٹکٹ یعنی دو غلاموں کو آزاد کیا جائے گا اور بقیہ چار کو غلام رکھا جائے گا۔ دلیل جمہور..... حدیث باب ہے۔ احناف کے نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ کی وجہ سے تجزی الاعتاق جائز ہے اس لئے مذکورہ چھ غلاموں میں سے ہر ایک غلام سے ٹکٹ آزاد ہوگا۔ دلیل جمہور کا جواب نمبر ۱..... ہے حدیث مضرب ہے لہذا قابل استدلال نہیں۔ جواب نمبر ۲..... قرعہ کے ذریعے تعیین کا حکم ابتداء تھا۔ نیا عن التمار کی وجہ سے حکم قرعہ بھی منسوخ ہو گیا۔

حدیث جابرؓ..... قوله 'فاشتر اه نعیم بن النحام بثمان مائة درهم

..... مسئلہ خلافیہ..... مدبر مطلق کی بیع میں اختلاف ہے شافعیؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کے نزدیک بیع جائز ہے

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ دلیل شافعیؒ وغیرہ..... حدیث جابرؓ

ہے۔ حدیث جابر کا جواب نمبر ۱..... اس سے مراد مدبر مقید ہے مطلق نہیں۔ جواب نمبر ۲..... حدیث جابرؓ

میں ذات عبد مدبر کو بیع کرنا مراد نہیں بلکہ اس کی خدمت و نفع کی بیع مراد ہے۔ (مشیم الاشارات صفحہ ۲۲۲، جلد ۲)

حدیث جابرؓ..... بعنا امہات الاولاد..... مسئلہ خلافیہ..... بعض ظاہریہ کے نزدیک ام

ولد کی بیع جائز ہے۔ دلیل ظاہریہ..... حدیث جابرؓ جو کہ فصل ثانی میں ہے۔ جمہور کے نزدیک ام ولد کی

بیع جائز نہیں۔ دلیل جمہور..... حدیث جابرؓ میں ہے بعنا امہات الاولاد علیٰ عہد رسول اللہ ﷺ

و ایسی بکرو فلما کان عمروؓ نہانا عنہ لانتھینا۔ (رواہ ابوداؤد صفحہ ۲۹۵، جلد ۲)۔ دلیل ظاہریہ کا

جواب نمبر ۱..... ممکن ہے کہ بیع کا صحیح عام طور پر شائع نہ ہوا ہو۔ جواب نمبر ۲..... آنحضرت ﷺ کے

زمانے میں وہ بیع قبل النسخ تھی اور ممکن ہے کہ ابو بکرؓ کے زمانے میں ام ولد کی بیع کسی خاص قضیہ یا واقعہ میں ہوئی

ہو جس کا علم ابو بکرؓ اور اس کے ساتھ رہنے والوں کو نہ ہوا ہوں۔



## باب الایمان والذکر

بعض صورتوں میں یمین اور نذر کا حکم ایک ہوا کرتا ہے اسلئے نذر کو یمین کے ساتھ لاحق کر دیا۔

ایمان یمین کی جمع ہے۔ یمین کا شرعی معنی تو کید الشیء بذکر اسم او صفة لله تعالیٰ۔ قسم صرف اللہ کی اٹھائی جاسکتی ہے کسی اور چیز کی نہیں۔

حدیث ثابت بن ضحاک..... قوله 'من حلف علیٰ ملة غیر الاسلام کاذبا

فہر کما قال۔ غیر اسلام پر قسم کھانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید یوں کہے ان فعلت کذا فانا یہودی او نصرانی او بری من الاسلام۔

مسئلہ خلافیہ..... بعض شافیہ کے نزدیک ظاہر حدیث کی وجہ سے اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

جمہور فقہاء کے نزدیک اس قسم سے وہ کافر نہ ہوگا۔ حدیث باب کا جواب..... اس سے تہدید اور مبالغہ فی الوعد مراد ہے۔ عالف پر یہودی یا عیسائی ہونے کا حکم مراد نہیں۔

حدیث ابی موسیٰ..... کفرٹ عن یمینی وایت الذی ہو خیر

مسئلہ خلافیہ..... قبل الحث کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جمہور کے نزدیک یمین کے بعد قبل الحث کفارہ دینا جائز ہے۔ دلیل جمہور نمبر ۱..... قوله 'تعالیٰ

ولکن یراخذکم بما عقدتکم الایمان فکفارتہ اطعام عشرة مساکین۔ دلیل جمہور نمبر ۲.....

حدیث ابی موسیٰ یعنی حدیث الباب۔ اور حنفیہ کے نزدیک قبل الحث کفارہ دینا جائز نہیں۔

دلیل احناف..... عن عبد الرحمن بن سمرہ انه علیہ السلام قال یا عبد الرحمن اذا

حلفت علیٰ یمین فرایت غیرها غیراً منها فأت الذی ہو خیر وکفر عن یمینک (ابوداؤد

مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۶، جلد ۲)

آیت کا جواب..... آیت میں حذف ماننے کی ضرورت ہے نظری عبارت اس طرح ہوگی بما عقدتکم

الایمان و و حنثم فیہا فکفارتہ، حدیث کا جواب..... قبل الحنث وبعد الحنث دونوں کے متعلق روایات ہیں اور بعد الحنث والی روایات قیاس کے موافق ہیں۔ لہذا کفارہ بعد الحنث والی روایات موافق قیاس ہونے کی وجہ سے راجح ہوگی۔

حدیث عائشہ..... قالت انزلت هذه الاية لايواخذكم الله باللغو في ايمانكم..... قسم کی تین قسمیں..... نمبر (۱)..... قسم لغو۔ نمبر (۲) قسم غموس۔ نمبر (۳) قسم منعقدہ

قسم لغو کی تعریف میں شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ شوافع کے نزدیک قسم لغو یہ ہے جو لوگوں کے کلام میں بلا ارادہ زبان پر جاری ہو جاتی ہے جیسے لا واللہ بلی واللہ قسم خواہ ماضی، حال یا مستقبل کے متعلق ہو۔ احناف کے نزدیک یمین لغو یہ ہے کہ ماضی یا حال کے متعلق یا غلطی کے طور پر اس گمان سے قسم کھائی گئی ہو کہ جس بات پر قسم کھائی ہے وہ درست ہوگی حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔

یمین لغو کا حکم..... نہ اس کا اعتبار ہے اور نہ اس پر مؤخذاہ ہے۔ یمین غموس..... یہ ہے کہ ارادہ کسی

واقعہ ماضیہ کے متعلق جھوٹی قسم کھائی جائے۔ حکم..... شافعی اور اوزاعی کے نزدیک کفارہ ہے۔ امام اعظم

اور امام مالک کے نزدیک یمین غموس میں کفارہ نہیں صرف توبہ ہے۔ دلیل شوافع..... قولہ تعالیٰ

ولکن يؤخذكم بما كسبت قلوبكم . دلیل شوافع کا جواب..... مواخذہ سے مواخذہ اخرویہ مراد

ہے جس کے لئے توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔ دلیل احناف..... روایت ابن مسعود عن النبی ﷺ

من حلف على يمين وهو فيها اثم فاجر ليقطع بها ما لاقى الله وهو عليه غضبان اس میں گناہ

گار ہونے کا بیان ہے کفارہ کا ذکر نہیں۔ یمین منعقدہ کی تعریف یہ ہے کہ آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ

کرنے پر قسم کھائی جائے اگر قسم کے مطابق عمل کر لیا تو بہتر ہے ورنہ کفارہ واجب ہوگا۔ دلیل..... ارشاد باری

تعالى ولكن يؤخذكم بما عقدتم الايمان فكفارته اطعام الخ



## بَاب فِي الْقَذُورِ

حدیث عائشہ من قتلوا ان بعصبه ولا بعصبه۔ اللہ کے نام کی نذر مانی جا چکا اور اگر ان معصیت کے متعلق تکرر ہو تو بالانطلاق یہ تکرر معتبر نہیں اس کو پورا نہیں کہا جائے گا کفار۔ یہ لے لے ہو سکتا اور عدم وجوب میں اختلاف ہے۔ مالک اور شافعی کے نزدیک کفار نہیں۔ دلیل حدیث باب ہے۔

جواب اس حدیث میں کفار کی نفی اور اثبات کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ عدم بیان سے عدم ثبوت لازم نہیں آتا۔ ابو حنیفہ، احمد کے نزدیک کفار واجب ہے۔ دلیل حدیث عقبہ بن عامر السہم علیہ السلام قال كفارة النذر كفارة الیمین (رواہ مسلم)

## کتاب القصاص

قصاص کا لغوی معنی مماثلت ہے۔ ظلم کے برابر بدلہ لینا جائز ہے زیادتی جائز نہیں۔

شرعی معنی قتل کرنے اور زخم لگانے کی اس ہر اک قصاص کہتے ہیں جس میں مساوات اور مماثلت کی رعایت کی گئی ہو۔ حدیث ابن مسعود "قوله النفس بالنفس الخ..... مسئلہ خلافیہ... مالک، شافعی اور

احمد کے نزدیک حر کے بدلہ میں حر کو اور عبد کے بدلے میں عبد کو قتل کیا جائے گا اور عبد کے بدلے میں حر کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔ دلیل..... قوله 'تعالیٰ النحر بالحر والعبد بالعبد الایة۔ جواب...

تلاوت کردہ آیت میں حر کو حر کے مقابلے میں غلام کو غلام کے مقابلے میں قتل کئے جانے کا تخصیص حکم جو بظاہر معلوم ہوتا ہے یہ تخصیص شان نزول کے اس خاص واقعہ کی بنا پر ہے جس میں یہ آیت نازل ہوئی۔

حنفیہ کے نزدیک قتل عبد کی صورت میں جیسا کہ حر کے بدلے میں حر کو قتل کیا جاتا ہے ایسے ہی حر کے بدلے میں غلام کو قتل کیا جائے گا جیسا کہ عورت کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جاتا ہے اس طرح مرد کو بھی عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ دلیل نمبر ۱..... قوله 'تعالیٰ القصاص لی القتلی۔

دلیل نمبر ۲... قوله 'تعالیٰ وکفینا علیہم فیہا ان النفس بالنفس۔

حدیث ابن مسعودؓ قولہ 'اول ما یقضى بین الناس فی الدماء... اشکال یہ حدیث دوسری حدیث اول ما یحاسب به العبد صلواتہ کے معارض ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ جب کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔ جواب نمبر ۱... حدیث ابن مسعودؓ میں دماء کی اولیت منہیات کے اعتبار سے ہے اور صلاۃ کی اولیت مامورات کے اعتبار سے ہے۔ جواب نمبر ۲... حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا اور حقوق العبد میں سب سے پہلے دماء کا سول ہوگا۔ (العلق، اشعة المصباح، مراقاة)

حدیث ابی شریح الکعبیؓ قولہ 'من قتل قتیلاً فاهله بالخیار... مسئلہ خلافیہ... شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک قاتل کی رضامندی کے بغیر اولیاءِ مقتول کو دو مردوں کے متعلق خیال ہے۔ چاہیں تو قصاص لے لیں یا پھر دیت۔ دلیل... حدیث الباب ہے۔ جواب... بین تیرتین اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ قاتل دیت کا مال دینے پر راضی ہو تب جا کر ولی مقتول کے لئے مال لینا جائز ہوگا۔ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک قاتل پر قصاص تو متعین طور پر واجب ہے اور قاتل کی رضامندی کے بغیر اولیاءِ مقتول کے لئے دیت لینا جائز نہیں۔

حدیث ابی حنیفہؒ قولہ علیہ السلام لا یقتل مسلم بکافر... مسئلہ خلافیہ... مالکؒ شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک مسلمانوں کو بالاجماع کافر حربی کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا ایسے ہی ذمی کافر کے بدلے میں بھی مسلمان کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ دلیل حدیث باب ہے۔

جواب نمبر ۱... کافر سے مراد کافر حربی ہے ذمی نہیں۔ جواب نمبر ۲... ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کو بتا دیا روایت کیا اس میں الفاظ یہ ہیں لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عہد فی عہدہ (سختیم الاثبات صفحہ ۱۵، جلد ۳) حنفیہ کے نزدیک ذمی کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا۔ دلیل قال الدارقطنی عن ربیعہ عن عبد الرحمن عن ابن عمر رفعہ انہ علیہ السلام قتل مسلماً بمعاهد وقال علیہ السلام انا اکرم من وفاء بدمتہ۔



وعنه، او من یقتل مؤمناً متعمداً..... مسئلہ خلافیہ..... معتزلہ اور خوارج کے نزدیک  
مومن کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مرتکب کبیرہ کافر ہو کر جلد فی النار ہے۔ کما هو عند الخوارج یا فاسق ہو کر  
جلد فی النار ہے کما هو عند المعتزلہ۔ اہل السنت و الجماعت کے نزدیک مومن کو جان بوجہ قتل  
کرنے والا کافر نہیں۔ دلائل اہل سنت..... نمبر ۱..... ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء (پارہ نمبر ۵)  
نمبر ۲... من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة. قال ابو ذر وان زنی وان سرق الخ۔

معتزلہ اور خوارج کی دلیل کا جواب نمبر ۱..... معتزلہ اور خوارج نے حدیث ابی الدرداء اور قرآنی آیت  
من یقتل مؤمناً متعمداً الا یہ کا سہارا لیا ہے۔ اگر مومن کو مومن ہونے کی حیثیت سے قتل کیا ہو تو گویا ایمان  
پر حملہ آور ہو کر ایمان کا انکار کیا لہذا وہ بھی کافروں میں داخل ہو گیا۔ نمبر ۲... مومن کے قتل کو حلال سمجھ کر قتل کیا  
ہو۔ جواب نمبر ۳... تغلیظ فرمایا۔

حدیث طاؤس..... قولہ، من قتل فی عمیة یعنی اگر کوئی ایسی شہتہ حالت میں قتل کیا گیا کہ  
اس کا قاتل بھی معلوم نہیں اور قتل کی حالت بھی معلوم نہ ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱)..... اپنی قوم کے اندر  
پتھراؤ کے وقت ایک پتھر کسی کو لگ گیا اور اس سے وہ مر گیا۔ (۲) تازیانہ مارنے سے ہلاک ہو گیا  
(۳)..... لاشی مارنے سے قتل ہو گیا تو اس سے دیت لازم ہوگی نہ کہ قصاص۔

قتل کی پانچ قسمیں..... (۱) قتل عمد وہ ہے جو کسی کو قصد الوہیہ کے ہتھیار سے یا کسی ایسی چیز سے جو  
گوشت و پوست کو کاٹ کر اجزاء کی تفریق میں ہتھیار کے قائم مقام ہو اس سے قتل کیا جائے۔  
حکم قتل عمد..... عمد قتل اکبر الکبار ہے اور قصاص لازم ہے۔

نمبر ۲ شہہ عمد عند الشافعی اور صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ اگر ایسی چیز کے ساتھ مارنے کا قصد کرے جس  
سے غالباً قتل نہیں کیا جاتا۔ امام اعظم کے نزدیک شہہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے قتل کرنا جو ہتھیار نہ ہو۔  
حکم..... اس میں دیت لازم ہوگی اور ایک غلام کو آزاد کرے گا۔

نمبر ۳..... قتل خطاء کسی شخص کو شکار سمجھ کر تیر پھینکا اور وہ شکار نہیں آدی تھا یا حربی سمجھ کر تیر مارا اور وہ

مسلمان تھا۔ حکم..... اس کا کفارہ مومن غلام آزاد کرنا ہے اور دیت ہے عاقلہ پر  
 نمبر ۴..... قائم مقام خطاء۔ النسانم ینقلب علی رجل لیقتله بنقله۔ حکم..... خطاء اور قائم مقام کا حکم  
 ایک ہی ہے۔ نمبر ۵..... قتل بسبب یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی غیر مملوکہ زمین میں کٹواں کھودا ہو یا پتھر رکھا  
 ہو جس کے سبب کوئی شخص کٹواں میں گر کر مر گیا ہو یا پتھر سے ٹکرا کر مر گیا ہو۔  
 حکم..... دیت علی العاقلہ ہے کفارہ نہیں ہے۔

### باب الدیات

حدیث ابی ہریرہؓ..... قولہ علیہ السلام والعقل علی عصبته۔ عقل سے یہاں  
 دیت مراد ہے۔ اور جو عصبہ اس دیت کو تحمل کر کے ادا کرتے ہیں اس عصبہ کو عاقلہ کہتے ہیں اور یہاں عصبہ سے  
 عاقلہ مراد ہیں اور عاقلہ ایک پیشہ کرنے والی ایسی جماعت کو کہتے ہیں جس میں باہم تناصر و تعاون ہو۔  
 مسئلہ خلاقیہ..... شافعی اور احمدؒ کے نزدیک رجل کے عاقلہ اس کے قبیلے والے ہیں لہذا رجل کی دیت  
 قبیلے والوں پر ہوگی۔ دلیل..... روایت شعی ہے جعل رسول اللہ عقل قریش علی قریش و عقل  
 الانصار علی الانصار۔ جواب..... حضور ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں جو قبیلے پر دیت ہوتی تھی یہ  
 دیوان قائم ہونے سے قبل کا حکم ہے اس کے بعد حضرت عمر کے فیصلے کے مطابق اہل دیوان پر ثابت ہونے کے  
 متعلق صحابہ کرام کا اجماع متفق ہو گیا۔ جواب نمبر ۲..... دراصل دیت اہل نصرت پر ہوتی ہے۔ دیوان قائم  
 ہونے سے پہلے حضور ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں نصرت اور قوت اپنے قبیلے کے ذریعے ہوتی تھی اس لئے  
 دیت قبیلے پر تھی۔ حنفیہ کے نزدیک عاقلہ پر دیت ہے۔ عاقلہ سے مراد وہ جماعت ہے جن کے درمیان تناصر  
 و تنازع ہو چنانچہ قاتل اگر حکومت کے کسی دفتر میں کام کرتا ہو تو اس دفتر کے تمام لوگ اس رجل کے عاقلہ ہیں۔

حدیث ابی بکر بن محمد..... قولہ 'وفی الانف اذا اوعب جاء عہ..... یعنی اگر ناک کو  
 بالکلیہ جڑ سے کاٹ دیا تو پوری دیت ہے۔ اعضاء انسانی کو کاٹنے کے متعلق قاعدہ کلیہ..... یہ ہے کہ اگر کسی  
 عضو کی جنس منفعت کو کامل طور پر فوت کر دے یا انسان کا مقصودی جمال و خوبصورتی کو کامل طور پر ضائع کر دے

توپوری دیت لازم ہوتی ہے اور اگر مارن مع قصبۃ الانف کاٹ دیا گیا ہو تو اختلاف ہے۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک ایک دیت لازم ہے یا نہ نہیں۔

دلیل جمہور حدیث الباب ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک مارن کاٹنے پر ایک دیت ہے اور قصبہ کے متعلق حکومت عدل کے ماتحت الگ ضمان ہوگی۔ دلیل شافعی... قیاس ہے وہ اس طرح کہ صرف مارن کی قطع موجب دیت ہے۔ لہذا ازائد یعنی قصبہ میں حکومت عدل کی ضرورت ہے جیسا کہ لسان قطع کر کے اگر قصبہ قطع کیا ہو تو دیت کے بعد حکومت عدل ہوتی ہے۔ جواب... صریح صحیح حدیث کے مقابلے میں قیاس محبر نہیں۔ اور پھر قیاس بھی قیاس مع الفارق ہے (تنظیم الاشیات صفحہ ۲۸، جلد ۳)

### باب ما لا یضمن من الجنایات

حدیث ابی ہریرہؓ..... انه علیہ السلام قال العجماء جرحھا جبار..... جبار کا معنی حد ہے اس حدیث پاک کے چار جملوں کے متعلق بحث کچھ اس طرح ہے۔ جملہ اولی... العجماء جرحھا جبار... عجماء سے مراد وہ جانور ہے جو کبھی کلام پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اسے اہل عرب عجماء سے تعبیر کرتے ہیں۔ جبار بمعنی حد یعنی جس میں ضمان نہیں۔

جانور کے ساتھ راکب یا قائد یا سائق ہو تو جانور نے کسی چیز کو ہلاک کر دیا تو ضمان راکب، قائد، سائق پر ہوگی اور اگر جانور کے ساتھ کوئی بھی نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ جانور نے اگر دن کو ہلاک کیا ہے تو جمہور کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر رات کے وقت ہلاک کیا ہے تو ضمان ہے۔ دلیل جمہور...

حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے ان ناقة البراء دخلت حائط رجل فافسدته فقضى النبی علیہ السلام علی اهل الاموال حفظها بالنهار وعلی اهل المواشی حفظها باللیل۔

دلیل جمہور کا جواب جمہور کی روایت کردہ حدیث موقوف ہے اور حدیث الباب مرفوع ہے لہذا حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلے میں قابل استدلال نہیں ہے۔ (التعلیق صفحہ ۲۰۲)

مذہب حنفیہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جانور دن میں ہلاک کرے یا رات میں بہر صورت ضمان نہیں۔ دلیل... حدیث الباب ہے۔

جملہ ثانیہ ... والبئر جبار اپنی مملوک زمین یا غیر آباد زمین میں کوئی کنواں کھودے اس میں کوئی انسان وغیرہ رکے ہلاک ہو جائے تو کوئی ضمان نہیں۔

جملہ ثالثہ ... والمعدن جبار ... کسی نے اپنی مملوک یا غیر آباد زمین میں معدن کھودا ہو اور زر نے والا کوئی کرکرم جائے یا معدن کھودنے والا مزدور کرکرم جائے تو ضمان نہیں اور اگر مسلمانوں کے راستے میں یا غیر مملکہ زمین میں اجازت کے بغیر کنواں کھودا گیا اور پھر کوئی شخص اس میں گر کر ہلاک ہو گیا تو کھودنے والے کے عاقلہ یعنی ہم پیشہ لوگوں پر ضمان اور کھدوانے والے کے مال میں کفارہ واجب ہے اور اگر اس میں کوئی جانور ہلاک ہو جائے تو اس میں ضمان واجب ہے جملہ رابعہ ... وفي الركاز

خمس زمین سے نکالا جانے والا مال تین قسم پر ہے۔ (۱) کنز (۲) معدن (۳) رکاز

جس کو کسی انسان نے دفن کیا وہ کنز ہے جس کو اللہ نے زمین میں پیدا کیا ہو وہ معدن ہے اور رکاز کا اطلاق کنز اور معدن دونوں پر ہوتا ہے۔ مسئلہ خلاقیہ ... مالک، شافعی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک رکاز کنز

دو معدن دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اختلاف معدن کے متعلق ہے جمہور آئمہ کہتے ہیں کہ معدن رکاز میں داخل نہیں۔ امام اعظم اور اہل عراق کے نزدیک داخل ہے۔ دلیل احناف ... حدیث ابی ہریرہ

انہ علیہ السلام قال فی الركاز خمس فیل وما الركاز یا رسول اللہ قال الذہب الذی خلقہ اللہ تعالیٰ فی الارض یوم خلقت وھذا ینادی بصورتہ ان الركاز هو المعدن (یحییٰ)

دلیل جمہور حدیث الباب ہے۔ اس میں وفي الركاز کا عطف معدن پر کیا گیا ہے اور یہ عطف تغایر پر دلالت کرتا ہے لہذا یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوں گی۔ جواب دلیل جمہور ... یہ عطف العام علی الخاص کے قبیل سے ہے۔ امام اعظم نے تورکاز کو عام و شامل للمعدن والکنز بتلایا ہے لہذا یہاں عطف التغایر علی المنفرد ہو کر تغایر ثابت نہ ہوگا۔

وعنه (ابی ہریرہ) ان اللہ تعالیٰ خلق آدم علی صورتہ صورتہ کی ضمیر کے متعلق

متعدد اقوال ہیں۔ (۱) ابن الجوزی کہتے ہیں کہ مرنج آدم علیہ السلام ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے آدم کو

ہر انسان کو اس کی صورت پر پیدا کیا۔ آدم کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب مراد یہ ہے کہ آدم کو جس اس صورت پر پیدا کیا جو پیدائش سے لے کر آخر تک ایک حالت پر

رہی کسی قسم کا تبدل نہیں آیا بخلاف دوسرے لوگوں کے ان میں تبدیلی آتی رہی۔ قول نمبر ۲ ضمیر اللہ تعالیٰ

کی طرف راجع ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا اس صورت میں یہ اضافت تشریحی و

تکرمیمی ہوگی جیسے بیت اور ناقہ کی اضافت سے مقصود بیت اور ناقہ کی تشریف و تکرمیم ہے۔

## باب اهل الردة و السعاة بالفساد

حدیث عکرمہ ... قوله، اتی علی بن نادقة فاحرقهم۔ زنادقة زندیقین کی جمع ہے اگر کوئی

شخص دین حق کی حقانیت کا ظاہر اور پٹنا اقرار کرتا ہے لیکن بعض ضروریات دین کی انکی تفسیر کرتا ہے جو صحابہ اور

تابعین اور سلف صالحین کی تفسیر کے خلاف ہو تو یہ زندیق اور ملحد ہے۔

زنادقة کے مصداق کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ نمبر ۱۔ زنادقة سے مرتدین مراد ہیں ابو داؤد

کی ایک روایت میں ہے ان علیا احرق الناس ارتدوا عن الاسلام۔ معوم ہوا کہ زنادقة سے مرتدین

مراد ہیں۔ نمبر ۲۔ ملحدین کی جماعت مراد ہے۔ نمبر ۳۔ قاضی عیاض نے کہا کہ زندیق مجوس کی ایک قوم

ہے جنکو سنو یہ کہا جاتا ہے جو دو خالق مانتے ہیں یعنی نور خالق الخیر اور ظلمت خالق الشر ہے۔ نمبر ۴۔ ملحد و بریہ

مراد ہیں جو بقاء دہر کے قائل ہو کر آخرت کے منکر ہیں۔

نمبر ۵۔ مشہور فتنہ باز عبد اللہ بن سبا کی قوم مراد ہے۔

سوال حضرت علیؑ نے قتل کی بجائے جلایا کیوں ہے؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا

تو نہ جلانے دیتا۔ جواب نمبر ۱۔ تشدید و مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے تاکہ قوم اس فتنہ سے پرہیز

کرے۔ جواب نمبر ۲۔ احراق کا معامہ حضرت علیؑ کی رائے اور اجتہاد ہے۔ ابن عباس کی روایت سننے

کے بعد حضرت علیؑ نے فرمایا فقال صدق ابن عباس (تخظیم الاشتات صفحہ ۸، جلد ۳)

حدیث جناب..... قوله 'حد الساحر ضربه بالسيف ... جادوگر کی حد تلواری سے قتل کرنا ہے شرح السنہ میں ہے کہ صحابہ کرام وغیرہ کی ایک جماعت قتل ساحر کی قائل ہے۔ حضرت عمرؓ نے لکھا اقتلوا کل ساحر و ساحرة وقال الراوی قتلنا ثلاث سواحر۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر جادوگر کفریات کے ذریعے جادو کرے اور توبہ بھی نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

حنفیہ کے عقائد کے امام شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا غلط ہے بلکہ اگر سحر میں اہلاک نفس ہے تو اس پر قطع طریق کا حکم جاری ہوگا۔

ساحر کی توبہ کا حکم... اگر سچے دل سے توبہ کر لے تو قبول ہے۔ فرعون کے جادوگروں کی توبہ کی گئی تھی۔

## کتاب الحدود

حدیث عبد اللہ بن عمر..... قوله 'فامر بهما النبی ﷺ فرجما زانی زانیہ ... اگر غیر شادی شدہ ہو تو ان کی سزا کے متعلق اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک زانی کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور جلاوطن بھی کیا جائے گا۔ احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک زانی کے لئے تقریب عام کا حکم و جوبی نہیں۔

دلیل احناف..... ارشاد باری ہے الزانية والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة آیت پاک میں تغریب کا ذکر نہیں۔

دلیل شافعیؒ حدیث ابی ہریرہ ہے جس میں و تغریب عام کا ذکر ہے۔

جواب نمبر ۱۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ جواب نمبر ۲۔ سیاسی مصلحت کا ذکر ہے کہ امام المسلمین ساریہ تغریب عام کا حکم دے سکتا ہے۔ اور اگر زانی و زانیہ دونوں شادی شدہ ہوں تو پھر تمام ائمہ کے نزدیک سنگسار کیا جائے گا۔

مسئلہ خلافیہ ربم کے لئے مخصن ہونا شرط ہے۔ کیا مخصن ہونے کے لئے اسلام شرط ہے یا نہیں؟

امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک اسلام شرط نہیں۔

دلیل..... حدیث الباب ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک مہمن ہونے کے لئے اسلام شرط ہے

دلیل..... حدیث ابن عمرؓ انہ علیہ السلام قال من اشرك بالله فليس بمحصن۔ دلیل

شافعی..... حدیث باب ہے۔

حدیث باب کا جواب..... حضور ﷺ نے یہودیوں کو جو رجم کا حکم دیا تھا تورات منگوا کر اس میں دیکھنے کے بعد دیا تھا تورات کے مطابق دین یہودیت میں رجم کے لئے احسان شرط نہیں ہے۔

حدیث ابن عباس..... من اتى بهيمة فاقتلوه..... مسئلہ خلافیہ..... اسحاق بن راہویہ کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے وحشی یا بھیمہ کی اور اسے حکم نبی کا بھی علم تھا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

دلیل..... حدیث باب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا۔

دلیل..... ترمذی شریف میں ہے انہ علیہ السلام قال من اتى بهيمة فلا حد عليه۔

حدیث ابن عباس کا جواب..... اس حدیث کے اندر جس قتل کا حکم دیا جا رہا ہے وہ زجر اور تشدید پر محمول ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۴۷، جلد ۷، اشعۃ المنعمات صفحہ ۲۷۸، جلد ۳)

قولہ 'واقتلوها معہ۔ بھیمہ کو قتل کرنے کی وجہ۔ (۱)..... لئلا يتولد منها الحيوان على صورة الانسان (۲) بھیمہ اگر زندہ رکھا جائے تو اسے دکھلا کر قاتل کو رسوا کیا جائے گا تو بے بعد کسی کو سابقہ گناہ پر رسوا کرنا درست نہیں ان دو وجوہوں کی بناء پر قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

### باب قطع السرقة

سرقة کا تعریف..... لغوی معنی اخذ الشيء من الغير على وجه الخفية مالا كان او غيره۔

اصطلاح شرع میں سرقة کہتے ہیں کسی کا حفاظت کیا ہوا ملوک محترم مال کو خفیہ طور پر لینا۔

مسئلہ خلافیہ..... حسن بصری، داؤد ظاہری اور خوارج کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کے لئے مال کی کوئی

مقدار متعین نہیں۔ تموزے سے مال کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جمہور صحابہؓ و تابعینؓ اور ائمہ مجتہدینؒ فرماتے ہیں کہ قطع ید کے لئے مال کی مقدار مقرر ہے اور وہ رطل

دینا، یا تین درہم ہے۔ حنفیہ کے نزدیک دس درہم کی چوری پر قطع ید ہوگا۔

دلیل احناف . عن ابن مسعود عن النبی ﷺ انه قال لا تقطع اليد الا في دينار او في عشرة

درہم . دلیل ظاہریہ و خوارج ..... آیت پاک و السارق و السارقة فاقطعوا ... الخ کا اطلاق

ہے قلیل اور کثیر دونوں صورتوں میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

جواب .. اس باب کی تمام احادیث میں رطل دینار یا ثلاثہ درہم یا عشرہ درہم کا ذکر ہے ان احادیث

مشہورہ اور اجماع کی وجہ سے آیت کے اطلاق کو مقید کیا جائے گا۔

دلیل جمہور کا جواب ..... رطل دینار یا ثلاثہ درہم اور عشرہ درہم تینوں طرح کی روایات پائی جاتی ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے مزاج شریعت کا خیال کرتے ہوئے قطع ید کو دس درہم کے ساتھ خاص کیا ہے۔ شریعت

کا مزاج دفع الحدود کا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ادرزا الحدود ما استطعتم۔ اگر تین درہم کی

چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جائے تو یہ دفع حدود نہ ہوگا بلکہ رواج دینا ہوگا جو مزاج شریعت کے خلاف ہے

۔ (مرقات صفحہ ۱۵۳، جلد ۷)

حدیث ابی ذر ..... قال حماد تقطع ید النباش ..... نباش قبر کھود کر کفن نکالنے والے کو

کہتے ہیں۔ مسئلہ خلافیہ .. ابو یوسفؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

دلیل جمہور کا جواب نمبر ۱ .. اس میں ابو ذر نے حماد کے قیاس کو ذکر کیا اور یہ قیاس معتبر نہیں قبر کو کھر کہنے

سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر محفوظ جگہ ہو۔ قبر غیر محفوظ جگہ ہے لہذا قبر سے کفن چوری کرنے والے پر سرقہ کا اطلاق

کمزور ہوگا۔ جواب نمبر ۲ .. پہلی نے صراحتاً اس حدیث کو ضعیف بتلایا ہے۔

جواب نمبر ۳ .. کسی حدیث میں قطع ید کا جو ذکر ہے وہ تحریر اور سیاست پر محمول ہے (التعلیق صفحہ ۱۸۱، جلد ۴)



## باب حد الخمر

خمر کا معنی چھادینا چنانچہ شراب بھی عقل کو چھپاتی ہے اس لئے اس کو خمر کہتے ہیں۔ شراب کی حرمت یکبارگی نہیں۔ بدلتدریج ہوتی ہے۔

حدیث انسؓ قولہ: کان یصرب فی الخمر بالنعال والحرید اربعین۔ جریدہ کھجور کی اس شاخ کو کہتے ہیں جو پتوں سے خالی ہو۔

مسئلہ خلافیہ شافعیؒ، احمدؒ اور اہل ظاہر کے نزدیک شراب خمر کی حد چالیس کوڑے ہیں۔

دلیل شافعیؒ و حنابلہؒ حدیث الباب ہے۔ امام اعظمؒ، مالکؒ اور صاحبین کے نزدیک شراب

خمر کے لئے حد ۸۰ کوڑے ہیں۔ دلیل امام اعظمؒ و مالکؒ ..... نمبر ۱ ان عمروؓ استشار علیاً

فقہال اری ان یجلدہ ثمانین جلدہ۔ دلیل نمبر ۲..... فی البخاری بروایت عبید اللہ بن عدی

ان علیاً یجلدہ ثمانین جلدہ۔ روایت الباب کا جواب..... اربعین اور ثمانین دونوں طرح کی

روایات ہیں۔ تطبیق کی صورت یہ ہے کہ روی انہ جلدہ بسوط لہ راسان فضربہ بوأسد و ہرول و ۱۱۱

کوڑا اگر چالیس مرتبہ مارا جائے تو مجموعہ اسی کوڑے ہوگا۔

فائدہ۔ چالیس اور اسی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ آنحضرت ﷺ اور ابو بکر کے زمانے میں اربعین پر عمل رہا

شام، مصر، عراق اور ایران وغیرہ کی فتوحات کی کثرت کی وجہ سے جب عیش و عشرت میں اضافہ ہوا تو شراب الخمر

کی کثرت ہونے لگی مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ نے حد خمر میں شدت پیدا کرنے کے لئے

صحابہ کرام سے مشورے کئے جس کے متعلق ابو عمرؓ نے فرمایا اتفق اجماع الصحابة فی زمن عمروؓ علی

الثمانین فی حد الخمر ولا مخالف لهم۔

حدیث جابرؓ..... فان عادی فی الرابعة فاقتلوه۔ چوتھی دفعہ شراب پینے والے کے لئے قتل کا

حکم ابتدائی تھا۔ دلیل نسخ حدیث جابرؓ ہے۔ ثم اوتی النبی ﷺ بعد ذالک رجل قد شرب فی

الرابعة فضربه ولم یقتله

## باب بیان الخمر و وعید شاربہا

حدیث انسؓ..... مسئل عن الخمر يتخذ خلا الخ..... شراب میں نمک یا پیاز وغیرہ  
 ڈال کر سرکہ بنانے کے جواز اور عدم جواز کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا جائز نہیں۔  
 مسئلہ خلافیہ..... احمد، مالک اور شافعی کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں۔  
 دلیل..... حدیث باب ہے۔ امام اعظم کے نزدیک سرکہ بنانا جائز ہے۔  
 دلیل احناف..... عن عائشة نعم الا دام النخل سرکہ کو بہترین ساکن بتایا گیا ہے۔ لہذا یہ پاک ہوگا اور  
 اس کا بنانا بھی جائز ہوگا۔

حدیث باب کا جواب..... آنحضرت ﷺ نے بھی تنزیہی کے طور پر اس زمانے میں سرکہ بنانے سے منع کیا  
 جس زمانے میں نفوس مائل غیر تھے تا کہ اس سرکہ بنانے کی اجازت دینے سے شرب خمر کی طرف راستہ نہ مل جائے۔

## کتاب الجہاد

جہاد کا لغوی معنی..... طاقت اور مشقت ہے۔ مجاہدہ اور دشمنوں سے لڑنا اور شرعی معنی بذل المعجھود  
 فی فصال الکفار یعنی قتال کفار میں خود شرکت کر کے یعنی مالی اعانت دے کر یا اپنی رائے پیش کر کے یا تکثیر  
 جماعت کر کے اپنی پوری طاقت خرچ کرنا شرعاً جہاد ہے۔

جہاد کی دو قسمیں۔ نمبر ۱... واقتلوا المشرکین حیث وجدتم الخ۔

دلیل نمبر ۲... وقتلوهم حتی لا تكون فتنة الایة

دلیل نمبر ۳... یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔

دلیل نمبر ۴... کتب علیکم القتال وهو کوفہ لکم۔ سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک جہاد مستحب

ہے جہاد کی پھر دو قسمیں ہیں۔ نمبر ۱... فرض عین۔ نمبر ۲... فرض کفایہ۔ کفار اگر بلاد اسلام پر حملہ کرے

ہو جائیں اور امام المسلمین کی جانب سے نفیر عام ہو اس وقت جہاد فرض عین ہے کفار اگر اپنے شہروں میں رہیں

جلا داسلام پر حملہ آور نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے۔

جہاد کی اور دو قسمیں۔ (۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد ... جب کفر کی قوت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو اس وقت دشمنان اسلام پر جارحانہ طور پر حملہ آور ہونا اقدامی جہاد کہلاتا ہے۔ دفاعی جہاد ... کفار اگر ابتداء مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو ان کو دفع کرنے کے لئے جہاد کرنا دفاعی جہاد ہے۔ جہاد کی اور دو قسمیں (۱) غزوہ (۲) سریہ اور بعثت جس جہاد میں آنحضرت ﷺ خود شریک ہوئے ہیں اسے غزوہ کہا جاتا ہے۔ اور خود شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ لشکر بھیجا ہوا سے سریہ اور بعثت کہتے ہیں۔

عمومی عذاب کے اسباب - ... دو ہیں۔ نمبر ۱۔ ترک جہاد۔ نمبر ۲۔ ترک تبلیغ

جہاد اور تبلیغ کو چھوڑ دیا جائے تو عمومی عذاب آیا کرتا ہے۔ بچے، بوڑھے، خواتین اور بے گناہ اس کی زد میں آجاتے ہیں۔

حدیث ابن عباسؓ: لا ہجرة بعد الفتح۔

تعارض ..... حدیث معاویہؓ میں ہے انہ علیہ السلام قال لا تنقطع الهجرة حتی تنقطع النوبة۔ قیامت تک ہجرت منقطع نہیں ہوگی۔ ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب ..... مسلمان مدینہ میں قلیل اور کثرت تھے اس لئے مسلمانوں کی اعانت اور شریکین کی قوت کو توڑنے کے لئے فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض میں تھی۔ فتح مکہ ہوا جس سے شریکین کی قوت ٹوٹ گئی لہذا ہجرت فرض نہ رہی اسی لئے فرمایا لا ہجرة بعد الفتح فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی۔

## باب قسمة الغنائم و الغلول فیہا

کافروں سے جہاد کر کے جو مال لیا جائے اسے مال غنیمت کہتے ہیں اور جو مال کافروں سے بغیر

قتال کے لیا جائے وہ مال فیء ہے۔ مال غنیمت میں سے چار خس غنمین اور مجاہدین پر تقسیم کئے جائیں گے

اور ایک خمس بیت المال کے لئے ہوگا اور مال فنی سے نس لینا جائز نہیں (بذل النجود صفحہ ۲۳۶، جلد ۳)

قرولہ، من قتل قتیلاً فلہ سلبہ ... سلب بمعنی مال مسلوب کفار سے چھیننا ہو مال۔ قتل بمعنی مقتول۔ امیر جمیش قاتل پر برا بھونٹہ کرنے کے لئے اگر یہ کہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ تو اس کہنے کی صورت میں بلا جماع قاتل کو سلب ملے گا۔ مسئلہ خلافیہ ... امام شافعیؒ کے نزدیک امیر جمیش مذکورہ جملہ کہے یا نہ کہے بہر حال قاتل کو سلب ملے گا۔ دلیل ... حدیث باب ہے۔ حقیقہ اور امام مالک کے نزدیک امیر جمیش اگر مذکورہ جملہ کہے تو قاتل کو سلب ملے گا اگر نہ سلب مال غنیمت میں شامل ہوگا۔

دلیل احتاف و مالکیہ ..... حبیب بن مسلم نے صاحب قبرص کو قتل کیا اس کا مال زبرد و یا قوت و لؤلؤ و بیانج اس سے لیکر مسلمانوں کی فوج کے جرنیل ابو عبیدہ بن جراح کے پاس آیا۔ ابو عبیدہ نے اس تمام مال کو غنیمت میں شامل کر دینا چاہا تو حبیب نے کہا مجھے آپ اس رزق سے محروم نہ کرے جو مجھے اللہ نے دیا ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ نے سلب کو قاتل کے لئے مقرر فرمایا ہے موقع پر موجود حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا مہلاً یا حبیب لانه علیہ السلام قال انما للمراء ما طبت به نفس امامہ معلوم ہوا کہ اگر امیر خوشی سے نہ دے اور من قتل قتیلاً فلہ سلبہ نہ کہے تو سلب قاتل کو نہیں ملے گا بلکہ غنیمت میں شامل ہوگا۔ (تنظیم الاشیات صفحہ ۹۲، جلد ۳) حدیث باب کا جواب ... یہ ہے کہ مذکورہ حدیث محل نزاع سے ہی خارج ہے کیونکہ امیر کے اعلان کی صورت میں تو بالا جماع مال قاتل کو ملے گا۔

حدیث ابن عمرؓ انہ علیہ السلام اسہم للرجل و فرسہ ثلاثۃ اسہم۔

مسئلہ خلافیہ مالک، شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک مجاہد اگر پیدل چلنے والا ہو تو بالا جماع ایک حصہ ہے اور اگر فارس یعنی گھوڑا پر سوار ہو تو اس کو تین حصے ملیں گے ایک حصہ اپنا اور دو حصے گھوڑے کے۔

دلیل جمہور حدیث الباب ہے۔ امام اعظمؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک فارس اور فرس کے لئے ایک ایک

حصہ ہے۔ دلیل امام اعظمؒ حدیث مجمع بن جاریہ انصاری میں ہے قسمت خیر ای اموال خیر

علی اهل الحدیبیۃ علی ثمانیۃ عشر سہماً فاعطی الفارس سہمین واعطی الراجل سہماً

اس سے مراد یہ معلوم ہوا کہ فارس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ فرس اور دوسرا فارس کو ملے گا۔

حدیث باب کا جواب یہ ہے حدیث میں قسمت کا بیان ہے اور معلوم نہیں کہ یہ تقسیم کب واقع ہوئی قبل از خیر یا بعد از خیر ممکن ہے کہ قبل از خیر ہوئی ہو لہذا منسوخ ہوگی۔

جواب نمبر ۲۔۔۔ فارس کی طرح فرس کا بھی ایک حصہ ہے حدیث میں جس دوسرے حصے کا ذکر ہے وہ بطور نقل کے حضور ﷺ عطیہ دیتے تھے۔

حدیث عمرو بن شعیب ..... حر قوا متاع الغال واضربوہ . امت محمدیہ کا سپر اجتماع ہے کہ غنیمت کے مال میں خیانت کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے خواہ خیانت کیا ہو مال قلیل ہو یا کثیر ہو لیکن اس مال کے جلانے میں اختلاف ہے۔ امام احمد کے نزدیک حیوان اور مصحف کے علاوہ غلول کرنے والے کے تمام مال کو جلا دیا جائے گا۔ دلیل ..... حدیث باب ہے۔

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک غال کا سامان وغیرہ نہیں جلا یا جائے گا۔ دلیل ..... حدیث یزید بن خالد اور حدیث عبداللہ بن عمرو جو اس باب میں آئی ہے وغیرہ میں جلانے کا حکم نہیں ہے۔ حدیث باب کا جواب نمبر ۱۔۔۔ مال جلانے کا حکم منسوخ ہے۔

جواب نمبر ۲۔۔۔ زجر و توبیح پر محمول ہے۔

## باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب

حدیث ابن عباس ..... اخراجوا المشرکین من جزیرۃ العرب ..... جزیرۃ العرب کی حدود اربعہ یہ ہیں۔ عرب کی مشرقی جانب خلیج فارس اور بحر عمان ہے جنوب میں بحر عرب یا بحر ہند ہے۔ مغرب میں بحر قزقم اور نہر سوئز ہے۔ شمال میں ملک عرب کا رقبہ ۱۲-۱۳ لاکھ مربع میل ہے جو ملک شام سے متصل ہے اس شمالی علاقہ میں چار پانچ لاکھ مربع میل کے قریب خالص ریگستانی اور غیر آباد رقبے شامل ہیں سب سے مشہور ریگستان الریح الخالی کے نام سے موسوم ہے جس کا رقبہ ڈھائی لاکھ مربع میل ہے (تعمیر الاثنتا عشرین ص ۱۱۰، جلد ۳) اور مشرکین ..... سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

مسئلہ خلاقیہ... امام شافعیؒ کے نزدیک اخراج المشرکین کا حکم جواز کے ساتھ خاص ہے اور جواز ان کے نزدیک مکہ مدینہ اور اس کے آس پاس کی جگہ ہے یمن وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ احناف کے نزدیک پورا جزیرہ عرب ہے۔ دلیل شوافع کا جواب... حدیث میں جزیرہ کے پانچ صوبوں میں سے جواز ایک صوبہ ہے باقی چار صوبے بھی جزیرہ عرب کہلاتے ہیں (مرقات صفحہ ۹۵، جلد ۸)

## کتاب الصيد و الذبائح

حدیث عدی... قوله فانک لا تدری ایہما قتله... الخ.....

مسئلہ خلاقیہ... ارسال کلب کے وقت اگر تسمیہ کو چھوڑ دیا تو مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک حرام

ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ترک تسمیہ عدا کی صورت حرام اور لسانا صورت میں حلال ہے۔

دلیل احناف... حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے رفع عن امتی الخطاء و النسیان۔

دلیل شوافع... ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ میں جس ذکر کا حکم ہے وہ ذکر قلبی ہے

جواب... اس آیت پاک سے ذکر قلبی مراد لینا اور پھر فعل ارسال سے ذکر قلبی تحقق ہونے کے متعلق کہنا

خلاف ظاہر ہے ہاں یہ لسان کی صورت میں ہو سکتا ہے عمدہ میں نہیں۔

## باب ما یحل اکلہ وما یحرم

حدیث جابر... واذن فی لحوم الخیل... مسئلہ خلاقیہ... شافعی، احمد اور

صاحبین کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مباح ہے۔

دلیل... حدیث باب ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک لحوم الخیل مکروہ تحریمی ہے۔

دلیل... روایت خالد بن ولید ہے انه علیہ السلام نہی عن لحوم الخیل والبغال والحمیر (ابن ماجہ)

دلیل شافعیہ و حنابلہ کا جواب... گھوڑے کے متعلق عمر اور صحیح دونوں طرح کی روایات آئی ہیں

قاعدہ ہے کہ محرم اور صیح میں جب تعارض ہو جائے تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ لہذا یہاں بھی ترجیح محرم کو ہوگی۔

## باب العقیدہ

عقیدۃ المولود .. یعنی بچے کے وہ بال جو ساتویں دن کاٹے جاتے ہیں۔ شاة مولود کو بھی عقیدہ کہہ دیتے ہیں مسئلہ خلاقیہ .. امام احمدؒ کے ایک قول کے مطابق عقیدہ کرنا واجب ہے۔

ویل .. لاند علیہ السلام امر بقوله فاھر قرا عنہ دماً۔ مذہب جمہور .. جمہور کے نزدیک عقیدہ کرنا سنت ہے۔ اکثر احادیث سنیت پر دال ہیں۔

فائدہ .. بچے کی پیدائش پر ساتویں روز دو بکریاں یا دو منڈھے وغیرہ ذبح کرنا مسنون ہے اور بچی کی پیدائش پر ایک بکرا یا مینڈھا وغیرہ ذبح کرنا مسنون ہے۔

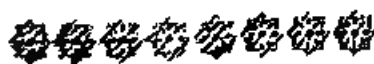
حدیث محمد بن علی .. قوله، عن النبی ﷺ عن الحسن بشاة ..

تعارض .. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدہ میں ایک بکری ذبح کرنی چاہیے اور اس طرح امام ابو داؤد نے سنن عباسؒ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حسن اور حسین کا عقیدہ ایک ایک شاة سے کیا گیا۔ لیکن امام سنن نے سنن عباسؒ سے دو روایتیں منڈھے عقیدہ کرنے کو بھی روایت کیا ہے۔ بظاہر احادیث میں تعارض ہے۔

جواب نمبر ۱ .. شاة واحدہ سے عقیدہ کرنے کی حدیث بھی صحیح ہے لیکن عن الفلام شتان والی حدیث اسح اور اتویٰ ہے لہذا اوہ راجح ہوگی۔ جواب نمبر ۲ .. حدیث قولی میں دو شاة کا ذکر ہے اور حدیث فعلی میں ایک شاة کا ذکر ہے بوقت تعارض حدیث قولی راجح ہوا کرتی ہے۔

جواب نمبر ۳ .. آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف سے ایک شاة کا عقیدہ دیا اور حضرت علی یا حضرت فاطمہ کو

دوسری شاة سے عقیدہ دینے کا حکم دیا۔ (العلین صفحہ ۳۳۹، جلد ۴)



## کتاب اللباس

حدیث انسؓ ... قوله فرخص لهما فی قمیص الحریر ... الخ ...  
 مسئلہ خلافیہ ریشمی لباس کا استعمال کے متعلق ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے  
 نزدیک مابت اور مصلحت کی بناء پر ریشم استعمال کرنا جائز ہے۔ دلیل ... حدیث الباب ہے۔  
 امام مالکؒ کے نزدیک ریشمی لباس بالکل جائز نہیں۔ دلیل ... حدیث "مَنْ نَهَى النَّبِيَّ عَنِ لِبَاسِ  
 الْحَرِيرِ (متفق علیہ) مذہب احناف ... مرد کے لئے ریشمی لباس کا استعمال جائز نہیں اور عورتوں کے  
 لئے جائز ہے۔ تبسم طبرانی میں روایت ہے۔ عبد اللہ بن عمرؓ انہ علیہ السلام خروج و باحدی یدیدہ حریر  
 وبالآخری ذهب وقال هذان محرمان لذكور امتی حلال لاناہم۔

مذہب صاحبین ... صاحبین کے نزدیک جنگی ضرورت کی صورت میں جائز ہے۔  
 امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ مگر قلیل مقدار (تین یا چار انگل) ٹخنوں کے درجے میں ہے۔  
 دلیل شافعی کا جواب نمبر ۱ ... محرم اور میح میں جب تعارض ہو جائے تو محرم رائج ہوتا ہے۔ حدیث  
 شافعی میح ہے اور حدیث حقیہ محرم ہے۔

جواب نمبر ۲ ... مخلوط ریشم کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے خالص ریشم کے استعمال کی اجازت نہیں دی۔

## باب الترجل

حدیث ابی ہریرۃؓ النخسان ... الخ ... مسئلہ خلافیہ ... اکثر ائمہ اور شافعی کے نزدیک  
 ختنہ کرنا واجب ہے مرد ہو یا عورت، چنانچہ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے لئے ختنہ کرنا  
 واجب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سنت ہے۔ دلیل ... النخسان سنة للرجال و مکرمۃ  
 للنساء (رواہ احمد) دلیل شافعی ختنہ شعار اسلام میں سے ہے اور ابن عباسؓ نے سختی کرتے ہوئے



فرمایا جو شخص ختنہ نہ کرائے اس کی شہادت، نماز اور زیور وغیرہ مستبر نہیں۔

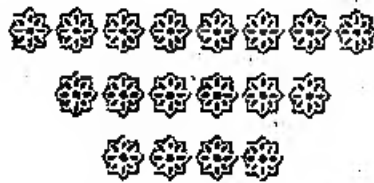
جواب ابن عباسؓ سے بھی واجب نہیں کہا۔

حدیث جابر..... واجتنبوا السواد..... خضاب کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کے متعلق

محققین کی آراء۔۔۔۔۔ غازی اور مجاہد کے لئے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے زینت نفس اور عورت کو خوش کرنے کے لئے سیاہ خضاب لگانا اکثر مشائخ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ مہندی کا خضاب لگانا بالاجماع جائز اور پسندیدہ ہے اور آنحضرت ﷺ نے خضاب نہیں لگایا (مرقاۃ صفحہ ۲۹۲، جلد ۸)

سوال۔۔۔۔۔ حدیث جابر میں سیاہ خضاب کے استعمال سے منع کیا گیا ہے جبکہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق جناب اور کسم جو ایک قسم کی گھاس ہے ان دونوں سے خضاب لگاتے تھے جو حدیث باب کے بظاہر خلاف ہے۔ جواب۔۔۔۔۔ صدیق اکبرؓ نے جو خضاب استعمال کیا ہے اس کا رنگ سیاہ نہیں تھا بلکہ سرخ مائل سیاہی تھا۔ (تنظیم الاشیات صفحہ ۱۳۵، جلد ۳)

وَعَا..... اللہ پاک اس کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے اور ہم سب کو دین متین پر ہونے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم سب کے اساتذہ اور والدین عزیز اقارب کی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ آمین ثم آمین



بلغوا عني ولو آية (الحديث)

# الورد الطري

على الجامع الترمذي

للمشيخ المحدث الجليل الجامع للمعقول

والمنقول

حضرت مولانا محمد ياسين صابر صاحب

شيخ الحديث جامع عمر بن خطاب

سوقی روڈ چوک فاروق اعظم شاہ رکن عالم کالونی ملتان

طلبہ اور طالبات کیلئے یکساں مفید

عنقریب منظر عام پر آرہی ہے ان شاء اللہ

(کتب خانہ عمر بن الخطابؓ - نزدیکی چوک، شاہ رکن عالم کالونی ملتان)

عظیم تنظیم کے شہرہ آفاق خطبات و مواعظ

# مولانا عظیم گیلانی

رضوان اللہ علیہ اجمعین کی ازواج و مطہرات، صحابہؓ سے،  
صحابہ زاریاں اور توالیہ، نواسیوں کی پاکیزہ سیرت و کردار کا

حسین علیہ السلام کا سیرت

## تاریخ اسلام و قرآن

ترجمہ کے بعد کے

## ڈاکٹر سید شمس قرآن کا مجموعہ

علمائے اہل سنت، مساجد اور عوام کیلئے یکساں مفید

## تاریخ اسلام و قرآن

## ڈاکٹر سید شمس قرآن کا مجموعہ

مکتبہ دارالافتاء اسلامیہ پاکستان  
صدر دفتر: علامہ محمد رفیع صاحب

صدر دفتر: علامہ محمد رفیع صاحب